

(سپتالی کو تببول کرو اور علیطیون کو ترک کرو)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ فَمَا بِهِ أَنْ يَكُونَ لَكُمْ فِئَةٌ مِمَّنْ بَدَلَتْ أَوَّامَكُمْ

الحمد لله المستتر کتاب

Register

تحفہ آریہ سماج موجودیت

المعروف بہ

آریہ سماج کی پول

6729

حصہ اول

انعامی مبلغ تین ہزار دو سو روپے

مصنف

شیخ عبدالحق صاحب نو مسلم (بابو جگد مبارشادہ ورا) سابق

آریہ ایدیشک ملک برہما حال وار دہلی

حسب تجویز انجمن اشاعت الاسلام دہلی واقع زینت محل دہلی سڑکی
جناب طاقت محمد صدیق صاحب اگر خلف حاجی محمد عمر صاحب دار صد بارہ
اور باجارت جناب مولوی محمد عبد المجید صاحب سکری انجمن مذکور

قائم ہیں ہمارے محمد علی صاحب انجمن دہلی

کتاب ہذا کے جملہ حقوق بذریعہ رجسٹری محفوظ ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلَیْ سُرُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

مقدمہ کتاب

(منیر میری ابتدائی حالت)

میں جب آریہ سماج کا نام سن کر اس کے سدھانت (اصولوں) وغیرہ کی جانچ کر رہا تھا کہ اگر وہ مناسب ہوں تو اس میں داخل ہوؤں تو اس وقت مجھ کو بتلایا جاتا تھا جیسا کہ ایک شخص کو بتلایا جایا کرتا ہی کہ دنیا بھر کے مذاہب اس وقت یکپشتات (تعمد) کے گہرے خندق میں گر چکے ہیں اور صرف ایک آریہ سماج ہی جیتی جاگتی ایسی سماج ہے جسے دھنکے کی چوٹ پر یہ آوازہ سے رکھا ہو کہ ستیا کرہن کرنا (سچائی کو قبول کرنا) اور ستیہ کا تیاگ کرنا (غلطی کو ترک کرنا) اس سماج کا لکھیا اور دیشہ (عین مدعا) ہو اور یہ بتلایا گیا کہ ویدوں کے سوا اور کسی بھی کتاب کو یہ سماج اپنے دہرم (دھرم) تک نہیں مانتی۔ سوامی دیانند سرسوتی ہمارے ہندوؤں کی غلطیاں ظاہر کر دی ہیں یعنی وہ لوگ ویدوں کے خلاف خاص خاص وجوہ سے چلے جا رہے تھے پس بدھ صرم کا اب پتہ مل گیا ہو اور سابق بھاشیگر (مفسرین) ویدو بہت پر اچھین نہیں ہیں (یعنی کلمجک کے ہی زمانہ کے ہیں) لوگوں کو یہ درست گمراہی میں ڈال گئے ہیں پس سوامی جی نے تمام زندگی ویدوں میں صرف کر کے ویدوں کا بہت ہی اعلیٰ

بھاشہ تفسیر تیار کر دیا جس سے پتہ لگ گیا کہ تمام دنیا کے مذہب غلطی پر ہیں اور یہ بھی مجھے بتلایا
 گیا کہ جہان الہی اسلام کا مذہب ایسا کمزور ہے کہ وہ ایک ایسا قاعدہ بنانے کے لئے مجبور ہوا ہوگا اگر کوئی
 مسلمان اپنی دہرم پستک قرآن پر کسی قسم کی شکا کرے تو کافر سمجھا جائے یعنی عقل کو مذہب میں
 چل نہیں اسی طرح عیسائی دہرم ایسا بے بنیاد ہے جو یحییٰ کے ایک پر باتما کے تین کی عبادت کرتا ہے
 اور پاپ کرینوالوان کو بھی سفارش کے ذریعہ سے نجات دلوادینے کی لالچ دے کر اپنا مذہب بڑھانا
 چاہتا ہے اور پورائیک (ہندو یا سناتن) دہرم والے، پیرائے اعتراضوں کا جواب دینے میں ناقابل
 ہونے کے باعث وشواسو پھل و کیمھ (یعنی وشواس سے ہی پھل ہوگا ورنہ نہیں) کہہ کر ڈوبتے
 کو تنکے کا سہارا لیتے ہیں وہاں ویدک دہرم (آریہ سماج) سب کو خوشی سے دعوت دیتا ہے کہ جس کا
 جی چاہے اگر بحث مباحثہ کر لیں اور اپنے پیروکاران کو عام اجازت و آزادی دیتا ہے کہ برہمن
 خوشی سے ہر ایک سدھانت پر چھان بین کر کے ان کو مانیں اور بے شک وہ پوری آزادی کیساتھ
 تمام دیگر مذہب کے دہرم پستکوں کو پڑھیں اور اگر ان کو کوئی بات آریہ سماج کی غلط معلوم ہو
 تو وہ اسے فوراً چھوڑ سکتے ہیں کیونکہ یہاں تو ہر ایک ممبر کو سٹیٹیا گرن کرنے اور راستہ کا تیاگ
 کرنے کے لئے تیار رہنا لازمی امر ہے۔

اس ابتدائی بات کو سن کر مجھے اس وقت بہت خوشی ہوئی تھی اور یہ خیال پیدا ہوا تھا کہ میں
 برا خوش قسمت انسان ہوں کہ لیکن یہی میں مجھے ایک ایسے سچے دہرم کا پتہ لگ گیا جو شاید دیگر کچھ
 بہت تلاش سے ملتا ہوگا اور چونکہ میں اس سے قبل بھاگوت و شنو پراں شیو پراں اور
 مہا بھارت وغیرہ پستکیں کچھ اُڑو و و ہندی میں پڑھ چکا تھا کچھ کتھا کے ذریعہ میں چکا تھا جس سے
 کئی طرح کی شکائیں دل میں پیدا ہو گئی تھیں پس میں نے آریہ سماج میں داخل ہونا بہتر سمجھا
 پھر مجھے معلوم ہوا کہ آریہ لفظ کے معنی شریٹھ (افضل) کے ہیں چنانچہ اس سماج میں داخل ہو کر
 کے یہ معنی ہیں کہ گویا میں یہ عہد کرتا ہوں کہ کسی قسم کی بھی بُرائی مجھ سے تمام زندگی میں نہ ہوگی
 اور چونکہ اس قدر بہت مجھ میں نہ تھی اسوجہ سے میں خاموش ہو رہا۔ لیکن چند ہی دنوں میں یہ
 معلوم ہو گیا کہ جو لوگ بالکل شدہ آچرن (یعنی نیک چلن) والے اور پورے نیم پائین
 دنوں و سندھیا وغیرہ روزمرہ کرنے والے نہیں ہیں وہ بھی اس وعدہ پر تمہید بناتے

جلتے ہیں کہ ان کا سادھن (مشائی) کرنے والوں میں رہے گا الغرض میں سماج کا ممبر بن گیا۔
 اس وقت میری عمر ۱۴ سال کی تھی اور یہ کیا معلوم تھا کہ دنیا کس رخ کو جا رہی ہو مجھے اپنے سکول
 کے احاطہ سے باہر کیا پتہ تھا کہ کیا ہو رہا ہو میں تو یہ سمجھتا تھا کہ آریہ سماج کے ممبران ہر سہ پاٹن ہونگے
 وہ کبھی جھوٹ نہ بولتے ہوں گے کسی کی بُرائی نہ کرتے ہوں گے۔ بے ایمانی رشوت اور دغا بازی
 تو نام کو بھی ان کے پاس نہ پھٹکنے پاتی ہوگی اور मातृवत्पुत्रोऽपि سے دوسروں کی ہو بیٹیوں کو
 وہ مان بہن کی مانند سمجھتے ہوں گے یہ تو معمولی سی بات ہوگی بلکہ وہ ضرور زکوٰۃ بھی ہوتے ہونگے
 (یعنی اپنی پوکی پاس بھی وہ صرف بعد فراغت حیض جاتے ہوں گے) الغرض مجھے یہ پختہ یقین تھا کہ
 ایک میں ہی شدید ایسا شخص ہو گا جس میں کچھ نہ کچھ عجیب فطرت ہیں۔ بہت عرصہ تک میرے ویسے
 ہی خیالات رہے اور جب کبھی کسی مہاشی کے کوئی کروت مجھے معلوم بھی ہو جاتی تو بھی یہ خیال
 ہوتا تھا کہ ان میں یہ نقص ہو مگر دیگر ان میں نہ ہوں گے وغیرہ وغیرہ۔

لیکن افسوس کہ گذشتہ پندرہ سولہ سال کے تجربہ نے نہ صرف مجھے یہ بتلایا کہ ممبران آریہ سماج
 کے بارہ میں جو میرے خیالات تھے وہ محض فرضی تھے بلکہ یہ بھی معلوم ہوئے وہ بات کے یقین کرنے
 کے لئے مجھے مجبور ہونا پڑا کہ جس کچھ بات (تعصب) کے گہرے خندق میں دیگر مذاہب والے
 گر چکے ہیں اس سے بے محضرات (ممبران آریہ سماج) بھی باہر نہیں ہیں اگر ان سے زیادہ کچھ پانی نہیں
 تو کم بھی نہیں ہیں۔ یہ بھی پتہ لگ گیا کہ سوامی دیانند سرسوتی جی مہاراج نے ویدوں کے کچھ اہم
 میں غلط مار کر جو رتن نکالا تھا وہ یا تو اپنے ساتھ ہی لے گئے یا کم از کم کسی ایسے صندوق میں بند کر گئے
 ہیں جس کی کنجی تو ضرور ان کے ساتھ چلی گئی۔ اور کہا جاتا ہو کہ وہ رتن پنڈت گروت مہاراج ایم۔ اے کے
 ہاتھ کسی قدر لگ گیا تھا مگر قبضہ ہستی سے وہ بھی اپنے ہمراہ لے گئے۔

میں ایشور کی کراپ سے اس قدر مسکرت ہو گیا کہ سوامی جی کی سنکرت تحریر پڑھ کر ان کا
 مطلب سمجھ لوں اور ان کی تصنیفات بغور پڑھنے سے میرے دل میں پھر بھی ویسی ہی شکائیں پیدا
 ہو گئی ہیں۔ جیسی کہ پُرانون کو پڑھنے پر ہونی یقین۔ فرق صرف اس قدر کہ وہ پیارے پُرانے فیض کے
 سناتنی پنڈت صاحبان زیادہ بحث مباحثہ کرنا کیا جاتیں۔ اور خاص کر آج کل کے اوتلیدس جغرافیہ اور
 سائنس وغیرہ جتنے والوں سے بھلا وہ لوگ بات کب کر سکتے۔

الغرض وہ تو یہ کہ کچھ بچا چھوڑتے تھے کہ دھرم پر عقائد کرو اور جو جس مذہب میں پیدا ہوا ہے
 اس کو اسی کا پیروکار رہنا چاہئے وغیرہ۔ لیکن ان کی حالت کچھ اور یہی ہے۔ آریہ سماج کے ممبران میں
 غالباً ۹۰ پڑھے لکھے اور ہندی کی چند سی نکالنے والے ایک سے ایک بڑے کروکیل بارش (جھوٹا)
 سچ بنانے کے ٹھیکہ داران) وغیرہ بھرے پڑے ہیں پھر یہ کہ ممکن تھا کہ ان میں سے کوئی زبانی
 گفتگو یا بحث مباحثہ سے منہ موڑتا۔ مگر کریں کیا بچا ہے ذرہ سنسکرت نہ جاننے کے باعث
 لاچار ہیں۔ زبانی لکھتیاں (دلائل) تو بے شمار دیدیا کرتے ہیں مگر زبان (حوالہ جات) کے نام پر خاموش
 ہو جاتے ہیں یا یوں کہتے ہیں کہ ایک مہرشی نے ہمارے سمعون کے عوض میں تمام زندگی دیدیا
 ہی میں صرف کر کے تمام پرانوں کی بھر مار اپنی تصنیفات میں کر دی ہو شاید جس طرح پرعتا عیسیٰ
 مسیح اپنے تمام پیروکاروں کے گناہوں کے عیوض میں خود سولی پر چڑھ گئے تھے۔
 الغرض میں نے ارادہ کیا کہ کسی طرح میں پنجا ب کو جاسکوں کیونکہ یہ سن لکھا تھا کہ وہاں سماج
 کا بہت زور ہے اور لاہور کو اگر آریہ سماج کی راج دھانی (دار الخلافہ) کہا جائے تو غلطی نہیں ہو۔ اور چونکہ
 صدق دل سے جو شخص پریشور کے دربار میں جس بات کی دعا مانگتا ہو وہ ضرور قبول ہوتی ہے چنانچہ
 میں کسی نہ کسی طرح لاہور پہنچ ہی گیا اور میں تب سے اب تک تین مرتبہ لاہور جا کر ہر طرح کے آریہ سماج
 کے اندرونی حالات کو معلوم کرتا رہا ہوں۔ اور بلوچستان آفریقہ بمبئی برہما ہمار وغیرہ کے
 آریوں میں رہ کر اور آریہ سماج کی جملہ تصانیف کو بغور دیکھنے سے جو کچھ تجربہ میں نے حاصل کیا وہ اپنے
 ملک کے ان لوگوں کو سنا دینا بہت مناسب سمجھتا ہوں جو مذہبی خیالات رکھتے ہیں۔

نمبر آریہ سماج پر ایک سلسری نظر

ناظرین! مجھے اپنے سابقہ خیالات دربارہ آریوں کے تبدیل کرنے پڑے اور معلوم ہوا کہ آریہ سماج
 کے ممبرین نہیں بلکہ بڑے بڑے عالموں فاضلوں ایڈیٹروں لیکچراروں اور لیڈروں میں بھی
 مکثرت (شاید یہ) ایسے اصحاب موجود ہیں جو جھوٹ بھی بولتے ہیں۔ دوسروں کا نقصان کرتے ہوئے

بھی پس پیش نہیں کرتے بے ایمانی رشوت اور دغا بازی کا خوب بازار گرم ہے اور بھی چار یعنی عیاشی سے بھی بچے ہوئے نہیں ہیں اور نہ ہی کوئی ایسے مہاشے دیکھے جلتے ہیں جو یہ قسم کھا سکیں کہ وہ رتو گامی ہیں (یعنی صرف جیف سے فراغت کے موقع پر اپنے پیوی کے پاس جاتے ہیں) قول و قرار کی سچائی غبن لوٹ اور شایستگی کا نمونہ وغیرہ میں ایک علیحدہ میڈنگ میں دکھلاؤں گا۔

مجھے لازم نہیں ہے کہ کسی شخص کا نام لیکر اس کی بُرائیاں ظاہر کروں۔ ایسا کرنا آج کل کی شایستگی کے خلاف ہو ورنہ اگر نام بتلائے جاویں تو ناظرین کو نہایت ہی تعجب معلوم ہو اور شاید وہ اس کتاب کو مشرف آریہ سماج MISTRIES OF ARYA SAMAJ خیال کرے مگر۔

لیکن اس قدر کہ نہ بنا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ آریہ سماج کے لیڈروں اور اُپدیشکون و سنیاسیوں وغیرہ کے اعمال افعال جیسے کچھ وقتاً فوقتاً سنے جاتے رہے ہیں وہ ایسے ناشائستہ اور تہذیب سے خلاف ہیں جنکو خیال کرتے ہوئے بھی دل کانپ اٹھتا ہے اور یہ خیال گذرتا ہے کہ کیا جس سوسائٹی نے تمام ملک یا تمام سنسار کو سدھارنیکا پٹرا اٹھایا ہو اس کے رہنما ایسے ہی ہونے چاہئیں۔

چنانچہ ایک سنیاسی صاحب جو بڑے کام کردہ مشہور و معروف لیکن اریہ سماج اور جنہوں نے تہذیب و جگہ پر مولویوں اور پادریوں سے مباحثہ کیا ہے اور جنکی تصانیف بھی کچھ کم نہیں ہیں لڑکوں سے بستی..... رکھنے والے سنے جاتے ہیں۔ اور یہ ایسی بات نہیں ہے جو سکون میں خود کہتا ہوں بلکہ تمام وہ لوگ جو آریہ سماج کے پلیٹ فارم پر کام کر رہے ہوں میں سے ہیں اس بات کو خوب جانتے ہیں۔ اسی طرح ایک برہمن چاری صاحب دہرم چاری وہ ہوتا ہے جو پاک زندگی بسر کرے اور جسم کے اندر سے کہی خواب میں بھی منی کو ضایع نہ ہونے دیوے جو کہ بڑے مشہور و معروف ہیں اور سنسکرت کی علمیت و لیکچر بازی میں بیکتائے زمانہ سمجھے جاتے ہیں ان کا بھی ایسا ہی حال سنا گیا ہے۔ ایک سنیاسی صاحب کا حال یہ معلوم ہوا کہ راجاؤں و ہاراجاؤں سے آریہ سماج کے نام پر چندہ مانگ مانگ کر اپنے نام بینک میں چش ہزار روپیہ جمع کر لیا ہے اور اب دین لین کا کام بھی جاری ہے لیکن آریہ سماج کی جانب سے اُسی عزت کے ساتھ پادشہ کرنے کے لئے مدعو کئے جاتے ہیں۔ ایک معزز مہاشی نے جو چار تھو روپیہ ماہواری پر ایک سرکاری محکمہ میں افسر ہیں اور بڑے کٹر آریہوں میں سے ہیں اپنے بچوں کو تعلیم دینے کے لئے ایک عورت کو اتالی مقرر کیا جس پر وہ عاشق ہو گئے اور آخر کار اس کے حامل ہو جانے پر اسے پیوی بنا لیا حالانکہ آپ کی

منکوہ عورت مع قریب ایک جن اولادوں کے موجود ہو ایک بڑے بہاری لیڈر اور آریہ سماج کے
 لیکن پرچہ ہزار روپیہ سماج کا غبن کر لینے کی بات ان دنوں آریہ اخبار میں چھپ رہی ہے جس کا مفصل احوال
 آگے لکھا جاوے گا۔

پنجاب پرتی ندی سہا کے پردھانوں (پریزیڈنٹ) میں سے ایک صاحب کو میں نے دیکھا
 کہ وہ صبح کو اور نہ شام کو سندھیا دعاوت الہی کرتے ہیں۔ ہوم ہوم کی بڑی پکار رہا کرتی ہے مگر اس کے
 کرتے والے کہیں تلاش کرنے پر بھی نہیں ملتے۔ باقی دیگر وزیروں کے فرائض تو شاید ہی کوئی کرتا
 ہو۔ ان دنوں اور خیرات جیسا کچھ آریہ لوگ کیا کرتے ہیں وہ ظاہر ہی ہے۔ ان یہ تو بہت اچھا ہوا کہ آریہ سماج
 میں داخل ہونے سے قبل جو کہ وہ جاہل و جاہل برہمنوں کا پیٹ بھرتے تھے وہ ایک مسلم بند ہو گیا
 لیکن جس قدر رقم و اس وقت جاہلوں وغیرہ میں خراب کرتے تھے اسکا اگر نصف بھی جائز دان میں صرف
 کریں تو ملک کا کچھ بہت فائدہ ہو سکے۔ لیکن دیکھا جاتا ہے کہ آریہ سماج میں اگر سخاوت و خیرات یکھل کر دیتے ہیں
 آریہ سماج کی بنیاد وید و پیر ہے اور سوامی جی نے بھی اس بات پر زور دیا ہے کہ سنسکرت تعلیم کا رواج
 ڈالا جائے لیکن سنسکرت تو دور رہا ہندی جاننے والے آریوں کی تعداد بھی بہت کم ہے۔ اور یہی
 وجہ ہے کہ وہ اندھے کی لکڑی پکڑے چلے جا رہے ہیں ورنہ اگر آریہ لوگ سنسکرت پڑھنے میں متوجہ
 ہوتے تو ان کو پتہ لگ جاتا کہ آیا دراصل ان کے من ملنے اصول پر چین گرفتار تھوں (قدیم کتابوں) سے
 ملتے بھی ہیں یا نہیں۔

آریہ سماجیوں کی تعداد شاید اس وقت تمام ہندوستان میں دو تین لاکھ ہو گی جن میں سے
 بمشکل تمام تھوڑے سنسکرت دان نکلیں گے لیکن اچھے لائق سنسکرت دان جو سنسکرت
 میں لیکچر دے سکتے ہوں وہ ہی پیش ملیں گے۔

لیکن ان باتوں پر ہمارے آریہ بیانی صاحبان یہ کہ دیویں گے کہ ایسی باتوں پر کسی کو
 اعتراض کرنے کا حق حاصل نہیں ہے جن شخصوں میں کوئی نقص ہو ان کے ذمہ وار وہ خود ہیں
 اور آریہ سماج کے اصولوں میں اگر کوئی خرابی ظاہر کی جائے تو البتہ معقول بات ہو پس ان کو
 معلوم کہ آگے اصولوں کی پڑتال کافی طور پر کی جاوے گی۔

(نمبر ۳) آریہ سماج کی پالیسی ڈیڑھی چال

آریہ سماج میں داخل ہوتے وقت ہی مجھے یہ سمجھایا گیا تھا کہ کوئی اصول یا کوئی بات آریہ سماج کی غلط نہیں ہو اور یہ کہ اگر کسی کو کوئی غلطی کسی وقت معلوم ہو تو وہ اسے چھوڑ سکتا ہے کیونکہ اس سماج کا ایک نیم یہ ہے کہ ستیہ کو گرہن کر دو اور راستیہ کو تیاگ کر دو یعنی سچائی کو قبول کر دو اور غلطی کو ترک کر دو۔ چنانچہ بہت عرصہ تک میری بھی یہی یقین تھا کہ آریہ سماج کے اصولوں میں ذرہ بھی غلطی کا دخل نہیں ہے۔ یعنی جو کچھ سوامی دیانند سرسوتی ہماراج نے لکھا ہے وہ سب دید و ن اور دیگر آرش (معتبر گرنٹھوں کے عین موافق فرمایا ہے۔ لیکن جب لاہور وغیرہ مقامات میں گھومتے اور کتابوں کو بغور پڑھنے سے مجھے کچھ گڑبڑ معلوم ہونے لگی تو میں نے آریہ سماج کے سنسکرت دان عالموں سے شنکا سادھان (شکوہ) رفع کرنا شروع کیا۔ ایک مہاشی ایک پرتی ندھی سبھا کے پریذیڈنٹ انگریزی میں بی۔ اے پاس وکیل ہیں اور سنسکرت کی بھی لیاقت رکھتے ہیں اور انہوں نے آریہ سماج کی کتابوں کا بھی کافی طور پر مطالعہ کیا ہوا ہے ان سے میں نے ایک مرتبہ سوال کیا کہ کیا سوامی جی کی تمام باتیں دید و ن اور دیگر معتبر کتابوں سے ملتی ہیں اور کیا آپ کو ایک بھی ایسی بات نہیں ملی جسے ستیہ (غلط) کہا جاسکے؟ تو اس کا جواب ملا کہ ”ہاں ایسی کئی باتیں ہم سوامی جی کی خلاف ویدک اصول کے پاتے ہیں۔“ لیکن باوجود ان باتوں کے کیسے افسوس کا مقام ہو کہ ایسے لوگ اپنے کائنات کا خون کرتے ہوئے دوسروں کو گمراہ کرتے ہیں کیا ان کا یہ فرض نہیں ہو کہ ایسا جاننے پر وہ کسی شخص کو آریہ سماج میں داخل ہونے کی سفارش نہ کریں یا کم از کم ان غلطیوں کو ہی رفع کرنے کی کوشش کریں جو آریہ سماج کی کتابوں میں موجود ہیں۔ اور جبکہ وہ یہ سب کچھ نہیں کرتے تو کس منہ سے یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ان میں پچشتات (تعصب) نہیں ہو باقی تمام دیگر مذاہب میں گہرا پچشتات بہاڑا ہے۔

اسی طرح ایک اڈیشک صاحب سے جواب ایک چھاپہ خانہ میں ملازم ہیں میں نے اشنا، گفتگو میں کہا کہ ”جب آپ خود تسلیم کرتے ہیں کہ آریہ سماج پوری سچائی پر قائم نہیں ہے اور اس کے ممبران بڑے ہی بے سمجھ ہو رہے ہیں تو اس سے علیحدگی کیوں نہیں اختیار کر لیتے؟ اس پر انہوں نے

مجھے جواب دیا کہ "اسے ٹھوکر کر بھی ہم کہاں جا دیں؟ انسان کو کسی نہ کسی سوسائٹی میں تو رہنا ہی چاہئے اور دیگر متناظر فرقہ جات یا سوسائٹیاں اس سے بھی زیادہ خراب حالت میں ہیں۔"

اب ناظرین غور کریں کہ ہمارے سچے اور نیک نیست آریہ پنڈت صاحبان ہی بچا رہے اس سماج میں اپنی زندگی کے دن پورے کرنے کے سوا اور کچھ نہیں کر رہے ہیں وہ خوب جانتے ہیں کہ یہاں وصول کی پول ہی سہی مگر یہ سچ ہے کہ وہ کریں کیا اور ان کی نقار خانہ میں طوطی کی آواز کو سنتا ہی کون ہے علم سنسکرت کے وہ چاہتے کیسے ہی عالم و شامل ہوں لیکن دیگر آریہ سماجی صاحبان جو ریزنڈنٹ سکریٹری وغیرہ ہیں ان کو ہر حالت میں اپنا ایک ادنیٰ تو کر چھپیں تینیں روپہ ماہوار کا سمجھتے ہیں اس سے زیادہ انکی کوئی وقعت نہیں پس کیا اس میں کچھ شک ہے کہ وہ پنڈت صاحب اگر اپنی آزاد راے کا اظہار کریں تو نتیجہ سوا اس کے اور کچھ نہ ہو کہ لگی لگائی ملازمت سے ہاتھ دھو بیٹھیں پھر ادھر ادھر معاش کی تلاش میں حیران پریشان پھرا کریں۔

ایک مشہور و معروف ایدیشک صاحب سے جنکو پنجاب پر ترقی ندھی سمجھانے سنا ستر تھون (مناظروں) کے لئے ٹھکانا کر رکھا تھا میں نے پستک رگوید کے دشوین منڈل کے ایک منتر پر جسکی تفسیر سوامی جی کی موجود نہیں ہے کچھ پار چلایا (اعتراض کیا) تو انہوں نے دو گھنٹہ تک وید کی کتاب کو الٹ پلٹ کرنے کے بعد جواب دیا کہ پنڈت بھیج میں شری نے اس منتر کا بھاشیہ (تفسیر) اپنے آریہ سدا رسالہ میں کیا ہے وہاں دیکھو لیکن ایک موقع پر میں نے دیکھا کہ ایک عام جلسہ میں اسی منتر پر کسی سائنسی پنڈت نے کچھ اعتراض کیا اور اس کو انہیں پنڈت صاحب نے فوراً جواب کر دیا۔ اس پر اول تو مجھے نہایت تعجب ہوا لیکن پھر مجھے بھی دوسروں کو یہ وقوف بنانے کے لئے حاصل ہو گئے آریہ سماج کے ایدیشکوں کا یہ حال ہو رہا ہے کہ جن باتوں پر انہیں خود دل میں شکائیں ہیں یا آپس کی پراویٹ گفتگو میں ایسے تذکرے ہو کر تے ہیں انہیں سوالوں کو اگر سائنسی پنڈت یا سنسکرت سے ناواقف آریہ سماجی پیش کریں تو ان کو اس طرح لاجواب کر دیتے ہیں کہ ان کو کبھی جواب میں بھی یہ پتہ نہیں لگ سکتا کہ خود شریان ایدیشک مہاراج کے دل میں بھی یہ شکاموجود ہے اور ان باتوں کو سوچتے ہوئے ہر ایک شخص یہ نتیجہ نکال سکتا ہے کہ آریہ سماج کے اصولوں اور سوامی جی کی تحریرات اور آریوں کے بڑے بڑے لکچروں وغیرہ میں اس قدر پر سپر روہ (متضاد باتیں) موجود ہیں کہ معمولی انسانوں کی عقل

کچھ قیصلہ نہیں کر سکتی اور یہی ماننا پڑتا ہے کہ ہاتھی کے دانت کھانے کے اور دیکھانے کے اور ہیں۔
 جب میں افریقہ کو جاتا تھا تو چار زمین چہند مسلمان اور کچھ صاحبان سے آریہ سماج کے
 اصولوں پر کچھ چھپر چھپر شروع ہو گئی اور وہ ان آریہ سماجی میرے سوا تین شخص اور تھے جن میں
 پنڈت سالگرام صاحب سٹراسٹیشن ماسٹر اور گنڈاریلو سے بھی موجود تھے جو کسی وقت میرے آریہ سماج
 کے سکریٹری بھی رہ چکے ہیں اور آپ بڑے پرجوش آریوں میں سے ہیں چنانچہ ایک مرتبہ انہوں نے
 مجھے چند مسلمان صاحبان سے گفتگو کرتے دیکھ کر تنہائی میں لے جا کر سمجھایا کہ تم کو اپنے مخالفوں سے
 بحث کرتے وقت چند خاص باتوں کا لحاظ رکھنا لازم ہے یعنی یہ کہ ان کو جو اعتراض ہمارے
 وچرین قسم کا ہو اس کا جواب مختصر طور پر دے کر ساتھ ہی اسی قسم کا نقص ان کے مذہب کا ان پر ظاہر کرنا
 چاہئے تاکہ وہ اپنے حملہ کو روکنے کی فکر میں غلطان و پیمان رہیں اور ہم کو بہت زیادہ تنگ نہ ہونا
 پڑے۔

میں نے جو اس بات پر غور کیا تو مجھے خیال ہوا کہ یہ تو ایک عمدہ چال لیکن کیا یہ بتاؤ اس مذہب
 کی طرف سے ہونا مناسب ہے جو تمام دنیا کے مذہبوں کو فسط اور صرف اپنے دین کو صحیح ماننا ہو جب
 ہم نے یقین کر لیا کہ مسلمان عیسائی وغیرہ سب غلطی پر ہیں اور ایک ویدک ست ہی سچا دین ہے
 جس میں کوئی نقص و خرابی نہیں ہو تو اس دعویٰ کو سن کر جب کوئی عیسائی یا مسلمان ہمارے سامنے
 آتا ہو اور کہتا ہو کہ بالفرض تمہارے قول کے مطابق ہم اپنے مذہب کو سراسر جھوٹا ہی مان لیویں تو
 ہمیں بتلاؤ کہ تمہارے مذہب میں جس کو بالکل سچا اور بریون سے پاک ہونیکا دعویٰ کیا جاتا ہے فلاں
 بات کس طرح بیان ہوئی ہو تو ایسی حالت میں ہم اس کو یہ جواب نہیں دے سکتے کہ وہ بات تمہارے یہاں
 اس طرح غلطی یا خرابی کا باعث ہو کیونکہ وہ تو ہمارے مذہب کی خوبی سننے آیا ہے نہ کہ اپنے مذہب
 کی بُرائی۔

چنانچہ میرے خیال میں یہ آریہ سماج کی زبردست پالیسی ہو کہ تمام دنیا کے مت متاثرین
 اور مذہبوں کی بدگوئی کر کے وہ اپنے مذہب کی ترش کرنا مناسب خیال کرتی ہو بلکہ اگر وہ اس کے
 بجائے ایسا کرتی کہ کسی مذہب کی کوئی عیب جوئی نہ کرتی ہوئی صرف اپنے صدیوں کی حدیث
 و خوبی کا بگڑتی تو یہ جان تھا کہ اس کے خیالات دوسروں کے تخریب ہوتے لیکن یہی تو اصل نیتی

یعنے پالسی سے ہی قالمکہ اٹھانکی سوچہ رہی ہو دوسری بات یہ بھی ہو کہ جن آریوں کو زیادہ بھلی ماورہ ہین ہو وہ ویدوں کی باریکیاں یا دقیق مسئلوں کا اظہار تو کر نہیں سکتے اور خاموش رہا ہتھین جانا چنانچہ ان کے سننے یہ بہت آسان نہج ہو کہ کبھی وہ سنا تے دھرمی ہندوؤں کی برائیا کرین کبھی عیسائیوں کی براہی سنا تے اور کبھی مسلمانوں کے ہرگون کی توحین کریں۔

اگر غور سے دیکھا جاوے تو اس وقت آریہ سماج کے کام کردہ لوگوں میں دو فرق ہین گے۔ ایک وہ جو سنسکرت سے بالکل ناواقف ہین یہ لوگ یا تو گھر کے خوش حال میں اور تمام وقت یہ سماج کے جلسوں میں شرکت کرتے وغیرہ میں صرف کرتے ہین یا اگر کسی سرکاری عہدہ پر مستان ہین یا اور کوئی پیشہ کھتے ہین تو تعطیلوں خواہ دیگر فرصت کے وقتوں میں آریہ سماج کا کام انہی میں دیا کرتے ہین دوسرے سنسکرت دان ننخواہ دارا پدیشک صاحبان ہین۔ اول فرقی نے تو پورے طور پر یہ یقین کر لیا ہو کہ آریہ سماج ہی ایک سچا مذہب ہے اور وہ زیادہ تر اصولوں کی چھان بین میں اپنا وقت نہیں صرف کیا کرتے سوا اس کے کہ معمولی سوال جواب ان سے کر لیا جاوے اور زیادہ تر اس اوردھرم میں رہا کرتے ہین گو وہ گل کے لئے اپیل کی جاوے لکھو گان سکول کھولنے کی کوشش کنجاوے بدبو آشرم رہوہ خانہ کی بنیاد ڈالی جاوے یا نیم خانہ کو مستقل بنایا جاوے وغیرہ وغیرہ۔

دوسرے فرقی میں جو سنسکرت دان پندت صاحبان کا گروہ ہو وہ جب بحث مباحثہ اور لیکچر بازی سے فرصت پاتے ہین تو کسی نہ کسی کتاب کو ہاتھ میں لیکر اسی سے دماغ اڑا کر کرتے ہین یا جہاں کہیں انہین کی مانند دوچار سنسکرت دان آریہ ایدیشک صاحبان اکٹھے ہو جاتے ہین تو پورا لوٹ گفتگو کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہو اور میرا خیال ہو کہ اگر کوئی سنا تے ہندو مسلمان یا نیا آریہ سماجی ان کی ان باتوں کو سن سکے اور مطلب کو بھی سمجھ لےوے تو یقیناً اس کو آریہ سماج کی پول کا پتہ لگ جاوے گا۔

چنانچہ ان میں ایسے تذکرے ہو کرتے ہین کہ شت پتہ براہمن ایک بہت پرانا گرتھ ہو سوامی جی نے بھی اسکو پراٹک (معتبر) مانا ہو لیکن پندت بھیم سین شرما کا قول ہو کہ اس میں مانس (گوشت) ملی دان (قربانی) نہ ہو کہ ذکر موجود ہو سنسکرت کی کوئی ایسی پستک نہیں ملتی جس میں مردوں کے شریو کا تہوار بہت ذکر نہ آیا ہو۔ گیارہ خاوند تک سے بھوک چلا دینا سوامی جی کی زیادتی ہو ہنوسر

میں جنہ یعنی پیدائش سے ورن مانا گیا ہوا ایک بیوی کے ہنسنے پر دوسری تیسری شادی واجب
پرچین سے پرچین قدیم سے قدیم آریوں میں موجود پایا جاتا ہے وغیرہ وغیرہ۔

یا آریہ سماج کے لیڈران و دیگر آریہ کی کارکنان کا جھینکا وہ لوگ لے بیٹھیں گے۔ ایک کہتا
ہو کہ ان لوگوں سے میں بڑی حکمت عملی کیسا تھرتاؤ کرنا چاہیے۔ دوسرا کہتا ہے جی وہ بڑے شست
ہیں بہن! سب کچھ کر لیکن آریہ سماج کی نوکری نہ کرو۔ یہ لوگ ہکلوپنے داسوں کا داس (غلاموں کا غلام)
سمجھتے ہیں۔ تیسرا کہتا ہے اگر یہی حال رہا تو اب آریہ سماج کا پٹر غرق ہو جاتا ہے۔ چوتھا کہتا ہے کہ اگر
دہرہ کا نیا بنو تو میں آج ہی استعفیٰ دیکر فرج چکر ہو جاتا۔ سال سال بھڑکام کرنے کے بعد اور
وہ بھی اس قدر جھانکشی کیسا تھ کہ دوڑتے دوڑتے ناکوں پہوگا ایک دو دن کی بھی زحمت نہیں ملتی کہ
بان بچوان کو ذرہ دیکھ تو آؤں وغیرہ وغیرہ۔

ناظرین! اب آپ آسانی سے سمجھ سکتے ہیں کہ جن اصحاب پر سارا دار و مدار ہو اور جن پر ہی بہرہ
کیا جاتا ہے کہ وہ ہر طرح کے اعتراضوں کا جواب دینے کے لئے تیار رہیں گے اور جب کوئی سناٹا پٹت یا دیگر
کوئی معترض اکر یہ سوال کریگا کہ سوامی دیانند کی فلاں بات ویدوں کی فلاں تخریج سے اس طرح خلاف ہے
وغیرہ۔ تو ایسی باتوں کی تردید وہ کر دیں گے اور کافی طور پر بحث مباحثہ بھی کریں گے۔ ان پٹت صاحبان
کا جبکہ اندرون فوٹو اسل قسم کا ہے جیسا کہ اوپر بیان ہوا تو بھلا یہ کاٹھکی ہانڈی کب تک جل کر
خاک ہو جاوے گی۔

اب ان پٹتوں کی پالیسی سنئے۔ جب ان سے کوئی شکا سجاد ہاں کیا جاتا ہے تو سب سے
قبل وہ یہ دیکھ لیتے ہیں کہ معترض کون ہے اور وہ کس لیاقت و کس فرقہ کا آدمی ہے چنانچہ اگر ان کو معلوم
ہو کہ وہ کچھ زیادہ سنسکرت دان نہیں ہیں اور ویشنویا بشیو وغیرہ کسی سمت سے تعلق رکھتا ہے تو اس کے
اعتراض کا کچھ ایسا جواب دیتے ہوئے اس کے سمجھنے پر مذاق اڑانا شروع کر دیتے ہیں
مثلاً یہ کہ شیو کے لنگ پوجا کا یا وشنو کے تلہا نامی پودے سے شادی کرے گا ذکر چھڑ دیتے ہیں جسے
فینڈ تمام حاضرین قہقہہ لگا دیں اور معترض کو شرمندہ ہو کر خاموش ہو جانا پڑے۔ یا اگر کوئی
سنسکرت دان معترض ہو تو آریہ پٹت صاحب نیا، یا سا نکھہ شاستر وغیرہ کا کوئی سوتر اس کے
سامنے پیش کر کے اس کو ایسے الجھن میں ڈال دیں گے کہ وہ پیچا رہے بھی بھول جائیگا کہ اس نے

کس مضمون پر اعتراض کیا تھا۔

چنانچہ ایک مشہور اریہ اپڈشک شریان پنڈت گنتی شراجی ہیں جنکے بارہ مین سنگیا بکرانکو
چھ بڑے یعنی فلاسفی کی کتابیں (شیا، ساکھیا، ویشے شک، یوگ، مائٹا، ویدانت، زبانیا یا دین
اور جب کوئی ساتھی پنڈت اُن کے سامنے کسی قسم کا اعتراض لے کر آتا ہے تو وہ یہ کہہ دیا کرتے ہیں
کہ اول ہم یہ دیکھ لیوں کہ معترض کچھ علمی لیاقت بھی رکھتا ہے یا یوں ہی ہمارا وقت ضائع کرنے آیا ہے۔
پس اُس سے وہ فرماتے ہیں کہ ان چھ بڑے شئون میں سے جو تم کو یاد ہو وہ سنا چلو اس طور پر کہ ایک
سو تر تم پر لو و دوسرا تم سے سُنو اور جب اس امتحان میں تم جھک دو میں تمکو جانچ لیوں گے تب
دوسری بات شروع ہوگی۔ غرض کہ یہ وہ خیال ہے کہ اصولوں تک پہنچنے کا موقع ہی نہ
مل سکے۔

لیکن ایسی باتوں سے کبھی سچائی کا پرچار (شاعت) دنیا میں ہوا کرتا ہی نہ ہے۔ بلکہ
رونق کر لینا معترض کو خاموش کر دینا۔ عوام کو ہنسنا دینا وغیرہ وغیرہ لوز باتیں ہیں۔ مگر سچائی اور
حقیقت کی چھان بین کوئی اور ہی بات ہے۔ آریہ سماج کو لازم تھا کہ ہر سال ایک کانفرنس کیا کرتی جس میں
صرف آریہ سماج کے اپڈشک اور وہ لوگ جو اصولوں پر کئی چھان بین کیا کرتے ہیں جمع ہوا کرتے
اور اس کانفرنس میں اس بات پر بحث و وچا رہے اور غور و خوض کیا جاتا کہ آیا سوامی دیانند سرسوتی
مہاراج کی کون کون سی ایسی باتیں ہیں جن کو ہمیں نیک نیتی سے ستیہ لگ رہی ہے کرتے اور ستیہ لگنا تک
کرنے کے اصول پر قائم رہ کر ترک کر دینا لازم ہے اور پھر اُن کے عوض میں دوسری کیا باتیں شامل
کرنا ضروری ہیں یا کس طرح کیا کرنا چاہیے وغیرہ وغیرہ۔

لیکن فوسس کہ یہ سب کچھ ہونا نظر نہیں آتا پس جن کے دلوں میں جو شکائیں پیدا
ہو جاتی ہیں اور پرائیوٹ گفتگو میں آریہ سماج کے موجودہ اپڈشک صاحبان بھی اتفاق کر لیتے ہیں
کہ واقعی یہ اعتراض معقول ہے اور اس کا کوئی جواب آریہ سماج کے پاس موجود نہیں ہے تاہم جب کسی
عام جلسہ میں وہ ہی شخص وہ اعتراض پیش کر دیوے تو محض اس خیال سے کہ ایک عام جلسہ
میں آریہ سماج کو نیچا نہ دیکھنا پڑے اُس کے اعتراض کا الٹا سیدھا جواب کچھ ایسے گول مول
لفظوں میں دے دیا جاتا ہے کہ وہ کسی طرح لا جواب اور خاموش ہو جاوے یا کسی آخری فیصلہ تک

پہنچنے سے قبل وقت مناظرہ کا گزر جاوے۔

کیا ایسی کٹل منتی ڈیڑھی چال کی بدولت آریہ صاحبان یہ سمجھتے بیٹھے ہیں کہ وہ کا بیاب ہو جاویں گے۔ ہرگز نہیں بلکہ مجھے سخت افسوس ہے کہ وہ ناحق مجھ جیسے لوگوں کو اپنے جال میں پھانس کر گمراہ کرتے ہیں۔ جو کہ شروع میں اس سماج کو واقعی سچا مذہب سمجھ کر اس میں داخل ہو جاتے ہیں۔

اسی طرح ایک بڑی زیر دست پالسی اُن لوگوں کے ساتھ برتی جاتی ہے جو آریہ سماج میں داخل ہو چکے ہیں اور بغور کتابوں کو دیکھتے بعد کئی طرح کی شکاوتوں میں پڑ گئے ہیں۔ ایسوں میں میری بھی شمار ہے چنانچہ اس بارہ میں مجھے کافی تجربہ حاصل ہوا ہے۔

در اصل بات یہ ہے کہ جب قدر صاحبان آریہ سماج میں داخل ہوتے ہیں وہ سب کے سب ایسے مذہبی چھان بین کے شائق نہیں ہوا کرتے کہ ہمیشہ اپنے اصولوں پر غور و خوض کرتے رہا کریں بلکہ شروع میں چند عرصہ تک ہمسایات کی چھان بین کرتے ہیں اور بعد میں یہ فرض کر کے لگن ہتے ہیں کہ ہم سچے مذہب کے پیروکار ہیں گئے ہیں پس قدر تا مجھ جیسوں کی تعداد بہت کم ہے۔ اور جب کسی مسئلہ پر چھپر چھا شروع کیجاتی ہے تو بجائے اسکے کہ سیدھی طرح پر سچا جواب دیا جاوے۔ پالسی سے کام لیا جاتا ہے۔

چنانچہ جب میں نے آریہ اڈیشن کو دیگر صاحبان سے ایسے اعتراضات کئے جو سوامی دیانند سرسوتی مہاراج کی تحریرات کے خلاف ہیں تو اُن اعتراضوں کا جواب دینے کی کوشش تو کوئی صاحب نہیں کرتے الٹا مجھ پر ہی کئی طرح کے اعتراض کرتے ہیں یعنی یہ کہ "سوامی دیانند سرسوتی جیسے عالم و فاضل بال یہ ہم چارسی اور یوگی کی تحریرات میں غلطی ہونے کا محض خیال کرنے سے قبل ہم کو ویسی لیاقت حاصل کرینی چاہئے۔ ایک شخص جسے پورا دیا کرن بھی نہ پڑھا ہو۔ جو ادنیٰ سے ادنیٰ درجہ کا (۲۴ سال تک کا) برہمن جہیز بھی نہ پورا کر سکا ہو جسے یوگ وغیرہ کوئی سادھن نہ کیا ہو وہ اس بات کا مستحق کیونکر ہو سکتا ہے کہ سوامی جی جیسے پورن بدوان (عالم و فاضل) کی تحریرات پر نکاتہ چینی کر سکے۔ جب کوئی شخص سوامی جی کی تحریرات کی غلطی نکالے اور لکھتا تو بیشک ہم اول یہ دیکھیں گے کہ یہ ہر کون شخص۔ اسکی علمی لیاقت کی قدر ہے

ہوتے رہیں کچھ دیرم کے یقین مسلون کو بھگت میں وقت صرف بھی کیا ہی یوں ہی ہمارے
مہرشی پرچہ لٹا ہوا وغیرہ وغیرہ۔

ناظرین! آپ اس سے سمجھ سکتے ہیں کہ یہ کیسی عمدہ چال ہے اور اس کا نتیجہ بھی وہی ہو سکتا
ہو ان آریوں کے خیال میں یہ یعنی یہ کہ نہ ہم لوگوں کو دیکھنا کی اندلیاقت ہوگی اور نہ ہم ان کی تحریرات میں
غلطی لکھنے کے مستحق سمجھے جاسکیں گے چلو بس خاتمہ شد۔ نہ تو میں قیل ہو گا نہ راوا ناچیں گیں۔
اس طور پر وہ لوگ مجھے یا مجھ جیسے دیگر محقق آریوں کو خاموش کر دیتے ہیں۔ اب دوسری باتیں چار
لے پاسکتی ہیں اول تو یہ کہ چپ چاپ آریہ سماج میں پڑے ہیں اور اپنے خیالات و مفکرات کے باہر
نہ نکلنے دیوین دوسرے یہ کہ اپنا یہ وہم چھوڑ دیوین کہ ہندو مسلمان عیسائی وغیرہ تمام دنیا کے مذہب
غلطی پر ہیں اور تب ان میں سے کسی کی چھان بین کر کے جو سچا معلوم ہو اس کو قبول
و منظور کر لیں۔

چنانچہ بہت ایسے اصحاب ہیں جنہوں نے ان بات کو بہتر سمجھا اور تھوڑے ایسے
ملین گے کہ جنہوں نے اور گے ہندو پانوں کا شروع کیا لیکن مجھے تجربہ سے یہ بھی پتہ لگا
کہ وہاں آریہ سماجی صاحبان دیکھنا کی ٹیپوں کو لاشیں نہیں لے رہے ہیں وہاں ساتھ ہی ایسے
لوگوں کو اپنے دائرہ سے باہر بھی نہیں جانے دینا چاہتے اور وہ عجیب طرح پر مخاطب کیا کرتے ہیں
چنانچہ ایک کہتا ہے کہ اگر باغریں سوائے یا ندی تھیں غلطی بھی کی ہوتا ہے ان کے اوپر کا رخصت
کو تو دیکھو کہ ملک کی کلیا پٹا دی ہو۔ دوسرا کہتا ہے کہ دیکھو کتنے یتیم بچوں کی پرورش ہو رہی ہے
کتنی لڑکیاں تعلیم پا رہی ہیں کتنے سکول کھلے ہیں اور گورنمنٹ کی مثال تو اب ہزاروں
سال کے بعد خود سوامی جی کی ہی ہدایت کے اثر سے دہلی ہو وغیرہ وغیرہ۔

تیسرا کہتا ہے کہ اچھی ہم کیسی خوب غفلت میں پڑے ہوتے تھے ہ سوامی دیکھنا نے ہم کو
جگا دیا۔ یہ پوپ برہمن لوگ ہم کو لوٹ رہے تھے۔ تمام ہماری کمائی ان کے ہی گھروں کو جاتی
تھی یہ سب خرابیاں سوامی جی کی ہی بدولت دور ہو گئی ہیں۔

چوتھا کہتا ہے کہ اچھی ہاں یہ کہ ہندو خیرچی و غریبی گھنٹ و شرادہ وغیرہ وہ مسلون
سے ہیں اس مہرشی نے ہی تو نجات دلائی ہے۔

پانچواں کہتا ہے کہ اسی آریہ کیا تمام ہندو اس بات کے لئے سوامی جی کے مشکور اور ہنر
 دل سے شکر گزار ہیں کہ ان کی بدولت عیسائی مسلمانوں کی باڑہ بند ہو گئی۔ چاہے کچھ ہو۔ اگر
 سوامی جی نہ ہوتے تو اب تک ہندوؤں کو بہت بڑا حصہ عیسائی ہو گیا ہوتا۔
 چھٹا کہتا ہے کہ اسی اب چاہے کوئی کسی عورت کی وجہ سے یاروپیہ پیسے کے لالچ سے تو
 عیسائی یا مسلمان ہو جاوے لیکن دہرم کے خیال سے ہرگز بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ
 ان کے تمام اعتراضات جن کا جواب اہل ہنود کے پاس نہ تھا اب آریہ سماج کی بدولت
 رد ہو چکے ہیں۔

ساتواں کہتا ہے کہ اور بھل جو شخص آریہ سماج میں گیا وہ اسے ترک کر کے اور جائیگا
 کہاں! اُسے اگر وہاں شانتی (شلی) نہ ملی تو اور کہاں ملے گی۔ بھلا کیا کوئی امرت کو چھوڑ کر
 نچ پانی پینا منظور کرے گا یا کیا کوئی گنگا کو چھوڑ کر زلہ میں سٹنان کرنا پسند کرے گا وغیرہ۔
 لیکن باوجودین ساری باتوں کو سُننے ورنہ بعدہ طور پر غور کرنے کے بھی مجھے کافی
 وجوہات نے مجبور کر دیا کہ میں آریہ سماج کے دائرہ سے باہر نکل جاؤں۔

ناظرین میں بھی اپنے اُن آریہ بھائیوں کی رائے سے پورا اتفاق کرنا ہوں جو اوپر کی باتیں کہا کرتے
 ہیں لیکن پھر بھی کوئی وجہ نہیں ہو کہ ہم آریہ سماج کے بن دھرمی کے پابند رہ کر اسے کیوں نہ ترک کر دیں
 یعنی یہ سبق ہمیں آریہ سماج ہی نے پڑھایا ہے کہ سستیہ کا گرہن کر دو اور سستیہ کا تیاگ کر دو سچائی قبول کر دو
 وغیرہ پس جس سوامی دیو کی تحریرات میں غلطیاں ملتی ہیں اور اُن کے رفع کرنے ایسے کتابوں میں سے
 یہ غلط تحریرات خارج کرنے کی نہ تو کوشش کی جاتی ہے اور نہ ایسی امید ہے بلکہ اور اُن اسی تجویز پیش
 کر رہے ہوں کہ خوب سخت و سست کہہ کر ڈانٹ بٹلائی جاتی ہے تو اسے پکٹ پاتی (متعصب) سماج کو
 فوراً سے بھی تبدیل ترک کر دینا مناسب ہے۔

سوامی دیانند سرسوتی مہاراج کی بدولت وہ جمہور بھلائیوں میں جنکا اُوپر ذکر ہوا اور
 اُن کے لئے وہ ہند قوم سے شکر گزار ہی کے بیشک مستحق ہیں بلکہ میرے خیال میں اس سے
 زیادہ عزت اُن کی کچا جاتی چاہئے اور اس میں شک بھی نہیں ہو کہ قد شاس تقسیم یافتہ ہندو صاحبان
 ان کی آیاتوں سے بھی زیادہ عزت کرتے ہیں لیکن ان باتوں کا یہ ہرگز نتیجہ نہیں ہو سکتا کہ اگر سوامی

جی نے کوئی غلطی کی ہو تو ہم اندھون کی مانند ان کے پیچھے ہی چلے جاویں۔

ہاں! سوامی دیانند جیسے فاضل اہل کی غلطی نکالنے والے کی بات کو آپ (آریہ صاحب) اس وقت تک کان نہ دیں گے جب تک وہ آپ کی نظروں میں اس بات کا مستحق نہ ثابت ہو کہ خیر یہ آپ کی مرضی۔ لیکن آپ کے موجودہ سنسکرت دان تنخواہ دار اپیشک صاحبان کو اگر بالفرض ساتن دہرم پہلے کے پاٹھشالاؤں (دریں گاہوں) وغیرہ میں روزیہ نہ دینا تنخواہ مل جاوے اور وہ وہاں رہ کر ہو جاویں تو پھر میں آپ سے مزاج پرسی کروں گا اور تب آپ کو بھی پتہ لگے گا کہ دیانند کی غلطی نکالنے والوں میں کس قدر لیاقت درکار ہے۔

اجی حضرت! آپ ہیں کس خیال میں۔ دیانند کی ستیا رتھ پرکاش تو ایک ہندی کتب ہاں اور آپ کے بڑے بھائی معزز لیڈر اور اپنے تئیں بڑے فخر کے ساتھ دیانندی کہتے والے مہاتمانشی رام جی اور ہیشٹھانا مہتمم گورکھ کی بھی عقل حیران ہو چناچہ وہ سوامی تیا بند جی سے راولپنڈی کے سالانہ جلسہ پر فرماتے تھے کہ گورکھ کی طلباء ستیا رتھ پرکاش میں غلطیاں نکالتے ہیں۔ لیکن ذرا آپ نے نیک نیتی سے یہ تو سوچا ہوتا کہ آپ جو سلام عیسائیت اور بودھ مذہبوں کی پاک کتابوں میں غلطیاں نکال رہے ہیں اس کا استحقاق آپ کو کہاں سے حاصل ہو گیا۔ کیا جو جواب آپ نے مجھے دیانند کی غلطی نکالنے وقت دیا ابجائے اس کے کہ ان اعتراضات کی تردید کی جاتی ہے یہی جواب آپ کو مسلمان عیسائی یا بودھ صاحب نہیں دے سکتے۔

مثلاً اگر کسی مولوی صاحب سے کوئی آریہ صاحب یہ اعتراض کریں کہ قرآن شریف نے ایک سرو کی چار بیوی تک جائز رکھنے یا کسی اور بات میں غلطی کی ہو تو میں مولوی صاحب کو یہ صلاح دوں گا کہ وہ بجائے اور کچھ جواب دینے کے صرف یہ کہہ کر اپنا پیچھا چھوڑ دیں کہ قرآن شریف یا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کوئی غلطی نکالنے سے قبل ہم (آریہ معترض) اپنا امتحان ہم کو رو اور ہم اول دیکھیں تو یہی کہ آیا تم اس لائق بھی ہو کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلطی نکالنے کا تم کو مستحق سمجھا جاوے اور پھر مولوی صاحب ایک ایسا معیار قائم کر کے آریہ معترض صاحب کہ مثلاً دیون کہ فلاں فلاں امتحان پاس کرنے اور اس قدر لیاقت حاصل کر لینے کے بعد تو ہمارے پاس آنا اور تربیت پانے اعتراضوں کو پیش کرنا۔

یا اسی طرح کاشی کے پٹت صاحبان یا دیگر سنائی پٹتوں سے جب آریہ صاحبان یہ اعتراض کریں کہ بشیوپران اور ہیاگوت وغیرہ میں چونکہ اختلاف ہوا اس لئے سب ناجائز اور اپرمانک وغیرہ معتبر نہیں تو ان پٹت صاحبان کو لازم ہو کہ وہ ان کو یہ جواب دیں کہ تمہیں اس قدر سمجھنے کی ہی طاقت نہیں ہے۔ ان پیرانوں کے مصنف شری ویاہس جی ہیں جس قول سنائی اور ویاہی کا شمار ان لوگوں میں ہونے کے مقابلہ میں دیانند بھی کوئی حقیقت نہیں رکھتے چنانچہ اول کم از کم دیانند کے برابر طاقت پیدا کرو اور تب ہمارے پاس اپنا اعتراض سیکرانا۔

غرض کہ میں نے معذرت کیا تو مجھے یقین کرنا پڑا کہ آریہ سماج کے موجودہ لیڈر اور پیشکان اور معمولی ممبران جہاں تمام دنیا کو جھوٹا بنانے چلے گئے وہاں خود انیسے جھوٹے بن رہے ہیں کہ جس کا حد حساب نہیں اور اب یہ سماج ایک جانندی ہیچ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔ میں آریہ صاحب اہل ہندو کی ہمدردی کثرت کرنے کے لئے ان کو یوں مخاطب کرتے کہ دیکھو آریہ سماج نے عیسائیوں اور مسلمانوں کا دروازہ روک دیا ہے اور اب کوئی ہندو مذہب کی وجہ سے مسلمان یا عیسائی نہیں ہوتا اور ان باتوں کو سن کر بیشک سیدھے سادھے ہندو صاحبان اس میں کوسلیں کرتے ہوئے آریہ سماج کے حامی و مددگار بن جاتے ہیں۔ لیکن میں نے معذرت کیا تو مجھے خیال ہوا کہ وہ ہندو صاحبان جنہوں نے یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ چونکہ ہم ہندو ماننا ہے اس سے پیدا ہوئے ہیں خواہ ہندو مذہب کیسا ہی خراب ہو یا اچھا ہو مگر ہمیں تو اس دائرہ سے باہر نہ گزر جانا ہی نہ چاہئے اور کنوین کے بیشک کی مانند یہ فرض کر لینا چاہئے کہ اس سے باہر اور کچھ ہے ہی نہیں۔ ایسوں کی تو دوسری بات ہو ورنہ یہ کوئی معقول بات نہیں ہے کہ اگر مسلمانوں یا عیسائیوں وغیرہ کا مذہب افضل ہو تو کیوں نہ اس میں ہم جلاخل ہوں۔

دین اسلام جہاں ایک پریشور وحدہ لاشریک کے سوا اور کسی کی اوپنا دپرستش نہیں مانتا وہاں آریہ سماج کے اصولوں کے مطابق جو آتما اور ریکرتی (مادہ کی مانند کوئی ہستی) مسلمانوں میں پرماتما کے مقابلہ کرنے والی ہمیشہ موجود نہیں رہا کرتی ہیں اس بارہ میں آریہ صاحبان بڑی ڈنگ مار کرتے ہیں کہ مسلمانوں کی یہ بات سائنس کے خلاف ہے پس ان کو ذرا اپنی منونم رتی اٹھا کر پیدائش خلقت کا بیان پڑھنا چاہئے اور تب معلوم ہو جائیگا کہ منو کی چیلن

خلقت سائنس کے کس قدر موافق ہو (میں آگے اسکا بھی ذکر کروں گا) جس بُت پرستی کو آج آریہ سماج دہر کرنے کی ہزار ہزار کوشش میں ہوا ہے اس مذہب نے نہایت قدیم زمانہ سے ہی نیست و نابود کر رکھا ہے۔

جس بد مذہب ابواہ (عقد بیوگان) کے جاری کرنے کی سرٹوٹ کوشتشون میں تمام آریہ اور آزاد ہندو صاحبان آج کل حیران پریشان ہو رہے ہیں اور پھر بھی منظور ملی دور کا معاملہ ہو رہا ہے وہ یہاں ہمیشہ سے ہی حل شدہ ہے جس ورن بیوشتھا زوات کا فیصلہ کو آریہ سماج چلانا چاہتی ہے یعنی یہ کہ پیدائشی قومیت کا لحاظ رکھا جا کر کن کرم سوہیا (د صفت فعل خاصیت) کے مطابق ورن برہمن کشتیہ ویشیہ شودرہ کی تفصیلت کو قرار دینا۔ یہ بھی اہل اسلام میں ہمیشہ سے موجود ہے جبکہ آریہ سماج اس کوشتش میں نہ تو کامیاب ہوئی ہو اور نہ آئندہ ایک ہزار سال تک کامیاب ہو سکے گی۔

جس چھوت چھات کے گٹرے جھگڑوں نے ہندو قوم کا ستیاناشن کر دیا اور آریہ لوگ بھی اس زنجیر کو نہ توڑ سکے وہ یہاں نام و نشان کو بھی نہیں ہو وغیرہ وغیرہ۔ پس کیوں ہم اپنی زندگی کو بلا وجہ آریہ سماج یا ہندو سماج کے اندر رتیاہ ویرا د کریں۔ اور جبکہ ہمیں معلوم ہو گیا ہو کہ جن خوبیوں پر آریہ سماج لٹو ہوا ہے وہ دین اسلام میں موجود ہیں تو ہم کیوں نہ اس کو قبول و منظور کر لیں۔ اور آریہ سماج کو اس کی پالیسی اور کوشش منتی ڈیڑھی خیال (جاری رکھنے) کے لئے مبارک کہہ کر آخری سلام کریں۔

لیکن اگر آریہ سماج کے ایسٹرن سچ ملک کا سدا ہندو قوم کی ترقی کرنا چاہتے ہیں تو انہیں سب سے پہلا کام یہ کرنا لازم ہے کہ وہ اپنی ایسی ڈیڑھی چالوں کو ایک قلم بدل دیوں جن کا اوپر ذکر ہوا ہے اور بانو دیانند کی غلطیوں کو نکال کر سستیہ کا گرہن پر سچے دل سے قائم ہوں ورنہ وہ یقین رکھیں کہ اب انکی پول کھل گئی ہے اور ان کی جماعت سے نیک دل سچے مذہبی لوگ میرے مانند نکلتے چلے جائیں گے۔

منبر سوامی دیانت سرسوتی مہاراج

سوامی دیانت سرسوتی مہاراج آریہ سماج کے بانی ہیں۔ آپ کے جیون چتر سرسوتی مہاراج
 عمری سے ظاہر ہے کہ بچپن سے ویدوں اور مذہب کی تحقیقات کا شوق آپ کو تھا اور ۱۲
 سال کی عمر میں جبکہ آپ کے والدین آپ کی شادی کا انتظام کر رہے تھے اور آپ کے اٹھارہویں
 پر بھی وہ باز نہ آتے تھے تو آپ پوشیدہ طور پر مکان سے بھاگ نکلے۔ بعدہ برہم چارنجی پھر سنیائی
 (مارک الدنیا) ہو گئے۔ ہندو سنیائی جس قسم کے ہوا کرتے ہیں غالباً آپ بھی اسی قسم کے تھے
 البتہ علم ہنسکرت اور یوگ سیکھنے میں وقت لگاتے رہے۔ شاید ۳۳ سال کی عمر میں ہمالہ پھاڑ کے
 مختلف حصوں میں میکررتے ہوئے یہ خیال آپ کو گزرا کہ مانند دیگر سادھوؤں کے برف میں اس فانی
 جسم کو گلا کر نجات حاصل کرنی چاہیے (یہ تمام ہندو سادھوؤں کا خیال ہے کہ ہمالہ پھاڑ کی برفانی چوٹیوں
 میں جسم گلا دینے سے لگتی یعنی نجات مل جاتی ہے چنانچہ وہ ایک برفانی چوٹی پر چڑھ بھی گئے تھے
 لیکن پھر کچھ خیالات پلٹے اور یاد رہا کہ ابھی اس جسم کو فنا کرنا مناسب نہیں ہے بلکہ ذرا ویدوں کو
 بھی پڑھنا لازم ہے دیکھیں تو سہی اُن میں کیا مضامین ہیں۔ چنانچہ سوامی جی اس سوگ سٹر بھی
 (زینہ نبشت) سے اُتر آئے اور اب کسی لائق سنسکرت دان کی تلاش میں گھومنے لگے بہت
 عرصہ بعد اُن کو پتہ لگا کہ متھرا میں ایک اندھے سنیائی پڑے عالم و فاضل مشہور و معروف
 پیٹل ہیں جنکو ڈنڈی جی کہا جاتا ہے۔ الغرض سوامی جی ان ڈنڈی جی کے پاس آئے اور اُن سے
 ویکرن کی اصلی کتابیں یشٹا دھائی اور مہا بھاشیہ اور کچھ ویدوں کو پڑھنا شروع کیا۔
 ان ڈنڈی جی کا نام سوامی ورجا بند تھا اور ایک خاص واقعہ کے باعث جس کا حال
 آپ کی سوانح عمری میں درج ہے، دندہ جی تمام ہندو پیڈتوں کی ناخوش تھے بلکہ وہ اس فکر میں بھی
 تھے کہ کسی طرح ان کی خبر کاٹ دی جاوے۔ ہاں کاشی کے پیڈتوں کی بے ایمانی اور دغا بازی نے
 ہی سوامی ورجا بند کے دل کو استقدر پر جو شش کر دیا تھا۔ چنانچہ بہت عرصہ کے غور و خوض کے
 بعد دندہ جی کو وہ سکیم SCHEME (تجویز) مل گئی جس کے ذریعہ وہ اپنے کو کامیاب

بنائے تھے۔ لیکن اس پر پورا پورا عمل اسوجہ سے نہیں ہو سکتا تھا کہ دند می جی بوجہ نابینا ہونے کے متھرا سے باہر نہیں جاسکتے تھے۔ الغرض جب ڈھائی تین سال علم حاصل کرنے کے بعد سوامی دیانند سرسوتی مہاراج نے دند می جی سے رخصت چاہی تو انہوں نے انہیں اس اپنے نوایجاد سکیم کی تکمیل کے لئے اشارہ کیا اور سوامی جی نے دند می جی کو پختہ وعدہ دیا کہ وہ اپنے گرو کا حکم بسر و چشم ماننے اور اس پر بدل جان عمل کرنے کو مستعد رہینگے چنانچہ سوامی دیانند مہاراج نے سوامی جی کو پورے طور پر وہ تمام باتیں سمجھا دیں جنکو انہوں نے بہت عرصہ تک سوچتے سوچتے کھوج پایا تھا۔ اور سوامی جی اپنے گرو کے حکم کی تکمیل میں تمام زندگی لگے رہے۔ اور اب ان کو اپنا جسم گزارنے کے لئے ایک دوسرے قسم کی برفانی چوٹی بل گئی۔

ناظرین! یہ ہی بنیاد آریہ سماج کی۔ سوامی جی نے اپنے گرو مہاراج کی سکیم کو مستقل بنانے کے لئے آریہ سماجوں کی بنیاد ڈالی۔ اور پہلی سماج بیسی میں قائم کی گئی۔ اس میں شک نہیں کہ جس نیتی اور سچائی سے سوامی جی نے اپنے گرو مہاراج کے حکموں کی تعمیل کی ہو وہ ہر ایک جگہ سے اُسید نہیں کی جاسکتی لیکن ایک غور طلب بات یہ ہے کہ کیا سوامی جی نے اپنے گرو کی سکیم کو چلانے کی غرض سے جو کچھ کاروائیاں کی ہیں وہ سچائی پر مبنی ہیں یا نہیں یہ ایک ایسا سوال ہے جس پر صرف وہ لوگ غور کر سکتے ہیں جو بہت باریک بین ہوں اور جنہوں نے اصولوں کو کافی طور پر سمجھنے کی کوشش کی ہو۔

بعض سوامی جی کو جب معلوم ہوا کہ وہ ان باتوں کو جو دند می جی کی منشاء کے مطابق نہیں ہوں نہیں جاری کر سکتے تو انہوں نے پاسبی ٹیڑھی چال سے کام لیا اور چونکہ ہندوستان پھر بین کاشی (بنارس) ہی ایک مقام ہے جہاں سنسکرت کے اعلیٰ عالم و فاضل موجود ہیں اور ان کی بھی جیسی کچھ علمیت تھی وہ سوامی جی نے خوب عمدہ طور پر مسموم کر لینے کے بعد یہ سمجھ لیا کہ جہالت ملک پر چھائی ہوئی ہے اور ویدوں کے دقیق مسئلوں کو سمجھنے والے اب موجود نہیں ہیں پس یہی چال بہت مناسب ہے کہ جو کچھ چاہیں ویدوں کے گلے مٹا دیوں اور چونکہ ویدوں کی عبارت کو سمجھنے والوں کا گھانا ہے پس وہ سب چل جاویگا۔ ان خیالات نے ہی سوامی جی کو چند ایسی باتیں

گھڑنے پر مجبور کرنا جن کا نام نشان بھی ہندوؤں کے پرانی سے پرانی کتابوں اور تواریخوں میں موجود نہیں۔

جس طرح کسی بیمار کی چشمہ کی نیز دھار میں ادھر ادھر سے پانی کے بکثرت سوتے ملتے چلے جاتے ہیں اور وہ رفتہ رفتہ ایک بڑا دریا بن جاتا ہے اسی طرح ہندو جی کی سکیم کی اشاعت کرتے ہوئے سوامی دیانند سرسوتی مہاراج جب تسلیم یافتہ خانہ دار ہندوؤں کے درمیان کام کرنے لگے تو کئی طرح کے خیالات بھی ان کو پسند آ گئے اور اس طور پر رفتہ رفتہ ایک چھوٹی سکیم اپنے ساتھ ایسی باتوں کو شامل کرتے کرتے ایک پورے مذہب کی بنیاد ثابت ہو گئی۔

ہندو جی کی سکیم تو یہ تھی کہ سنسکرت ویاکرن کی ٹیڑھی کا موجودہ طریقہ غلط ہے پس سارسوت چندرکا لکھو اور سترانت کوہی منوریا شیکھر وغیرہ کتابوں کا رواج توڑ کر سترانتا دھائی اور مہا بھاشیہ کا رواج ڈالاجا دے اور مورتی پوجا ریت پرستی کو جڑ پیر سے ہی اکھاڑ کر پینک دیا جاوے پس سوامی جی متھرا سے تو اس بات کا بڑا اٹھا کر چلے تھے لیکن پھر انہیں اس سلسلہ میں اور بھی بہتری بائیں سوچ گئیں اور ان میں سے کچھ ایسی بھی ہیں جنکا ہندوؤں کی قدیم لٹکوں میں کہیں نشان و گمان بھی نہیں۔

مثلاً سوامی جی نے دیکھا کہ اہل یورپ میں یہ رواج بہت عمدہ ہے کہ عورت مرد کی آپس میں رضامندی سے شادی نہوتی ہے اور ایک مرد ایک سے زیادہ بیوی کرتے کا ہرگز بھی مجاز نہیں رکھتا تو انہوں نے مشہور کیا کہ یہ باتیں ہمارے ویدوں میں موجود ہیں اور انہیں کی نقل اہل یورپ میں ہو رہی ہے۔ یا کسی شخص کے مر جانے پر جو ہندو لوگ شراۃ وغیرہ کیا کرتے ہیں اسکو بھی غیر ملکوں کی دیکھا دیکھی دور کرنا مناسب خیال کیا۔ اس طرح یورپ والوں کو نیچا دکھلانے کے لئے یہاں تک کوشش کی کہ ویدوں سے ہی ریل تا ثابت کرنا چاہا وغیرہ وغیرہ۔

یہ صاحبان سوامی جی کی جتنی عزت کریں وہ تھوڑی ہے لیکن اس میں شک نہیں کہ سمجھدار ہندو صاحبان بھی سوامی جی کو بہت عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں مگر وہ سوامی جی کو ایک بڑائیگتہ GREAT POLITION (بڑا بیماری پالیٹیشن) سمجھتے ہیں جو کہ واقعی

ان کے کاموں سے ہی معلوم ہوتا ہے۔
 آریہ صاحبان اکثر یہ کہا کرتے ہیں کہ سوامی جی کو کسی قسم کی دنیاوی شہرت یا اور کوئی
 خواہش نہ تھی اور ایسے ہی انسانوں سے سچائی کی امید کی جاسکتی ہے اسوجہ سے ہمیں تسلیم کرنا پڑتا ہے
 کہ سوامی دیانند کی تمام باتیں سچی ہونگی۔

پس اگرچہ یہ صحیح ہے کہ سوامی جی کو کسی قسم کی دنیاوی خواہش نے نہیں بلجایا تھا مگر انہوں
 نے ملک قوم کے لئے مناسب سمجھا وہ نصیحت کر دیا کہ ان پر عمل کر کے ہم نئی ترقی کر سکیں۔
 لیکن اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ سوامی جی نے چند خیالات لئے تو ہیں مسلمانوں عیسائیوں
 یا دیگر قوموں سے مگر نہ تو وہ تسلیم کرنے کے لئے تیار ہیں کہ یہ باتیں فلاں فلاں مذہبوں
 یا قوموں سے نعت کی لگی ہیں اور نہ وہ ہندوؤں کی آرش گنٹھوں (معتبر کتابوں) سے
 ان باتوں کو ثابت کر سکے ہیں بلکہ چند کتابوں کو پریشان کر کے ہلکا کر دیا اور چند حوالہ جات کو غلط
 پیرایہ میں ظاہر کر کے یا کسی وید منتر کے معنی و مطلب کچھ بگاڑ بیان کر کے عوام پر یہ ظاہر کر دیا ہے
 کہ وہ تمام باتیں جن کو انہوں نے غیر قوموں سے نقل کی ہیں ویدوں کے مطابق ہیں اور سنسکرت
 سے ناواقف ہندو قوم کے لیڈروں و ریٹائروں نے جب یہ سنا کہ جن غیر قوموں کی خوبیوں
 پر وہ لٹو پور ہے تھے وہ سب کی سب سوامی جی نے ویدوں کے موافق ثابت کر دی ہیں
 تو وہ سوامی جی کے چلے بننے کے لئے صدقِ دل سے تیار ہو گئے اور اسطور پر ایک
 جماعت بڑی دی رتبہ اور تعلیم یافتہ اہل ہندو کی بن گئی جس کا نام آریہ سماج ہے۔

سوامی دیانند سرسوتی مہاراج نے ہندوؤں کے پرانوں وغیرہ کا بالکل کھٹدن (روید
 کر کے ان کو سوتے سے جگا دیا اور اب وہ ہاتھ پاؤں مارنے لگے۔ گزشتہ پچیس سالوں
 کی کوشش سے وہ اس قدر ضرور کامیاب ہو سکے کہ چاہے وہ تعصب یا خود غرضی سے سوامی
 جی کی معقول باتوں کو بھی ماننے کے لئے تیار نہیں ہوتے مگر اس میں شک نہیں ہے کہ انہوں نے
 سوامی جی کی نامناسب تحریرات کی پول خوب اچھی طرح پرکھول دی ہے جسے جن باتوں کا وید
 شاستروں و دیگر ہندوؤں کی کتابوں میں بالکل پتہ نہیں ہے مگر سوامی جی نے من گھڑت چلا دی
 ہیں ان سب کو عوام پر ظاہر کرنے میں کوئی دقیقہ باقی نہیں رکھا گیا۔ اور میرا خیال ہے کہ سوامی جی

اگر اب تک زندہ رہتے تو ضرور اپنی بہتری باتوں کو تبدیل کرتے لیکن اب جبکہ وہ موجود نہیں ہیں تو آریہ سماج کے منصف مبالغہ سوچنے بجھنے والوں کو لازم ہو کہ وہ اپنے معترضوں کی باتوں کو بہت غور سے سنیں اور بجائے اسکے کہ ان کو کچھ برا بھلا کہیں اور نہیں انکا شکور ہو لازم ہو اور جو اعتراضات دراصل ایسے ہیں کہ جنکی تردید آریہ صاحبان سوامی جی کی تسلیم کو مد نظر رکھتے ہوئے نہیں کر سکتے ان کو تسلیم کریں اور سوامی جی کی ایسی باتیں چھوڑ دیں جن کے باعث ان کو معترضوں کے سامنے منہ پھپھانا یا کانشنس کے خلاف باتیں بنانی پڑا کرتی ہیں۔

سوامی دیانند سرسوتی مہاراج نے چاہے کیسی ہی پالیسی (ٹیرسی پالی) سے کام لیا ہو لیکن پھر بھی وہ سچے ضرورت سے جس بات کو انہوں نے جو وقت قوم کے لئے مفید سمجھا اسکی ہدایت کی ورنہ کچھ عرصہ بعد تحقیقات اور معلومات سے یہ یقین ہوا کہ ان کی وہ رائے غلط ہو تو اسے ترک کرتے بھی دیر نہ لگتی تھی۔ اور انہوں نے یہی فتادہ آئندہ جاری رکھنے کے لئے یہ نیم قاعدہ یا اصول بنادیا ہو کہ سستیہ گاہرین کرنا (سیجائی کو قبول کرنا) اور سستیہ کاتیاگ کرنا غلطی کو ترک کرنا اس سماج کا خاص مدعا ہو۔

پس کوئی وہ نہیں نظر آتی کہ سوامی جی کی تحریرات میں باوجود بے شمار غلطیاں تھائی جائے کے ابھی تک ایک حرف کی بھی تبدیلی کیوں نہیں کی گئی۔ کیا یہ آریہ صاحبان کا زبردست یکپہات رخصت نہیں ہو؟

سوامی جی کی تسلیم کو بغور دیکھنے پر یہ معلوم ہوتا ہو کہ انہوں نے کچھ باتوں میں بڑے مبالغہ کی نقل کی ہو اور کچھ باتوں میں شکر اچار یہ مبالغہ کے نقش قدم پر چل رہے ہیں۔ یعنی جس طرح شکر اچار یہ جی نے اس زمانہ کے تمام متانتروں (فرقوں) کو رد کر کے ایک اپنا مت چلایا تھا اسی طرح سوامی دیانند مہاراج نے بھی اس وقت کے تمام مذہبوں کو کھنڈن کر کے اپنا مت چلانا چاہا لیکن ان کو ناکامیابی ہونے کی وجہ یہ ہو کہ جہاں سوامی شکر اچار یہ جی نے تمام دنیا کے مذہبوں کو غلط بتلا کر ایک ویدانت فلاسفی پر سب کو متوجہ کر دیا اور انہوں نے عقلی دلائل سے خود سب کو قائل کر کے اپنا مریڈ بنا لیا وہاں سوامی دیانند سرسوتی مہاراج تمام مذہبوں کو غلط بتلا کر اپنی پوزیشن - POSITION -

کو خود صاف نہ کر سکے۔ یعنی سوامی جی کا یہ قول ہے کہ ہمارا کوئی اپنا نیامت نہیں ہے بلکہ ویدوں کا
 یہی نہایت قدیم مذہب ہم سرسبز کرنا چاہتے ہیں اور جو ہماری بات ویدوں کے
 خلاف ہو وہ ترک کر دو وغیرہ۔

پس جبکہ ویدوں کے مضامین کا لوگوں کو پتہ نہیں۔ اور دیانند کی تفسیر دھوکہ دہ
 بھی چاروں ویدوں پر نہ کی جاسکی بھی اہل ہنود کی نظروں میں سائن وغیرہ کی تفسیر
 سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی بلکہ بالکل ردی سمجھی جاتی ہیں تو اس حالت میں کب ممکن تھا کہ سوامی
 جی کو کامیابی ہو سکتی اور اس طرح بدھ مہاراج کی تعلیم کو سوامی جی نے پھیلانا چاہا لیکن اگر سوامی جی نے
 بھی بدھ مہاراج کی مانند ویدوں وغیرہ سے صاف انکار کر دیا ہوتا اور ایک آزاد مذہب کی بنیاد ڈالتے
 تو ممکن تھا کہ بدھ مہاراج کی مانند وہ ضرور کامیاب ہو جاتے۔ لیکن جبکہ سوامی جی سب کچھ کر
 آخر میں یہ فرمادیتے ہیں کہ ہم کوئی بات اپنی طرف سے نہیں کہتے بلکہ یہ تمام باتیں ویدوں میں
 موجود ہیں تو یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ پھر ویدوں ہی کو دیکھنا چاہئے اور جب یہ معلوم ہو جاتا ہے
 کہ ویدوں میں وہ باتیں موجود نہیں ہیں جو دیانند کا قول ہے بلکہ ویدوں کے الفاظ کو کھینچ کھاچ کر
 سوامی جی اپنا مطلب سدا ثابت کر رہے ہیں تو پھر سوامی جی پر اعتیاد ہی نہیں رہتا۔ الغرض
 سوامی جی اپنے منشا میں ہرگز ہرگز بھی کامیاب نہیں ہو سکے۔

مثلاً بدھ مہاراج نے اپنے زمانہ میں اہل ہنود کو پریشور سے طرح طرح کی دعائیں مانگتے دیکھ کر
 اور یہ معلوم کر کے کہ وہ لوگ ان دعاؤں کے بھروسہ ہاتھ پر ہاتھ رکھتے بیٹھے رہتے ہیں اور خود
 محنت وغیرہ نہیں کرتے یہ ہدایت کی کہ اپنی محنت پر بھروسہ کر دو اور جب بدھ مہاراج نے دیکھی
 کہ اگر لوگوں کو یہ خیال رہ گیا کہ ایک پریشور ہمارا پیدا کرنے والا ہے جو کہ رحیم و کریم وغیرہ ہے تو وہ
 اسی پریشور کے رحم کے بھروسہ پر خود کوئی ہمت و محنت وغیرہ نہ کریں گے پس یہ اصول
 چلا دیا کہ پریشور وغیرہ کوئی نہیں ہے یعنی خدائی ہستی سے ہی انکار کر دیا اور جو شخص جیسا فعل
 کرے گا اس کو وہی ہی نتیجہ ملے گا۔ وغیرہ۔

اسی طرح سوامی دیانند نے بھی یہ ہدایت کی کہ پریشور کی جو پرارتھنا کی جاتی ہے کہ پریشور
 مجھ کو دولت دیجئے۔ اولاد دیجئے۔ بادشاہت دیجئے۔ وغیرہ وغیرہ۔ یہ فنشول ہے یعنی ان کا نتیجہ

نہیں ہو سکتا کہ وہ شبہا جو انکی جاوہرین وہ پر مشورہ ہو دیکھا گیا۔ لیکن پھر نہ تو سوامی جی یہ بتلا
 یں کہ ان کی یہ ہدایت زید و ن مین یا منو کے دھرم شاستر میں خواہ اور کسی اثر میں معتبر
 کتاب میں کہاں مندرج ہو اور نہ اس اعتراض کا کچھ جواب دیتے ہیں کہ پھر وید جسکو کھنڈنم
 کہتے ہیں کہا جاتا ہے ایسی پر آر تھنا میں مناسبات کرنے کی ہدایت کہوں کرتا ہے اس پر گے پوری
 بحث کی جاوے گی وغیرہ وغیرہ۔

سوامی جی اپنی تیار تھیں پکا ش صفحہ ۳۸۵ سطر ۱۱ پر فرماتے ہیں کہ ”جو جو ہر ہم کی
 ایکتا جگت تھنا پنا کر پار یہ کالج مت تھنا تو وہ اچھا مت نہیں و جو جینون کے کھنڈن
 کے لئے اس سے کہتے ہیں کہ کیا ہو تو کچھ اچھا ہو“ اور پھر صفحہ ۳۹۳ سطر ۳ پر یوں فرماتے ہیں
 ”انہی پر کہ شکر اچار یہ وغیرہ نے تو جینون کے مت کی تردید کرتے ہی کے لئے یہ
 اعتقاد اختیار کیا ہو کیونکہ ملک اور زمانہ کی ضرورت کے مطابق اپنے دعوے کو ثابت کرنے کیلئے
 بہت سے خود غرض عام اپنی تمل کے علم کے خلاف بھی کر لیتے ہیں“ جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر
 جیوہر ہم کا ایک یونا ویدون کے اصولوں کے خلاف ہو لیکن شکر اچار یہ جی نے ایسا
 جان کر بھی اگر جینون کا مت کھنڈن کرنے کے لئے اس مت کو قبول کر لیا ہو تو گویا انہوں نے
 سوامی جی کی رائے میں کچھ اچھا کیا پس میں سمجھتا ہوں کہ سوامی شکر اچار یہ مہاراج نے
 تو معلوم نہیں ایسا کیا یو مانہ کیا ہو لیکن کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ ایسی طرح پر خود سوامی دیانت
 مہاراج نے کسی بات کو ویدون میں نہ رہنے پر بھی اس کے خلاف کسی مدت کا کھنڈن کرنے
 کے لئے یہ ثابت کر دیا ہو کہ ویدون میں ایسا لکھا ہو وغیرہ اور بہت لوگوں کا ایسا قول
 بھی ہے کہ ریل تار و دیگر نفس کی ایجادوں کا اثر ہے جو سوامی جی نے ویدون میں یونا مانہ کیا ہو
 بہت سی نئی کھنڈن ہے۔ اور مجھے تو بھی ایسی ہی نظرات آتے ہیں جیسا کہ آگے ہم نظر ظاہر کروں گا۔

ناظرین! جبکہ سوامی جی کی اوپر کی تحریر سے ان کے دل کا مفید معلوم ہوتا ہے
 کہ وہ شکر اچار یہ کو یاسی سے کام لینے پر اچھا سمجھتے تھے تو کیا اب اس سے شہید کر اور
 کوئی ثبوت دیا ہے اور بے پٹ اور معقول پسند صاحبان کو اس بات سے ہرگز بھی انکار
 ہو سکتا ہے کہ سوامی جی نے ایسی باتیں بھی جہاد میں جنکو وہ خود دل میں جانتے رہے ہوں گے

کہ وہ اصل ویدوں اور دیگر مستند کتابوں سے خلاف ہیں لیکن چونکہ ساتھی ہی اس سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ سوامی جی سچے مہاتما ضرور تھے پس اگر وہ اب تک زندہ رہتے تو ضرور اپنی باتوں میں بہت کچھ رد و بدل کر دیتے۔ کیونکہ انہوں نے اپنی زندگی میں بھی کسی بات میں تبدیلی کی تھیں۔

چنانچہ اول مرتبہ کی ستیا رتھ پرکاش لکھتے وقت سوامی جی کے کچھ وہ خیالات تھے۔ یعنی یہ عام طور پر کہا جاتا ہے کہ اس میں سوامی جی نے گوشت اور مچھلیوں کا کرنا اور مُردوں کا شرادّہ وغیرہ جالزمانا تھا اور ان کے اعلیٰ عقلی دلائل پیش کی تھیں جن کا تبدیل ہو جانے پر دوسری مرتبہ کی ستیا رتھ پرکاش میں مناسب سنشودھن اور سنگی کر دی گئی اور اسے منسوخ کر دیا جیسا کہ وہ خود دوسری مرتبہ کی ستیا رتھ پرکاش کے دیباچہ میں صاف طور پر اقرار کرتے ہیں۔ "..... ہاں جو اول جھپٹے میں کہیں کہیں بھول رہی تھی وہ نکال شودھ کر ہیک ٹھیک کر دی گئی ہیں۔" دیکھو دیباچہ ستیا رتھ پرکاش ہندی بارہیم صفحہ اول سطر ۵۔ اور بھی کئی باتیں ایسی پائی جاتی ہیں جن سے یہی نتیجہ نکلتا ہے پس اس سے کون نکال کر سکتا ہے کہ اگر وہ اب تک زندہ رہتے تو نہ معلوم کیا کیا تبدیلیاں موجودہ اصولوں میں ہو جاتیں۔ اور میرا خیال ہے کہ ضرور سوامی جی جیسا سچا مہاتما ۲۱ سالوں ۱۸۸۳ء سے ۱۹۰۴ء تک کی محنت اور تحقیقات کا نتیجہ ہم لوگوں پر ظاہر کئے بغیر نہ رہتا۔ اور جب وہ چاروں ویدوں کا بھاشیہ (تفسیر ختم کر کے براہمن گرتھوں منوسمیتی اور اوپنشدوں کو ہاتھ میں لیتے تو ان کے اہانتوں۔ اعتقادوں میں بھی بہت کچھ کمی زیادتی ہو جاتی اور بلا شک موجودہ ستیا رتھ پرکاش کو بھی منسوخ کر کے وہ اس میں سے کاٹ چھانٹ کر لے کے بعد سے پھر شائع کرتے۔ اس بات سے کسی منصف مزاج سمجھ دار انسان کو انکار نہیں ہو سکتا۔ اس بارہ میں آریہ سماج کی ایک پارٹی جس کا نام کلچرڈ CULTURED ہے کے مشہور و معروف لیکچرار و معزز لیڈر لالہ لال جت رائے صاحب وکیل لاہور اپنی کتاب مہا پرشون کا جیون ہندی ہندی کے صفحہ ۱۳۷ پر حسبِ ذیل تحریر فرماتے ہیں جس سے یہ پتہ لگتا ہے کہ نسبت مہاتما پارٹی والوں کے وہ لوگ جن کو مانس پرچاک گوشت خوری رواج ڈالنے والے کہہ کر دیتے۔

کیا جاتا ہے زیادہ نرکپش (غیر متعصب) اور منصف مزاج ہیں۔ اُن کی وہ عبارت حسب ذیل ہے۔
 ”..... اس کے علاوہ یہ کو خوب اچھی طرح معلوم ہے کہ سوامی دیانند سرسوتی نے اپنے
 جیون میں کئی مرتبہ اپنی رائیں تبدیل کی ہیں۔ ایک وقت تھا کہ وہ شیو مت کو اپنی پادین و قائم و
 جاری کرتے تھے اور راکش کٹھی بالارکتے تھے۔ پھر ایک وقت آیا کہ اس کا کھنڈن کرنے
 لگے۔ ایک وقت تھا کہ وہ موکش (نجات) کی میعاد مانتے تھے (دیکھو مباحثہ چاندالور) اور
 اُن کو یقین تھا کہ نکت ہوئی (اتحاد نجات شدہ) پھر ہم نہیں حاصل کرتی۔ پھر ایک وقت آیا
 کہ انہوں نے اپنی رائے تبدیل کر دی وغیرہ وغیرہ۔ اس کو معلوم ہے کہ اگر وہ زندہ رہتے تو اپنی
 زندگی میں اور کیا کیا رائیں تبدیل کرتے۔ جتنی عمر بڑھتی تھی اور تنہا ہی دیا اور گیان علم و عقل
 اُن کا اثر ہوتا جاتا تھا.....“

ناظرین آریہ سماج کی ایک پارٹی کی رائے سوامی جی کے بارہ میں اوپر لکھی گئی اور اگر دوسری پارٹی
 بھی اس رائے کو مان لیتی تو یہ ممکن تھا کہ دونوں ملکر ایک ایسی سبھا بناتیں جس کے ذریعہ اُن
 تمام امور کا فیصلہ کئے جانے کی کوشش کی جاتی جن کے طے ہو جانے پر یا تو آریہ سماج ہندو
 کے دیگر متانتروں کی مانند ایک مت بن جاتا یا وہ سوامی جی کی ایسی باتیں ترک کر کے جو
 انہوں نے سر اسٹریو سٹی سے لکھ دی ہیں ایسے جو قدیم تواریخوں سے بھی ورنہ سوامی
 دیگر مستند کتابوں سے بھی خطا نہیں) واقعی دھرم اور سچائی کا دنیا میں پرچار کرنے والا
 اپنے دشمن ثابت کرتا۔ لیکن افسوس کہ مہاتما پارٹی جو دوسرے کو سخت نفرت کی نگاہ سے
 دیکھتی ہے ایسے ضروری مضامین کا فیصلہ نہیں ہونے دیتی بلکہ وہ سوامی دیانند کو ہی ہندو
 کے اوتاروں وغیرہ کی مانند نہ بھارت (غلطیوان سے پاک) تک ماننے کے لئے پریشان
 نظر آتی ہے۔ حالانکہ اس سے جو نقصانات ہوئے ہیں اور آئندہ ہونے والے ہیں اُن کو بھی
 وہ محسوس کر رہی ہے چنانچہ اس پارٹی کے معزز لیڈر مہاتما منشی رام جی ایڈیٹر ستی دھرم
 پرچارک جالندھر اپنے اخبار مورخہ ۱۲ اگست ۱۹۰۷ء جلد ۱۶ نمبر ۱ کے صفحہ ۳۳ کا علم ۲
 سطر پر حسب ذیل تحریر فرماتے ہیں۔

”..... افسوس کہ اس کے بعد لالہ ہنسراج (پرنسپل دیانند اینگلو ویدک

کالج لاہور جو کہ کلچر ڈیپارٹمنٹ کے ایک بڑے لیڈر ہیں) سے ملنا بند ہو گیا لیکن جب پینڈت
لیکھ رام جی کے قتل پر صلح ہو گئی تھی تب پھر اس معاملہ کو لایہ منسراج سنے خود بہ خود
چھوڑا تھا اور ان کا خیال تھا کہ آریہ سماج کی شخصیت کو قتل عام رکھنے کے لئے کچھ نہ کچھ تھا
علاوہ دس دس نیموں کے قائم کرتے چاہیں..... زمانہ کی آدھن اور سماج
شکرمون (بدقسمتی) نے وہ صلح قائم نہ رہنے دی ورنہ ممکن تھا کہ مدبران سماج کی مدد سے کچھ
نہ کچھ نتیجہ نیک اس وقت برآمد ہوتا.....

پس سوامی دیانند سرسوتی مہاراج کی مشن سے پتھاپریہ محبت رکھنے والوں کی
خدمت میں یہ اپیل کرتا ہوں کہ آپ صاحبان کو سوامی جی کی مانند ہی سچائی کا متلاشی ہونا
چاہیے اور کشمیت کی وجہ سے بلا سوچے سمجھے قہر طغیانی نہیں کر لینا چاہئے کہ ہمارے سب
سب سے فضل ہو بلکہ ذرہ آنکھیں کھول کر دیکھنا لازم ہو کہ آیا دوسرے کے پاس بھی کچھ
معقول وجوہات ہیں یا نہیں اور یہ کہ ویدوں میں دھرم سے سب عقیدتیں موجود ہیں یا
نہیں جن کے لئے آپ صاحبان بڑے پر زور الفاظ میں دعویٰ کرتے ہیں۔ کیا یہ نیک مہمتی
اور سچائی ہو سکتی ہے۔ اگر ویدوں میں وہ علوم فنون نیک نصیحتیں اور ان کی تعلیم نہ موجود ہوں جن کی
بدولت انہیں تمام دنیا کے مذہبوں کی کتابوں پر ترجیح دینی ہو تو ہم کیوں زیر دست و ستر
کی آنکھوں میں دھول ڈال کر ثابت کرتے کی کوشش کریں۔ ہاں پھر یہ دھوکے کی ٹٹی آخر کے
دن قائم رہ سکے گی صرف اس وقت تک کہ جب تک غیر قوم کے ممبران سنسکرت نہیں
پڑھتے۔ جہاں انہوں نے سنسکرت پڑھنے میں پانچ سات برس صرف کئے کہ بس
آریہ سماج کے مصنوعی قلعہ کو گرتے دیر نہ لگے گی۔

سوامی دیانند نہر بھرانٹ (غلطیوں سے پاک) تھے یا نہیں

سوامی دیانند سرسوتی مہاراج کے بارے میں آج کل کے آریوں میں مختلف خیالات موجود ہیں۔ جہاں جج جیوں کو کسی قسم کی شنکنا اٹھانے پر ڈانٹ تھلائی جاتی ہے کہ اول تم اس لہجے میں ہو کہ دیانند کی غلطی نکلنے کے مستحق سمجھے جاسکتے ہیں ایسی بات منہ پر لاؤ وغیرہ۔ وہاں ایسے لوگ بھی پیدا ہو گئے ہیں جو سوامی دیانند سرسوتی مہاراج کو نہر بھرانٹ یعنی غلطیوں سے پاک سمجھتے ہیں اور جو ایسا نہیں مانتے وہ بھی صرف اعتراضوں سے بچنے کی خاطر یہ کہہ دیا کرتے ہیں کہ ہم سوامی جی کو نہر بھرانٹ نہیں مانتے ورنہ عملاً وہ بھی ایسا ہی مان رہے ہیں۔

لاہور میں جو دیانند انشنگو ویدک کلج ہے اس کے کارکنان کو دیگر آریوں نے اپنی جماعت سے علیحدہ کر دیا ہے اور اب ان کی ایک اچھی جماعت ہے اور وہ آریہ سماج کی ایک علیحدہ پارٹی بن گئی ہے جو کہ اس پارٹی میں جسکا کلچر CKLTZKRED (تسلیم یافتہ) نام سے وہ کسی قسم کی آزادی کا دخل ہی چننا ہے وہ شروع سے ہی دوسری جماعت یعنی مہاتما پارٹی سے تعلق رکھتا ہے۔ دیانند نہر بھرانٹ کے بارے میں بھی اختلاف رکھتی ہے اور ان کا فیصلہ یہ ہے کہ سوامی دیانند نہر بھرانٹ ہرگز نہ تھے اور نہ ہی کوئی انسان سوائے پریشور پرما کے غلطیوں سے خالی ہو سکتا ہے۔ لیکن مہاتما بنے کا دم بھرنے والوں کو نہ جانے کیا سوچ بھی ہے کہ باوجود سوامی جی کے اختلاف کر دینے کے بھی وہ ایسی لپ اور پوچ باتوں کو ماننے کے تیار ہو رہے ہیں۔

میں نے ایک مرتبہ ایک آریہ صاحب اس مضمون پر گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ سوامی جی کی سوانح عمری میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے سوامی جی سے کہا کہ آپ تو رشی ہیں تو جواب دیا کہ ہاں چہ نکاہ اس نے مانہ میں تم نے رشی منوں کو نہیں دیکھا ہے پس مجھ کو رشی کہہ رہے ہو ورنہ اگر ویاسن جینی وغیرہ کا زمانہ ہوتا تو میرے برابر کی لیاقت

والیکو معمولی شدت بھی مشکل سے سمجھا سکتا۔ پس جبکہ سوامی جی خود ایسا فخریہ ہیں اور ستیا رتھ پر کاشش میں یہ بھی بیان کیا ہے کہ سوا پر مشور کے اور کوئی نہ بھڑانت نہیں ہو سکتا۔ تو آریوں کو کیا استحقاق حاصل ہے کہ وہ سوامی جی کو نہ بھڑانت سمجھیں۔ اس کا جواب مجھے یہ ملا کہ سوامی جی نے ایسا جواب دیا یہ ان کی شائستگی اور بزرگی کو ظاہر نہ کرنا ہے کیونکہ اگر وہ یہ جواب دیتے تو کیا او جڈوں کی مانند کہہ دیتے کہ ہاں ہم رشی سے بھی بڑے کر ہیں پس سوامی جی کے لئے یہی جوابوں سے توہین ان کی بزرگی کا اور بھی قائل ہو کر ان کو دہرشی ماننا پڑتا ہو۔ اور اگرچہ سوامی جی کا یہ کہنا صحیح ہے کہ پریاتاک سوا اور کوئی نہ بھڑانت نہیں ہو سکتا پس اس طرح کا نہ بھڑانت ہم لوگ سوامی جی کو نہیں مانتے لیکن چونکہ وہ یوگی تھے اور یوگیوں میں یہ خاص طاقت ہوا کرتی ہے کہ وہ پریشو کا ساکشات کار۔ ظہور کر لیتے ہیں پس ان کے اہم سوالات بذریعہ دھیان (مراقبہ) حل ہو جاتے ہیں چنانچہ ان کے کاموں میں غلطی نہیں رہ سکتی اور اس طور پر ہم دہانت کی تحریرات میں غلطیاں ہونے کا محض خیال تک بھی نہیں کر سکتے وغیرہ۔

اس پر میں خاموش ہو رہا لیکن بہت غور و خوض کرنے پر بھی میری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ اس آریوں کی عجیب و غریب منطق کی کوئی بنیاد بھی ہے یا جو لوگ پریشو کا اوتار مانتے ہیں ان کی بات خواہ کیسی ہی بے بنیاد ہو مگر کم از کم یہ ممکن ہے کہ خاص خاص لوگوں میں معجزات کرات یا غیر معمولی طاقت دیکھ کر انہوں نے ان لوگوں کو پریشو ہی سمجھ لیا ہو۔ یا جن میں معجزات و کرات کی طاقتیں دیکھی جاتی ہیں یہ بھی پریشو کی دی ہوئی طاقت سمجھی جاتی ہیں جو کہ خلاف عقل نہیں ہے لیکن اگر یہ سچ ہو کہ ایتاروں کی مثال نہ معجزات و کرات وغیرہ کو ماننے کے لئے تیار۔ مگر سوامی دیانتدین انسانی طاقت سے کچھ زیادتی ثابت کرنے کے لئے آریہ صاحبان اب ایسے حیران و پریشان ہیں کہ اب ان کو الٹی سیدھی کچھ نہ کچھ منطق لڑانی ہی پڑتی ہے۔ لیکن ایسی باتیں کسی جہالت کے زمانہ میں تو چل جاتیں مگر اب رہ و سہنی کا زمانہ ہے چنانچہ یہ باتیں جہالت ظاہر کرنے کے سوا اور کچھ فائدہ نہیں دے سکتیں ہیں وہ سوسائٹی جو تمام سنستار کے مذہبوں کو گمراہ بتلاتی ہے خود ایسی فضول اور عقل سے خلاف باتوں کو ماننی ہوئی کس منہم

ست توام میں اپنے کو سرخرو سمجھتی ہے؟ سوامی دیا نند سرسوتی مہاراج کے بارہ مین کہہ جاتا ہے کہ وہ یوگی بال برصم چاری رشی اور مہرشی بھی تھے لیکن اس بات کی کوئی بھی سند نہیں ہے کہ یہ خطا بات ان کو جائز طور پر کیونکر مل سکتے ہیں۔

سوامی جی کی خود بیان کردہ سوانح عمری سے ظاہر ہوا کہ وہ ۲۲ سال کی عمر میں مکان سے باہر نکلے تھے اور ۳۸ یا ۳۹ سال کی عمر میں متھرا جا کر سوامی ورجا نند جی سے ویاہرن پرمنا شروع کیا تھا جس کے بعد وہ پرچار کے کاموں اور آ رہہ سہج کی بنیاد قائم کرنے و کتابیں تصنیف کرنے وغیرہ میں مشغول ہو گئے تھے۔ انھیں صرف ۲۲ سے ۳۰ تک چوتھ سال کا زمانہ رہتا ہے جس میں انہوں نے یوگ کے طریقوں کو سیکھا ہو گا۔ کیونکہ سوامی جی کا خود اقرار ہے کہ وہ ۲۲ سال کی عمر تک ایسی باتیں نہیں جانتے تھے سو اس کے کہ مکان سے کچھ فاصلہ پر ایک پٹنٹ صاحب تھے جن سے کچھ پرمنا شروع کیا تھا۔ اور جس سے کسی کو لگا نہیں ہو سکتا کہ جب سوامی جی دنیا داروں میں کام کرنے لگے تھے اور اس قدر عظیم کاموں اور دنیا دارانہ و عیشیہ کو شروع کر پڑے تھے تو یہ ممکن نہ تھا کہ وہ یوگ کا بھی پورا اچھا سمجھ سکتے رہتے۔ سو اس کے کہ جو صبح شام ہو سکتا پس ذرا کوئی یوگ کی ماہیت کو جانتے تو اسے صاحب حساب تو لگا دینا کہ کیا کوئی شخص صرف چوتھ سال کی مشاق میں اس قدر درجہ یوگ کا حاصل کر سکتا ہے کہ وہ پریشور کا سات سات ظہور حاصل کر سکے؟ یہاں تک یوگ کی ابتدا ہون سے اور موجودہ یوگ جانتے والوں سے سنا جاتا ہے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ بات بالکل غیر ممکن ہے اور اگر بغرض سوامی جی یوگی اور پورے یوگی بھی رہے ہوں اور یاں برصم چاری بھی رہے ہوں تاہم بھی یہ بالکل بوج بات ہے کہ ان سے کوئی غلطی واقع نہ ہوئی ہو زمانہ سابق میں بڑے بڑے یوگی نہ رہ گئے ہیں جنہوں نے سیکڑیاں برنس یوگ میں گزار دیں مگر یہ دعویٰ کسی کے بارہ میں نہیں کیا گیا کہ وہ غلطی سے پاک تھے۔

اور بھلا رشی نہیں نہیں بلکہ مہرشی کا خطاب سوامی دیا نند مہاراج کو کسے دے دیا۔ اسے بہادر اور ستارہ ہند کا خطاب بھی کسی کو بلا منظوری گورنمنٹ نہیں ملا کرتا لیکن رشی مہرشی کا خطاب ان دنوں آسان ہے۔ اگر بالفرض آریہ صاحبان کا یہ ہی راز تھا کہ یہ

سوامی جی کو رشی مہرشی کا خطاب یوں تو لازم تھا کہ ایک عام جہ سے سنسکرت کے عالم
فاضلوں کا کرتے اور ان سب سے بڑا فیصلہ مانگتے۔ اس طرح میں مانی جوچی میں آوے
کہہ لیا کریں اس سے کیا ہوتا ہو۔

ناظرین! آپ یہ سنکر تعجب کیجئے گا کہ سوامی جی کو مہرشی کا خطاب ایسے بھلے آدمیوں نے
عطا فرمایا ہو جو سنسکرت نہ جاننے کے باعث یہ بھی نہیں جان سکتے کہ رشی لفظ کے کیا معنی
ہیں اور مہرشی کہہ جاتا ہو۔ یعنی آریہ سا فریڈٹ یکہ رام صاحب کی تصنیف کردہ
سوانح عمری کا آخری حصہ ترتیب دیتے وقت ماسٹر آثار رام صاحب مارت سری مشہور
لیکچر اراپیشک و مناظر پنجاب پر تلی ندھی سبھانے ہی یہ فیصلہ کیا ہو کہ سوامی جی کو مہرشی
کہا جائے اور مجھے سخت تعجب یہ ہے کہ بھلا سوامی جی کو مہرشی اور مہارشی کہہ کر ان کے
گرو سوامی ورجا نند مہاراج کو صرف رشی کا خطاب کیوں دیا گیا۔ اس معملہ کا بھی مطلب
نہیں سمجھ میں آتا کہ دنڈی جی کو سوامی جی سے گھٹانے کے کیا معنی ہیں۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ
جسکی خود سوامی جی حد سے زیادہ عزت کریں جس کے پارہ میں سوامی جی کا یہ قول ہو
کہ تمام ہندوستان میں ہم کو صرف تین شخص لائق ٹاپین جن میں سے ایک یہ دنڈی جی
ہیں جن کے مرنے کی خبر سنکر سوامی جی نے نہایت معنوم ہو کر یہ الفاظ کھے تھے کہ آج
ویا کریں کا آفتاب غروب ہو گیا جسکی علمی لیاقت اس قدر زبردست کہ سوامی جی کو
رخصتی کے وقت یہی کہتے رہے کہ ابھی ایک سال اور رہے ہو تو ویا کریں خوب پختہ ہو جائے
اور جنکا دماغ ایسا زبردست تھا کہ وہ ایک مرتبہ جس کتاب کو سن لیتے تھے وہ انہیں
کی ہو جاتی تھی (جو صفت سوامی جی میں نہ تھی) اور جسکی عزت سوامی جی کے دل میں اس قدر
زیادہ تھی کہ وہ مرتے دم تک اپنی ہر ایک تصنیف پر اپنے نام سے قبل سوامی ورجا
مہاراج کا شکر و یہ درج کیا کرتے تھے ان کو اب سوامی جی کے بعد آریہ صاحبان
سوامی جی کے درجہ سے نیچے گرانا چاہتے ہیں کیسے تعجب کی بات ہو! اگر سوامی جی کے ویر
کوئی آریہ سماجی یہ کہتا کہ آپ کو مہرشی کا خطاب دیا جائیگا اور آپ کے گرو دنڈی جی کو صرف
رشی مانا جائیگا۔ تو میرے خیال سے کہ سوامی جی اس شخص کو وہ پیشکار بنلائے تھے کہ وہ بھی یاد کرتا۔

لیکن اب کوئی نہیں پچھتا کہ آریہ سماجیو ایہ سب تم لوگ کیا کر رہے ہو۔
 کیسے افسوس کا مقام ہے جس کے بارہ میں سوامی جی سی فرماتے ہیں کہ اگر وہ نہوتا تو پید
 دہر میں تاشس نہیست و نابودم ہو چکا تھا ایسے فخر قوم دہاتاشنکر کو تو صرف اچار یہ کی پندوی
 (دھرم دی گئی لیکن دیانند اپنے گرو کے رشی بستے پر جو دھرم رشی بھی بن گئے۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ سوامی شنکر چار جی کو بھی کیوں نہ رشی یا مہرشی کا درجہ مل گیا۔ لیکن
 بات یہ ہے کہ ان کو ایک باقاعدہ علموں فاضلوں کی کمپنی نے فیصلہ کر کے یہ خطاب عطا کیا اور چنانچہ
 کثرتِ رتبے سے وہ چار پید استادِ زمانہ کہلے جلنے کے ہی مستحق سمجھے گئے۔ اسی طرح
 اگر اب کوئی باقاعدہ خطاب دے جلنے کا جلسہ نہوتا تو کم از کم یہ اندھیر کھاتا تو ہرگز بھی نہ دیکھنے
 میں آتا کہ سوامی جی کے معزز گرواں سے نیچے درجے میں سمجھے جاتے۔ اور تب اگر سوامی جی کو
 یہی گی یا رشی کا خطاب مل سکتا تو یہ بات قابلِ وقعت ہو سکتی تھی۔

ملک میں رشی یا مہرشی کا درجہ بہت اعلیٰ ہے اور واپس جی کے زمانہ کے بعد سے آج تک
 کسی کو بھی یہ خطاب حاصل کرنے کی جرات نہیں ہوئی اور سوامی جی خود بھی ایسی جھوٹی خوشامد
 کو پسند نہیں کرتے تھے۔ اور اسی خیال سے کہ میرے بعد کہیں ہندوستان کے
 باشندگان اپنی معمولی عادت کے مطابق میری گڈی نہ بوجھنے لگ جاوین سوامی جی نے
 اس قدر احتیاط کی کہ نہ تو کبھی اپنے وطن کا پتہ دیا اور نہ کسی کو اپنا ویسا شاگرد بنایا جیسا کہ اہل
 ہندو دین متِ عمدہ ہر ایک کان میں منتشر دے کر حیلہ کرتا اور نہ ہی ایسی کوئی اور بات کی
 جس کے علاوہ اپنی زندگی میں ہی ایک وصیت نامہ کے ذریعہ جس تمام دھن دولت
 کے انتظام کے لئے ایک کمیٹی بنادی جو ان کے پاس چندہ وغیرہ سے اشاعت وید کے
 لئے اکیتھی ہونی تھی۔ لیکن تاہم یہی ہم دیکھتے ہیں کہ رفتہ رفتہ آریہ سماج دیانندی پختہ
 بننا چلا جاتا ہے۔

سوامی دیانند مہاراج کا انتقال کرتے ہی ان کی یادگار کا سوال چھپر گیا۔ چند بڑے دیانندیوں نے
 کابل، لاہور اور بمبئی کی ششٹی ٹیوشن سوامی جی کے نام کی یادگار سی میں ملکہ کے
 مختلف مقامات میں قائم ہو گئے۔ سوامی جی اجمیر میں مرے تھے وہاں ایک آشرم

(مکان) ان کے وہاں پر فوت ہونے کی یادگار طور پر بنا کر جاٹ کی تجویز ۱۸۹۶ء کے اخبار میں چھپ رہی تھی پھر معلوم نہیں وہ آتش مہن گیا یا نہیں سویدک پریس پریگ والاہوں میں تھا اس کو اجیر تبدیل کیا گیا شاید اس وجہ سے کہ یہ ان کی جائش بن ان کی موت کی جگہ پر رکھی جانی لازم بھی گئی ہو سوامی جی کی سوانح عمری بنائے گئے برسوں پسندت لیکر رم صاحب تمام ہندوستان میں چکر لگاتے رہے اور ان کا خود اقرار ہے کہ سوامی جی کا وطن اور ان کے رشتہ داران کو معلوم کرنے کے لئے انہوں نے دل و جان سے کوشش کی تھی معلوم نہیں کس مطلب سے کیا سوامی جی کے اس قدر اپنا وطن پوشیدہ رکھنے پر بھی اس بات کی کوئی خاص ضرورت تھی اور اب سوامی جی کی سوانح عمری کی نقل و نقل ہوتی چلی جا رہی ہے سوامی جی کا فوٹو نٹ سے رنگ لانا ہے آج بمبئی میں چھپتا ہے تو کل لندن سے کچھ رد و بدل ہو کر آتا ہے اور رادھا سوامی مت والوں کی مانند آریہ صاحبان کا بھی یہ حال ہو رہا ہے کہ وہ اپنی نشست گاہ کو بغیر سوامی جی کی تصویر کے نامکمل سمجھتے ہیں۔ کانکرہ اس قدر اشتیاق سوامی جی کی ہدایتوں پر عمل کرنے میں ہوتا تو آج قوم کا سدا دھار ہو گیا ہوتا۔ الفضل سوامی دیانت دسر سونی مہاراج کی شخصیت نے اس قدر زیادہ اثر کر دیا ہے کہ جس بات کا خوف تھا وہ بھی سامنے آگئے اب یہ آخری سوال ہے کہ سوامی جی نہ بھارت تھے یا نہیں۔ اگر جیاس بارہ میں کثرت رائے اثبات میں ہے لیکن ابھی تک قطعی فیصلہ نہیں ہوا اور اگر بالفرض یہ فیصلہ ہو جاوے کہ ہاں سوامی جی نہ بھارت تھے تو نتیجہ یہ ہوگا کہ اس سماج کو پھر دیانت دی پتھ مانا جائیگا اور ان کو یا تو اپنے دس نیون میں سے ایک نیم کہ ستیا گریہن کرو اور ستیا گریہ کا نیاگ کرو (یعنی سچائی کو قبول کرو اور غلطی کو ترک کرو) منوع کرنا پڑیگا یا اس کی خاص تشریح کر کے کام چلانا پڑے گا۔ کیونکہ پھر یہ تو کسی کو حوصلہ ہی نہیں رہ سکے گا کہ سوامی دیانت دین غلطی ہونے کا تصور بھی کر سکے اور پھر ستیا گریہ کا نیاگ کیا خاک کرے گا۔

نساید مجھ پر یہ الزم لگایا جاوے کہ میں اریوں کی اس مت بھید (اختلاف رائے) کا اظہار کرنے میں جھوٹا ہوں اس لئے ذیل میں تحریریں ثبوت بھی اس بات کے پیش

کے جلتے ہیں جس سے ناظرینِ جہان یہ یقین ہو جائیگا کہ میں جھوٹا نہیں ہوں وہاں
یہ بھی معلوم ہو جائیگا کہ تمام دنیہ کے مذاہب کے بزرگوں کو سیکڑوں صلواتیں مُسلّت والے
آریہ صاحبانِ سوامی دیا نند کو گستدر اوچی درجہ دینا چاہتے ہیں اور ساتویں آسمان پر خیرا نامنا
تخت ہیں۔

پنجاب کے آریوں میں مشہور لیڈر اور لیڈر یا شٹر آتم رام صاحب امرت سری کی رائے
سوامی جی کی شخصیت کے بارے میں اب گزشتہ ساٹھ سالوں کی نسبت کچھ تبدیل
ہو گئی ہے اسپان کو تمام ہندوستان کے آریہ سماجیوں میں مشہور اور بڑے معزز رہا تھا
شرمان لالہ منشی رام جی مہم گوروگل اور ایڈیٹر اخبار ستیہ دھرم پر چاکر جالندہ اپنے اخبار
نمبر ۱ جلد ۱۲ بابت مورخہ ۱۲ اگست ۱۹۲۷ء میں خوب صلواتیں سنارہے ہیں اس مضمون
کا بیڈنگ ہو آریہ سماج کی حالت واقعی نازک ہے۔ یہ اس اخبار کے صفحہ ۲ کا طم اول سے شروع ہوتا
ہو اور یہ سکاٹم یا عنقریب تیرہ صفحوں کا مضمون ہو اور نقل کرنا طوالت سمجھ کر میں صرف اُس قدر عبارت
بیان درج کرتا ہوں جسکا اس مضمون سے تعلق ہے۔ وہ ہوتا ہے:— (برکیٹ سرے ہیں)
..... میں مطمئن تھا کہ موجودہ آگ کو ٹھنڈا کرنے کی کچھ تدبیریں ہو رہی ہوں گی.....

لیکن ۲۹ جولائی کے ہنگامی رجو کا شٹر آتم رام صاحب کا اخبار ہے کہ دیکھنے سے میری یہ جملہ تدبیریں
بیس سے تبدیل ہو گئیں۔..... لیکن محض اس امید پر ہنگامی کی تحریروں کو بغیر نوٹس
کر بھیلانے دینا مناسب نہیں سمجھتا ہوں۔ میں مدت سے دیکھ رہا ہوں کہ ماسٹر آتم رام جی
کے خیالات میں بڑی بھاری تبدیلی واقع ہوئی ہے جو خیالات آریہ سماج کے اصولوں اور
شرعی سوامی دیا نند مہاراج کی شخصیت کی نسبت ان کے پہلے تھے وہ اب نہیں ہیں۔ میں نے
اس بڑی بھاری تبدیلی کا اب تک نوٹس نہیں لیا تھا..... اس لئے ضروری معلوم
ہوتا ہے کہ ماسٹر جی کو ان کی غلطی سے خیردار کر دیا جاوے..... کیا ماسٹر جی یہ دعوے
کر سکتے ہیں کہ جو ویڈیوں کے معنی مطلب وہ اپنے لیکچروں میں ظاہر کیا کرتے ہیں وہ محض وید
منتر وں کو دیکھنے سے ہی ان پر افشا ہو گئے تھے ویدانگ مثل معنی متن تو شاید ماسٹر جی
سمجھ ہی نہیں سکتے۔ رشی دیا نند کی محض سنسکرت تفسیر بھی اگر ان کے سامنے رکھی جائے

دیاندگی شخصیت کی نسبت بھی اب بہت کچھ تبدیل ہو گیا ہے۔ ۱۰۰ پر یا سترھی تحریر فرماتے ہیں۔
 ”گنگا کے کنارے کوئی جی کا گھر تھے کہیں سے خوف پٹھے رہنا بتلا رہا ہے کہ انہوں نے اسناد دو سترن کو زخوف
 دینا اور نہ ان سے خوف نہ کرنا ستر کر لی تھی۔ انکی سوانح عمری میں کافی ثبوت اس بات کے موجود ہیں کہ وہ یوں ہو کر
 تھے۔ موت کے خوف کو لوگ کی طاقت سے کٹنے کی نظیر اپنی موت سے مینا پورن لوگی ہوئے پر لوگ کے
 تشکر سے سکریر کرنا ستر تھ پر کاش کے ساتوں سٹلاس میں ایشور کو پر تھ کش پر یاں سے دیکھنے کی دھی

تبرکبب ظاہر کرتا وغیرہ وغیرہ سب باتیں ان کے پر م لوگی ہونے کا ثبوت دے ہی ہیں پورن برہم چاری اور
 پورن میوگی ہونے کے باعث ہی وہ جملہ علوم میں پورے ماہر تھے (یہ فقرہ قابل غور ہے) بھارتی نواریں (نامی
 کتاب میں ان کے یہ الفاظ آئیں اپنے یقین اور اثرات کے مطابق رگوید سے لیکر یورپ میں اسناد (نامی کتاب) تک
 انداز تین ہزار گرتھوں کو ماننا ہوں بتلا رہے ہیں کہ ان کا مطالعہ کہاں تک وسیع تھا جب وہ تین ہزار
 کے قریب ستر گرتھ مانتے ہیں تو عجیب نہیں کہ انہوں نے اسے دو چند گرتھ پر مے ہوں یہی نہیں کہ وہ ویا کرن
 کے پٹرت تھے بلکہ جوتش (نجوم گنت) حساب کتاب، شاعری، پدارتھ ویاسائیس، ڈاکٹری وغیرہ سب علوم
 کے اعلیٰ اصولوں کو جانتے اور ان علوم کی اعلیٰ سے اعلیٰ سنسکرت پرانک (معتبر کتابیں) پر مے ہوئے تھے۔ کوئی
 شخص ٹھیک طور پر پورے علم و فضل ہوئے بغیر دیون کی تفسیر کرنے کے لائق نہیں ہو سکتا۔ اور جب
 انہوں نے رشیوں کی طرز پر دیون کا بھاشیہ (تفسیر) کیا تو بلاشبہ وہ
 زمین سے لیکر ایشور تک سب علموں کے مول و پی ستر حانتوں

(رضویوں کو لوگ کی طاقت سے تر کھجرا نیت) (غلطیوں سے پاک) جانتے تھے۔ اگر ستر

ہر برہم پنس فلا ستر تو کیا وہ موجودہ سائیس کے اصولوں سے بے بہرہ ہی۔ اگر انسانی جماعت کے
 ایک فلا ستر کے لئے جملہ علوم کے اصولوں کا جانتا ضروری ہو تو کیا کامل برہم چاری اور کامل یوگی کیلئے
 سب علموں کا تر کھجرا نیت (بلا غلطی) جانتا مشکل ہی؟ ہم ان کو گیان کرم اور اوپاستا (افعال پرستش

یہ ستر ہی بھارتی تفسیر ہے۔ ناظرین! سو ہی جی نے صیا پر تھ کش پر یاں اپنے علم میں یقین سے پریشور کا علم ہونا ظاہر کیا ہو کی پول
 ستر مملوں پریشور تری کال رشی (ہر ستر نامہ) جانتے والے ہی میں پائنگے۔

غلطیوں پریشور کی تفسیر کیلئے ستر لیاقت درکار ہیں ان کو آپ کے مضمون و مینتروں پر لان کھٹری میں پائیں گے

اور معرفت کے گامیبت الی ہمالہ کی چوٹی پر بیٹھا ہوا پاتے ہیں دنیا ان کے جوڑ میں رشی لفظ کی تعریف پڑھ رہی ہو۔
پورن اور نت آنکار روحانی ترقی میں مکمل پورن اور نت شریر جسمانی ترقی میں مکمل ہو کر سیکے زریعہ سے
پروپکار (دوسرے کی بھلائی) کرنا ہوا ان کی مثال سے نقطہ نظر پر رہا ہو۔ انکی نہایت اونچی حالت کو دیکھتے ہو
سوال پڑتا ہے کہ وہ کن کوششوں سے ایسے اعلیٰ درجہ کو پہنچ سکے؟ تو ان کے حالات زندگی جو اب
دیتے ہیں کہ کامل برہم چریہ اور کامل یوگ۔

..... پیارے ناظرین! یہ تھے خیالات ماسٹر آنارام جی کے رشی دیانند کے بارہ میں ۱۸۵۷ء کے
درمیان اور بھوج کے خیالات ہیں ان سے آریجیاریت کے چرہنے والے بھوجنی واقف ہیں.....
پھر ہی صفحہ ۳۸ پر ماسٹر جی لکھتے ہیں ”موزن سورج کے درشن کرانیکا آہ ہے نہ کہ خود سورج سورج ویدروپی
سورج کی عظمت اور فضیلت دکھانے کیلئے مہرشی کی تفسیر یک نہایت اعلیٰ درجہ میں ہے.....“ (صفحہ ۳۹)
..... مہرشی کے یہ بھاشیہ تفسیر شایع کرنے کے اعلیٰ حسان کو اینوالی نسلین بنیا بھریں عزت کی بگاہ سے
دیکھتی ہوئیں اس کے فضیلت کو محسوس کرینگے تاریکی سے مصیبت وہ بنی نوع انسان کو پانچ ہزار سالوں کے بعد
ایسا افضل اور مہان راہی درجہ کا وید بھاش کو پی زریعہ ویدون کے مطلب جاننے کا مہرشی کے حسان سے
ملا ہو مصر کے مینار آج لوگوں کو حیرت میں ڈالتے ہوئے کار یگروں کی ہزرگی اور فضیلت کا یقین دلا رہے
ہیں۔ اس طرح مہرشی کی تفسیر عقلمندوں کی نظروں میں تعجب کی شے معلوم یعنی ہونی مہرشی کے مکمل یوگ کا
جس سے انہوں نے ویدون کے سب علوم کو ساکشات یعنی یقینی طور پر معلوم کی تھیں یقین کر لے گا
سات برس گزرے کہ سترجی کی یہ سائے تھی اور اب یانندی تفسیر کا نام لیتے ہی ویدون کا بذات خود روشن
ہونا بھی رفوچکر ہو جاتا ہے کیسا انفتلاب ہے۔

منہ..... ہمارا قول تو صرف یہ ہے کہ سوامی یانندی رشی تھے اور ہم سب معمولی آدمی ہیں
وید یگوں کے موافق ہی آؤ اس سے فیصلہ مانگیں۔ آپ خود دیکھیں کہ پانچ ہزار برسوں کے بعد ویدون
کے مطلب کو ظاہر کرنا والا ایک رشی یانندی پیدا ہوا ہے۔ ویدون کا وہ آچار یہ تھا..... اگر یہ ماننے کے
باعث کہ میں ویدون کے آئندہ کے متعلق اپنی اور دیگر موجودہ آریوں کی عقل پر رشی یانندی کی تفسیر ویدون کے
دیگر تصانیف کو ترجیح دوں گا۔ مجھے کوئی بے سبب آدمی یانندی کہہ دے تو میں کچھ پرواہ نہیں کرتا۔ اگر یانندی کو چاہے
لٹنے سے آریہ صاحبان! آپ کو دیانندی کا خطاب یا جاتا ہو تو جواب دے کہ ہم رشی رامی آنارامی رلا رامی

وغیرہ کہلانے کی نسبت دیانندی کہلانے سے سمجھتے ہیں میں ماسٹر صاحب سے ہی پوچھتا ہوں کہ وہ
 کب سے دیانندی نرم سے چڑھنے لگ گئے۔ انہیں کب سے دیانندی کہلانے سے
 نفرت ہوئی۔ ۱۸۹۹ء کے جلسہ کراچی پر ایک مسلمان سے میری بحث ہو رہی تھی اس وقت دوران
 بحث میں بار بار آریہ سماجیوں کو دیانندی نام سے ظاہر کیا میں نے دو ایک مرتبہ نرمی سے اسے سمجھا دیا
 کہ ہم دیکھ کر حیرت سے دیکھ رہے ہیں دیانندی نہیں..... رہے صاحب درائے ٹھاکر دت جی کے سرسٹنٹ
 کمشنر نے جواب میں خندہ پیشانی سے کہا: بہائی! مجھے تو مرتبہ دیانندی کہو! میں چرتا نہیں ٹھکر کہ ہم دیانندی
 میں محمدی نہیں۔ نہ تو یہ الفاظ بطور توجہ میں کے استعمال کرتے ہو لیکن میں دیانندی کہلانے سے سمجھتا ہوں
 کیونکہ شیون کے پیچھے چلنا پڑے فصل انسانوں کو غیب ہوتا ہو یہ تو ایک صاحب کے خیالات ہیں لیکن ایک
 برس پہلے تک آپ کے بھی تو کچھ ایسے ہی خیالات تھے بانی باتوں کو جاننے دیجئے سوانحی میں آپ نے کیا
 لکھا تھا موسیٰ مرتبہ پھر غور پڑھئے صفحہ ۶۰ پر آپ نے لکھا تھا: پلنچ ہزار برس پہلے آریہ مصر میں سمجھا لیکن
 یا آریہ سماج میں زمین پر سب جگہ تھیں کیا فرقہ کے وحشی قوموں کے برگ بھی ان سماجوں سے فائدہ اٹھایا کرتے
 تھے ہم کیونکہ ویدوں میں آریہ مصر میں قائم کرنے کی ہدایت ہو وہ دلیل پوری زیر دست ہو کسی تواریخی ثبوت
 کے بغیر کو ان مان سکتا ہے لیکن مانہ آیا جبکہ لوگ آریہ نام کیا تھا سماج کو بھول گئے آج کیسی عمدہ ساعت ہو
 کہ مہاشی دیانندی کے حقائق انسان اپنے آریہ نام کو پاتا ہوا آریہ سماج کا وجود دیکھتا ہو مسلمان عیسائی سارنگ
 جینی پوینٹ وغیرہ کسی شخص کے سامنے بھی آپ آریہ سماج کا نام کہہ دو وہ سنتے ہی فوراً آپ کو دیانندی کا نام
 سنا دیتا اگر کوئی امریکہ سے کوئیس کے نام کو جبکہ انہیں کرسکتا تو کیا کوئی آریہ سماج سے اس کے باقی دیندے
 نام کو جبکہ کرسکتا ہو اگر آریہ سماج کا نام لیتے ہی سوامی دیانندی سرسوتی کا خیال ہو جاتا ہو تو واقعی آریہ سماج
 سے بڑھ کر کوئی سوامی جی کی یاد نہ رہیں ہو سکتی امریکہ جیسے ورڈز ملکوں میں چلے جاتا ہوا بھی آریہ
 سماج کیساتھ سوامی دیانندی سوامی دیانندی کے ساتھ آریہ سماج کا نام وابستہ پاؤ گے امریکہ کے فاضل یوس
 جی تھریسٹن سوامی دیانندی سے آریہ سماج کو جبکہ انہیں کرسکتے ہیں ان میں سوامی جی جلدانیوانی ایک ایک خطاب دیتے
 ہیں اس کے ساتھ ہی وہ آریہ سماج کی اس آگ کی بھی بتلاتے ہیں..... میکس میور اپنی کتاب میں
 خود یہ سوال اٹھاتا ہو کہ دیانندی سرسوتی کون تھا اور پھر خود ہی جواب دیتے ہو کہ دیانندی سرسوتی آریہ سماج کا بانی اور
 لیڈر تھا..... ۱۸۹۶ء میں ماسٹر جی کے یہ خیالات تھے اب کیون تبدیل ہو گئے ۱۸۹۶ء اسکا جواب

دو معزز لیڈران کے درمیان سوامی دیانند کو زیر بھرت ماننے کے بارہ میں کس قدر جوت
پسرا ہو رہی ہے۔ اگر بالفرض ماسٹر آتما رام صاحب امرتسری کی رائے سات آٹھ سال کو تجربہ
سے تبدیل بھی ہو گئی تھی تو کیا سرج تھا انسان دیبا میں تجربے ہوتے رہتی ہیں اور اگر کسی شخص کو یہ
معلوم ہو جاوے کہ میری فلاں تحریر غلط تھی تو یہ نہایت نیک نیتی کی بات ہے کہ وہ
صدق دلی سے تسلیم کر لے لیکن یہاں حالات دیگر گوں ہے جہاں مہاتما منشی رام جی نے
ماسٹر جی کو اوپر کے مضمون میں آج سے آٹھ سال قبل سوامی جی کو زیر بھرت ماننے والا ظاہر کر کے دکھلایا
ہے کہ وہ اب اپنی رائے سے خلاف ہو گئی ہیں وہاں اسکے جواب میں وہ اپنا تمام باتوں کی عجیب و غریب
معنی و مطلب نکال کر یہ فرماتے ہیں کہ ان کی سات سال قبل کی تحریرات کا مطلب لوگوں نے نہیں
سمجھا اور بس بکی رائے پہلے سے کوئی تبدیل نہیں ہوئی ہے وغیرہ۔

غرض کہ آریہ سماج کے لیڈران سوامی دیانند سرسوتی مہاراج کو اگر زیر بھرت نہیں تو کم از کم
ایسا بنانا ضرور چاہتے ہیں کہ انکی تحریرات کو مستند مان لیں۔ لیکن افسوس مجھے اس بات کا
ہے کہ ایسی تمام بحث وغیرہ صرف ان آریہ لیڈروں میں محدود ہیں جو علم سنسکرت سے اگر بالکل
کورے نہیں تو محض برائے نام واقف ہیں (جس پر خود انکا اتفاق ہے جیسا کہ اوپر ذکر آچکا ہے)
کیسے تعجب کی بات ہے کہ ویدوں اور سنسکرت کتابوں کی پڑتال کا تو سوال ہو اور مضمون پر بحث
یہ ہونے کیا سوامی دیانند کی سنسکرت تصنیفات میں غلطی کا ہونا ممکن ہے یا نہیں مگر اس کا فیصلہ وہ
اصحاب کرنے بیٹھیں جو سنسکرت کا ایک حرف بھی نہ جانتے ہوں۔

ناظرین! آپ یقین جانئے کہ جب سنسکرت کی بیاقت حاصل کر کے کچھ اصحاب سوامی
دیانند سرسوتی مہاراج کے وید بھاشیہ کی پڑتال شروع کریں گے تو وہاں بالکل ڈھول کی
یون ملے گی اگر آپ یہ کہیں کہ کیا سنسکرت دانوں کی اس ملک میں کمی ہے اور وہ لوگ
اسکی چھان ہیں کیوں نہیں کرتے تو اسکا جواب یہ ہے کہ اگرچہ سنسکرت دان مہا جہان
کی کمی تو نہیں ہے لیکن وہ غالباً سب کے سب سنائی بند ہیں جنکی کچھ کرنی غنید شہور ہے۔

ناظرین! سچ جانئے کہ جو سنسکرت دان صاحبان آریہ سماج کے اندر موجود ہیں اور جہان میں
کا شوق رکھتے ہیں انکو خوب معلوم ہے کہ سوامی جی کا بھاشیہ اصل سے بے غلطی۔ من مانی۔

گھڑت اور مسر اسردنگا دنگی ہے لیکن وہ یا تو تنخواہ دار ملازم ہونیکے باعث یہ سوچتے ہیں کہ ہم رزق
ایسی باتیں کہیں گے تو نوکری سے ہاتھ دھونا پڑیگا یا کچھ لوگوں میں قومی ہمدردی کا خیال ہو جود
ہے اور وہ اپنے اس خطبے میں کہ آریہ سماج باوجود اس قدر خرابیوں کے بھی مٹا تو
کیلئے ایک مفید سوسائٹی ہے۔

لیکن میرا خیال ہے کہ اس بات کی کافی کوشش کی جانی چاہئے کہ آیا سوامی دیانند کی تعلیم خود
انکی تسلیم کردہ مستند اور ذمہ دار پاک کتابوں اور فہرستوں کے اصولوں کے موافق
ہیں یا کہ محض سنسکرت سوناوا افقوں ہی مغالطہ میں ڈال جا رہا ہے۔

پس میں دنیا کے تمام مذاہب (مسند و سمان عیسائی و غیرہ) سے پس کرتا ہوں کہ
وہ اگر مذہبی چہان بین اور سچے مذہب کی تحقیقات کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں تو انہیں راز ہے کہ
خود سنسکرت علم کو حاصل کریں اور چند پر جوش مذہبی نوجوانوں کو سنسکرت کی اعلیٰ درجہ
حاصل کرنے کے لئے کافی مدد دیں۔ بلکہ سنسکرت کے ایسے سکول جاری کریں جن میں مسلمان
عیسائی و غیرہ طالب علمان کو وظیفہ دکر علم سنسکرت اور ویدوں کی تعلیم دی جائے۔

اور تب وہ سوامی دیانند کے دید بھاشہ کو دیگران سے ملا کر حقیقت حال سے خود واقف
ہونے کو بعد دیگران کو بھی مطلع کر سکیں گے۔ اور تب سوامی جی کو نر بھڑت مت یا ایسی
پوچ خیالات رکھنے والوں کا بھانڈا پھوٹ جاوے گا۔

نہ صرف یہ بلکہ آریہ سماج کے موجودہ اصولوں میں سے اکثر بالکل بے بنیاد ثابت ہونگے۔



آریہ سماج کی ناکامیابی

اور کانڈنگ دھکڑا مارے آریہ سماجی بھائی ایک بارگی بول اٹھنے لگے کہ یہ بالکل غلط ہے کہ آریہ سماج کو ناکامیاب کہا جاوے۔ یہ ایک سوسائٹی ہے جس نے تمام ہندوستان میں ٹھکرے، جوتے، دستے جس کے پوجوں نمبرن نے تمام عیسائی مسلمانوں اور ہندوؤں کے دلوں کو ملادیا ہے۔ جاہل ست جاہل لوگوں سے اس کا نام سن بولناک کچھ بچہ بچہ سے واقف ہو گیا ہے کوئی مذہبی جانتے سمجھنے والے کے اندر نہ ہوگا جس کو بغیر اسکے ظہار کمل سمجھا جاسکے کوئی مذہبی لائبریری میں آریہ سماج کی کتابیں شامل نہ کی جاویں ہندوؤں کے کوئی اسٹیٹ منسٹر یا قاعدہ نہیں چل سکتے جب تک کہ ہمیں کچھ آریہ خیارات کے لوگ مل نہ ہوں خواہ وہ کچھ بھڑکے ہوئے ہوں وغیرہ وغیرہ۔ پھر کسی تعجب کی بات نہ کہ آریہ سماج کے نام کے ساتھ لفظ ناکامیابی یہ بات ثابت ہو گیا۔ ایسا ہڈنگ کھنکھنے والا کچھ خطبہ الحواس تو نہیں ہو گیا۔ وغیرہ۔ آریہ سماج سے پیشک آریہ سماج کو جو فخر و سرفراز حاصل ہے اس کے لئے میں ات مبارک کہتا ہوں۔ آریہ سماج میں یہ کہنا غلط نہیں ہے کہ آریہ سماج نے نہ تو کامیابی حاصل کی ہے اور نہ آئندہ کامیابی ہو سکے گی بشرطیکہ وہ اپنا پیترہ بدل نہ سکیں۔

آریہ سماج کی کامیابی سے یہ مطلب نہیں ہے کہ ہمیں بہت کثرت سکول کالج ایمپرووٹمنٹ خانہ جات وغیرہ موجود ہو گئے ہوں یا آئندہ ہوتے چلے جائیں۔ ہاں ایسے کاموں سے ضرور آریہ سماج کو یہ فائدہ ہوا کہ اہل ہندو کی توجہ کو وہ اپنی جانب کشش کر سکے لیکن سوال تو یہ ہے کہ آریہ سماج کی جو بنیادیں وہ سوانی جی کے وقت سے اب تک کے زمانہ میں کچھ اور مضبوط ہو گئی ہیں یا کہ دن بدن کمزور ہوئی ہوئی چلی جاتی ہے۔ اور اگر یہ ثابت ہو جاوے کہ دراصل وہ کمزور ہوئی چلی جاتی ہے تو نتیجہ یہ ہوگا کہ کسی دن (اور شاید بہت جلد) اس کا خاتمہ ہی ہو جائیگا۔

آریہ سماج کا بنیادی پتھر اسکے دس اونیوں پر رکھا گیا ہے جن میں سے ایک یہ ذکر ہے کہ سستیہ کا
 گم ہون کرنا اور سستیہ کا تیاگ کرنا اس سماج کا اصلی مدار ہے اور سوامی جی نے یہ دعویٰ کیا کہ کلام
 اپنی وید میں اور ویدوں میں ادن کے خیالات کے مطابق جو کچھ تعلیم ہے یا ویدک زمانہ میں یعنی
 قدیم آریوں میں جو کچھ سکھ و رواج ویدوں کے موافق ہوتے تھے وہ باتیں (سوامی جی کو قول
 کے مطابق) اہل ہنود میں اسراج نہیں ہیں بلکہ ان کے خلاف بہت سی باتیں چل گئی ہیں ان
 سب کو سوامی جی نے اپنی تصنیفات میں قلمبند کر دیا۔ اس ابتدائی کارروائی کے بعد جب وقت
 آیا کہ سناتنی پنڈت صاحبان نے ویدوں و دیگر قدیم پاک کتابوں کو اسلی بغور پڑھنا ضروری
 کیا کہ دیکھیں تو یہی کہ کیا سچ سوامی دیانند کی باتیں ٹھیک ہیں یا کیا بات ہے اور جب ادنگو
 معلوم ہوا کہ چاہے کسی کسی بات کو سوامی جی نے صحیح طور پر بیان کیا ہو مگر زیادہ حقہ کی تصنیفات
 کا ایسا ہے کہ جو ویدوں کی تعلیم و قدیم آریوں کی رسم و رواجوں سے بالکل برعکس ہے تو آریہ
 سماج کی خلاف کتابیں شائع ہونی شروع ہوئیں۔ فرستہ رفتہ یہ سلسلہ بڑھتا ہی گیا اور دسبر سوامی جی
 بھی انتقال کر گئے اور اب آریہ سماج کے عالم فاضلوں میں یہ بوجھ اٹھ رہا کہ وہ ان تمام اعتراضات
 کی تردید نیک نیتی سے کریں یعنی ہر حالت میں وہ تجانی کو قبول کرنے اور غلطیوں کو ترک کرنے کے لئے
 سچے دل سے تیار ہو کر ان معترضوں کی کتابوں کو پڑھیں اور جوابات انکی اپنی ہو جسے مان لینا
 ضروری ہے اسے قبول کر لیں و دیگر فضوں باتوں کو رد کر دیں۔

لیکن افسوس کہ واقعات اسکے بالکل برخلاف نظر آتے ہیں یعنی جب آریہ سماج کے لیڈران
 نے دیکھا کہ وہ مخالفین کے گردہ سے ہم مقابلہ نہیں کر سکتے اور اگر سستیہ کو قبول کرنے کے لئے
 کم سمیت باندھتے ہیں اور سوامی جی کے اصولوں اور تجربات میں سے جو جو غلط ثابت ہوتی جائیگی
 انکو ترک کرنے لگیں گے تو ہندوستان میں اسوقت ہم لوگوں سے زیادہ مالم فاضل و سنسکرت
 داں صاحبان موجود ہیں وہ ہمارے بات میں زیر کر کے اسبات پر مجبور کر دیں گے کہ فرستہ
 فرستہ تمام باتیں سوامی جی کی ہم سے ترک کرادی جائیگی اور پھر ہم ادھنیں بندوں کی مانند
 ہو جائیں گے جو کہ ہمیں ہرگز بھی پسند نہیں آئے اسلئے ان لوگوں نے یہ مصلحت مناسب سمجھی کہ
 زبان سے تو یہی کہتے رہیں کہ ہاں ہم سستیہ کو ترک کرنے کے لئے تیار ہیں لیکن جب

کوئی سوئی دیند کی غلطی نکالو آؤ گاتو اسے یا تو یہ ڈانٹ بتاؤ کہ تم جیسے ہم علم دیند جیسے فاضل
 اہل کی غلطی نکالتے شرم آئی چاہیے چھوٹے منہ سے بڑی بات اچھی نہیں معلوم ہوتی۔ وختیہ
 یا پراسٹیشن کے دیا کرنی پڑتوں کو غلطی جھگڑوں میں ہی ڈال کر وقت گزار دیوں گے اور خود
 وہ وہ خود اس قدر عقل بھی نہیں کہتے کہ وہ خود شائستگی کی مطابق باقاعدہ بحث مباحثہ کر سکیں
 بلکہ وہ خود بھی اور دون کو غلطی بحث کرجال میں ڈال کر آپ عمدہ کل جائی کی مادی رہا کرتے ہیں
 سنا وہ آریوں کے سامنے واقعی نہیں ٹہر سکتے خود کہ یہ سماج کا دعویٰ تو تھا کہ تمام دنیا کاندھوں
 کی چپان میں کریں اور اگر ویدوں کو سب پر فوقیت ہو تو ان سب دیگر مذاہب والوں نے
 بھی سفارش کریں کہ وہ انہیں کو قبول کر لیں جس کے معنی بھی صاف طور پر ہو جاتی ہیں کہ اگر
 باغض بن تحقیقات اور چپان میں سے یہ ثابت ہو جاوے کہ ویدوں کے بارہ میں جو دعویٰ کیا جاتا
 ہے وہ صحیح نہیں ہے تو چاہے خود تعصب یا پیدائشی محبت کھنکھنے کے باعث ان سے انکاری
 نہ بنی ہوں لیکن کم از کم اس قدر تو ضروری کرنا پڑتا کہ عیسائیوں و مسلمانوں وغیرہ کو یہ دعوت نہ دی
 جاتی کہ وہ اپنی پاک کتابوں کو ردی جس کی ثبوت میں آریوں نے بڑی بڑی کتابیں شائع کی ہیں
 سمجھ کر ترک کر دیں اور ان ویدوں کو منظور کر لیں لیکن افسوس کہ اس دعویٰ کی تکمیل کی ذرہ بھی
 کوشش نہ کی گئی اور اب جہاں تک میں نظر سپرد کر دیکھتا ہوں آریہ سماج کی جڑ کھوکھلی ہوتی ہوئی
 معلوم ہوتی ہے اور اس وجہ سے میں کہتا ہوں کہ آریہ سماج نے کامیابی حاصل نہیں کی۔

آریہ صاحبان کہیں گے کہ سیکڑوں شاسترا تھ (مناظرے) آریہ سماج نے کر ڈالے۔ اور ہر وقت
 ہر مذہب کے فاضلوں سے مقابلہ کرنے کو ہم تیار رہتے ہیں لیکن پھر بھی یہ طرح کہا جاتا ہے کہ آریہ
 سماج ناکام میاب رہا لیکن میں ان سے صرف اس قدر کہتا ہوں کہ وہ ذرہ ان لوگوں سے تو جا کر
 پیچیدہ کھیں جبکہ ہر دے ایسے سیکڑوں شاسترا تھ ہو چکے ہیں یا آئندہ ہونگے اور وہ اپنے دل کا
 بھید بیویں تو کھپتے لگ جائیگا کہ میں کہاں تک تباہوں۔ آریہ سماج کے شاسترا تھ (مناظرے) کرنے والوں
 کا کچھ چٹا آریہ ام پر دشمن ہو جاوے تو آریہ سماج کی ڈھولوں میں سوپوں کے اور کچھ نظری نہ آؤ گے۔
 ناظرین معلوم ہو کہ مسلمانوں سے شاسترا تھ کرنے کے لئے تمام ہندوستان یا کم از کم پنجاب
 کے آریہ سماجیوں میں جو سب سے بڑا کرناظر مقبرہ میں ان کا نام نہ بیان شاسترا تھ رام صاحب

امت سری او پیشک پنجاب پر تہ مذہبی بھائیگیں کیا مسلمانوں کو یہ بھی معلوم ہے کہ جن عربی
 کے عالم فاضلوں اور قرآن شریف کے معنی و مطلب کو خوب حمد و طور پر سمجھنے و سمجھا سکنے کی لیاقت
 رکھنے والے مولوی صاحبان کو آریہ سماج والوں سے شاستر ارتھ کرنے کے لئے پیش کیا جا رہا تھا
 ہے ان کے مقابلہ میں آریوں کی طرف سے جو اصحاب مہوڑا آتے ہیں وہ اپنے مذہب کے کس درجہ کے
 عالم ہیں اس کا نمونہ اسی سے مل جائیگا کہ ماسٹر آتمارام صاحب مہر سری جن سے بڑے کر شاید کوئی
 عالم آریہ نہیں نہیں ہے جو مسلمانوں عیسائیوں سے مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہوا کی مذہبی لیاقت
 کی پڑتال کرنی جاوے۔ حسب رسلیہ دہرم پر چارکٹ لندہ موزن ۱۲-۱۳ اگست ۱۹۰۴ء
 سے چند فقرہ جات میں مضمون سوامی دیانند بھرانٹ تھے یا نہیں میں پیش کر چکا ہوں جن سے
 ثابت ہو رہا ہے کہ ماسٹر صاحب ویدوں کو تو کیا سمجھتے سوامی جی کی سنسکرت کو بھی نہیں سمجھ سکتے
 اور صرف وہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ مندی میں جو ترجمہ موجود ہے و سکوپیس میں یہی وہ سنسکرت
 بالکل نہیں جانتے پھر بعد جو شخص سنسکرت کا ایک لفظ بھی نہیں جانتا وہ ویدوں و ریشاٹھ
 کے معنی و مطلب کو کیا خاک سمجھ سکتا ہے اور کیا شاستر ارتھ سید طرح ہوا کر سکتے ہیں۔ میری خیال
 میں ایک طرف عربی کا عالم اور قرآن شریف کے معنی و مطلب کو خوب جاننے والا ہو وہ دوسری
 طرف وہ شخص جو جس نے علم سنسکرت کی پوری لیاقت حاصل کر نیکی بعد ویدوں کے معنی و مطلب
 کو عمدہ طور پر سمجھ لیا ہو اسکے علاوہ یہ بھی ضروری ہے کہ مسلمان مولوی صاحب ویدوں کے
 سولوں تعلیمت اور آریہ پنڈت صاحب قرآن شریف کے صدوں سے و تہ ہوں و
 شاستر ارتھ باقاعدہ طور پر ہونا ممکن ہے کہ ترجمہ بھی کچھ پیدا ہو۔

لیکن یہ خلاف ہے جہاں ایک طرف اپنے مذہبی کتاب کے ماحول غافل گھر سے ہوں وہ دوسری
 طرف ایسے اصحاب ہوں جن کو خود پتہ نہیں کہ ہماری مذہبی کتابوں میں کیا کچھ لکھا ہے یا ہو
 تو کیا ایسے مذہب کو کامیاب سمجھا جاسکتا ہے۔ اگر ماسٹر جی سے کسی مناظرہ میں کوئی مولوی
 صاحب گوید کے دشمنوں منڈل کو کسی متر پر کوئی اعتراض پیش کر دیوں (جہاں سوامی جی کی تفسیر
 نہیں ہے) آیا تھوڑے بدکا کوئی حوالہ پیش کیا جاوے تو پھر ماسٹر صاحب کیا کریں گے۔
 وہ خود تو دینتر چھوڑ معمولی سنسکرت بھی نہیں جانتے۔ اور سوامی جی کی تفسیر جو وہ نہیں۔

یہی ادا ہونی میں تو اسکا نکاح ثانی ہو سکتا ہے اور اگر تعلق ہو چکا ہے خواہ اولاد بھی ہو تو اس کے لئے بڑی
 کی ہدایت ہے۔ (یہ دونوں باتیں بھی منوہاراج کے سراسر خلاف ہیں کیا ماسٹری اب بڑی
 سمجھتی اپنی بنائیں کو خاص کر اولاد موجود ہونے پر یہ وہ کانیوگ کرنا منوہاراج نے بالکل منع کر دیا اور
 پس یہ آریوں کی سراسر زیانی ہے آگے اسپر مٹھون نیوگ میں بحث موجود ہے)

ناظرین! آپ نے دیکھا کہ کس طرح غیر مذہب والوں کی ناواقفیت کا فائدہ حاصل کرتے ہوئے
 ان کو آریہ صاحبان را جو اکر کے اپنے تئیں کامیاب سمجھ رہے ہیں۔

ہاں یہ سچ ہے کہ اگر غیر مذہب کے علماء آریہ سماج کے اصولوں کی تحقیقات میں کمی کرتے ہیں اور اس وجہ
 سے ان کو ان کے سامنے خاموش ہونا پڑتا ہے تو اس میں آریوں کا کیا قصور ہے۔ لیکن ہمیں دیکھنا تو یہ ہے
 کہ آریہ صاحبان اپنی دعویٰ کو حقیقت پسند صاحبان کے رویہ و ثابت کر لئے ہیں کہاں تک کامیاب
 ہو رہے ہیں۔ جن شاستریاتھ کرنے والوں کو خود بھی نہ پتہ ہو کہ سوامی دیانند نے جن حوالہ جات کے
 بھروسہ پر یہ آریہ سماج کا قلعہ تیار کیا ہے وہ دراصل کچھ درہی معنی مطلب رکھتے ہیں اور سوامی دیانند
 نے اپنی چال کی سے عوام کی آنکھوں میں دھول ڈالنی چاہی ہے یا وہ اپنے دل میں سب کچھ حقیقت
 حال سے واقف ہو کر اور جان بوجھ کر بھی سوامی جی کی ان باتوں کو نظر انداز کرتے ہوں اور اپنے
 آزادانہ خیالات یا سوامی جی کی غلطی کو ہی وید و نکا اصول سمجھیں تو بھلا وہ کہاں تک آریہ سماج
 کی جڑ کو بچتہ کر سکتے ہیں۔

سیرے خیال میں اوپر کے سوال کو ہی لے کر ماسٹری کو لازم تھا کہ اسکی پوری پڑتال کر ڈالتے اور
 ہمیشہ کے لئے اس مسئلہ کو صاف کر دیتے تاکہ کم از کم آریہ سماجیوں کے دلوں میں ایسی شنگاریں نہ ہو
 سکتیں لیکن یہ تو تب ہو تا کہ جیل میں سچائی ہوتی۔ انہوں نے تو یہ سمجھ کر کہا ہے کہ کتابوں میں چاہے
 کچھ ہی لکھا رہے مگر جو بات زمانہ کے لحاظ سے مناسب سمجھو وہ عمل کرتے چلے جاؤ یہی سارا دہرم کم
 ہے اور جب مخالفین کوئی اعتراض کریں گے تو اولٹا سیدھا کچھ نہ کچھ جواب تو دے ہی دیا جائیگا
 اب ایک منسکرت داں آریہ ادیشیک صاحب کا حال سنئے سنڈت یورتانند صاحب
 پنجاب پر ترقی زندگی بھاکر مشہور و معروف ادیشیک ہیں۔ آپ کے بارہ میں گوردھل سماچار سکندریا باد
 نمبر ۶ جلد ۳ بابت ۳۱ اگست ۱۹۲۴ء صفحہ ۱۶۱ سطر ۹ پر یوں درج ہے:-

پنڈت پورمانند ادیشک پنجاب آریہ پرتی ندھی سبھانی بجواب ایک اعتراض فرمایا کہ یہ بات کہ منو سمرتی ۵ کروڑ برس سے بنی ہوئی ہے بالکل غلط ہے اس سے پیشتر کی بہت سی سنگین بنی ہوئی ہیں مثلاً شنت چھ براہمن اور چونکہ سن چلیت (جو جاری ہے) منو سمرتی میں سن ۵ وغیرہ کا ذکر آیا ہے اسلئے یہ کتاب جس مدت سے پیچھے کی تصنیف شرح ہے جبکہ تقریباً پندرہ سو برس گزرے ہونگے :

اب ناظرین ذرہ غور کریں کہ کیا منو سمرتی کو صرف پندرہ سو برس کی تصنیف شدہ کہہ دینا پندرہ پورمانند صاحب کا محض اس موقع کو ٹال دینے کے سوا اور کچھ معنی رکھتا ہے ؟ اور اگر دراصل صحیح پنڈت پورمانند صاحب ادیشک کا ہی یقین ہے کہ منو سمرتی صرف پندرہ سو سالوں کی تصنیف شرح ہے تو انکو لازم تھا کہ وہ اس بات کا عام اعلان کرنے سے قبل پنڈت ٹلسی رام صاحب ساکن میرٹھ (یکے از مخزن پنڈت صاحبان) سے اس بارہ میں مشورہ کر لیتے کیونکہ انہوں نے تو دنیا کے آغا سے ہی اس کتاب کا وجود مانا ہے اور چونکہ یہ سماج کے حساب میں اس وقت ایک سب ستانویں کروڑ سالوں سے زیادہ زمانہ اس موجودہ خلقت کی پیدائش کو گزر چکا ہے پس منو سمرتی حسب پنڈت ٹلسی رام صاحب کے اس قدر زمانہ کی پرانی کتاب ہے اسلئے سوامی جوم پنڈت لکھنؤ صاحب کے دیہ مسافر یہ لکھ گئے ہیں کہ اس منو سمرتی کا مصنف بیوسوت نامی منو ہوا ہے چنانچہ اس حساب سے بارہ کروڑ پانچ لاکھ ^{۲۳۶} تیس ہزار ۵۲۳ سال اب تک اس کتاب کی تصنیف کو ہوئے ہیں پس میرے خیال میں پنڈت پورمانند جی کا بویہ ہونے و ادیشک آریہ سماج یہ فرض تھا کہ اس اختلاف رائے کو دور کر نیکی کوشش کرتے۔ اگر پنڈت لکھنؤ صاحب مرحوم کی غلطی سمجھی جاتی تو انکی تحریر کی تردید کر دی جاتی۔ اگر پنڈت ٹلسی رام صاحب میرٹھ سے جم منو سمرتی کی غلطی ثابت ہو جاتی تو ان سے وعدہ لیا جاتا کہ وہ دوبارہ جب اسے شائع کریں تب اس غلطی کو نکال دیوں یا اگر خود پنڈت پورمانند صاحب کی غلطی ہو تو وہ اسے تسلیم کر کے جو بات صحیح ہو اس کا ادیشک کریں۔ اور ممکن ہے کہ اس چھان بین میں کوئی چوتھی بات نکال دے لیکن وہ اس قدر غمزنی کیوں کرنے لگے جس شخص سے وہ عوام کو سخت مغالطہ میں ڈالتے چلو جاتے ہیں وہ تو بلا کسی قسم کی سرزدی کے ہی حاصل ہے یعنی معقول تنخواہ بھی مل جاتی ہے۔

اور عزت بھی خوب کافی طور پر ہوتی ہے۔ پھر انکی بلا سے نو سمرتی خواہ پنڈرہ سو برس کی کتاب ہو یا پنڈرہ ارب سالونکی۔ یہ فکر تو ہم (حقیقت پسند لوگوں) کو پڑی ہے کہ ہر ایک بات کا ٹھیک ٹھیک فیصلہ کیا جاوے۔

اب ناظرین خود غور کر سکتے ہیں کہ کیا اسی کا نام آریہ سماج کی کامیابی ہے کہ ایک ایسی ادنیٰ سی بات پر بھی کہ آیا موجودہ نو سمرتی کا مصنف کون ہے اور وہ کس زمانہ میں پیدا ہوا آریہ پنڈتوں کا آپس میں استقدر اختلاف ہے۔ پھر کھلا وہ معترضوں کو کیا جواب دیوں گے اور اب مجھے سخت تعجب ہے کہ وہ کس منہ سے تمام دنیا کے مذہبیوں کو جو نشانہ کینے کے لئے مستعد رہا کرتے ہیں کیا انکو اپنے ایسی بے حیالی پر شرم نہیں آتی چاہئے

اور بھی سنئے۔ کلچ پارٹی کے لیڈر لالہ لاج پت رائے صاحب کیل لاہور رسوائی عمری سوامی دیانند کتاب نمبر ہم ہندی کے صفحہ ۳۴ پر حسب تحریر فرماتے ہیں۔

(۱)۔۔۔ پنڈت لیکھ رام نباتات میں جو نہیں مانتے تھے حالانکہ سوامی جی نے ان میں جو درجہ مانتے (اور مجھے معلوم ہوا کہ سوامی درشنانند صاحب سابق پنڈت کرپارام شرما جگرانوی مشہور لکچرار و مناظر آریہ سماج بھی نباتات میں وح نہیں مانتے)

(۲) جہاں پارٹی کے ایک لیڈر نیگ (یکے از رہنویان) معزز اوپیشک کوش یعنی نجات واپس آئی کو مسئلہ کو نہیں مانتے (جہاں نیگ میرا خیال ہے یہ اشارہ شریمان پنڈت دولت رام صاحب اوپیشک کی جانب ہے۔ واقعی یہ مہاشی پنجاب کے آریوں میں سب سے زیادہ سنسکرت دانا سمجھے جاتے ہیں اور اپنے یہ تحریری اقرار کیا ہے کہ ہم سوامی دیانند کے ساتھ کسی قدیم زمانہ کے رشی مہرشی کی رائے جو آتمکے ملتی سے واپس لے کر نیکے بارہ میں متفق نہیں پاتے پس اس مسئلہ کو ماننے کیلئے تیار نہیں ہیں)

(۳) بہ فرقہ تعلیم نسواں کے بارہ میں سوامی جی کی ہدایتوں کو اچکل کے لئے برتاؤ میں لانے کے لائق نہیں سمجھتا۔

(۴) کئی شخصوں کو بدبو (شادی بیوگان) اور نیوگ کے بارہ میں سوامی جی کی رائے سے اتفاق نہیں ہے (سچ تو یہ ہے کہ اس بارہ میں سوامی دیانند سرسوتی مہاراج کی ہان میں

ہاں ملائیو اے صاحبان اٹے منہ نیچے کر رہے ہیں۔

(۵) سوامی جی نے جیو آتما کو انو (ایک مقامی) مانا ہے حالانکہ کئی آریہ سماجی مہرشی کیل اور کساد کی تعلیم کے مطابق آتما کو دھو (بسیط) مانتے ہیں۔

(۶) مہا تپا رتی میں بھی کئی اشخاص گوشت خوری کو پاپ (گناہ) نہیں مانتے ۛ

ناظرین اکیلا ب بھی آریہ سماج کی ناکامیابی میں کچھ شک ہے جس مذہب کے پیڑان کا یہ حال ہو رہا ہے کہ جن منہ ادنی باتیں سن لیجئے اوسکو اگر کامیاب کہا جاوے تو پھر یہ نہیں جانتا کہ ناکامیاب کن کو کہا جاسکتا اور اس پر یہ کہ باوجود ان خرابیوں کے جاننے کے بھی کہی ان بھلے آدمیوں کے دل میں یہ تو سدا ہی نہیں ہوتا کہ وہ ان معاملات کو طے کر نیکی کو کشش کریں کہ یہ اسی باتیں ہیں جن کا فیصلہ ہی نہیں ہو سکتا اور وہ بھی ایک ایسی جماعت کے لئے جس نے سستی کو گریہ کرنے اور سستی کو ترک کر نیکی ہی مہرہ اٹھا رکھا ہے۔ لیکن ان بچاروں (آریہ) ویدیشکون و پیڈروں کو تمام دنیا کو راہ راست بتلائیے فرصت ہی نہیں ملتی کہ اپنے گھروں جھاڑوں کو مٹانے میں کچھ وقت لگا دیں کسی کو یہ فکر لگی ہے کہ عیسائیوں کو شتہ کر دو اور کوئی اس دھن میں لگا ہے کہ مسلمانوں اور وہ بھی پیدایشی مسلمانوں کو شتہ کر دو۔ کوئی گور وکل چلا نیلے لئے تمام ملک میں چندہ مانگتا مانگتا استقدر ٹھک رہا ہے کہ پھر وہ دوسرا کام ہی ہاتھ میں نہیں لے سکتا اور کوئی جینیوں کے خلاف کتابیں شایع کرنے سے ہی فرصت نہیں پاتے کہ اور کوئی کام کر سکیں پھر بھلا ان اصولی تفرقوں کو کون سلجھاوے لیکن تعجب کی بات ہے کہ ان عقلمندوں کو یہ خیال نہیں ہوتا کہ جو کام اول کرنے کا تھا اسے آخر میں ڈال دیا ہے کہ کہی ہو جائیگا یا شاید قیامت تک نہ ہو اور جو کام غیر ضروری یا کم ضروری تھے ان کو بے بیشی میں پس ظاہر ہے کہ اولیٰ کام کر نیو ان کو پھل بھی اولیٰ ہی ملا کرتا ہے۔

سیر خیال ہے کہ اصولوں کی چھان بین کر کے ہمیشہ کے لئے نہ کر لیئے اور آریہ سماج کے آغاز سے ہی اس قدر اختلاف رائے ہونے سے نتیجہ یہ ہو گا کہ وہ محدہ کئے ہوئے عیسائی مسلمان صاحبان پھر بھی محدہ ہو جائینگے بلکہ اپنے ساتھ اور وں کو بھی گھسیٹ لے جائینگے پس کئی حضرات آریہ سماج کے دائرہ سے واپس جا چکے ہیں اور باقی بھی جلد جانو لے میں چنانچہ ایک صاحب شاید

جسکا نام دیو پال کہا گیا تھا حال میں پھر واپس چلے گئے ہیں جنکے بارہ میں نوشہرہ پشاور کے ایک ریہ
 بابو منگل سین صاحب نے اخبار شکاری میں یہ شائع کرایا تھا کہ اگر یہ وہی صاحب ہیں جنہوں نے
 فلاں مضمون لکھا تھا تو ایسے شخص کے آریہ سماج سے واپس جانے کی یہ معنی ہیں کہ آریہ سماج کا بائبل
 اب درست نہیں رہا اور مجھے یاد ہے کہ مقام سکندر آباد ضلع بلنڈ شہر میں مہاشی دھرم دیسنکھ صاحب
 سابق پیدائشی مسلمان ساکن میرٹھ نے مجھے اتنا گفتگو میں کہا تھا کہ ہم سال دو سال اور سماجوں
 کی رنگت دیکھتے ہیں بعد اگتری حال رہا تو واپس چھو جائینگے وغیرہ۔

اسی طرح گورنمنٹ کو جاری کرنے اور جلائیے لئے لاکھوں روپیہ کا چندہ تمام ملک میں پھریا ہے
 اسکا حال بھی ایسا ہی سمجھئے۔ کہاں تو یہ دینگ ماری جاتی ہو کہ ہمیں اٹھارہ سال پڑھ کر جو طالب علم
 مالم فاضل بن کر نکلیں گے وہ دیانند بلکہ یاس اور کیں غیر مہیشیوں کی مانند ہونگے اور کہاں ابھی
 سے بینکن ہو رہا ہو کہ ہاں کے طلباء رسوائی دیانند کی غلطیاں نکال رہے ہیں (دیکھو اخبار شکاری
 پھر بھلا اول طلباء سے یہ کب امید کی جاسکتی ہو کہ وہ اٹھارہ سال میں سنسکرت کی اعلیٰ تعلیم حاصل کرنا
 حقیقت حال سے پوری واقف ہو کر آریہ سماج کے ان اصولوں پر پابند رہینگے جنکا اسی طرح جنہیوں یا
 دیگر مذہبوں کے برہمنوں کی توہین کرنی والوں کی جوڑی درگت ہونی مناسب تھی وہ ہو رہی ہے
 چنانچہ سنا گیا کہ ملی کی عدالت سے جنہیوں کی خلاف کتاب شائع کرنے اور انہیں انکے دیوتاؤں
 کی شان میں کچھ نامناسب کلمے استعمال کرنے کی وجہ سے ایک آریہ صاحب پر پانچ سو اور دوسرے
 پر ڈھائی سو روپیہ جرمانہ ہوا۔ اسی طرح اگر وہ میں ایک نہایت ناشائستہ اور بدتمیز الفاظ سے پڑ
 اشتہار ایل اسلام کے خلاف شائع کرنے پر آریوں کو جیل خانہ کی سیر بھی کرنی پڑی اور مقدمہ کی
 اپیل ہائی کورٹ الہ آباد سے بھی خارج ہو گئی۔

ناظرین! کیا یہی شائعات آریہ سماج کی کامیابی کے ہیں؟ لیکن نہایت افسوس اور
 تعجب تو مجھے اس بات پر ہے کہ کنگرہ باوجود استقدر دولت اٹھانے کی بھی تنبیہ نہیں ہوتی ایک
 طرف انکو عدالت سے منہ نہیں ہوتی جاتی ہیں دوسری طرف وہ بجائے اسکے کہ اپنی کئے پر پھٹاویں
 اور طلبہ شرمی کا برقع پہن کر گیشہ کی نسبت زیادہ مضمون کی ساتھ خم ٹھوک کر میدان
 میں آؤ نکلتے ہیں چنانچہ آریہ سماج کے معزز لیڈر مہاشی رام صاحب نے اپنا اخبار ستیہ دھرم

پر چارک میں بمقام کچی آریو نہر عدالتی جا رہی ہوئی کا ذکر کرتے ہوئے یہاں کی ہر کہ اٹ بٹ آگیا ہے
 کہ ایک آریو ڈیفینس فنڈ قائم کیا جاوے اور وہ اس مسئلے کے لئے ہو کہ جو آریو سماجی دوسروں
 کے لئے کنوین کھودتے ہوئے خود اس میں گر پڑیں اور انکی ہمیشہ وغیرہ کی جا یا کرے جسکو صاف یہ معنی ہیں
 کہ یہ نیکو انسانوں عیسائیوں اور سناتنی ہندوؤں کو یہ یقین کھنا چاہیے کہ وہ عدالت سے سزا
 دلا کر آریوں کو اس بات سے گریز ہی نہیں دے سکتے کہ وہ تمام سنسار کے مذہبوں کو راہ راست
 رکھلائیے گا اپنا فرض جو انکی زندگی کا عین مدعا ہے جو ریویں نہیں بلکہ جس طرح اکثر دیکھا جاتا ہے کہ
 جیلخانوں میں جو دو بارہ قیدی ہوا کرتے ہیں یعنی کئی کئی مرتبہ سزا جگت چکتے ہیں اور وہ ایسے
 بے شرم اور قید خانہ میں رہنے کے مادی ہو جاتے ہیں کہ پھر کس طرح کا جرم کرتے ہوئے ان کو ہچکچاہٹ
 ہی نہیں ہو کر ان اسید طرح اب آریو سماج کے لیڈران اپنے پیچھے لگوں کو پیش کر رہے ہیں کہ وہ سزا
 پانے سے خوف نہ کریں اور آئینہ کر لے اور بھی مضبوطی سے عدالتی مقابلہ وغیرہ کرنیکے لئے تیار ہیں
 اور اسید طرح پر آریو لیڈران نے اپنے بہائوں کو آگاہ کر دیا ہے کہ وہ دوسروں کو راہ راست
 بتلاتے ہوئے اپنی جان تک بھی پرواہ نہ کیا کریں اور اگر بالفرض کبھی کوئی غیر مذہب والا ان میں
 سے کسی کو قتل کر ڈالے گا تو جہاں وہ خود سچے دھرم پر ملیں وہاں قربان ہو جانے کا فخر حاصل
 کرنیکے وہاں اُنکے ہاتھوں و دیگر متعلقین کے گدازان و پرورش کر لئے آریو سماج کے فنڈوں
 سے کافی طور پر امداد دی جائیگی۔ انھیں اسطور پر لیڈران آریو سماج پر جوش آریوں کی وقتاً فوقتاً
 پیچھے ٹھونکا کرتے ہیں اور انکو یقین دلاتے ہیں کہ وہ اس بات کی بھی پرواہ نہ کریں کہ اگر وہ دھرم
 پر قربان ہو جائینگے تو ان کے گھر والوں کا گذارہ مشکل ہو گا چنانچہ گزشتہ سال ستمبر ۱۹۴۷ء
 میں پنجاب کی ریاست میں ایک آریو پنڈت تلسی رام صاحب پیش ماشر کو کسی جینی نے قتل کر ڈالا
 تھا تو ان دنوں آریو اخبارات میں ایسے ہی مجبوس مضامین ہیں ویکھتا تھا اور مجھے یاد ہے کہ انہیں
 دنوں ملک برہما میں آریو سماج کا ویدیشک ہو کر گیا تھا اور چونکہ میں اپنی حادث کے مطابق
 اپنے لکچروں میں دوسرے مذاہب کے بزرگوں کو کچھ محنت سست نہیں سنا تا تھا پس وہاں
 کے آریوں نے میرے بارہ میں یہ توئی دیکھ دیا تھا کہ شیخ بزدل ہے اور پنڈت تلسی رام کے قتل
 ہونے کا حال انہیں دنوں اخبارات میں دیکھ کر غیر مذاہب سے خوف کہا گیا ہے۔ وغیرہ۔

ناظرین! اب آپ سوچ سکتے ہیں کہ آریہ سماج کو کس قسم کی کامیابی ہوئی ہو یا آئندہ وہ کتنی
 بڑھاتی ہوئی نظر آئی ہے۔ شاید اس بات کو تو اب آپ نے سمجھ لیا ہو گا کہ آریہ سماج کے لیڈران نے
 سوامی دیانند کی من گھڑت اصولوں کی پڑمال اور حجاب میں کرنے پر ذرا بھی توجہ نہ کی جس کے باعث
 ہم حقیقت کی مناسب حجاب میں کرنے اور غلطی کو کھینک کر کے سچائی کو قبول کرنا والے نہ صرف
 اس قدر پریشان ہی ہوئے بلکہ ہمیں گمراہ ہو کر اپنی زندگی بھی بالکل تباہ و برباد کرنی پڑی (میں یہ سچ
 کہتا ہوں اور سطور میں تباہ ہوا اس طرح میرا خیال ہے کہ جنکا دل دماغ میری مانند نہ ہو وہ آریہ سماج
 کی تعلیم کو اپنے دماغ میں جذب کر نیسکے باعث برباد ضرور ہوئے ہونگے یہ ذاتی تجربہ کالی کباب
 میں غرض کرتا ہوں کچھ صرف زبانی جمع خیر کی باتیں نہیں بلکہ عملی زندگی کا نتیجہ ہے،
 اس لیے یہ بتانا چاہتا تھا کہ جن کاموں پر آریوں کی ساری توجہ صرف ہوئی اور شکی ہوئی وہ ملک
 و قوم کا شہود ہار اور سوامی دیانند کی منشا کے عین موافق سمجھے ہیں انکی کیا حالت ہے۔ اور انہیں
 پرہ کس قدر کامیاب ہو رہے ہیں۔

میرا اشارہ ان سبھی شوشنوں پر ہے جو اس وقت آریوں کے انتظامات کے جاری ہیں
 مثلاً کئی گوردھن کالج۔ سکول ٹرکیوں کے بیسوں پانچ شالابن (دس لگائیں) نیم خانہ جات وغیرہ
 وغیرہ۔ ان میں سب سے بڑا پروہ ہے جسکا نام ہی دیانند اینگلو ویدک کالج لاہور اور یہ بھی سب سے
 بڑا کیونکہ سوامی دیانند کی موت کے یادگاری میں یہ کھولا گیا تھا۔

اس کالج کو چلانیکے لئے عوام سے یعنی تمام ہندوستان کے دولت مند ہندو سیٹھ ساموکاروں
 و راجہ مہاراجوں وغیرہ سے چندہ حاصل کر نیسکے لئے جو اپیل شایع کی گئی تھی اسکی کچھ عبارت
 سننے کے لائق ہے اور میں ذیل میں اسے نقل کر کے بعد میں اسکا ترجمہ اردو میں پیش کرونگا۔

یہ عبارت گوردھن کالج سکیم صنف لالہ رتھ صاحب پریزیڈنٹ آریہ پرانی مذہبی سبھا
 پنجاب لاہور ۱۸۹۹ء کے صفحہ ۱ پر ایک نوٹ کی شکل میں مندرج ہے پس میں اس حاشیہ
 کو بلا کم و کاست ذیل میں نقل کئے دیتا ہوں جس سے جہاں یہ پتہ لگ جائیگا کہ دیانند اینگلو ویدک
 کالج لاہور کے منتظمین نے کس طرح عوام پر اپنا اعتبار جما کر چندہ حاصل کیا تھا مگر بعد میں انکی کسی
 قول و قرار کا مطلق خیال نہ رہا کہ جن کاموں کے لئے عوام سے اپیل کر کے روپیہ لیا ہے انکو بھی جائز

کرنا لازم ہے وہاں یہ بھی تعلیم دینے والوں کو معلوم ہو جائیگا کہ اب گوروں کے لئے اپیل کرنیکی کیسی انوکھی چال چلی گئی ہے کہ عوام کی توجہ بوشش کرتے دیر نہ لگے۔

..... But the foreign education has produced a schism in the society, which is truly deplorable - An educated class has been created - a class which moves by itself, feels by itself, thinks by itself, a class which is incapable of materially influencing, or of being influenced by the uneducated class, and a class so far without precedent in any country on the face of the earth."

Draft Scheme for the proposed Dayananda Anglo Vedic College - The Dayananda Anglo Vedic College at Lahore was established "for obviating the schismatic and severing tendency, inherent in the existing system of education." This was the dominant idea in 1895 when money was wanted - In 1899, however, the dominant idea, occupying the minds that work the college, is the very evil it was to remedy. As grim irony of fate

would have it, the college, which was to remove the schism in the society, instead of that, has ended in splitting up the agency - the Arya Samaj - which had brought it into existence. As regards the improvements which it has made in the current educational system during the decade and half of its existence, the less said the better. The writer whom we have quoted, unfortunately belonged to a class which lacked in the courage of their convictions or, it may be, that this idea of "foreign education" was a stray idea, jumbled together with others to produce some effect, rather than a part of a well-connected thought entertained & logically worked out to a given end by a capacious and thinking mind ---

اسکا مختصر ترجمہ یوں ہے۔

..... لیکن غیر ملکی تعلیم نے قوم میں ایک خرابی ڈال دی ہے جو کہ ناقابل
 رفع ہے۔ ایک تعلیم یافتہ اصحاب کا گروہ ملک میں پیدا ہو گیا ہے۔ وہ گروہ جو کہ آپس ہی میں رہتا
 ہے۔ بہت ہی خیالات کا تبادلہ بھی آپس ہی میں نمودار کرتا ہے۔ محسوسات بھی اسکے اپنی ہی میں ہوتے
 ہیں اور یہ وہ گروہ ہے جو نہ تو اپنا اثر دوسرے غیر تعلیم یافتہ جماعت پر ڈالتا ہے اور نہ خود اسکی صحبت
 سے متاثر ہوتا ہے۔ غرض کہ یہ ایک ایسی جماعت پیدا ہو گئی ہے جسکی نظیر جگہ ہی پر نظر نہیں آتی۔
 از روئے سیکس اسٹے مجوزہ دیانند سنگلو ویدیکال کالج لاہور۔ دیانند سنگلو ویدیکال کالج لاہور کی بنیاد
 اس نے ڈالی گئی تھی کہ ”اس اوپر کی موجودہ خرابی کو جو سخت مضبوطی رہی ہو ملک کو رفع کرے۔“
 ایضاً۔ یہ خیالات تھے ۱۸۸۵ء میں کارکنان کالج کیٹی کے جبکہ روپیہ کی ضرورت تھی لیکن اب
 ۱۸۹۹ء میں کالج کیٹی کے کارکنان کے خیالات عمل دہی خرابیاں پیدا کرنیکی باعث ثابت ہو
 رہی ہیں جنکو علاج کے لئے یہ کالج قائم ہوا تھا۔ اسی بجائے اسکو کہ جن خرابیوں کی انسداد کے لئے
 وہ قائم کیا گیا تھا ان کو دور کرنیکی کوشش کرتا اٹھا ہے۔ پیدا کرنا ہوائے آریہ سماج کو ہی نیست و نابود
 کرنا چاہا۔ اور تعلیمی لحاظ سے جو کچھ ترقی اور موجودہ تعلیمی خرابیوں کو دور کرنے کی سے اسکا تو ذکر نہ کرنا ہی
 بہتر ہے۔ بضمون نگار صاحب جنگی عبارت کو ہم نے اور نقل کیا ہے۔ مسمتی سے ایک ایسی گروہ سے تعلق
 رکھنے والوں میں سے ہیں جو بہت دست بردار کے ساتھ کسی کام کو انجام دینا مناسب نہیں سمجھتے
 یا شاید غیر ملکی تعلیم کی خرابیوں کے انسداد کا خیال انکو دماغ میں محض سیاروں معمولی خیالات کی مانند
 آگیا ہو گا جیسے انہوں نے عوام پر ظاہر کر دیا مگر یہ اسلئے نہ تھا کہ دسپین کیا گیا ہوتا۔“
 ناظرین! اوپر کے اقتباس سے آپ نے سمجھ لیا ہو گا کہ آریہ سماج کے سرے بڑے انہی
 یونین میں کسی ٹول ہے۔ اور کیا یہ دیکھ رہے ہیں کہ چند تو اسلئے مانگا گیا تھا کہ ایک ایسی
 نئی طرز کی تعلیم ایجاد کی جائے کہ نوجوانان قوم نہ صرف خود موجودہ خرابیوں سے بچیں گے بلکہ قوم
 کی کایا کو پلٹا دیوینگے مگر جب گہری قسم چیدہ کی باتھ لگ گئی تو جو جی میں آیا رگڑے سے لیکر ساتھ
 ہی یہ بھی ایک غور طلب سوال ہے کہ اب گورنر کل جسکے سیکس میں کالج کی ناکامیابی کا مذکورہ
 بالا ذکر ہوا ہے کیونکر اپنی پوری کامیابی کا یقین رکھتا ہے۔

کیا بسطرح کالج کے کارکنان پندرہ سال بعد دہو کے باز ثابت ہوئے ہیں اسبطرح گوردگل کے کارکن
 بھی اٹھارہ سال بعد ایسے ہی نہ ثابت ہوئے آخر انہیں کے بھائی ہیں یا کوئی دوسرے۔ بلکہ
 تجربے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کالج والوں میں تو ذرہ کی قدر استقلال اور زمانہ کے رنگ و سناٹ کا تجربہ
 بھی ہے لیکن گوردگل جن لوگوں کے ہاتھوں میں ہے وہ تو محض لڑکوں کے کھیل جیسا تماشہ کیا کرتے
 ہیں چنانچہ جس بڑے گوردگل کی کرنا دھرتا، عزیز لیدر، مہاتما منشی رام صاحب کا حال یہ ہے کہ وہ
 کسی تو ایسے غصہ میں آجاتا ہے کہ آریہ سماج کی ممبری تک سے بھی استعفا دیتے ہیں دیکھی پھر بہت ساری
 پرانی مذہبی سہا کے پریزیڈنٹ بنائے جاتے پر وہ استعفا واپس لیتے ہیں مگر وہ چاہتا ہے کہ یہ سب
 کہ پھر پریزیڈنٹ سے بھی استعفا تیار کیجی ان پر چودہ ہزار روپیہ سہارا گوردگل کا نہیں کرنے کی منہ
 کانوں تک پہنچتی ہے اور یہی یہ سنا جاتا ہے کہ اگر حساب کتاب کی جانچ پڑتال کرنے اور اس
 معاملہ کی پوری تحقیقات کیلئے کمیشن لپیچاتی مجلس مقرر کی جائیگی تو وہ زسر کہا یونیک
 وغیرہ وغیرہ پھر جھلا بھی کسطرح یقین ہو کہ گوردگل ہر دو ارجح کے نفع نقصان کا حال اٹھارہ سال بعد
 آیا آج سے سہا سال سے قبل ہرگز نہیں معلوم ہو سکتا اسوقت کامیاب بھی جاسکے گی یا نہیں
 یہ تو یہ ہے کہ کالج والوں کی ہوں تو کم از کم داسا ہوں بعد عوام کے کانوں تک پہنچ سکی لیکن گوردگل
 والوں کا تو ابھی سے ہی برا حال ہو گیا۔ حال یہ کہ ابھی اسکی تباہی کو جمعہ جمعہ آٹھ دن بھی نہیں گزرے چنانچہ
 بچلہ دیگر خرابیوں کے اسکر متعلق ایک حوالہ ہم اخبار شکاری سوچہ ہم تانومبر سنہ ۱۹۶۷ء کا نمبر
 سے ناظرین کی واقفیت کر لئے ذیل میں نقل کرتے ہیں :- وہ ہوتا۔

پنڈت گنگا دت جی جو گوردگل کانگری آجکل دویم سنکرت ماسٹر ہیں وہ..... دراصل
 گوردگل کے سہرا کرنا ہو گئے اور اسوقت تک ہیں..... لیکن نہ معلوم کہ پنڈت گنگا دت کیا
 سن یا جادو ڈال رکھا ہے کہ لالہ منشی رام انکے آگے آج تک کسی معاملہ میں چون تک نہیں کر سکتا
 لالہ منشی رام پنڈت گنگا دت کے ہاتھ میں کٹ تیلی کی مانند میں کوئی بھی ادھیہا پاک (گوردگل
 کا ماسٹر خواہ کتنا ہی پکا آریہ بالیق کیوں نہ ہو ہرگز ہرگز گوردگل میں نہیں سکتا جب تک کہ وہ
 پنڈت گنگا دت کی ہاں میں ہاں نہ ملا دے۔ گذشتہ سال نہ جلسہ گوردگل کا احوال لکھتے
 ہوئے لالہ منشی رام جی نے کس زور اور فخر کے ساتھ چارٹی قریبیوں کا ذکر کیا تھا لیکن اسوقت کوئی

پوچھے کہ وہ قربانیاں کہہ سکیں تو جواب ملا کہ مہاراج گنگا دت جی نے بھگا دیں۔

بندت دنیا یک رام جی۔ بی۔ اے۔ - توحید ماہ بعد ہی گوردھل چھوڑ کر چلے آئے تھران کو جانے دیکھنے
لیکن تین مہینے بعد یعنی ڈاکٹر پرجیو جی۔ لالہ رام دیو جی۔ بی۔ اے۔ اور ماسٹر ساٹھی بی۔ اے۔ کی مادتک
کام کرتے رہے انکو بھی بندت گنگا دت نے ایسا نامک میں م کیا کہ وہ پچارے استغفا دینے پر
مجبور ہوئے اور آخر مستغفی ہو کر گوردھل کو الوداع کہہ کر بی۔ اے۔ پرجیو لالہ رام دیو وغیرہ چونکہ
ست جینی بنکر نہیں ہے اسلیو بندت گنگا دت جی نے انہیں رہنے نہیں دیا۔۔۔۔۔ نہ صرف یہی بلکہ
بندت میان رام جی شاستری بھی مستغفی ہو کر چلے آئے سنا گیا ہے کہ لالہ خوشی۔ اے۔ جی جیسے تجربہ کار اور
دوراندیش مکیسھ دیشٹھانا (خاص مہتمم) نے بھی استغفا دیدیا اور انکو لئے بھی گوردھل میں رہنا محال ہو گیا
ہے۔ بندت گنگا دت ڈاکٹر لالہ منشی رام جی کے لئے شرک صاف کر دی اور غلبہ کہ ان کی اپنی
کٹ پتلی لالہ منشی رام جی ہی دوبارہ مکسھ دیشٹھانا بنکر جلد گوردھل میں جاویں۔

دو بارنگی تو بندت گنگا دت اور رہے سہو بندت بھاگ نکلیں گے کیونکہ وہ سرگرمی لایق اور انتظام
پسند اور تادیاب آ رہے تھے گوردھل میں ہر دینا منتھو نہیں کرتے سوائے جو انکی کٹ پتلی بن کر رہے
۔۔۔۔۔ لالہ منشی رام کو بھی صرف بندت گنگا دت کی خوشنودی مزاج درکار ہے چاہو سارا شاف
استغفا دیکر بھاگ جائے۔

تاظرین کیا ان باتوں سے نہیں معلوم ہوتا کہ آریوں کا کالج گوردھل وغیرہ کھولنے کا محض ایک
سہانہ ہے کہ جسکی اپیل پرچوش لفاظ میں کی جا کر قوم سے خستہ دلایا جاوے اور اس طور پر کوئی معقول
رقم یا روگوئے ہاتھوں میں آجاوے کہ وہ من مانی کھیل طیس چنانچہ گوردھل کے نام سے جو ڈیڑھ
دو لاکھ روپیہ چندہ لالہ منشی رام صاحب دیگر چند آ رہے صاحبان کے قبضہ میں آ گیا ہے اور سپر کیا گیا
کل گیس رہے ہیں یہ ادھر کے اقتباس سے ظاہر ہے۔

اب شاید ہمارے کلج پارٹی کی طرف دار آ رہے صاحبان میری ادھر کی تحریر پر یہ کہیں کہ گوردھل والوں
نے اپر کام چاہا نہ کولے ہماری ہڈ نامی کرنی چاہی تاکہ عوام کی توجہ کو کالج کی طرف سے ہٹا کر گوردھل
کی طرف مبذول کریں ورنہ دراصل کالج میں کوئی نقص نہیں ہے۔ اسلئے میں انکی اس بات کو رد کرنے اور
تاظرین کے رو بہد انکی کافی پول کھولنے کو لئے ذیل میں ایک مضمون خود انہیں کے اخبار کی

نقل کرتا ہوں ہیں وہ بچاپے خود اقرار کر رہے ہیں کہ دیانند کے نام سے جو کالج قائم ہوا، ہر سید علم پر کار
جو بگ نکلے ہیں وہ دیانند کے مخالف اور وید و پشہری اور فداقی اور انیوالثابت ہوتے ہیں مگر اس
کو جانکر بھی کارکنان کالج کمیٹی اس لاء علاج مرض کو درپیش کر سکتے۔

دیانند اینگلو ویدک کالج لاہور کا اردو اخبار ہفتہ وار آریہ گزٹ شائع ہوتا ہے جس کے پرچہ مورخہ
۲ نومبر ۱۹۲۷ء میں ایک مضمون بنجاب متباد ہاکرشن جی دیکرازیڈ لٹو کا کارکنان کالج اچھا ہے
جسے ذیل میں نقل کرتا ہوں (یہاں بریکٹ میرے انہیں)۔

دیانند اینگلو ویدک کالج میں سنسکرت کی تعلیم اور اس کا طلباء پر اثر۔ اس جگہ پر پہنچ کر دیانند
کالج کے لئے ایک گزٹے امتحان کا (موقع) آجاتا ہے۔

یونیورسٹی کی ڈگریاں حاصل کرانیکے لئے دیانند کالج اس بات پر مجبور ہوتا ہے کہ وہ اپنے طالب علموں
کو ادیشد اوسی ڈھنگ پر پڑھاوے جس طرح سیر کہ فنکار چار یہ نے انکو سمجھا ہے (یعنی دیانند کا مکمل
خلاف) اپنے طالب علموں کے دلوں میں اس بات کو بٹھلاوے کہ ادیشدوں کی تعلیم نوین ویدانت
(دیانندی ویدک اصول کی محنت مخالف یعنی شنکر فالاسفی کے موافق ہے۔ رگ وید کو چنے
ہوئے حصوں کو سائن آچاریہ کو بھاشیہ کے مطابق پڑھاوے اور اس تعلیم سے طلباء کو تباہ دے کہ ویدوں
میں سچ سچ ان مضامین کا بیان ہے کہ جنکی تعلیم ان کو دے دیتی ہے (مثلاً یہ کہ گوریکامورت سے
صحبت کرنا یا برہما جی کا اپنی لڑکی سے زنا کرنا لکھا ہے اور اسکا بھرنی ہو کر سیاگنا گران کا سرنی بن کر
اسکو پڑنی کی کوشش کرنا وغیرہ) اگرچہ آریہ سراج اپنی ساری طاقت یہ دنیا بجا رہا ہے کہ سائن آچاریہ
اور ہندو کی تفسیریں ٹھیک نہیں ہیں تو بھی دیانند کالج کو مجبوری سے ان تفسیروں کو تسلیم
اور ٹھیک ہوئی کی تعلیم دینی پڑتی ہے (شاباش! اپنے مذہب کے بڑے بگ دیانند اور ویدوں
کو راہ تیلانیوالے ہوں تو ایسے ہوں) اور تعلیم اس طرح کی ہو کہ جس طالب علم اپنی زندگی کے بقیہ حصہ
میں آریہ گزٹھوں (مستند کتابوں) کو اس ڈھنگ پر پڑھنے کے لائق ثابت ہوتے ہیں اور
ویدک دھرم کے سروکار میں نہ ہو بلکہ وہ دیانند کالج میں تعلیم پا کر ویدوں
کے خلاف ہو جاتے ہیں انہوں نے ہوں آپ جیسے مہاتما صاحب تمام ہند
کو گمراہ سمجھ کر قوم کی شد ہار نہیں نہیں بلکہ تمام دنیا کو راہ راست پر پہنچانیکا ٹھیکار چکے ہیں تو

اور کیا ہونا تھا) خواہ یہ کہ دیدوں کو پورے علماء کی مانند ایک ٹکی سمجھتے ہیں (تو ان کا لہجہ کو تعلیم یافتہ
نوجوانان کو میں یہ صلاح دیتا ہوں کہ سب اصول زندگی بسر کرتے ہوئی اپنی زندگی نہ خراب کریں ورنہ
جبکہ دیدوں کی حقیقت انکو معلوم ہو چکی تو اب کسی دوسرے مذہب کی شہین بیویں چنانچہ لہجہ
کا دروازہ انکے لئے ہر وقت کھلا ہوا ہے) از دینا چہ بندی سوانح عمری سوامی دیانند صفحہ ۲۰
۲۱۔ رام بلال صاحب شاردا ۱۱ ج ۱ ص ۲۰۰۔

ماظرین! اب تو آپ یقین کر لیا ہو گا کہ یہ سماج کی دونوں باڑیاں کامیابی سے کوسوں
دور رہ گئیں کیا اور کے صفوں سے بڑھ کر بے شرمی کا اظہار کسی کسی سوسائٹی قوم یا مذہب کے لیڈر
کی جانب سے دیکھا سنا گیا ہی جو آریکچر صاحبان میر پر ہاتھ ٹپک کر حاضرین کو بوں مخاطب کیا
کرتے ہیں کہ یہ ای آر یہ قوم اور شیستان نسل کے ہونہار نوجوانو! تم کس غفلت کی غیہ
سوز ہے ہو دیکھو عیسائی مسلمان وغیرہ قومیں دن و دنی رات چوکی ترقی کرتی چلی جاتی ہیں یہ
چھ کر وڑ مسلمانان اہل ہند کون ہیں! صاحبان! یہ آپکے ہی بیانی میں آپکے ہی اندر سے وقتاً
وقتاً نکل کر انہیں تلے پڑ گئے ہیں چاہے وہ تلوار کے خوف سے گئے نہ چاہے حکومت کے رعب سے
اور چاہے روپیہ کے لالچ یا کسی خوب صورت معشوقہ پر فریفتہ ہونیکے باعث گئے ہوں لیکن ہر حالت
میں وہ دھرم یا مذہب کے باعث ویدوں سے انکاری نہیں ہوتے ہیں پس اگر آپ لوگ تنہا کریں
تو انکو پھرنے پرانے دھرم میں واپس لے سکتے ہیں۔ وہ بیچارے دھرم کے پیاسے آپکی مہربانیوں
کے منتظر ہیں آپکا فرض ہے بلکہ آپکو سب کام چھوڑ کر یہ کام ہاتھ میں لینا چاہیے۔

اسی طرح دیکھیے اگر علاوہ آج ہم ملک میں ساٹھ لاکھ تعداد ہندوستانی عیسائیوں کی دیکھ رہے
ہیں۔ یہ کون میں مہاشیوا یہ بھی آپکے ہی بیانی ہند میں وغیرہ وغیرہ

اکن قومی سدھار کا دم بھر نیوالے لکچراروں سے میں عرض کرتا ہوں کہ انکو یہ اوپر کا الہام ملے ہو
ہے انہیں اپنی ساری طاقت اور اپنی اندرونی حرامیوں کے دور کرنے میں صرف کرنی چاہیے
بعدہ جب وہ اس لائق ہو جائیں کہ باہر والوں کو دعوت دے سکیں تو اس وقت البتہ دوسرے
کو بھی راہ راست بتلانکی کوشش کر سکیں کیا انہیں دیدوں کے بھروسے عیسائیوں اور مسلمانوں
کو کہا جاتا ہے کہ یہ تم گمراہ ہو اور تمہاری پاک کٹ میں انسانی کتب ہیں۔ بیان آؤ۔

یہ دیکھو کلام الہی دیدہ ہاں ان سے فائدہ نہ تھا اور زندگی بیکار نہ گزار دو وغیرہ۔

جن دیدوں کی تعلیم کا ذکر دوسرے مضمون میں دیا تھا، مینگو ویک کا لچ لاہور کا ایک لڑکا ہے جس سے ایسے دیدوں کو پڑھ کر بے اصول زندگی گزارنی نہیں کو مبارک ہے میں ایسی دیدوں کا نہیں میں ہماری خیالی میں گہرے خندق (اسلام وغیرہ) میں گرے میں تو انکی ہلاکت آپس میں فکر میں غلطانہ بیان ہو رہی ہے اس لئے ملک میں ایسی ایسی خوشحالی بائون سے کیوں نفاق رکھتا ہے۔ کیا آپسے پاس اور کچھ کام نہیں رہ گیا۔

ایک آریہ سماجی نیا اخبار پر کاش لاہور نمبر ۳۴ جلد ۱۱ مورخہ ۲۲ سوری سنہ ۱۳۵۷ھ کا نمبر ۲ پر یوں لکھتا ہے۔

یہ آریہ سماج کا دھرم ستر کی حق پر کھڑا ہے اور اسکو کوئی بد مخالف خواہ وکسی ہی مذہب کیوں نہ ہو اپنی جگہ سے نہیں ہٹا سکتا۔ یہ سماج کو اپنے عقاید کی مضبوطی و راستی پر یقین ہے اسکو اس امر کی ضرورت نہیں کہ اپنے دھرم کی ضروری کو چھپانیکے لئے قانون کی مدد طلب کرے۔
 ناظرین! اب میں بھی دیکھنا چاہتا ہوں کہ وہ کونسی سنیہ (ہجانی) کی چٹان پر جسے کھڑی ہو کر ہمارے آریہ نوجوان جو شیلے گریجویٹ صاحب ڈیڑھ سڑ پر کاش (یہ ازاں دکر ہے میں۔
 سید یہ وہ ہی چٹان ہے۔ دستیارچہ پر کاش وغیرہ کتابوں کی تعلیم جسکی پڑمال آگے کے صفحوں میں ناظرین! اپنے کیا یہ وہ چٹان ہے جسکی چول آریہ گزٹ اخبار کے مذکورہ بالا مضمون سے کھل گئی ہے۔ کیا یہ وہ چٹان ہے جہاں دیدوں کی تعلیم پوری کرنیکے بعد بند دیا آریہ قوم کے نوجوانان دیدوں کو حد نہ ہو جائیں۔ یا یقین کرنے لگتے ہیں کہ ساین مدھر کا بھاشہ صحیح ہے یعنی دیدوں میں یہ لکھا ہو سکتا ہے کہ سورت کو گھوڑے سے صحبت کر بغیر ایشویدہ یکتہ پورا ہی نہیں ہوا کرتا یا جہاں کی تعلیم کا نتیجہ ہوا کرتا ہے کہ ویشدہ وکی تعلیم کو یوں دیدانت کے موافق ماننے کے لئے مجبور ہونا پڑتا ہے یعنی نوجوان آریہ قوم کے دلوں میں یقین ہو جاتا ہے کہ ہم خود ہی خدا ہیں (یہو اور برہم) دینیں بلکہ کیا ہے جو کہ برہم ہی چنانچہ جب وہ اپنی تین خدا کا بند ہی نہیں سمجھتے تو پھر زندگی و عبادت کیا خاک کرنیکے یا کیا جہان کی تعلیم کو عبور کرنے والے اصحاب یورپ والوں کی مانند ہی دیدوں پر دل کی آبریا کرتے ہیں۔ یا کیا یہ وہ چٹان ہے جو ہر دار کو نزدیک لگا کے کنار پر اب تو تم میرا

اور جہاں سے ایسی صدائیں ابھی سوتھوڑی بہت آئی تگی ہیں کہ وہاں کڑھبا رہو بھی سستے اول
درجہ والے بھی ۱۵ سال سے زائد عمر کے نہیں ہیں استیاء بخیر کاش میں غصیاں نکال رہی ہیں (دیکھو
جہاں تکاری :-)

ناظرین کیا ایسے بے شرموں کا کوئی اور بھی گروہ آئے نہیں دیکھا ہے جو اپنی زبان اور
قلم سے اس طرح کا قرار کر رہے ہوں جیسا کہ ریوس کے کالج کا ایڈر اوپ کے مضمون میں کر رہا ہے جس کالج
کا نام دیانند کالج ہوا اسکے کارکن یہ اعلان کرتے ہوئے نہ چکیں کہ یہاں سے جو تعلیم پائے نکلتے
ہیں وہ دیانند کی تعلیم کے خلاف ہو جائیں جس کالج کا نام دیانند ویدک (ویدوں کی تعلیم دیانند
کی تفسیروں کے مطابق دینے والا) ہوا اسکے ایڈر یہاں کیسے ہوئے ہیں پیش نہ کریں کہ یہاں
سے جو طلباء بی۔ اے پاس کر کر نکلتے ہیں وہ دیانند کی مخالفت تفسیروں کو سچا درپیش بات
کی تفسیر دل کو غلط دردی سمجھتے ہوئے وہ ویدک دھرم کے پیروکار ہونے کو بجائیے۔۔۔۔۔
ویدوں کے خلاف ہو جاتی ہیں۔ مگر باوجود ان باتوں پر جانور اور ملنے

کے بھی کارکنان دیانند کالج کے پاس کوئی علت نہیں ہے ہم چاہتے ہیں کیوں وہ کالج والوں کو
ایسی کیا مجبوری پڑی ہو وہ کونسا علاج مرض پیدا ہو گیا ہے جس کا ہم کیلئے تو مہر و تپ یہ مانگا گیا
تھا وہ کیوں نہیں پورا کرتے اگر وہی دسٹی کی ڈگریاں حاصل کرانیکے لئے لگو اس قدر اسے خیالات
اور اصولوں کو خلاف چلنا اور کائنات کا ٹون کرنا پڑتا ہے تو کیا وہ یونیورسٹی کی ڈگریوں کو بارے
طاق نہیں کھو سکتے ہندوستان میں سیکڑوں کالج سکول ایسوپڑے ہیں جو باشندگان ہند کو
یونیورسٹی کی اعلیٰ سے اعلیٰ امتحان دیم اسے وغیرہ پاس کر رہے ہیں پھر گراہک دیانند اینگلو
ویدک کالج لاہور اس کام کو اپنی ہاتھ سے باہر کر دیتا تو کیا ہرج تھا یا کرنے سے جہاں اسے
الزاموں سے بچ کر دیر کا چھینکا جھینکے کوئے مجبور نہ ہونا پڑتا وہاں ہمیں گزشتہ بیس سالوں
سے ہر شے ہر شے تک کو تجربہ کا نتیجہ دیکھنے کو مل جاتا اور یہ ہر ہر جہاں کہ اگر بھی میں
بوجہ وہی تفسیر وید پرہ کر جو ان تعلیم یافتہ اہل ہند ویدوں کے خلاف ہو جاتی ہیں تو دیانند کی ہتار
کے مطابق تعلیم دی جانے پر اور ان ہی کی تفسیر کے پڑ جائیے کہ سست داب طلب اس قدر
ویدوں کے موافق بن سکتے۔

ناظرین! کیا دیا نڈکالج لاہور۔ دباؤں کے لئے ایسا کن شکل تھا۔ کیا ہمیں دنیا کی تواریخ میں
 نظیریں نہیں ملتیں کہ جنہوں نے جس بات کو مذہب کے موافق اور سچا دھرم سمجھا (پا ہے وہ دراصل سچا ہے
 ہوتا نہیں) وہ اس بات کو ترک کر نیکی کی ہرگز تیار نہ تھے چاہے دوسری دنیا اور دوسرے وجود و کر۔ خود آریہ
 لکھاروں کو نرزد اور الفاظ میں یہ کہتے ہیں لئے سننا ہے کہ ہزاروں کشتریہ عورتیں اپنے خاوندوں
 کے جنگ میں قتل ہونے سے قبل آگ میں کود پڑیں اسلئے کہ کہیں ان کو کائنات کے خلاف
 برتاؤ کے لئے مجبور نہ ہونا پڑے ہزاروں لئے اپنے معصوم بچوں کو اپنے ہاتھوں سے قتل کر دیا
 اسلئے کہ وہ انکے دھرم کے خلاف عمل کرنے پر مجبور نہ ہوں کتنے ہندو مسلمانون نے فقہ
 کشی یا اور طرح کی مصیبتوں سے جان دے دیا لیکن جس بات کو انہوں نے اپنا دھرم سمجھا اسکو
 ترک نہ کیا پرنہ کیا اگر اب آپ کو سامنی ایک ایسی جماعت بھی موجود ہے جو کلمہ پڑھتی ہے آریہ (افضل
 فرض کرتے ہوئے باقی تمام سنسار کی قوموں اور مذہب کو تو گمراہ سمجھتے ہیں لیکن جسکو عمل و فعل اس میں
 کہ تو م سے اپیل تو یہ کرتے ہیں کہ دیانند (جسکا نام اسکی علمی لیاقت اور مذہبی کاموں وغیرہ کے پیش
 ہندو میں مشہور ہو گا تھا) کی موت کی یادگار میں ایک کالج قائم کیا جائیگا جس میں دیہوں کا سبق
 پڑایا جائیگا وغیرہ۔

اور جبکہ چار پانچ لاکھ روپیہ ہاتھ میں آگیا اور کچھ لوگوں نے دیکھ بھال شروع کی اور پیچھے پڑے کہ وہ
 دیدوں کے پڑے ہوئے طلباء کو قوم کے روبرو پیش کر دے کہ دیکھیں تو یہی کہ ہندو قوم کا ہندو
 سرمایہ صرف ہو کر کیا پھل لایا تو لوگے باتیں بنائے کہ وہ سب طالب علمان تو دید کے مخالف
 ہو گئے ہیں اور ہم (کارکنان کالج) پورا یقین رکھتے ہیں کہ ہم دیدوں کے مخالف پیدا کرنے میں کامیاب
 کہ جیو اور برہم دونوں ایک ہیں بندہ اور خدا دونیں پس ہم خود ہی خدا ہیں (کی تعظیم دینے
 اور باوجود آریہ سماج کے اپنی ساری طاقت سے یہ ڈنکا بجائیکے کہ سائن اور مہیدھر کی تفسیریں
 ٹھیک نہیں ہیں اور ہمیں کو طلباء کے دماغ میں حزب کرانہ وغیرہ میں اپنی دھرم (جسکو ہم نے
 دھرم مانا ہوا ہے) کو خلاف کر رہے ہیں اور ہمارا عمل اپنے کائنات کے بالکل خلاف ہے وغیرہ
 ناظرین! کیا اب آپ بھی ان آریہ (افضل انسان) لفظ کو بدنام کرنے والوں کو دھرم آتما
 (نہی) سمجھیں گے۔ کیا ایسی مجبوری بیان کر نیکی بجا کالج کے لیڈران کو (در اصل کوئی ایسی مجبوری

ہوتی تو چلو بھریانی میں ڈوب مرنے نہیں چاہیو تھا وہ کس منہ سے یہ کہنے کو لئے تیار ہوتے ہیں کہ جن
ویدوں کی فضیلت کے بھروسے ہم مسلمانوں اور عیسائیوں کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ اپنا مذہب
ترک کر کے ہمارے مذہب گردیں جا دیں اور انکی تعلیم اگرچہ ہمارے اپنی انتظاموں کے مطابق دیکھائی ہو
جس میں کسی دوسرے کا ذرا بھی دخل نہیں کیونکہ دیانند کالج لاہور مدادی بھی نہیں بلکہ بالکل پرائیویٹ
کالج ہو نیکیا فخر کہتا ہے لیکن تاہم بھی اس ٹکساں سے ویدوں کو مخالف ہی ٹھہرائے جاتے ہیں اور بھلا وہ
عیسائیوں اور مسلمانوں کو بد کر کیا کریں گے۔

کیا ایک طرف انہیں اور قرآن شریف سے منکر بنا کر دوسرے لطیف انہیں ویدوں خواہ وہ کیسے ہی ہوں
مگر سہاروں کے خیال میں ہیں تو آسمانی کتاب میں جس پر ایمان رکھتے ہو کم زکم انکا کائنات جس کی جہتی سے
منکر تو نہیں ہوتا، کا مخالف بننا بھی یہی صلح شہری ہے۔

ناظرین! اب آپ کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ نہ تو آریہ سماج اپنے اصولوں اور تعلیموں کی خرابی اور کمزوری
بجائے بھید و مختلف ہو گئے مختلف خیالات، کو ہی دور کر سکا اور ہی اسکی نہی ٹیوشنوں سے اسکی کچھ
فائدہ ہوا، بلکہ سکو لیڈران کا خود قول ہے کہ نقصان ہوا (یعنی ویدوں کو مخالفوں کی تعداد بڑھنے لگی)
بیس کیا اب بھی آپ کو اس بات میں کچھ شک ہو کہ آریہ سماج ناکامیاب ثابت ہو رہا ہے۔

اور اب آخر میں یہ بھی مسئلہ دینا چاہتا ہوں کہ ایسی حالت کیوں ہے۔ اوپر میں بیان کر چکا
ہوں کہ اصولوں کی کمزوری کو دور کرنے میں لیڈران آریہ سماج نے شروع سے ہی توجہ نہیں کی اسکی وجہ
یہ کہ انکو نئے سکول کالج وغیرہ جاری کرنے اور انکو چلانے میں اپنا سارا وقت لگانا پڑا اور اب
نہایت خود قرار کر رہے ہیں کہ کالج کی ٹکساں سے ویدوں کے مخالفین کی تعداد بڑھ رہی ہے
تو بھلا نہ تو پتہ ہے کہ یہ بڑھ کر کتنے ہیں اور نہ وہ ضابطہ (لونی کونسی کی ڈگریاں حاصل کرانے کا خط)
سنبھالتے ہیں جسکو دست وید پڑھنے کا حق ہے۔ بس اسکی وجہ کو ناظرین غور سے
پڑھیں اور وہ یہ ہے۔

آریہ سماج کی دونوں یا ریشیاں در تمام ہندوستان کے آریہ لیڈران کی ساری طاقت
اس بات پر مبنی ہوئی ہے کہ ہندو قوم کے ممبران اسکے دیر سے باہر نہ نکلنے پائیں (یعنی عیسائی
مسلمان نہ ہونے پائیں) اور جو ہوئے ہیں انکو ان مذہبوں کا کھنڈن نہ کیا جا کر واپس چلے آئیں

کوشش کی جاوے اتنا ہی نہیں بلکہ پیدائشی مسلمان اور عیسائی بھی اگر ویدوں کی شہرت لینا چاہیں تو ان کے لئے بھی دروازہ کھول دیا جاوے چنانچہ اب بہت عرصہ کے غور و خوض کے بعد یہ آخری دروازہ بھی کھول دیا گیا اور چند شہرت پسند اصحاب سینے داخل بھی ہوئے ہیں۔

اس مطلب کیلئے اس بات کی بہت ضرورت تھی کہ کچھ سکول کالج آریوں کے بیچ انتظام میں آجاوے تاکہ وہ ہندو لڑکوں کے دماغوں میں کہیں سے ہی یہ بات ٹھونس دیوں کہ مسلمانوں اور عیسائیوں کے مذاہب خاص خاص سالوں کے ایجاد کردہ ہیں مگر وید کلام الہی ہیں۔ یا اور سب مذہبوں کی کتابیں وہیں ہزار سالوں سے ادھر کی ہیں جبکہ وید قریباً دو ارب سالوں کی پرانی ہیں۔ اور پس انکو خوب بچتہ کر دیا جاوے کہ چاہے کچھ ہو مگر وہ کبھی یہ خیال تو بھول کر بھی نہ کریں کہ دوسرے مذہبوں میں بھی کچھ سچائی ہے۔ اور اسطور پر جہاں وہ خود ہندو دیرم کے دائرہ سے باہر نہ جاویں وہاں وہ جوان ہو کر زندگی میں داخل ہونے پر اس بات کیلئے بھی ہاتھ پاؤں مار تے ہیں کہ عیسائیوں مسلمانوں کو اپنا ساتھی بنا سکیں۔

اور یہ ہی وجہ ہے کہ باوجود اس بات کے جاننے کے بھی کہ دیانند کالج لاہور کے طلباء وید و نکا وہ مطلب سمجھنے کا موقع نہیں پاتے جو دیانند کی تفسیر سے ظاہر ہوتا ہو نہ تو اس کالج کو توڑا گیا اور نہ یونیورسٹی سے منہ موڑا گیا کیونکہ یہ فرض کر لیا گیا ہے کہ چاہے وہ ویدوں کے کتنی ہی مخالف ہو جاویں مگر عیسائی مسلمان وغیرہ غیر مذاہب سے انکو دلوئیں اس قدر نفرت دلا دی جائے کہ کبھی کہ وہ اس منہ سے تو مخاطب ہی نہ ہونگے اسکو علاوہ ہزاروں طالب علموں میں صرف چند ایسے ہونگے جو ویدوں کی حقیقت سے پوری واقف ہو کر مخالف بن سکتے ہیں یعنی صرف وہ طلباء جو ایف۔ اے۔ اور بی۔ اے میں دوسری زبان سنسکرت رکھتے ہوں یا یوں کی بعد از خواہ مخواہ بہت کم ہوتی تھی کہ انکو پنجاب میں سنسکرت پڑھنے والوں کی بہت کمی ہے اور غالباً طلباء سے بھی زیادہ فارسی ہی کو دوسری زبان رکھتے ہیں۔

چنانچہ اس میں شک نہیں ہے کہ اس کوشش میں وہ کسی حد تک کامیاب بھی ہو گئے اور آریوں کے لڑکے یا دیگر ہندو لڑکے جنھوں نے آریوں کے سکول کالجوں میں تعلیم پائی ہے چاہے سنسکرت کا ایک حرف بھی نہ جانتے ہوں اور انہیں خاک بھی پتہ نہ ہو کہ ویدوں میں کیا

چونکہ ہمارے ہاں ہر حالت میں وہ عیسائیوں اور خاص کر مسلمانوں کو صلواتیں سننا تو خوشی سمجھ لیتے ہیں چنانچہ ایک نئے اخبار کرنا کرڈیٹر اور اپنی جماعت کرڈیٹے ہونہار نوجوان تعلیم یافتہ بابو صاحب کی عبارت ذیل میں بطور نمونہ اخبار پر کاش مذکور کے اسی مضمون کے سلسلہ سے نقل کرتا ہوں
(دیکھو پر کاش لاہور مورخہ ۲۸ جنوری ۱۹۱۴ء)

..... لیکن معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے مسلمان بہائی کو اپنے عقاید کا بودا پن ظاہر ہو گیا ہے اور فریاد ہی وجہ ہے کہ وہ ذرہ سی بات پر بھی جھٹ نہ صرف ہانگی دھن ہی دیتے ہیں بلکہ اسکو جلیں میں بھی لے آؤں گے لیکن ہم اپنے بہائیوں کی خدمت میں عرض کر دیوں کہ عدالت سے رجوع کرنا ان کے حق میں مفید ثابت نہیں ہو گا۔

اے آریہ سماج کے ہونہار نوجوانو! اگر آپ خوش قسمتی سے اس کتاب کو پڑھیں تو میں اسوجہ سے کہ آپ کا ایک سچا خیر اندیش ہوں آپ کو یہ نیک صلاح دیتا ہوں کہ آپ مسلمانوں کے عقاید کے بودا پن کی فکر میں غلطالہ و پچھال کیوں ہو رہے ہیں۔ اس بارہ میں اس قوم کے علماء خود ہی سوچنے سمجھتے رہیں گے۔ آپ یہ تو بتلاؤ کہ آپ کو کچھ پہلے گھر کی بھی خبر ہے۔ آپ کو یہ بھی پتہ ہے کہ آپ کے پاک شری نہیں ہیں بلکہ مہرشی کی مغتوں بدن محقق لوگوں کی نظروں میں کستور گھٹی یا بڑھتی جاتی ہے جن لوگوں نے سوامی دیانند پر سوتی مہاراج کی تصانیف کے اوراق اوٹنے میں برسوں صرف کر دیں ان سے جا کر ذرہ پوچھ دیکھئے کہ وہ سوامی جی کو کس وقعت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور آریہ سماج کو آپ کے قول کے مطابق سستی کے چٹان پر کھڑا ہوا سمجھتے ہیں یا کافی وجوہات و معقول حوالہ جات (مثلاً سکریٹریوں اور غیرہ کے ذریعہ یہ یقین کرنے کو مجبور ہیں کہ وہ بابو کی بہت پر کھڑا ہے جس کے کرنے میں صرف اس قدر دیر ہی ہے کہ سنسکرت تعلیم کی اسکے ممبروں میں کی ہے۔

آپ دوسروں کی فکر میں کیوں اپنا وقت خراب کر رہے ہیں۔ کیا آپ کے پاس اور کچھ کام نہیں رہ گیا کیا آپ کو اپنے اندرونی جھگڑے پٹانے میں سارا وقت اور طاقت صرف کرنا ضروری نہیں۔ کیا آپ کو سوامی دیانند کے من مانے اصولوں کو اپنے قدیم آئرش معتبر دستند کتابوں سے جانچ پڑتال کرنے اور سستی کو تباہ کر کے سستی کو قبول کرتے ہوئے شرم آتی ہے کہ ان سب امور کو جو کہ آپ کی سماج کے لئے ضروری اور نہایت اشد ضروری ہیں چھوڑ کر عیسائیوں مسلمانوں کو راہ راست بتلا سکی فکر میں

پریشان ہوتے ہوئے چلخانوں کی سیر کر رہے ہیں۔

اچھا! اگر آپ کے پاس اور کچھ کام نہیں ہے تو لیجئے میں آپ کے حضور میں چند اوراق پیش کرتا ہوں آپ انکو اونٹنے انکو بھیجیے ایک ادنیٰ انسان کے قلم سے نکلا ہوا خیال کریں کہ زیدی مت سمجھئے بلکہ اسلمی انکو بغور پڑھئے کہ ایک شخص آپکی سماج میں سولہ سال رہ کر اسکا پورا تجربہ حاصل کر کے بعد اپنے آتما (کائنات) کی شانتی اور اس میں نہ پا کر آپسے جدا ہوتا ہوا آپکے مہرشی کی تصانیف پر ایسے اعتراضات کی بھرمار کرتا ہی جسکو وہ نیک نیتی سے سمجھتا ہے کہ آپ مہاشیوں کے پاس انکی تردید کا مصالحہ تیار نہیں ہے پس اگر آپکو اور کچھ کام نہیں ہے تب تو ضرور ہی اس جانب متوجہ ہو جائیں لیکن اگر آپکو اور ضروری کاموں سے فرصت نہیں ہے تاہم بھی کچھ وقت نکالیں اور اپنے پیچھے تیشی یعنی خیر اندیش (مجھ خاکسار) کی آواز کو نقار خانہ میں طوطی کی صدا مت بنائیں اور جو اعتراضات پیش کئے جاتے ہیں انپر غور و خصوص کیجئے جن کتابوں کو پڑھنے سے انکی تردید کی جاسکتی ہوں انکو منگاؤ، سو اور مطالعہ فرمائے اور اگر آپ سنسکرت نہیں جانتے تو اول کسی قدر سنسکرت ہی پڑھ ڈالیں جو کہ ہرگز بھی مشکل نہیں ہے بشرطیکہ آپ پرانے فیشن کے کھوسٹ پیڑ توں سے اسے پڑھنا نہ شروع کریں بلکہ سکولوں میں جس طریقے پر پڑھایا جاتا ہے اسی طریقے پر پڑھنا شروع کر دیجئے اور میں سمجھتا ہوں کہ ایسا کرنے سے صرف ایک سال میں آپکو اس قدر ریاضت ہو جائیگی کہ آپ سوامی دیانند کی غلطیوں کو تو ضرور سمجھنے کو لائق ہو جائیں گے۔

اور نہ ہی تو آپکو اسلئے بھی سنسکرت پڑھنا ضروری ہو کہ سوامی جی کی یہ خامن ہدایت ہے لیکن اگر آپ کسی طرح پر بھی سنسکرت علم کو خود حاصل نہیں کر سکتے تو معنویت اور منصف مزاجی کی یہ بات ہے کہ اس کتاب میں جو اعتراضات پیش کئے جاتے ہیں انکی پڑتالی کر نیکی لے سنسکرت تو نہ جانتے کے نفی معنی کسی سنسکرت دان صاحب کے ضرور دریافت کیجئے خیر انکو فائدہ کی بات سمجھیں پھر بتائیں کہ پڑھنا چاہتے ہیں تو آپکی عین مہربانی ہو ورنہ آپکی معافی عرض کر دینا ہمارا کام تھا۔ انی اوم شانہ

عبدالعزیز پٹو

المعرفہ جگہ مبارکباد۔ درماد سابق آریہ ایشیک ملک برہما ولد نشی سورج پرشاد صاحب مرحوم کے محلہ شروہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آریہ سماج کی پوجا

پریشور سربشکتی مان قادر مطلق ہر

لفظ سربشکتی مان کے معنی ہیں وہ سب طرح کی طاقتوں والا، یا قادر مطلق۔ ہر مذہب جو خدا کی سستی کا قائل ہے اس بات پر اتفاق رکھتا ہے کہ وہ پاک پروردگار قادر مطلق ہے۔ ہماری طاقتیں عقل اور سرب ایک باتیں محدود ہیں لیکن اوس پریشور کی طاقتوں میں کوئی حد نہیں لگائی جاسکتی جہاں تک میری واقفیت ہے سوائے ناسکتوں و منکر خدا کے دوسرے کوئی ایسے مذہب یا قوم منصفہ نہیں ہے۔ دیکھی جائیں جنہوں نے خدا کی خدائی میں بھی کچھ شک کیا ہوا اور اس قادر مطلق کی طاقتوں کو محدود کر نیکی کوشش کرتے ہوئے گنہگار بنے ہوں لیکن ناظرین یہ سنکر تعجب نہ کریں کہ اب ایسے ایسے لوگ بھی پیدا ہونے لگے ہیں جو ملک و قوم کے ریفارمر بنیں نہ ہوں شے بلکہ مہرشی تو سمجھ جاتے ہیں مگر وہ ایسے خیالات پیدا جاتے ہیں جو آئندہ نسلوں کو دوزخ میں لے جائیکے لئے بنی بنائی سیڑھی کا کام دیویں۔

لیجئے ناظرین سنئے! آریہ سماج کے مہرشی یعنی سوامی دیانند مسر سوتی مہاراج نے ہی شاید دنیا میں سب سے پہلے یہ ہمت کی ہے کہ اتہاہ سمندر کی تہاہ لیویں ناسلوم آسمان (آکاش) کو اپنی اذنان سے تاپ لیویں ہے پایان میدان کا آخری سرادر یافت کر لیویں چنانچہ انہوں

اسلامی احکامات کے تحت اگر کسی نے کسی کو مارا تو اس کی سزا موت ہے۔

نے کوشش کی انوکھی یوگ لہ کے ذریعہ اس انوکھی معلومات کو حاصل کر کے اس کا اب لباب ہم کو
کے فائدہ کیلئے بخش گئے ہیں جو کہ حسب ذیل ہے۔

اردو ستیا رتھ پرکاش صفحہ ۲۸۱ سطر ۲۱ پر یوں لکھا ہے

” ۱۳ سوال۔ جب پریشور قادر مطلق ہے تو وہ علت، وجہ کو بھی پیدا کر سکتا ہے و اگر
نہیں کر سکتا تو قادر مطلق ہی نہیں ہو سکتا۔

جواب۔ قادر مطلق لفظ کے معنی پہلے لکھے آئے ہیں مگر کیا قادر مطلق وہ کہلاتا ہے جو ناممکن
بات کو کر سکے۔ اگر کسی ناممکن بات یعنی علت کے بدون معلول کو کر سکتا ہے تو کیا بغیر علت

دوسرے پریشور بھی پیدا کر سکتا خود مر سکتا اور غیر ذی شعور، دیکھی بغیر منصف، ناپاک اور بدکار
وغیرہ ہو سکتا ہے یا نہیں؟ جو قدرتی اصول ہیں مثلاً، آگ، گرم پانی، ٹھنڈا، اوشن وغیرہ تمام

غیر ذی شعور ہیں انکی طبعی صفت کو پریشور بھی نہیں بدلت سکتا اور پریشور کے اصول ہیں، درمکن
ہیں اسلئے ان میں تبدیلی نہیں کر سکتا پس سرشکتی مان (قادر مطلق) کے معنی صرف اسی قدر

ہیں کہ پریشور کسی کی مدد کے بغیر اپنے سب کام پورے کر سکتا ہے۔
پھر اردو ستیا رتھ پرکاش صفحہ ۲۸۵ پر (ساتواں سلاخ) دیکھئے

” ۱۴ سوال۔ ایشور سرشکتی مان (قادر مطلق) ہے یا نہیں۔ جواب۔ ہے لیکن جس طرح
تم فقط سرشکتی مان کے معنی سمجھ ہوئے ہو اس طرح نہیں لفظ سرشکتی مان کے معنی محض

یہی ہیں کہ ایشور اپنے کام یعنی پیدائش پرورش فنا وغیرہ کرنے اور تمام جیوں کے پُپ
پاپ کے متعلق آئن کو واجب طور پر چلانے میں کسی ذرہ بھی، مدد نہیں لیتا یعنی اپنی طاقت
غیر متناہی سے اپنے کل کام کو انجام دیتا ہے۔

” ۱۵ سوال۔ ہم تو ایسا مانتے ہیں کہ ایشور جو چاہے سو کرے۔ کیونکہ اسکے اوپر دوسرا
کوئی نہیں ہے۔ (جواب) وہ کیا چاہتا ہے۔ اگر تم کہو کہ وہ سب کچھ چاہتا ہے اور کر سکتا

ہے تو ہم تم سے پوچھتے ہیں کہ کیا پریشور اپنے آپ کو مار سکتا ہے بہت سے ایشور بنا سکتا ہے
خود بے سلم ہو سکتا ہے چوری بدکاری وغیرہ پاپ کے کام کر سکتا ہے اور دیکھی ہو
سکتا ہے۔ یہ کام اگر ایشور کے صفات فعل اور عادات کے خلاف ہیں تو تمہارا یہ قول کہ وہ

سب کچھ کر سکتا ہے کبھی صحیح نہیں ہو سکتا اس صورت میں لفظ سرب شکتی مان کے معنی جو ہم نے بیان کئے ہیں وہی ٹھیک ہیں۔

ناظرین! یہ ہے عبارت "ریہ سراج کے مہرشی کی۔ اور اب آپ نے سمجھ لیا ہو گا کہ آریون کا خدا کیسا محدود طاقت والا ہے۔ میرے خیال میں سوامی جی کو آریون کے دشمنیوں (قاعدوں) میں سے دوسرے نیم میں پریشور کی صفاتوں کے زمرہ میں لفظ سرب شکتی مان کے بجائے "پرست شکتی مان" (محدود طاقتوں والا) استعمال کرنا چاہیے تھا۔ سوامی جی اپنے اس نیم میں تو پریشور کو سرب شکتی مان کہہ دیتے ہیں لیکن پھر گول میوں تشریح کر کے چاہتے ہیں کہ لفظ سرب کے جو کچھ معنی ہیں وہ قائم نہ رہنے پا دیں لیکن اُل کو "آریہ" یاد نہ تھا کہ وہ کسی زبان کے لغت میں کوئی تبدیلی کر نیکا استحقاق ہرگز نہیں رکھ سکتے ورنہ وہ ایسی فضول کوشش میں کامیاب ہو سکتے۔ ہمیں کیا ضرورت ہے کہ کسی لفظ کے معنی دریافت کرتے ہوئے ہم کسی خاص تشریح کے پابند نہیں ہر ایک زبان کے لفاظ کے معنی سمجھنے کا یہی قاعدہ کلیہ ہے کہ اُس زبان کو لغت سے اُس لفظ کے معنی سمجھے جا دیں پس لفظ سرب شکتی مان کے معنی ہم لغتوں میں یہی پائیں گے سب طاقتوں والا نفسیہ شد۔ ایک گنور سے گنوار درجہ اہل ت جابل اہل ہند کو یہ ہندی فقرہ۔ سب طاقتوں والا۔ یا سب کیتوں والا۔ سنا دیا جاوے اور اُس سے پوچھا جاوے کہ اس فقرہ سے وہ کیا سمجھتا ہے تو میرا خیال ہے کہ بلا پس پیش اُس کے منہ سے یہی نکلے گا کہ اس کا یہ مطلب ہے کہ جو سرب شکتی یا طاقت والا ہے وہ جو چاہے کر سکتا ہے اُسے ہر ایک طرح کا پورا اختیار حاصل ہے دوسرے کا محتاج نہیں ہے۔ وغیرہ۔

پس میں اسی معنی کو منظور و قبول کرنا لازم ہے اب "ریہ صاحبان" بھی ہیں کہ جابل اور گنوار دن کی بھی اچھی شہادت ہے دوسرے اگر وہ نہیں سے نماز عہ فیہ معاملات طے کرانے میں تو عالم فیضوان سے استغفارے و اور تمام مایہ سرب ریون کو جلد ڈالو۔ وغیرہ۔

پس انکی خدمت میں یہ عرض ہے کہ یہی تو ہمیں بھی افسوس رہ گیا کہ آپ مہرشی کے پاس نہ معلوم کیسا نادان معترض بر وقت بیٹھا رہا کرتا تھا کہ جن سواریات کا سوامی جی جس ڈھنگ پر جو پوچھنا چاہتے تھے وہ سے ہی مختصر اصرار تو کر دیتا تھا اور جب سوامی جی کا جواب ہوتا

لگتے تھے تو وہ خود ہی خاموش ہو جایا کرتا تھا چنانچہ اوپر کا سوال جب اُس نے کیا کہ دوسم تو ایسا مانتے ہیں کہ ایشور جو چاہے سو کرے؟ اور سوامی جی نے من مانا جواب دے دیا تو اب وہ حضرت خاموش لبس آگے کوئی سوال ہی نہیں سمجھتا دراصل وہ ان کوئی محترم تو تھا ہی نہیں۔ اگر کوئی تھا تو وہ سوامی جی کے دل کے اندر ہی تھا اگر وہ محترم مجھے صلاح لیتا تو میں اُس سے یہ کہتا کہ بھلے آدمی! اب سوامی جی سے یہ سوال کر دو کہ اسے مہرشی مہاراج! یہ جو کچھ آپ فرماتے ہیں اسکا الہام خاص آپ ہی پر ہوا ہے یا کہیں کسی وید شاستر میں بھی ایسا لکھا ہوا ہے۔ اور پھر دیکھتے کہ سوامی جی اپنی رائے کی تائید میں کہاں سے چرمان نکال کر پیش کرتے۔

اب آریہ صاحبان سے ہی اوپر کا سوال میں کرتا ہوں۔ کہ کیا سوامی دیانند کے کہنے سے ہی ہم تسلیم کر لیں کہ یہ ان کا قول دیدون کے موافق ہے یا کہیں کسی معتبر مستند کتاب میں ایسا لکھا بھی ہے۔

اے آریہ سماج کے لیڈران سنسکرت دان پندتان او پیشکان و دیگر سفست مزاج محقول پسند سوچنے سمجھنے والے صاحبان! آپکی خدمت میں میں عاجزی کے ساتھ یہ عرض کرتا ہوں کہ آپکو اس مسئلہ کی پوری چھان بین کرنی لازم ہے۔ میرا صدق دل سے یہ خیال ہے کہ جس کے لئے کافی وجوہات ہیں کہ پریشور پر ہم پر ماتما کی صفوں کو جس طرح دیا منڈنے پا کمال کیا ہے انہیں کو ہمیں اپنے دلیغ میں جذب کرنے کے بیشک بڑا بہار ہی پاپ (اگر پاپ کوئی شے ہے تو) ہو گا۔ اس بارہ میں دیانند کی تعلیم کسی مستند کتاب یعنی آرش گرتھون کے موافق نہیں ہے اور سوامی جی نے بھی کہیں سے کوئی حوالہ اپنے موافق نہیں پیش کیا۔ لیکن تسبیح بھی اگر آپکو ہوش نہ ہو اورستیہ کا گرہن کر کے منوہریم و کھپ اصول کو ہر زبانی جمع خیر تک محدود رکھنا چاہئے ہوں تو آپکی مرضی۔

ناظرین! میں آریہ سماج کے مجاہد اصحاب کو پہنچ کرتا ہوں کہ شرتی (چار روید) شرتی (منو شرتی) اور شند (دش مستند کتابیں جنکو سوامی جی نے مانا ہے) یا درشن (دیدانت وغیرہ) چھ شاستر جنکو سوامی دیانند سرونی مہاراج نے مستند مانا ہے، سے حسب ذیل عبارت کے مترادف

فقرے نکال کر دکھلا دیں۔

(۱) پریشور نامن بات کو نہیں کر سکتا (۲) علت کے بدون معلول (کارن بغیر کاریہ) کو نہیں پیدا کر سکتا (۳) جو قدرتی اصول میں مثلاً آگ گرم پانی ٹھنڈا انکی طبعی صفت کو پریشور ہی نہیں پلٹ سکتا (۴) پریشور کے اصول سچے اور ممکن ہیں اسلیے اسنہن تبدیلی نہیں کر سکتا (۵) سرشکتی مان کے صرف اس قدر معنی ہیں کہ پریشور کسی کی مدد بغیر اپنے سب کام پورے کر سکتا ہے۔

ان ادیب کے پانچ فقرہ کے لئے ایک ہزار روپیہ انعام مقرر کیا جاتا ہے جس کا مستحق وہ پنڈت ہو گا جو ان پانچوں فقرہ کے معنی کو بتلانا نوا لے سنسکرت متر یا شلوک وغیرہ صرف ادب کی مستند گزشتوں میں سے نکال کر پیش کرے ایسی کوشش کرنیوالوں کو یاد رکھنا چاہئے کہ جو حوالہ جات وہ پیش کریں گے انکی کسی تفسیر وغیرہ سے کوئی تعلق نہ رکھ کر اگر صرف اصل متر یا شلوک کے الفاظ سے ادب کی عبارت (جو کہ سوامی جی کے الفاظ میں ہے) نکل آئی تو صرف اس حالت میں ہی وہ انعام کے مستحق سمجھے جائیں گے ورنہ نہیں اور جب ایسی کوئی درخواست آجادیگی تو یہ قسم بینک میں جمع کر کے انکو مطلع کر دیا جادیگا تاکہ انکو تسلی ہو جاوے اور اس بات کے فیصلے کے لئے کہ آیا انکے تلاش کیے ہوئے حوالہ جات کے الفاظ سے وہ ہی جتنی نکلتے ہیں یا نہیں وہ صاحبان انگریز عالمان سنسکرت پنج مقرر کیے جادیں گے جنکو دونوں فریق باہم متفق ہو کر لیں گے۔

ناظرین! میں نے گزشتہ سالوں میں کئی آریہ ادیب کیوں سے یہ دریافت کیا کہ لفظ سرب غمکتی مان کے معنی و مطلب اور انکو کبھی تشریح حسب طرح کی کہ سوامی دیا تندی کی ہے اسکی بنیاد کسی مستند کتاب میں بھی نہیں کہاں ایسا لکھا ہے تو اس کا کچھ جواب نہ ملا سوا اسکے کہ وہ عقلی دلائل کی بھرمار کرنے لگے۔

اب سوال یہ ہے کہ اگر وید واپس یہ تسلیم ہوتی جو سوامی جی کے ادب کی عبارت سے ظاہر ہو رہی ہے تو کیا یہ ممکن نہ تھا کہ منو مہاراج نے یا دیگر شی ہرشیوں نے اپنی کتابوں میں اسکا ذکر نہ کیا ہو تاخیر اگر بالفرض حسب قول آریہ صاحبان ویدوں میں انت (سبہ شمار) علوم و

مضامین بھرے پڑے ہیں اور سو کتوں پر جن رشیوں کے نام درج ہیں (جنکو یوگ و پ کے منسکت
 دان صاحبان ان منتروں کے مصنف قرار دیتے ہیں) انہوں نے جس قدر علوم کو تجربہ
 پایا وہ ظاہر کیا مگر ابھی بھی حسب قول آریہ صاحبان بے شمار علوم ایسے پڑے ہیں جنکو زندہ
 کے عالم فاضل رشی لوگ ہی کوشش کر کے حاصل کر سکیں گے چنانچہ سوامی دیانند مدھ سونی مہاراج
 نے عیسلم دیدون سے یسانیا حاصل کرنے کے ہم لوگوں پر ظاہر کیا جس کا گذشتہ کسی
 رشی مہرشی کو پتہ نہ تھا تو بیشک ہمیں ان کا مشکور ہونا چاہیے لیکن سب سے پہلے ہمیں یقین تو
 دن دیا جاوے کہ سوامی جی نے دراصل دیدون میں سے ہی اوپر کے گمراہ کریموں کی تعلیم کو نکال لیا ہے
 یا یہ انکے بچ و باغ کی گڑھنت ہے۔

جہاں تک میرا خیال ہے دیدون میں سوامی جی نے یہ بات ہرگز نہیں پائی جس کے وجوہات
 یہ ہیں کہ اگر بالفرض قدیم زمانہ کے رشی مہرشیوں کو یہ الہام نہ بھی ہوا ہوتا اور اس عجیب و غریب
 تعلیم کا علم بنانے کے لئے پریشور نے سوامی دیانند ہی کو جن رکھا ہوتا تاہم بھی کم از کم یہ
 تو ممکن نہ تھا کہ وہ رشی مہرشی لوگ اس بات کے خلاف تحریر کر جاتے۔ اسی۔ موافق نہ لکھتے
 تو خلاف تو نہ فرماتے۔ لیکن وہاں تو معاملہ ہی برعکس ہے تمام ادیشدین سوامی جی کی
 اس تعلیم سے خلاف بھری پڑی ہیں۔

میں ذیل میں چند حوالہ جات ادیشدین وغیرہ سے نقل کرتا ہوں جو سوامی جی کی اس تشریح کو
 رد اور بالکل رد کر دیتی ہیں جو انہوں نے سریشکتی مان کو پرست (محدود) شکتی مان بانی
 کی کوشش میں کی ہے کہ

ہر کے باج نفرد نہیں کر اول یہ ہے "درا پریشورنا ممکن بات کو نہیں کر سکتا اب اسکی پڑتال کی جاتی ہے۔"

न ह्यस्य सते सूर्यो न शशाङ्को न पावकः ॥ ५८. गो. अ. १५ ब्रह्म. ६॥

ارتھ یہ اس (پریشور) کو سورج اپنی رشی نہیں پہنچا سکتا نہ چاند اور نہ آگ (پہنچا سکتی ہیں)
 اب کیا ناممکن سے ممکن اور ممکن سے ناممکن ہوتے ہیں کچھ شک باقی رہ گیا۔ اور یہ کہ اتول گتیا
 میں شری کرشن جی کا ہے جنکو آریہ صاحبان یوگیوں کا سترائے نشت ہیں چنانچہ وہ فرما رہے
 ہیں کہ گرچہ سورج کا کام روشنی اور گرمی دینے کا ہے لیکن وہ تمام دنیا داروں کو ہی ایسی روشنی

پہونچا سکتا ہے مگر پریشور کے دربار میں روشنی پہونچا نہ سکی کوشش میں اسکی طاقت زایل ہو جاتی ہے پس کیا سورج کا روشنی پہونچا نا جو کہ ممکنات سے تھا پریشور کے دربار میں ناممکن نہیں ہو گیا اسی طرح چاند اور آگ کی بھی ممکن طاقتیں وہاں ناممکن ہو جاتی ہیں۔ آگے پھر کرشن جی فرماتے ہیں

यदादित्य गतं तेजो जगत् भासयते । खिलम् ॥

यच्चन्द्रमसि यच्चाग्नौ तेजो विद्मि मामकम् ॥ २४-५० ॥ १९२

جو روشنی سورج میں رہتی ہوئی تمام خلقت کو روشن کرتی ہے اور جو چاند یا آگ میں ہے وہ میری (پریشور کی) ہی ہے ایسا جانو۔

اب بتلائے کہ جو روشنی سورج چاند وغیرہ کو پریشور نے دی ہے اسے کیا وہ چاہے تو واپس نہیں لے سکتا یہ تو نئی فلاسفی اور نئی ہی منطق تھی جاتی ہے کہ کوئی مالک اپنے نوکر کی سپرد اپنی کوئی شے کر دیوے تو وہ اس سے کبھی واپس ہی نہ لے سکے۔ واہ! پھر وہ مالک کا ہے کا ۹۔ یہ کہو کہ وہ نوکر ہی خود مالک بن بیٹھا اور جب دنیاوی نوکر جا کر بھی ایسی گستاخ نہیں ہوتے اور اگر ہوں بھی تو ان کی چل کب سکتی ہے تو بھلا کون عقلمند ہو گا جو تسلیم کرتی کیلئے تیار ہو کہ سر شکتی مان پریشور کے نوکر جا کر (یہ) سورج چاند وغیرہ ایسے بے سمجھ اور گستاخ ہونگے کہ وہ پریشور سے ہی مقابلہ کر نیکو استعداد ہو جاوین کہ جاؤ! تمہارا اختیار نہیں کہ ہماری روشنی کو واپس لے سکو ہمیں دیا تد نے سر ٹی فکٹ دی دیا ہے کہ ۲۱ اسلئے اُن میں تبدیلی نہیں کر سکتا ۲۱ پس اسی اختیار تھ پرکاش کے صفحہ ۱۷ کو شہد لگا کر چٹا کر دیا ہمیں معلوم ہو گیا ہے کہ سرب شکتی مان کے وہ معنی مطلب نہیں جو ہم سمجھا کرتے تھے اور اب ہم بہ گزند ہو گا نہیں کہا لیکن۔ وغیرہ۔

بتنا ہی نہیں ناظرین! بلکہ سوامی جی نے تو ان سورج چاند وغیرہ (پریشور کے نوکر دن) کو امانت میں خیانت کر نیکے لئے بھی سبق پڑھا دیا ہے کیونکہ اوپر کے خلوک سے جیسا کہ ظاہر ہے کہ سورج چاند وغیرہ کی روشنی پریشور کی امانت ہے جیسے اسے انکے سپرد کر رکھا ہے (جس طرح ہر نسل میں گورنمنٹ نے حاکم خزانہ کی سپردگی میں اپنی تمام ملکی دوست دیر رکھی ہے پس اگر کبھی وہ مالک پریشور اپنی ملکیت (روشنی) کو جو کہ سورج وغیرہ کے پاس امانت ہی واپس

لینا چاہیے تو وہ اب فوراً انکار کر دیوں گے اور امانت میں خیانت کرتے ہوئے اُس سبب
 شکستہ مان پر مشورہ کوٹکا سا جواب دے دیوں گے کہ آپ گھر کی راہ لیجئے آپکا کام صرف یہ تھا کہ
 کہ اپنی ملکیت ہمارے حوالہ کر دیوں بس اب ہم واپس نہیں دیتے کیونکہ آریہ سماج کا تھری لکھ گیا ہے
 کہ آپ کو سبب شکستہ مان صرف برائی نام کہا جاتا ہے دراصل آپ کو کسی ممکن بات میں کچھ تبدیلی کرنے
 کا استحقاق حاصل ہی نہیں ہے۔

ناظرین! یہ عجیب بات ہے کہ ایک مالک اپنی ملکیت کو اپنے نوکروں سے جب چاہے واپس لے
 لے سکے کیا ہم دیکھ نہیں رہے ہیں کہ لارڈ کرزن بہادر جیسے پرنس اور لایق و ایسے جسکو
 انگلینڈ کے حکام و شہنشاہ نے دوبارہ حکومت کرنیکا مستحق سمجھا اور پھر وائیس رے بنا کر زندہ رہا تو
 بھیجا مگر کیا ایک ذرہ سی بات پر ان کو نہایت مایوسی کے ساتھ اپنے عہدہ سے علیحدہ نہیں ہونا پڑا
 کیونکہ اسلئے کہ آخر وہ نوکری تو تھے شہنشاہ کا ملک ہے اُس نے انکو جو طاقت دی تھی وہ جب
 مرضی ہوئی چھین لی (چاہے مجبور ہو کر استعفا ہی کیونکہ پیش کرنا پڑ ہو) اور ہم ویراگ (معرفت)
 کی نظر سے اس بات کو محسوس کر رہے ہیں کہ جو شخص کل تین سال کر ڈر بندگان خدا کا حاکم تھا وہ آج
 ایک گناہ معمول انسان رہ جاتا ہے پھر جب محدود طاقت والے انسانوں یعنی مالک بادشاہوں
 کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنے نوکروں سے جب چاہیں اپنی امانت (ملک کی حکومت کے عہدہ وغیرہ)
 چھین لیوں تو کیا وہ پر مغور کم از کم انسانوں کی مانند بھی نہیں ہو سکتا کہ حسب طرح ہم اپنے نوکر
 کو جب چاہیں کان پکڑ کر باہر نکال دیوں اور اپنی ملکیت سے انکو بے دخل کر دیوں اسی
 طرح وہ بھی اپنے نوکر چاہے کروڑوں سو راج چاند آگ وغیرہ کو جب تک چاہے ان کاموں میں مشغول
 رکھے اور جب چاہے ان سے وہ روشنی گرمی و حرارت وغیرہ ملکیت جو اسنے انکی سپرد کی ہے
 واپس لے لیوے؟ نہیں نہیں وہ اس سے بھی زیادہ کر سکتا ہے کیونکہ اگر اسی قدر کر سکتا ہے
 تو اسکا درجہ ہمارے ہی برابر ہوتا کہ حسب طرح ہم اپنی ملکیت کے پورے مالک ہیں اسی طرح وہ
 بھی اپنی ملکیت کا پورا مالک ہے پھر ہم میں اور ان میں فرق ہی کیا ہوا پس ہر ایک مذہب نے
 اسے انسان سے یہی فوقیت دی ہے کہ ہم اپنی ملکیت مان (کم یا محدود طاقت والے) ہیں مگر
 وہ سبب شکستہ مان ہی چنانچہ وہ نہ صرف سو راج چاند وغیرہ سے وہ روشنی و حرارت جو

انہیں دس کہتی ہے واپس لے سکتا ہے بلکہ وہ ان سب کو ایک سکٹ کر کے اندر نشیت و نابود کر کے پھر پیدا کر سکتا ہے اتنا ہی نہیں بلکہ ایسے ایسے چند ہی ہزار سورج اور چاند و سورج کو اپنی کے پل میں بنا اور بگاڑ سکتا ہے یعنی بین سرب شکتی مان کے اور شاید کوئی آریہ صاحب یہ نہیں کہہ سکتا کہ دونوں شلوک بہاوت گیتا کے ہیں جسکو آریہ سماج مستند نہیں مانتی تو اسے جواب یہ ہے کہ وہ تو دیامند کا بیج لاہور کے پروفیسر سنسکرت فلاسفی تھریمان پنڈت آریہ جی صاحب نے اب گیتا کی تین تفسیریں کر دی ہے اور صرف ایک شلوک کو ناجائز ماننا ہے باقی سب کو صحیح مان لیا ہے لیکن پھر بھی کوئی آریہ صاحب نہ مانتا تو اسی مطالب کے منتظر ہیں اور پستہ سے جی آگے ہی مضمون میں درج کردہ گانا کو دیکھ کر تسلی کر سکتے ہیں۔

۲۔ دوسرا فقرہ اور پرکاش ہے کہ "پریشور عالت کے بدون معلواں کو نہیں پیدا کر سکتا۔" سنی پوری بحث تو پیدائش عالم کے مضمون میں نہیں لیکن مختصر یہ کہ اگر پریشور ایسا نہیں کر سکتا تو ہم میں اور زمین فرق ہی کیا رہ گیا۔ مٹی پانی چاک و زور وغیرہ ہونے پر تو ہمارے مہارہبان بھی نہ صرف گہرا ہانڈی وغیرہ بنا لیتے ہیں بلکہ ایسے ایسے خوبصورت شالون اور جاتو رونا کی بھی تصویریں گہرا کر کہہ دیتے ہیں کہ ہم اصل نقل میں تیسرا بند کر سکتے و اگر پریشور جی ایسا ہی "وصف" ہیئت کر سکتا ہے کہ جب اس کے سامنے مٹی کی جگہ پر جو آتما ہیں پانی کی جگہ پر پر کرتی اور دریا و چاک و خبث کے مانند زمانہ وجود ہوں تو کھار کی مٹی کو پانی میں گوندہ کر چاک پر رکھنے وغیرہ ترکیبوں کی مانند صرف جوڑ توڑ ہی کیا کرتا ہے اسے سو درکچہ کر ہی نہیں سکتا تو ہم اسے خدا کیونکر کہہ سکتے ہیں۔

ان ہماری طاقت سے کیسے قدر زیادہ سمجھو۔ یا کم از کم یوں سمجھ لو کہ وہ اس ضقت کی پیش کش کا محض ایک ترکیب بندہ ہے۔ اور تب بیشک وہ سرب شکتی مان نہ رہے و دیکھا میں پھر سوامی جی پر یہ اعتراض ہو گا کہ وہ ایک محدود طاقت والے کو نامحدود طاقت والا ظاہر کر کے عوام کو مغالطہ میں ڈال رہے ہیں اور یہ اس لئے کہ آریہ سماج کے دٹل نیمہ اصول یا قواعد جو کہ ہر ایک شخص کو ادل ہی دل بھائے بنائے ہیں انکو ایسے زباں کے میں اننا مقصود ہوتا

اور یہ دیکھو کہ دستیار چند پرکاش میں ۳۴۴ نمبر جہاں کوئی وید میں ملے گی ملتوں پر یا پر استیہ مان رہے ہیں

کہ جو سرب پر یہ ہو یعنی جو ہر ایک نشان کے دل کو کشش کر سکیں چنانچہ سہ آواز ہوں سرب شکتی مان
لفظ پریشور کی صفتوں میں کہ دیا کہ لوگ آری سماج میں داخل ہونے سے نہ ٹھکے اور بعد ازاں من
گترت اصولوں کی پریشور کے سرب شکتی مان ماننے سے تر وید ہوئی دیکھ کر لوگ بول تشریح
کر کے کام چلانا چاہا مگر یہ کاٹھ کی بانڈی گب تک ہ سکتی تھی مگر خدا آخر کار یہ پول بھی کھل گیا اور
اب میں آریہ صاحبان کی خدمت میں نہایت عاجزی و انکساری سے عرض کرتا ہوں کہ یا تو وہ
سوامی جی کی اس بات کو کسی وید شاستر وغیرہ کے حوالہ جات سے ثابت کریں ورنہ متباد
پر کاش کے اندر سے اوپر کا فقرہ نکال ڈالیں۔ اب میں اپنی پیشدوں کو دیکھنا شروع کرتا ہوں کہ میں
سوامی دیانند سرسوتی مہاراج کے خلاف تحریر تو سوچو نہیں ہے۔

ناظرین! لیجئے میں خوشی سے آپکو مطلع کرتا ہوں کہ سوامی دیانند سرسوتی مہاراج کے تسلیم
کردہ دس اوپنشدوں کے مصنف صاحبان ہی انکے خلاف ہیں ستر کہ وہ مہرشی صاحبان کیا
فرار ہے ہیں۔ منڈک اوپنشد (جو نہایت ہی قدیم کتابوں میں سے ہے) کا مصنف کیا کہہ
رہا ہے۔

तदेतत् सत्यं यथा सुदेशात् पावकाद् निष्कूलिङ्गाः सहस्रशः प्रभवन्ते
सरूपाः । तथा ह्यस्राद्विबिधाः सोम्य भावाः प्रजायन्ते तत्र चै-
-वापियन्ति ॥ मुं० ३० मुं० २ खं० ९ प्रं० ९ ॥

तत् सतत् सत्यं यथा सुदेशात् पावकात् निष्कूलिङ्गाः सहस्र-
-शः प्रभवन्ते सरूपाः । तथा अस्रात् विविधाः सोम्य
भावाः प्रजायन्ते तत्र च एव अपियन्ति ॥

لفظی ترجمہ۔ (۱) پس یہ بات (۲) سچ ہے کہ (۳) جس طرح (۴) خوب سلگانی ہوئی (۵) آگ سے
(۶) ہزاروں (۷) ہم شکل (۸) چنگاریاں (۹) پیدا ہوتی ہیں (۱۰) اسی طرح (۱۱) اسی پر
لڑکے (۱۲) اکثر یعنی نہ فنا ہونے والے (پریشور) سے (۱۳) مختلف قسم کی (۱۴) اشیاء
(یا وجود والی) (۱۵) پیدا ہو جاتی ہیں (۱۶) اور پھر بھی اسی میں (۱۷) واپس لی جاتی ہیں۔

ناظرین! کیا اوپر کے الفاظ سے بھی اور صاف کوئی کچھ ہو سکتی ہے۔ جیسی مصنف منڈک
 اوپنشد کسی عمدہ تخیل بھی دیکر سمجھا رہے ہیں کہ حسب طرح آگ کے ذخیرہ سے چنگاریاں نکل کر آگ
 میں اور پھر وہ حسب قدر طاقت اس ذخیرہ سے لیکر گئی ہوتی ہیں اس طاقت کے صرف ہوجانی
 پر یہ سمجھ جاتی ہیں یعنی احمقوں اپنی جاتی میں اس طرح اس پر مشیور سر شکتی مان۔
 ذخیرہ آگ کی مانند اسے بھی یہ تمام غیر ذی روح و ذی روح غرض کہ ہر طرح کی خلقت (چنگاریوں
 کی مانند) پیدا ہو گئی ہے جنکو حسب قدر طاقت مل گئی ہے وہ اس قدر اپنا جلوہ دنیا میں دکھا رہے
 ہیں لیکن جب وہ طاقت زائل ہو جاتی ہے تو پھر چنگاری کی بجھ جانے کی مانند وہ ہو جاتے ہیں
 وہی مثال لارڈ کرزن کی موزون ہوتی ہے کہ انین جو طاقت بہرہ دہی تھی وہ جب تک بالکل
 خرچ نہ ہو گئی تب تک کسی میں یہ ہمت نہ تھی کہ انکو حکومت سے علیحدہ کر سکتا یہاں تک کہ
 پانچ سال کا زمانہ بھی گزر گیا اور خلاف قواعد گورنمنٹ خاص کر دوبارہ حکومت کرنا کیونکر
 روانہ کر نیکی لئے وزیر اس سلطنت کو مجبور ہونا پڑا اگر جب وہ طاقت زائل ہو گئی تو اب کوئی بات
 ہی نہیں پوچھتا لیکن ناظرین! کیا آپ سمجھتے ہیں کہ آریہ سماج کے پنڈت صاحبان اپنی ہٹ
 دہرمی کو چھوڑ کر اپنے نہایت قدیم بزرگوں نہیں نہیں بلکہ رشی اور مہرشیوں کے قول
 مذکورہ بال کو تسلیم کرتے ہوئے اس قدر مطلق پاک پروردگار پر ہم پر مشیور کو سر شکتی مان
 اس نفا کے معنی کا پورا لحاظ رکھ کر یقین کرتے ہوئے اپنی اس گمراہی اور پاپ کیلئے اسکر
 درباہین صدق ذلی سے تسلیم خم کر نیکی؟ نہیں ناظرین ہرگز نہیں۔ مجھے تو ایسی امید نہیں
 ہے بلکہ وہ اور کوئی بات بنتی نہ دیکھ کر یہ فکر کرنے لگنے کہ لفظ اکشر سندی کے اندر سے ایک
 بکری کی ٹانگ پکڑ کر دس گیسٹین پھینا پچھ وہ کہیں گے کہ اکشر لفظ سے ہم پر کرتی رعلت ادلی
 کا ارتھ لیتے ہیں مگر انہیں آپ کہئے کہ بہانی! یہ کوئی زبردستی تو نہیں ہے کہ تم جو چاہو من مانا آجھ
 لے لو گے جبکہ صریح اکشر لفظ کے لفظی معنی نہ فنا ہونا والا ہوتے ہیں تو تم اس لفظ کے اندر
 سے پر کرتی کو کیسے گیسٹ لائے۔ اور اگر وہ یہ فرمادیں کہ ہم پر کرتی کو بھی تو نہ فنا ہونا والا
 مانتے ہیں تو آپ انکو اسی اوپنشد کا حسب نیل حوالہ سناد دیجئے جو اس اوپر والے منتر سے یہاں
 (دیکھو مضمون پیدایش عالم)

ہے۔ اور اس میں بھی لفظ اکثر آیا ہوا ہے پس اب آریہ پندت مہاراج بتلا دیں کہ لفظ اکثر سے
وہ اب کیا معنی لینے کو تیار ہونگے۔ وہو ہذا۔

तस्मै स विद्वानुपसंनाय सम्यक् प्रशान्त चित्ताय शमान्वि-
-ताय येनाक्षरम् पुरुषं वेद सत्यं प्रोवाच तां तत्वतो ब्रह्म वि-
-द्याम् ॥ मुं० १/२/१३ ॥

तस्मै सः विद्वान् उपसंनाय सम्यक् प्रशान्त चित्ताय
शमान्विताय येन अक्षरम् पुरुषं वेद सत्यं प्रोवाच तां
तत्वतः ब्रह्म विद्याम् ॥

ب۔ اس کا لفظی ترجمہ درج کیا جاتا ہے۔

نوٹ یہاں ذکر یہ ہے کہ جو نشان علم الہی کا شایق ہو تو اسے لازم ہے کہ کسی عام باطل
کی خدمت میں حاضر ہو کر اس سے علم الہی اور پیش کر نیکی التجا کرے۔ آگے مہرشی اس ستر
میں یہ فرماتے ہیں کہ جب ایسا ہو گیا سو (شایق علم الہی) عالم باطل کے پاس پہنچے تو اس عالم
باطل کو کیا کرنا لازم ہے۔

ارتھ :- (۱) جس کا چیت (قوت حافظہ) متفکر نہ ہونیکے باعث (ہمہ تن متوجہ ہے) (۲) جو
سادہ مزاج ہے (۳) ایسے (۴) مستحق کے) آنے پر اسے (۵) وہ (۶) بد وان (عالم باطل)
(۷) اس (۸) برہم بد یا (علم الہی) کا (۹) ٹھیک طور پر (یعنی جیسا کچھ وہ خود جانتا ہے) (۱۰)
(۱۱) ادب پیش کرے (۱۲) جس سے (۱۳) ہستیہ (ہمیشہ کیساں رہنے والے) (۱۴) -
اکشر (نہ فنا ہونے والے) (۱۵) پرش (برہم) کو (۱۶) جانا جاسکتا ہے۔

ناظرین! اکثر کے ساتھ لفظ پرش آنے سے اور آخر الذکر کے موصوف ہونیکے
باعث وہ جال تو آریوں کی بالکل کا فور ہو جاتی ہے کہ لفظ اکثر سے پر کرتی لے دوڑیں۔ ہاں
وہ شاید اس پیش لفظ سے ہی پر کرتی ثابت کرنا چاہتے لیکن مجبوراً اسلئے ہیں کہ یہ لفظ مذکور
اور لفظ پر کرتی نوشت ہے۔

اسلئے سوامی جی کی یہ بات کہ علت کے بغیر معلول کو پرش پونہن متاتا او پنشدون سے بالکل

رد ہو جاتی ہے۔ اگرچہ اوپنشدون میں ایسے بیسوں منتر موجود ہیں لیکن بوجہ طوالت میں صرف
ایک منتر پر ہی قناعت کرتا ہوں۔

مہ سدا۔ منتر تیسرا فقرہ سوامی جی کا یہ ہے کہ جو قدرتی اصول ہیں مثلاً آگ گرم پانی
ٹھنڈا رہنے کی طبعی صفت کو پریشور بھی نہیں بدلتا۔ اب اس پر دھار کیا جاتا ہے۔
اس بات کا بھی سوامی جی نے کوئی ثبوت کسی شاستر سے نہیں بتلایا کہ ایسا کہیں لکھا
ہو ہے یا نہیں۔ لیکن یہ ایک ایسی بات ہے کہ مہا ریشی سماج ایسے معترض کو محض یہ کہہ کر ٹھاننا
جائز نہیں کہ یہ تو پانچ سال کا بچہ بھی سمجھ سکتا ہے اس میں شاستر وغیرہ کی کیا ضرورت ہے
کیا تم کو سند بھی نقل نہیں ہے اور صریحاً دیکھتے نہیں ہو کہ آگ کسی حالت میں سرد نہیں ہو سکتی
وہ اگر تکوین نہیں ہوتا اور اپنی بات پر بہت ضد ہے تو چلو تمہارا ہاتھ آگ میں ڈالتے ہیں دیکھیں
تمہارا پریشور کیسے اسے جلنے سے روک سکتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

لیکن باوجود ان تمام فضول بحثوں کی میں ہرگز بھی سنا نہیں ہو سکتی جب تک کہ سوامی جی یا ان
کے لیے صاحبان اپنی بات کی تائید خود اپنی تسلیم کردہ کتابوں میں سے نکال کر نہ پیش کریں
تو اب نہیں بلکہ میں جو ذیل میں سوامی جی کی اس رائے کے خلاف چند حوالہ بات اُن کے
تسلیم کردہ کتابوں سے نقل کرتا ہوں ان کی تردید کا کافی طور پر یہ کر دین۔

دفعہ ہو کہ کسی منتر کے معنی کچھ تان کر کے کام چل لینا معقول پسند ہو گون کا کام نہیں ہے
بلکہ لفاظی کے جو لفظی معنی نقل کیے ہوں ان کو ہی قایم رکھو جو مطلب منتر میں سے نکالنا ممکن
ہو وہ ہی ماننا لازم ہے۔

ناظرین! آریہ سماج کا مہرشی تو یہ فرماتا ہے کہ آگ پانی وغیرہ کی قدرتی خاصیت
کو پریشور بھی نہیں بدلتا لیکن اس مہرشی کے بھی بڑے بڑے بزرگ صاحب جو کچھ
فرماتے ہیں وہ مدح خطہ کیجئے۔

تو کار یا کہیں اوپنشد سوامی جی کی تسلیم کردہ دین اوپنشدوں میں سے نمبر ۴ پرست
یعنی اسکے معبد ہونے میں کسی آریہ سماجی کو ذرا بھی کلام نہیں ہو سکتا۔ ذہن میں اس
اوپنشد کا تیسرا فقرہ کھنڈ باب ۱۰ میں دیکھیں منتر ۱۰ کو نقل کیا جاتا ہے جس سے

سوامی جی اس گمراہ کرنیوالی تعلیم کی خوب قلعی کھل جائیگی۔ وہ ہوندا۔

ब्रह्म ह देवेभ्यो विजिग्ये तस्य ह ब्रह्मणे विजये देवा-
 अमहायन्त त ऐक्षन्तास्माकमेवायं विजयो । स्माकमेवायं मीह-
 -मौते ॥ १ ॥ ब्रह्म ह देवेभ्यः विजिग्ये तस्य ह ब्रह्मणः विजये
 देवाः अमहायन्त ते ऐक्षन्त आस्माकं एव अयं विजयः आस्मा-
 -मौह- (۱) برہم نے (۲) یقیناً دیوتاؤں سے (۳) فتح حاصل کر لی (۴) پس (۵) پس (۶) برہم
 کے (۷) فتح کی (۸) دیوتاؤں نے (۹) حقارت کی (۱۰) اور ان (دیوتاؤں) نے (۱۱)
 شہر کر دیا کہ (۱۲) یہ (۱۳) فتح (۱۴) ہماری ہی ہے (۱۵-۱۶) اور یہ (۱۷) بڑی (۱۸) فطرت
 (۱۹) بھی ہماری ہی ہے۔

तद्वेषां विजितौ तेभ्यो ह प्रादुर्बभूव । तन्न व्यजानन्त कि-
 -निदं यदस्मिन् ॥ २ ॥

तत् ह एषां विजितौ तेभ्यो ह प्रादुर्बभूव । तन्न व्य-
 जानन्त किं ह दे यदस्म इति ॥
 ارتھ:- (۱) وہ (برہم) (۲) ان (دیوتاؤں) کو (۳) سمجھانے (یعنی گوش مالی کرنے) کے لئے
 (۴) ان کے درمیان (۵) یقیناً موجود ہو گیا (۶) پس اس کو (۷) کسی نے نہ جان پایا (۸) کہ یہ
 (۹) کیش (عجیب و غریب شکل والا) (۱۰) کیا ہے (۱۱) فقط۔

نوٹ مطلب یہ ہے کہ ان دیوتاؤں کے درمیان نراکار (بلا جسم) پر مشور نے اپنے
 سر شکتی مان پن (قادر مطلق کے ظہور) سے ایک ایسی عجیب و غریب کوئی صورت پیدا کر دی
 کہ جس کو دیکھ کر وہ سب دیوتا صاحبان حیران و پریشان رہ گئے۔ سناتنی ہندو صاحبان اس
 اپنا اوتار ثابت کرنا چاہتے ہیں جس کی پول تو آریہ راج نے خوب کھول دی ہے کہ دراصل اوتار
 کے لئے یہاں کوئی لفظ موجود نہیں ہے البتہ اس منتر یا اس تمام کہنڈ سے پر مشور سر شکتی مان
 ہونا بلا شک ثابت ہو رہا ہے چنانچہ اب معقول پسند آریوں کو بھی اپنی غلطی تسلیم کرنی
 پڑے گی۔

तेऽग्निमब्रुवन् जातवेद एतीदृजानाहि किमेतद्य क्षमिति त-
 -चेति ॥ ३ ॥ ते अग्निम् अब्रुवन् जातवेद एतत् विजा-
 -नाहि किम् एतत् यक्षम् इति तथा इति ॥

ارتھ :- (۱) اُن روٹاؤن نے (۲) آگ کو (۳) کہا (۴) کہ اے جات ویدینی رشتی دینی
 والی (۵) رتو! اسکو (۶) پہچان کہ (۷) یہ (۸) کیش (۹) کیا (۱۰) ہے (۱۱) فقط (۱۲) اسے
 جواب دیا کہ بہت اچھا (۱۳) فقط۔

तदभ्यद्रवत्तमभ्यवदत् कोऽसित्यग्निर्वा अहमस्मित्यब्र-
 -वौ जातवेदा वा अहमस्मिति ॥ ४ ॥

तत् अभ्यद्रवत् तम् अभ्यवदत् कः अस्मि इति अग्नि-
 वै अहम् अस्मि इति अब्रवौ जातवेदाः वै अस्मि इति
 ارتھ :- (۱) وہ (۲) آگ (۳) اُس کیش کے (۴) پاس گئی (۵) تو اس نے دریافت کیا
 (۶) کہ تو کون ہے (۷) (۸) پس آگ نے جواب دیا کہ (۹) میں (۱۰) یقیناً آگ (۱۱)
 ہوں (۱۲) اور یقیناً (۱۳) میں (۱۴) جات ویدینی رشتی دینی کی طاقت والی (۱۵) ہوں
 (۱۶) فقط۔

तस्मिंस्तथै किं वैर्यमित्यपो ॥ सर्वे ददेयं यदिदं पृथिव्या-
 -मिति ॥ ५ ॥ तस्मिन् तथै किं वैर्यं इति अपि इदं सर्वं द-
 -देयं यत् इदं पृथिव्याम् इति ॥

(۱) (۲) اُس کیش نے کہا کہ (۳) ایسا جو تو ہے پس تجھ میں (۴) کیا (۵) طاقت ہے (۶) یہ
 بتلا (۷) پس اُس نے جواب دیا کہ (۸) (۹) (۱۰) (۱۱) (۱۲) ان سب کو بھی (۱۳) جو اس زمین میں ہے
 (۱۴) جلا کر خاک کر سکتی ہوں (۱۵) فقط۔

तस्मै त्वत् निदधावेतद्दे तितदुपप्रेयाय सर्वं जवेन तन्न श-
 -शाक दग्धं स तत् एव निवदते नैतदशकं विज्ञातुं
 -यदेतद्य क्षमिति ॥ ६ ॥

तस्यै तस्यै निरूप्ये एतत् सः इति तत् उपप्रेषाय सर्वज-
-वेन तत् नं शाश्वतं दृश्यं सः ततः एव निबन्धते न ए-
-तत् अशकं विज्ञातुं यत् एतत् यक्षम् इति ॥

ارتھ :- اس مکیش نے اس کے لئے (۱۳) ایک تنکا (۱۴) ڈال دیا (۱۴) اور کہا کہ تو اسکو
جدا کر خاک کر دے (پس) (۶) وہ آگ (۷) اپنی ساری طاقتوں کو ساتھ (۸)
کوشش کر کے تھک گئی (۹) (سیکن) اس (تنگے) کو (۱۰-۱۱-۱۲) جدا کر خاک
نہ کر سکی (۱۳) (پس) وہ آگ (۱۴) اس سے (۱۵) علیحدہ ہو گئی (۱۶) اور اپنی رپورٹ
ویوتاؤن کو دے دی کہ اسکو (۱۹-۱۸-۱۷) میں نہیں پہچان سکتی (۲۰) کہ (۲۱) یہ (۲۲) مکیش
(کیا بلا ہے) (۲۳) فقط :-

अथ वायुमब्रुवन् वायवेऽपि जानिहि किमेतद्वक्ष्यमिति तथेति ॥
॥ १ ॥ अथ वायुम् अब्रुवन् वीयो एतत् विजानिहि किम्
एतत् यक्षम् इति तथा इति ॥

ارتھ :- (۱) بعد اسکے (۲) ویوتاؤن نے (۳) ہوا سے (۴) کہا (۴) کہ (۵) ہوا (۵) (تو)
اسکو (۶) پہچان (۷) کہ یہ (۸) مکیش (۹) کیا بلا ہے (۱۰) (پس) اس نے کہا کہ (بہت اچھا)

तदब्रुवन्तमभ्यद्वा कोऽसिति वायुर्वा अहमस्मिन्नैवोन्मा-
-ताश्वा वा अहमस्मिति ॥ ८ ॥

तत् अभ्यद्वा तम् अभ्यवदत् कैः अस्मि इति वायुः वै
अहम् अस्मि इति अब्रवीत् माताश्वा वै अहम् अस्मि इति

ارتھ :- (۱) وہ (۲) ہوا (۳) اس (مکیش کے) پاس گئی (۴) (پس) اس مکیش نے اس سے
(۵) دریافت کیا (۵-۶) کہ تو کون ہے (۷) (پس) اس نے جواب دیا کہ (۸) میں (۹)
یقیناً ہوا (۱۰) ہوں (۱۱) اور میں (۱۲) مادرشوا یعنی تمام اکاش (خلا) کو بھر دینے کی طاقت
والی (۱۳) (میں) ہوں (۱۴) فقط :-

اب غناید آریہ صاحبان یہ اعتراض کر نیکے کہ ہم اس بات کو نہیں مانتے کہ آگ اور ہوائے گفتگو کی ہو جیسا کہ اوپر کے متقرون میں ذکر آیا ہے بھلا کہیں بے جان اشیاء بھی بولا کرتی ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو وہ اپنے مہرشی کی ہی تصنیف کردہ سنسکار بدھی کے اوراق اولیٰ میں اور دیکھیں یہی جام کے استرے کو مخاطب کیا جا رہا ہے اور کہیں شہد کو مخاطب کر کے اسکی تعریف کے پل باندھے جا رہے ہیں بعد آریہ سماج کی ثوبتی نیا کو بچا بنوالے شریمان پنڈت ملی رام صاحب سوامی مصنف سام وید بھاشیہ کی تفسیر سام وید میں ملاحظہ کریں جہاں وہ اس بات کا ہمیشہ کیلئے فیصلہ کیے دیتے ہیں کہ وید دن اور ویدک زمانہ کی کتابوں میں ایسی عبارتیں عام طور پر ملتی ہیں بلا لحاظ اسکے کہ مخاطب جاہل ہے یا بے جان اسکے علاوہ یہ بات ہے کہ چلے اوپر کے متقرون کا حیر بھیر کر کے کیسا ہی ارتھ کریموں سکین اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ اد پنشد کے مصنف کی منشا صاف طور پر یہ ظاہر کر نیکی ہے کہ دنیاوی تمام اشیاء آگ پانی ہوا وغیرہ میں جو طاقت پر مشور نے امانت رکھ دی ہے وہ جب چاہے دسپ لے کر ان کو ان سے بے دخل کر سکتا ہے یا دوسرے الفاظ میں یوں کہو کہ آگ پانی وغیرہ کی قدرتی تاثیروں کو تبدیل کر سکتا ہے۔

اب اتنے پر بھی جو آریہ صاحبان نہ مانیں تو سولہٹ دھرمی، رتھ کے اور کیا سمجھا جاسکتا ہے پس انکو لازم ہے کہ یا تو خود قابل ہوں یا محقول دلائل وغیرہ سے اوپر کی باتوں کو رد کریں جن میں سب سے پہلے یہ بات ہوگی کہ وہ اس تلوکار (کین) اد پنشد سے بالکل صاف انکار کر جاویں اور بالقرع وہ ایسا کر نیکے لئے تیار بھی ہوں تو سب سے پہلے انہیں ستیا رتھ پر کاش اور گ ویدادی بھاشیہ بھومکا کے اس فقرہ پر پڑنا لگنا چاہیے جس میں منجملہ سنس و پنشدوں کے اس تلوکار (کین) اد پنشد کو عزت کے ساتھ مستند کتابوں میں شمار کیا گیا ہے۔

انمبر ۱۲ اب جو تھا فقرہ یہ ہے کہ پر مشور کے اصول سچے اور ممکن ہیں اسلئے ان میں تردید نہیں کر سکتا اسکی جانچ پڑتال شریعہ کی جاتی ہے۔

اس فقرہ کے دو حصے ہیں اول یہ کہ پر مشور کے اصول سچے اور ممکن ہیں دوم یہ کہ اسلئے

ان میں تبدیلی نہیں کر سکتا پس واضح ہو کہ اول بات سے تو کسی مذہب کو سوامنکر خد کے انکار نہیں ہے سب ہندو مسلمان اور عیسائی اس بات کو بلا پس پیش مان لیں گے کہ پریشور کے اصول سچے اور ممکن ہیں جو دوسرا فقرہ ہے کہ مسلمان میں تبدیلی نہیں کر سکتا اسکی تردید اور بغیر ۳۰ میں شاستری حوالہ جات کی موجودگی ہے پس اگرچہ اس فقرہ میں کسی قسم کی چھان بین کی اب ضرورت نہیں گئی لیکن تاہم بی ناظرین کی واقفیت کیلئے میں اوپنشد وں کے جذبات حوالہ جات کو ذیل میں پیش کرتا ہوں جن سے یہ معلوم ہو گا کہ سوامی دیانند سرسوتی مہاراج کے بزرگوں اور نہایت معزز رشتی مہرشیوں نے اس تعلیم کے خلاف پریشور پر بھم پر ماتما کی کنسی کچھ مہار (فضیلت بزرگی کے لگ گئے ہیں :-

न तत्र चक्षुर्गच्छति न वाग्गच्छति नो मनो न विद्वो न विजानो-
मो मथैतदनुशिष्यादन्येन तद्विदितादयो न विद्वो न विजानो-

श्रुम पूर्वेषां येनस्तद्धाच चक्षिरे ॥ केन उ० एवं० १ सं० ३ ॥

न तत्र चक्षुः गच्छति न वाक् गच्छति न मनः न विद्वः न

विजानोमः मथा एतत् अनुशिष्यात् अन्यत एव तत् विदितात् अथः

अविदितात् अथि तौ श्रुम पूर्वेषां येन तत् व्याचक्षिरे ॥

۱۔ (۱) وہاں (یعنی پریشور تک) (۲) آنکھیں (۳) نہیں (۴) پوچھ سکتیں (۵) آواز (۶)

نہیں (۷) پوچھ سکتی (۸-۹) میں (خود و خواص کی طاقت والا یعنی دل و دماغ) نہیں پوچھ

سکتا (۱۰-۱۱) ہم اسکو نہیں جانتے (۱۲-۱۳) اور نہ جاسکتے ہیں (یعنی جب خود نہیں جانتے تو دوسروں

کو کیوں جانتا سکتے ہیں) (۱۴) کہ کس طرح (۱۵) اُسکے بارہ میں (۱۶) اوپدیش کریں (یعنی ہم یہ نہیں جانتے

کہ اسکا صحیح صحیح حال دوسرے کو کن لفظوں میں بتلاویں) (۱۷) کیونکہ (۱۸) وہ (پریشور) (۱۹) ظاہر اشیا

سے (۲۰-۲۱) یقیناً علیحدہ ہے (۲۲) اور (۲۳) باطن (جو ظاہر نہیں ہیں) سے بھی (۲۴) علیحدہ ہے (۲۵)

اس بات کو (۲۶) اُن پہلے بزرگوں سے (۲۷) جسے سنا ہے (۲۸) جو لوگ (۲۹) ہمیں (۳۰)

پیشور پر بھم (بارہ میں (۳۱) اوپدیش کرتے ہیں -

ناظرین: اوپنشد تو کہتا ہے کہ محی و دطاقت کل قادر مطلق خالق پروردگار سرشکتی مان

پر مشور کے بارہ میں کوئی انسان شہرشی دیوتا وغیرہ مطلقاً نہیں جان سکتے کہ اسکی کیا مہما ہے اور اسکی وجہ بھی وہ صاف اور سیدھے سادہ الفاظ میں بیان کئے دیتے ہیں کہ جسکو آنکھ نہیں دیکھ سکتی کان جسکے آواز نہیں سنی جیسے ناک جسکی بو نہیں سونگھ سکتی زبان جسکا ذائقہ نہیں معلوم کر سکتی یا وہ اپنی آواز جسکے پاس تک نہیں پہنچا سکتی (اس سے یہ نہ کوئی سمجھ لے کہ پھر پر مشور ہماری دعا وغیرہ کیونکر سن سکے گا نہیں بلکہ وہ دل کے اندر ہی موجود ہے اور زبان پر نہیں پہنچتی کہ وہ جان لیتا ہے کہ ہم کیا بولنے والے ہیں پس اسکا مطلب یہ ہے کہ قوت گویائی میں یہ طاقت نہیں ہے کہ بہت نزدیک سے چلا کر اُسکے نزدیک تک پہنچ جاوے کیونکہ آواز زیادہ سے زیادہ جیسقدر فاصلہ تک جاسکتی ہے وہاں سے ہزار ہا اور لاکھوں کروڑوں کوں آگے پر مشور ہے یہاں تک کہ دل و دماغ جسکے بارہ میں غور و خوض کرنے میں بھی قاصر ہیں اسکی مہما کو کسی بتلایا جاسکے کہ اسقدر ہی یہ ہے وغیرہ۔ لیکن آپ کو خوشی منانا چاہئے کہ اُس پر مشور کا ٹھیک پتہ اب آپ کو معلوم ہو گیا آسان لٹکہ ہاتھ لگ گیا ہے پس آپ سیدھے آریہ سماج میں چلے جائیے مجسروں کے حربہ میں نام درج کرا لیجئے اور دیانتد پر ایمان لائے پس آپ کو یقین ہو جائیگا کہ اوپنشدوں کے مصنف صاحبان جاہل تھے انکو پر مشور کی حقیقت کا خاک بھی پتہ نہ تھا جب ہی تو وہ اپنی کمزوری کا خود اپنے منہ سے اوپر کے منتر میں اقرار کر رہے ہیں اور ٹھیک ٹھیک پر مشور کی حقیقت تو ایک مہرشی نے اپنی یوگ وغیرہ کے ذریعہ خود پر مشور کا ساکشات کار (ظہور دل کے اندر کر کے معلوم کر لیا ہے اور ہم لوگوں کے فائدہ کے لئے اپنی تصنیف کردہ ستیا رتھ پرکاش میں لکھ گیا ہے چنانچہ سچلہ اور باتوں کے اُسے یہ بتلادینا ہی کہ پر مشور سے مراد اوس عجیب و غریب وجود سے ہے جو اگرچہ کسی بات میں تل بھر بھی رد و بدل تو نہیں کر سکتا لیکن نام اوسکا وہی سرشکتی مان چدا جاتا ہے جو کسی پرانے زمانہ کی دقیانوسی بے سمجھ جاہلوں نے رکھ دیا تھا۔

واہ! جس طرح اندھے کا نام کوئی نہیں لکھ رکھ دیوے یہی حال سوامی دیانتد سرسوتی مہا لاج فی پر مشور کے ساتھ کیا ہے۔

ناظرین! آپ غور کر سکتے ہیں کہ جس پر مشور کی چھان بین اور عبادت میں زندگی کی زندگی عرف کر دینے والے مہرشی صاحبان اپنے مصنف اوپنشدوں میں غرور کو ترک کر کے یہ فرما رہے ہیں کہ ہم

کن الفاظ میں اسکی مہاد فیضیت کو بیان کریں کیونکہ وہ تو ظاہر اشیاء سے بھی علیحدہ ہے۔ وغیرہ
اُس اتھاہ سمندر کی تھاہ اب سوامی دیانتد مہاراج کو مل گئی اور وہ بڑے پُر زور الفاظ میں ایک
ہی مرتبہ نہیں بلکہ کئی مرتبہ رسا توں اور آٹھویں سلا س میں بھی ایہ فرما رہے ہیں کہ وہ پریشور دیو
اشیاء آگ یا پانی وغیرہ کی خاصیتوں کو تبدیل نہیں کر سکتا اور ممکن کو ناممکن نہیں کر سکتا۔ وغیرہ۔
اور بھی آپنشد کیا کہتا ہے۔

भीषाः स्माद्वातः पवते । भीषो देति सूक्ष्मः । भीषाः स्माद्वा-
चेन्द्रम्व । मत्सुधावति पञ्चम ॥ इति ॥ ते० ब्र० ब० ब्रु०
भीषा अस्मात् वातः पवते । भीषा देति सूक्ष्मः । भीषा अस्मा-
त् अग्निः च इन्द्रः च मत्सुधावति पञ्चमः इति ॥
ارتھ:- (۱) اوس پریشور کے (۲) خوف سے (۳) ہوا (۴) چلتی ہے (۵) اسکے خوف سے
(۶) سورج (۷) طلوع ہوتا ہے (۸) اُس کے (۹) خوف سے (۱۰) آگ (۱۱) اندر بجلی (۱۲)
بھی (اپنا اپنا کام کرتے ہیں) (۱۳) اور پانچویں (۱۴) موت (۱۵) ابھی اُس کے خوف سے (اپنی کام میں
شغول ہوتی ہے۔

ناظرین ایہ تیرہ آپنشد کا قول ہی اب آپ آریہ مہاجن سے دریافت کیجئے کہ کیوں یہاں
جسکے خوف سے یہ سب سورج وغیرہ طلوع ہونے وغیرہ کاموں کو کر رہے ہیں وہ کیا انکو ان کاموں
روک نہیں سکتا؟ اس منتر سے تو ظاہر ہوتا ہے کہ اگر اُس پریشور کا خوف نہ ہوتا تو ان سورج وغیرہ کو
کیا پڑی تھی کہ وہ اسقدر جاں فشانی اوٹھاتے کہ صبح سے شام تک ایک طرف واپس نہ جاتے بلکہ دوسری طرف کی
پیش کر نہیں دیتے ہا کرتے واہ ایوں کہو کہ یہ تو بیکار بھوگت ہے ہیں اور وہ تو سہار دل سے آریہ مہاجن
وانکے مہرشی کے شکور ہو نیو تیار ہوئے کہ انکو کسقدر آزادی کا موقع دلا دیوں۔
ناظرین کیا جسکے خوف سے آگ گرم ہو رہی ہے اسکے خوف اور اسکی حکم سے سرد نہیں
ہو سکتی۔ اچھا اور بھی دیکھئے۔

न तत्र सूक्ष्मं भाति न चन्द्र ताम्रं नेमा विद्युतो भाति कु-
-तोऽपमग्निः । तेमेव भान्तमनु भाति सर्वं तस्य भासा -

सर्वमिदं विभाति ॥ ४० ॥ न तत्र सूर्यः भाति न च
- न तारकं न इमा विद्युतः भाति कृतः अथ अग्निः त एव सूर्यः
ارتھ: ۱۱) وہاں (پرمیشور کے نزدیک) (۴) سورج (۳۰۳) نہیں چمک سکتا (۵) چاند زرتار سے (۶)
نہیں (چمک سکتے) (۷) اور یہ (۸) بجلی (۹) نہیں (۱۰) کر سکتی (۱۱) تو پھر اس معمولی آگ کا بھلا کیونکر
وہاں گزیر ہو سکتا (۱۲) (۱۵) کیونکہ یقیناً اوس ہی (پرمیشور) کے (۱۶) روشن ہونیکے باعث (۱۷)
یہ سب (۱۸) روشن ہیں (۱۹) اور اوس کی (۲۰) روشنی سے (۲۱) ان (۲۲) سب کو (۲۳) روشنی
حاصل ہوتی ہے۔

یہ منڈک و پنشد کے اول منڈک دوسرے کھنڈ کا دسواں منتر ہے اور یہ منتر کھنڈ او پنشد اور سوتیا
او پنشد میں بھی دوہرایا گیا ہے۔ اسکے معنی بہت صاف ہیں کیا اب بھی سوامی جی کی یہ بات رُذ نہ سمجھی
جاسیگی کہ پرمیشور آگ وغیرہ کی ممکن طاقت کو ناممکن کر دیتا ہے۔

غرض کہ ایسے بے شمار منتر او پنشدوں میں موجود ہیں جنکو سوامی جی مستند تو مان چکے مگر وہ زندہ برہ
کہ ان کتابوں کی تفسیر بنائنگی باری آتی کیونکہ جب وہ ان کتابوں کو ہاتھ میں لیتے تو دوسری باتیں
ہو سکتی تھیں یا تو یہ کہ وہ انکو مستند کے زمرہ میں نکال باہر دیکھتے تھے (مگر ایسا کرنا مشکل تھا کیونکہ
ان او پنشد و سپری ویاس جی کی تصنیف کردہ ویدانت فلاسفی کا دار و مدار ہے) یا اپنی رائے کو
تبدیل کر کے وہ پھر اس ستیا رتھ پر کاش کو منسوخ کر کے تیسری شایع کراتے اور میرا خیال ہے کہ وہ
ضرور ایسا کرتے کیونکہ وہ ان موجودہ آریہ صاحبوں کی مانند ایک بارگی ہٹ و صرخی نہ تھے بلکہ کسی
حد تک ستیہ کو گرسن کرنے کے اصول کی عملی طور پر پابند بھی تھے۔

نمبر ۵ پانچواں اور آخری فقرہ یہ ہے کہ ”دوسرے خلعتی مان کے صرف استقدر معنی ہیں کہ پرمیشور کسی کی
مدد بغیر اپنے سب کام پورے کر سکتا ہے“ اسکی بڑیاں کھجاتی ہے۔

اس بارہ میں بھی سوامی جی نے کسی شاستر کا حوالہ پیش نہیں کیا جو یہ ظاہر کرتا کہ سریشکتی مان کو
اور کچھ معنی نہیں بلکہ صرف یہی ہیں جو سوامی جی فرما رہے ہیں، در سوامی جی کو یہ فقرہ لکھتے وقت یہ بھی
یاد نہ رہ گیا تھا کہ وہ کہیں اپنی اگلی پچھلی تحریر سے خلعت تو نہیں لکھ رہے ہیں ”پرمیشور کسی کی مدد
بغیر یہ کہتے ہوئے سوامی جی کو یاد کرنا چاہیے تھا کہ وہ بڑے زور شور سے یہ ثابت کر چکے ہیں کہ

پر مشورہ کو پیدائش عالم کیلئے جو درجہ برتری کی مدد کی یعنی انکے موجود رہنے کی ضرورت ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ حسب طرح ایک کدو یا بلبلہ کی دہائی وغیرہ کے گھر نہیں بنا سکتا۔ یا ایک جولاہا بلا مدد سوتیلی وغیرہ کے کپڑے نہیں بنا سکتا اسی طرح اور بالکل اسی طرح پر مشورہ بھی بغیر مدد جو پر کرتی وغیرہ کے اس خلقت کو نہیں بنا سکتا۔ پھر اب سوامی جی کس منہ سے یہ کہہ رہے ہیں کہ سرب شکتی مان کے یہ معنی ہیں کہ پر مشورہ کسی کی مدد بغیر اپنے سب کام پورے کر سکتا ہے۔ ظاہر ہے کہ سوامی دیانند سرسوتی ہمارا ج تو ایسا کہنے کے ہرگز بھی مجاز نہیں ہو سکتے کیونکہ وہ خود پر مشورہ کی طاقت کو محدود دہانتے ہوئے اسے پر کرتی وغیرہ کی مدد کا محتاج لکھ چکے ہیں البتہ اگر دوسرے لوگ یعنی سوامی جی کے مخالفین یہ بات کہتے کہ پر مشورہ بلا مدد وغیرہ یعنی پر کرتی وغیرہ کے بغیر ہی پیدائش خلقت کرتا ہے اپنا سب کام کر لیتا ہے تو ممکن بھی تھا پس لوگ تو اتنا ہی نہیں بلکہ درجہ ہی حقیقت گو یابی میں طاقت ہے پر مشورہ کی حمد و ثنا کرتے ہی ہیں اور جب وہ تھک جاتے ہیں تو صاف طور پر اس گھٹ گھٹ ویاپک پر مشورہ سے التجا کر لیتے ہیں کہ ہماری گویابی آپ تک نہیں پہنچ سکتی جیسا کہ خود وپنشد کہتا ہے۔

اور دوسری بات یہ ہے کہ حسب طور پر سوامی جی پر مشورہ کو اپنا سب کام ہر کسی کی مدد پر اگر نوالا مانتے ہیں اور سید طرح تو انسان بلکہ حیوان بھی اپنے سب کام پورے کر رہے ہیں ہمارے ساتھ قلم و دات اور کاغذ رکھے ہیں پس ہم بلا کسی غیر کی مدد کے قلم و خطا لے ہیں کاغذ پر جودل میں آتا ہے لکھنے لگتے ہیں کوئی ہمیں نہیں روکتا پس کیا ہم بھی کسی کی مدد بغیر اپنے سب کام پورے کرتے ہوئے حسب قول سوامی جی کے سرب شکتی مان نہیں ثابت ہو رہے ہیں اگر یہ کہا جاوے کہ ہم کاغذ قلم و سیاہی کے محتاج ہیں تو آریہ سماج کا خدا بھی جو پر کرتی کا نہیں نہیں بلکہ کاش داخلہ اور زمانہ کا بھی محتاج ہے اسی طرح ہم اپنے مساکین کا کام بلا کسی غیر کی مدد کے کر رہے ہیں ہم ملازمت کرتے ہیں چھ آٹھ یا دس گھنٹہ روزانہ خود بھی بلا مدد وغیرہ کے محنت مزدوری کر رہے ہیں اور جو اجرت اس کے عیون میں حاصل کرتے ہیں وہ بھی اپنی مرضی کے مطابق صرف کرتے ہیں ہماری عیت و تجارت کے کام ہی خود کر لیتے ہیں اور نفع نقصان بھی خود ہی جھگٹ لیتے ہیں پس کیوں نہ ہم سب کو بھی آریہ سماجی پر مشورہ کے مانند سرب شکتی مان مان لیا جاوے۔ اور اگر آریہ صاحبان کہیں کہ ہم ملازمت میں انسر دن

تجارت میں خریداران اور راحت میں حاکمان ضلع وغیرہ کے محتاج رہتے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ
سوامی جی کا پر مشورہ بھی تو پر کرتی وغیرہ کا محتاج ہے پھر فرق کیا رہ گیا۔

خیر یہ تو عقلی دلائل کا سلسلہ ہے جتنا ہی وسیع کرتے چلو جاویں بڑھ سکتا ہے لیکن اس ڈیوٹی کو دوسرے
صاحبان نے پورا کیا ہے یا آئندہ کریں گے میرا مدعا تو صرف یہ ہے کہ عوام پر یہ روشن کردوں کہ سوامی جی
سرونی مہاراج کی تعلیم خود ان کے تسلیم کردہ کتابوں کی تحریرات سے خلاف ہے چنانچہ مجھ کو کافی طور پر تسلی و
تشفی ہو جاتی اگر سوامی جی نے اپنی اس عجیب و غریب نو ایجاد مسئلہ کی تائید میں صرف ایک منتر یا شلوک
بھی کسی مستند کتاب سے کہاں کر پیش کر دیا ہوتا خیر اگر سوامی جی کو اس قدر فرصت نہ ملے کہ وہ ایسا کوئی پرانا
تلاش کر کے یہاں پر درج کر سکتے تو اب بھی غنیمت ہو کہ آریہ سماج کی نیا کو یا رنگا نیوالے آریہ ہنڈت
صاحبان اس کی کو پورا کر دیوں اور ایک ہزار روپیہ بھی نقد کھنا کھن گنا بیوس۔ ورنہ وہ یقیناً کہیں
کہ اس نیا کا بیڑہ غرق ہونے میں ڈرہ بھی دیر نہیں ہے۔ جو دوسرے دن کے لئے کنواں کھودتا ہے وہ خود
ہی گرتا ہے چنانچہ آریہ سماج نے تمام سنسار کی قوموں و مذہبوں کے لئے ہو گئے قحط سے کھود کر تیار کر دی
ہیں انہیں اب وہ خود گریگی۔ اب اس کو دن پورے ہو چکے ہیں۔

ناظرین! اس پانچویں فقرہ کی بھی حقیقت کو آپ نے دیکھ لیا اب میں آپ کی لچھی کسل کو حذران منتر و کو
ذیل میں معقظی ترجمہ درج کرتا ہوں جن سے یہ معلوم ہو جائیگا کہ ہندوؤں یا آریوں کے قدیم سے
قدیم بزرگ اور رشی مہرشی صاحبان بھی وحدہ لا شریک پاک پروردگار کی مہما (فضیلت) کے
راگ انہیں الفاظ میں گایا کرتے تھے جن میں اہل اسلام اپنے معبود کو قادر مطلق اور سب خلقوں کا بلا
مد وغیرہ پیدائش پرورش اور فنا کرنے والا بیان کرتے ہیں۔

कालः पचिती भूतानि सर्वाण्येव महात्मनि । पश्मिंस्तु पच्यते

कालो यस्तं वेद स वेद वित् ॥ मै. ३. ५. ५१ म. १५ ॥

ارتھ زمانہ تمام مخلوقات کو پچاتا (مضمم کرتا) ہے پس جس مہاتما (بزرگ) کے اندر زمانہ بھی مضمم ہو جاتا
ہے اس ہی کو جو شخص جانتا ہے وہ (حقیقت کا) جاننے والا ہے۔

यदाऽतमस्तन्न दिवा न रात्रिर्न सन्न चासच्छिव एव केव-

-लः । तदक्षरं तत् सवितुर्वरेण्यं प्रज्ञा च तस्मात् प्रसूता ब्रह्मणि ॥

॥ इवेताश्चतः ३५० ४/९ = ॥

यत् अतः तत् न दिवा न रात्रिः न सत न च असत
शिवः एव केवलः । तत् अक्षरं तत् सवितुः वोरणं प्र-
-ज्ञा च तस्मात् आप्रसता प्रसतो ॥

ارتھ:- (۱) جو (۲) تاریکی سے علاحدہ ہے (۳) وہ (۴) نہ تو (۵) دن ہی (۶) اور نہ (۷) رات سے (۸) نہ (۹) ست رستی ہے (۱۰) اور (۱۱) نہ (۱۲) است نیستی ہی ہے (۱۳) بلکہ (۱۴) وہ صرف اکیر (تن تنہا) (۱۵) بشو یعنی کلیاں دینے والا (راحت بخش) ہے (۱۶) وہ (۱۷) اکشیر یعنی کبھی نہ فنا ہونے والا ہے (۱۸) اس (۱۹) سوتا (محافظ کل) کو (۲۰) قبول کیا جاتا چلے ہے (یعنی اُس معبود کی بندگی کرنی فرض ہے) (۲۱) کیونکہ اس سے (۲۲) قدیم (۲۳) پرچینا یعنی عقل (۲۴) نکل کر پھیلی ہے۔

نوٹ:- رفظ پرچینا کے لفظی معنی تو عقل ہی کے ہیں لیکن کوئی متعصب اس سے پر کرنی وغیرہ معنی نکالنے کی کوشش کریں تو اُن کو اس منتر کا لفظ نمبر (۱۴) ملاحظہ کرنا چاہئے جس سے صراف یظاہر ہوتا ہے کہ اس پیدائش سے قبل صرف اکیلا پرشور تن تنہا موجود تھا اور کسی شے کا وجود نہ تھا ناظرین! یہ ہر اوپنشد کی تعلیم جس کے خلاف سوامی دیانند مہاراج نے ہمیں گمراہ کرنا چاہا ہے اوپر کے منتر سے جہاں یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ جو پر کرتی وغیرہ کا وجود نہ تھا پس وہ پر برہم پرشور بلا مدد غیر سے تمام خلقت کو جنم دیا وہاں یہ بھی بتلایا گیا ہے کہ پیدائش عالم سے قبل نہ تو ہستی تھی اور نہ ہی۔ اب مقام غور یہ کہ انسانی عقل تو بھی طے کئے ہوئے ہے کہ ان دو کو کوئی تیسری شے ہو ہی نہیں سکتی لیکن رشی کی منشا یہ ہے کہ اسی لئے تو وہ خالق مطلق سرشکتی مان ہے کہ اسکی مہما ہمارے محدود عقل میں نہیں سہکتی بیشک ہستی اور نیستی سے علاحدہ کوئی حالت تھی جسکا پتہ ہم انسانوں کو نہیں لگ سکتا۔ خدا کی قدرت خدای جالے ہمیں کیا تمیز ہے کہ اسکی خدائی میں میں میکھ نکال سکیں۔ ہاں آریہ کے مہرشی کو یہ ہر بات تھی کہ اس اتھاہ سمندر کی تھاہ لے لیوں سو جیسا کچھ انہوں نے تھاہ پایادہ اوپر کی بحث سے خوب روشن ہو رہا ہے کیسی تعجب کی بات ہے کہ قدیم مہرشی صاحبان تو پکار پکار کر یہ کہہ رہے ہیں کہ اس سرشکتی مان کی مہما کو ہم نہیں جان سکتے ہماری محدود عقل میں اسکی کوئی بات نہیں سماسکتی لیکن سوامی جی ہیں کہ ہمیں پرشور پرست شکتی مان (محدود طاقت والا) ثابت کر رہے ہیں۔

کہیں حیوان پر کرتی کا اُن کو محتاج بنا ہے ہیں اور کہیں اتنے پر بھی قناعت نہ کر کے اکاش اور کال۔
(خلا و زمانہ) کی مدد کا ہی پابند کرتے ہیں۔ آگے دیکھئے۔

यतो वा इमानि भूतानि जायन्ते येन जातानि जानन्ति य-
त प्रयन्त्यभि संविशन्ति तद्विजिज्ञासस्व । तद्ब्रह्म ॥ तै.
यतो वा इमानि भूतानि जायन्ते येन जातानि जायन्ति यत
प्रयन्ति अभि संविशन्ति तत् विजिज्ञासस्व । तत् ब्रह्म
ارتکھ :- (۱) جس سے (۲) یقیناً (۳) یہ (۴) تمام تخلیقات (۵) پیدا ہوئی ہیں (۶) اُنہ و دیر شدہ (۷)
جس سے (۸) پرورش پاؤں ہیں (۹) اور فنا ہو کر (۱۰) جہنم (۱۱) واپس جاتی ہیں (۱۲) اُس ہی کو
(۱۳) جانور یعنی اُس کے متعلق علم حاصل کرو (۱۴) وہی (۱۵) پرہم ہے۔
کیا اب بھی آریہ صاحبان یہی کہیں گے کہ پریشو جیو پر کرتی کا محتاج ہے۔ آگے اور بھی دیکھئے۔

अमिते तद्वद्वदमित ॥ सर्वं तस्योपव्याख्यानं भूतं भवद्भ-
विष्यदिति सर्वमेङ्गा एव । यच्चान्यत्र कालतित्तं तदप्यो-
-ङ्गा एव ॥ माण्डूक्य उप. मं. १ ॥

अमि इति एतत् अक्षरम् इदं सर्वं तस्य उपव्याख्यानं
भूतं भवत् भविष्यत् इति सर्वम् ओङ्कार एव । यतश्च
अन्यत्र त्रि काल तित्तं तत् अयं ओङ्कार एव ॥

(۱) یہ (۲) اکثر زفنا ہوئی والا (۳) اوم کہلاتا ہے (۴) (اور) یہ (۵) سب (تمام تخلیقات) (۶) اسکی (۷) تشبیحوں کے مانند ہیں (۸) ماضی (۹) حال (۱۰) اور مستقبل (وائے) (۱۱) سب (۱۲) ایم
یقیناً اوم سے مخاطب ہوئی والا ہی ہے (۱۵) اور (۱۶) جو (۱۷) دوسرا (۱۸) یعنی ان تینوں۔
زمانوں سے علیحدہ ہے (۱۹) و (۲۰) بھی (۲۱) اوم سے مخاطب ہوئی والا (۲۲) ہی ہے اور بھی دیکھئے

यतो वाचो निर्वर्तन्ते अप्राप्य मनसा सह । आनन्दं ब्रह्म-
-सा विद्वान् न विभेति कदाचन ॥ तै. ब्रह्म. व. अनु. ४ ॥
यतो वाचो निर्वर्तन्ते अप्राप्य मनसा सह । आनन्दं

॥ अक्षरानुवर्तनं विना न विदुः ॥

ارتھ :- (۱) آواز (۲-۳) معدول کے (۴) نہ پہنچ سکنے کے باعث (۵) جہاں سے (۶) واپس آجاتی ہے یعنی ہم ساری طاقت سے اپنی طاقت گویائی اور غور و خوض کو اس جانب متوجہ کرتی ہیں مگر وہ وہاں نہیں پہنچ سکتی (۷) اس پر ہم (۸) سے حاصل ہونے والے آئندہ (راحت حقیقی) کو (۹) جاننے والا عالم (۱۰) کہی بھی (۱۱-۱۲) کسی سے اخوت نہیں کہتا۔

ناظرین! یہ مہما ہے اس قادر مطلق پر مشور کی۔ بھلا جب ہماری آواز اور ہمارا دل و دماغ وہاں پہنچ ہی نہیں سکتے تو یہ فیصلہ کیونکہ وہ پر مشور ایسا محدود طاقت والا ہے کہ ایک تل بھرگی کی زیادتی کسی بات میں نہیں کر سکتا کہ عقلمند کا کام ہو سکتا ہے۔

ان پانچ فقرہوں کی بحث ختم ہوئی۔ اب جو کہ سوامی جی فرماتے ہیں کہ اگر وہ سب کچھ کر سکتا ہو تو کیا وہ دوسرا پر مشور بنا سکتا ہے جو دوسرا سکتا ہے غیر دی شعور و کمی خیر نصف ناپاک اور بدکار وغیرہ ہو سکتا ہے۔ اس پر دیا گیا جواب ہے۔

مقام غور ہے کہ ہمیشہ ہر ایک علم میں ہر ایک شے کی تعریف یعنی ڈینی نیشن (پر بھاشا مقرر ہا کرتی ہے پر مشور کے متعلق جو علم الہی ہے جس کو ویدانت فلاسفی کہا جاتا ہے جس مضمون کی سند کتابیں سوامی جی ویاس کے شاریک سنوتروں کے علاوہ ادیشدوں کو بھی مانتے ہیں اور یہی بکثرت کتابیں اس مضمون پر زبان سنسکرت میں پائی جاتی ہیں جن میں نہ صرف دعویٰ قائم کر کے اسکے موافق دلیل بھی دی گئی ہیں بلکہ مخالفین اور معترضین کے سوالات قائم کر کے ان کو خوب عمدہ طور پر رد بھی کیا گیا ہے پس ہمیں انہیں کتابوں میں پر مشور قادر مطلق کی تعریف (ڈینی نیشن) بھی تلاش کرنی چاہئے اور یہ بھی دیکھنا چاہئے کہ معترضوں کے کیا اعتراضات تھے اور انکی تردید میں کیا کچھ دلیل پیش کئے گئے ہیں۔

اس قسم کی چھان بین کرنیوالوں کو سخت تعجب دیکھنا پڑے گا کہ یہ سوامی جی کے اعتراضات جو اوپر درج ہیں ان بڑے بڑے کٹر ناسک معترضین کو بھی نہیں سوچے تھے۔ اب پریشانی سے یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ اسکی وجہ کیا ہے کیا ایسے معقول اعتراض کو بھی وہ قدیم فاضلان علم الہی مہرشی صاحبان نظر انداز کر جاتے ہیں ناظرین یہ بات نہیں ہے دراصل بات یہ ہے کہ اعتراض بھی تو موقع محل اور

اور مضمون کے ہی موافق ہو کر تے ہیں اور بالکل بلا تعلق اعتراض کر نیوالوں کو دنیا میں خلیج از عقل ہی
 بھجا جاتا ہے مثلاً آپ کہیں کہ ہمارے میں آگ ہے ثبوت یہ کہ وہ دہواں نظر آتا ہے پس معترض یہ تو
 البتہ کہہ سکتا ہے کہ یہ دہواں نہیں ہے بلکہ گہرا وغیرہ ہے اور فاصلہ کی باعث آپ کو ٹھیک نظر نہیں آیا
 اور یہ ایک معقول اعتراض مانا جاسکتا ہے لیکن اگر وہ آپ سے یہ کہتا کہ وہ آپ کی بات اس قدر غلط ہے
 کہ ہمارے پر گائیں گھاس چر رہی ہیں تو یہ کوئی اعتراض ہی نہ ہوا اور نہ اسکا مضمون زیر بحث سے کچھ تعلق
 دوسرا یہ ہے اگر ہمارے پر گائیں گھاس چرتی ہیں تو اس سے نتیجہ نہیں نکل سکتا کہ وہاں آگ نہیں ہے
 غرض کہ اسی طرح دیکھنا چاہئے کہ سوامی جی کے اعتراضات مذکورہ بالا مضمون زیر بحث کے موافق اعتراض
 میں یا نہیں۔

پرمیشور کی صفتوں میں جب یہ بیان کر دیا گیا ہے کہ وہ اجناد کہی پیدا نہ ہوئی والا، آنت (کہی خاتمہ) کا
 نہ ہو یا جسکی کوئی حد مقرر نہ ہو، اگر کہی بڑھتا نہ ہوئی والا، اور اگر کہی نہ مرنی والا، تو معترض کو یہ موقع
 ہی نہیں رہ جاتا کہ وہ ایسا بے تعلق اعتراض پیش کرے جسکے پرمیشور کی صفتوں میں کہہ دیا گیا کہ وہ امری
 یعنی کہی نہیں مرنے والا کہنا کہ کیا وہ اپنے کو مار سکتا ہے غلط ہو گیا کیونکہ جو اپنے کو مار سکے وہ پرمیشور ہی نہ
 ہو گا۔ اس طرح جو آنت اور ایک اوریتہ (اکیلہ راشانی) ہے یعنی اسکی برابر کا کوئی دوسرا ہو ہی نہیں
 سکتا پھر یہ کہنا ہی غلط ہے کہ کیا وہ دوسرا پرمیشور بنا سکتا ہے جسکے بارہ میں بیٹے ہو چکا ہے کہ وہ
अपराधमयः پاپ یعنی گناہ کی زنجیر سے نہیں بندہ سکتا اور وہ अनन्तः آنت (مرد) سروب
 یعنی راحت مجسم ہے تو پھر یہ کہنا کہ کیا وہ دکھی ہو سکتا ہے غلط ہے جب یہ کہہ دیا گیا کہ وہ پوتر یا پاک
 اور شدہ (صاف) ہے تو یہ کہنا غلط ہے کہ کیا وہ ناپاک ہو سکتا ہے جب اسکی تعریف یہ بتلا دی گئی کہ
 وہ چتین (ذی شعور) ہے تو پھر یہ کہنا غلط ہے کہ کیا وہ غیر ذی شعور بھی بن سکتا ہے جب یہ بھجا دیا
 گیا کہ وہ نیامی (کاری) (منصف) ہے تو پھر یہ کہنا غلط ہے کہ وہ غیر منصف ہو سکتا ہے غرض کہ سوامی جی
 نے ایسے فضول اعتراضوں کی بیانیہ بھمار کی ہے جسے کوئی عالم ہرگز بھی اعتراض نہیں مان سکتا اور
 یہی وجہ ہے کہ اس قسم کے اعتراضوں کا ذکر قدیم کتابوں میں نہیں پایا جاتا حالانکہ اونپشادوں اور درشنوں
 میں بڑے بڑے کٹر سے کٹر متاشکوں (مسکران خدا) کے فرضی اعتراضات قایم کر کے انکی خوب تردید
 کر دی گئی ہے۔

ناظرین! کیا کہی آپ نے کسی شے کی ڈیفینی نیشن پر بھی کوئی اعتراض سنا ہے ہمیشہ اعتراضات کسی دوسرے کو خلاف تو ہو کر تے ہیں لیکن تعریف یعنی ڈیفینی نیشن کے خلاف تو اعتراض ہو ہی نہیں سکتا اور اگر ہوں بھی تو وہ کسی اقسام کے ہونگے یعنی یہ تو ہر شخص اعتراض کر سکتا ہے ایک ہی پریشور کو منصف بھی مانا جاتا ہے اور رحیم بھی مانا جاتا ہے حالانکہ یہ دونوں صفیتیں ایک دوسرے سے خلاف ہیں اور چونکہ ایک شے میں دو صفیتیں ایک دوسرے سے خلاف نہیں رہ سکتیں پس یا تو پریشور کو منصف ہی مان لیں یا رحیم و کریم ہی مان لیں۔ یہ اعتراض البتہ ایک جائز اعتراض ہے اور اس کا جواب دیا جانا لازمی ہے (یہ مضمون بھی آگے آئیگا) لیکن علم منطق کے جاننے والے صاحبان ذرہ غور کریں کہ کیا یہ بھی کوئی اعتراض ہو سکتا ہے کہ پریشور کو چونکہ سب شکلیں مان کہا گیا ہے پس کیا وہ خود کبھی بھی کر سکتا ہے ہم پوچھتے ہیں کہ کیا سب شکلیں مان لفظ اپنے تمام ان معنوں کے لحاظ سے جو لغتوں میں بیان کی گئی ہیں پریشور کی تعریفوں (ڈیفینی نیشن) کے دیگر الفاظ میں سے کسی کی متضاد ہوتا ہے یا کوئی اختلاف پڑ جاتا ہے؟ اگر ہے تو بتلا دیں اگر نہیں تو اپنا اعتراض ہی رد کر دیں بالفرض ہم روپیہ کی تعریف ڈیفینی نیشن کر دیں کہ روپیہ اسکو کہتے ہیں کہ جو ہماری ہر طرح کی ضروریات کو رفع کر دیتا ہے پس اس بات کو سنکر اگر کوئی اعتراض گھڑ دیوے کہ ہمیں باخانہ کی حاجت ہر روپیہ سے کہو کہ وہ اسکو رفع کر دیوے تو کیا کوئی عقل مند آدمی اس شخص کے اس اعتراض کو معقول اعتراض سمجھ سکتا ہے اور کیا اسے فضول اعتراضوں سے وہ تعریف رد ہو سکتی ہے۔

یاشہ کسی بادشاہ کے بارہ میں یہ کہا جاوے کہ وہ ملکی خزانہ کا مالک ہے اس تمام دولت کو جو شاہی خزانہ میں ہے۔ جو چاہے کر سکتا ہے پس اگر کوئی شخص اس پر یہ اعتراض کر دیوے کہ کیا وہ بادشاہ اس دولت یعنی سونا چاندی کو تانبا اور رانگہ بنا سکتا ہے یا مٹی و راکھ بنا سکتا ہے خواہ یہ کہ کیا وہ اس چاندی کو جو اس کے خزانہ میں ہے سونا بنا سکتا ہے یا یہ کہ کیا وہ اپنے خزانہ کے موتیوں کو جو اس کی شکل میں تبدیل کر سکتا ہے یا یہ کہ وہ جو اس بات کو کاغذ بنا سکتا ہے تو کیا ناظرین آپ اس پر اعتراض کو عقل مند کہیں گے؟ بادشاہ کی اس تعریف کا مطلب تو یہ تھا کہ وہ ان لاکھوں کروڑوں روپیوں کو یا تمام سونا چاندی سب جو اس بات کو بھی چاہے تو ایک دن میں صرف کر ڈالے یا انعام وغیرہ میں جس قدر جسکو چاہے بخش دیوے کوئی اسکو اسکا کرنے سے روک نہیں سکتا۔ مگر اس بات کو نظر انداز

کر کے معترض نے اتفاق کی غلط تائید کر لی گوشتش کی جسکو سنسکرت محاورہ میں واک چھل یعنی گفتگو میں
دغا بازی یا مغالطہ دی کرنا، کہا جاتا ہے۔

اب ناظرین خود سمجھ لیں کہ لفظ سربشکتی مان پر سوامی جی کی مذکورہ بالا تحریر کہاں تک جائز معترض
سمجھ جاسکتے ہیں۔ اور جب اعتراض ہی جائز نہیں ہے تو اسکا جواب دینا یا اسکی تردید کرنا بھگوار معقول
پسند ہو گونگا کام نہیں ہے۔ ہاں ترکی بہ ترکی جواب یزدوالوں نے ویسے ہی فقیرانہ طور پر لازمی
جواب بنا کر آریونکول جواب کیا ہے جنکو دوسرا نامیں نامناسب سمجھتا ہوں۔

ناظرین! اب تو آپ نے سمجھ لیا ہو گا کہ سوامی جی کس طرح عوام کو گمراہ کرنے کی بے واک چھل سے کام
لے رہے ہیں کیا اب بھی آریہ صاحبان ہوش نہیں بن سکتے اور اپنا یہ دھم نہیں ترک کرینگے
کہ سوامی جی جو کچھ فرما گئے ہیں وہی تمام وید شاستروں کا لب لباب ہے۔ ہاں سوامی جی نے بیشک
قوم کی بھلائی کیلئے جو گوشتشیں کی ہیں انکے لئے ان کی عزت کرنا لازم ہے لیکن اسکو یہ معنی ہرگز نہیں
ہیں کہ اگر انہوں نے سہو یا عمدہ کوئی بات ایسی تحریر کی ہو جو دراصل ویدوں اور ویدک کتابوں کے
اصولوں سے خلاف ہو تو اسکو سستیہ کا گریہ کرنے اور استیہ کا تیاگ کر نیکار ڈنکا بجا نیوال
صاحبان ترک ہی نہ کریں کیا اسکی سربشکتی ہی نہیں کہا جاتا کہ چاہے غلط ہو یا صحیح ہو مگر اسکو چلا کر
ہی جائینگے لفظ سربشکتی مان کے توجو کچھ معنی مطلب ہے وہ اوپر اوپیشد دل کے حوالہ جات میں
آچکے ہیں اور یہ کوئی نیا لفظ نہ تھا کہ ہمارے سوامی جی کو اسکے معنی نو ایجاد کر نیکی سن کر ہر گئی انہوں
نے تو ناحق ہی اسقدر سردردی کی اور گول مول تشریح کا نتیجہ یہ ہوا کہ انہوں نے سربشکتی مان
ر قادی مطلق کو پرست شکتی مان (محدود طاقت والا) بنا دیا اور اپنے پیر و کاران کو سخت گنہگار بنایا
سوامی جی کو لازم تھا کہ اوپیشد دل یا ویدوں وغیرہ سے نکال کر جو کچھ معنی اس لفظ کو ہوتی ہیں وہ
عوام پر ظاہر کر دیتے مگر ایسا کرنے سے تو انکا بنانا یا قلعہ بھی چکنا چور ہوتا تھا آخر کرتے کیا ہمارے
کس طرح اسے قائم رکھنے کی تدبیر تو کرنی ہی لازم تھی۔

آخر میں بھڑا آریہ صاحبان اور دیگر سنسکرت کے عالمان کو یہ خوش خبری سنائی جاتی ہے کہ
اگر وہ سوامی دیانند سے سوتی مہاراج کی رائے سے اتفاق رکھتے ہیں تو نہ صرف ان کو اسوقت
یہ موقع حاصل ہے کہ ایک ہزار روپیہ نعام کا حاصل کر لیں۔

بلکہ جہاں وہ سوامی جی کی ایک تحریر کے موافق حوالہ جات ویدوں وغیرہ سے تلاش کر کے آریہ
صاحبان شکر یہ کہ حق ہوئے وہاں مذہبی دنیا کے ممبران کو یہ واقفیت حاصل کرنیکا موقع
دے سکیں گے کہ آیا ویدوں میں سرشکتی مان کی وہی تعریف درج ہے جو سوامی دیانند پتھری
مہاراج نے تحریر فرمائی ہے۔

اگر آریہ جاشیو۔ اہم آپ کی سوامی عاجزی کے ساتھ نویدن کرتے ہیں کہ سیکر برہم
پر مشور کے اوصاف کو مستند پائماں کر کے گناہ عظیم کمایا ہے خیر اب بھی اگر آپ سمجھ کر کہہ۔
گزشتہ راصلوہ آئندہ را احتیاط را در دست پر آجادیں یعنی پر مشور کو سرشکتی مان
اس لفظ کے پورنی مطلب کو مد نظر رکھ کر تسلیم کرتے ہوئے اس مہمان دیالو کر یا لو کے
شہن میں جابر سرسليم خم کریں اور اپنے اس گمراہی کی معافی مانگیں تو یقیناً وہ آپ
بھی آپ کو معاف کر دیگا آپ سچ جانتے کہ اس بار میں سوامی دیانند سرسونی مہاراج کی
تعلیم نمبر ویدوں شاسترونی و تمام سکرت کرتے کے خلاف ہوا اور اگر آپ کو ہماری بات پر
اعتبار نہیں ہے تو بیشک آپ خود چھان بین کریں ہم نے تو اس گمراہی سے نکلنے کے بعد
آپ پر اپنی تحقیقات کاٹب کتاب طاہر کر دینا مناسب سمجھا آگے آپ کی مرضی۔
ناظرین! اگر انہوں کو بھگنے دیجئے آئے ہم آپ ملکر اس قادر مطلق پر برہم پر مشور
کو سجدہ کریں۔

यं ब्रह्मा बहरोन्द रुद्र महत्सुन्नानि दिव्यैस्तनैर्वैदे.
साम पट्टकमोपनिषद्गीयन्ति यं सामगाः । च्याना व .
स्थित तद्भूतेन मनसा पश्यन्ति यं योगिनो, यस्यान्तं न
विदुः सुरासुरगराः देवाश्च तस्मै नमः ॥ ९ ॥

ارتھ :- برہمادریں اندر رو در مہرت وغیرہ دیوتا (یا شستہ جات) صاحبان
دو یستوتیوں (خاص قسم کی پاکیزہ حمد و ثناء) سے جسکی حمد و ثناء کرتے ہیں۔
سوام کے گانے والے لوگ ویدوں کے عروض کے ذریعہ اور

ان پشاور کے ذریعہ جسکی تعریفوں کا یا کرنے میں جس میں دلکو متوجہ کر کے
 دعبیان (مراقبہ) میں مشغول ہو کر یوگی لوگ اسکو دیکھتے ہیں (یعنی اسکی حقیقت
 سے واقف ہوتے ہیں)

اور جسکے انت (حدود یا جسکی لامحدود اور بے پایاں طاقت) کو خدا اور اس
 (دیوتا اور رکشس لوگ بھی نہیں جانتے) پھر بھلا انسان کی کیا طاقت کہ جان سکے
 اس ہی دیوتا (قادر مطلق پر برہم پر ماتا) کو نمہ (سجدہ) ہو۔ ادم شانتہ۔



پرمیشور نیار کاری دیالو (منصف رحیم) ہے

سوامی مانند سرسوتی مہاراج اور ہستیارتھ پرکاش تھوڑے سطرے پر حسب ذیل تحریر فرماتی ہیں۔
 ۱۳۔ (سوال) پرمیشور رحیم اور انصاف کرنے والا ہے، نہیں (جواب) ہے۔ سوال
 یہ دونوں صفتیں آپس میں متضاد ہیں۔ اگر انصاف کرے تو رحم میں اور رحم کرے تو انصاف میں فرق
 آتا ہے کیونکہ انصاف اُس کو کہتے ہیں کہ اعمال کے مطابق جو نہ زیادہ ہو اور نہ کم شکوہ کو پہنچا یا جائے
 اور رحم اُس کو کہتے ہیں کہ قصور و رکوبلا سزا دینے کے چھوڑ دیا جاوے۔ جواب۔ انصاف اور رحم
 میں محض برائے نام فرق ہے کیونکہ جو مطلب انصاف سے پورا ہوتا ہے وہی رحم سے ہے۔

ناظرین! ذرہ غور فرمائے گا کہ سوامی جی معترض کے اعتراض کا کیا جواب دیتے ہیں۔ انصاف اور
 رحم میں محض برائے نام فرق ہے یہ عجیب منطق ہے۔ ہم پوچھتے ہیں کہ برائے نام کیسے ہے۔ جبکہ
 آپ معترض کے سوال میں صاف ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ انصاف یہ ہے کہ اعمال کے مطابق سزا دی جائے
 اور رحم یہ ہے کہ ان اعمال کے مطابق سزا اُس کے فعل کو ملنی واجب تھی اس میں کمی کر دی
 جائے یا وہ بالکل سزا سے بری کر دیا جاوے۔ کہنے ناظرین! کیا یہ محض برائے نام فرق ہے
 واہ! دیانندی فلاسفی سے زمانہ میں نہ جاسنے کیا کیا نکل کھڑے گی۔

فرض کیجئے کہ کسی شخص نے اپنے نوکر پر کسی قصور کے حیوٹ میں ایک ماہ کی تنخواہ جرمانہ کر دی
 مگر کچھ دنوں بعد غصہ دور ہو جائے کہ، غٹ رحم کھا کر وہ جرمانہ معاف کر دیا تو سوامی جی کے
 فیصلہ کے مطابق ان دونوں باتوں میں کچھ بھی فرق نہیں ہے۔ یا محض برائے نام فرق ہے۔
 واہ! وہ بیچارہ جرمانہ نہ معاف ہوئے حالت میں کس قدر مصیبت ہو جائے تنخواہ نہ پانے کے حاصل کرتا
 اور اب جرمانہ کے معافی کا حکم ملنے سے اُس سخت پریشانی کے رفع ہو جانے کے خیال سے اپنے
 نوکر کو ہزار روپے دے دیا لیکن سوامی جی کے نزدیک ان دونوں باتوں میں کوئی فرق
 نہیں نظر آتا۔ یا کسی کو سزا سے بچا منی کا حکم انصاف کو مد نظر رکھ کر حاکم عدالت نے دیا ہو اور بعد

اگر بالفرض جناب نواب ٹنٹ گورنر صاحب بھادر رحم کر کے اس کی سزا معاف کر دیوین تو جہاں ایک انسان کے زندگی موت کا سوال تھا یعنی انصاف کے نتیجہ میں تو اس کی زندگی ختم ہو چکی تھی مگر رحم کے نتیجہ میں وہ موت کے مُنہ سے نکل آیا وہاں سوامی دیانتد سرسوتی مہاراج کے نزدیک کوئی زیادہ فرق نہیں۔ ناظرین! کیا آپ بھی کسی انسان کی زندگی و موت میں کچھ فرق نہیں سمجھتے۔ ذرہ اس پر غفلتد صاحبان غور فرماوین۔

اگے سوامی جی تحریر فرماتے ہیں :-

”سزا دینے کا مدعا یہ ہے کہ لوگ بد رویہ خطا سے باز آنے کے ڈکھ نہ پاوین۔ وہی مطلب رحم کا ہے کہ دوسروں کے ڈکھوں کو اُس کے ذریعہ سے دور کیا جاوے اور جس طرح پرکھ تم نے رحم اور انصاف کے معنے کئے ہیں وہ ٹھیک نہیں۔ کیونکہ جس نے جیسا اور جتنا بُرا کام کیا ہو اُس کو ویسی اور اتنی سزا دینی چاہئے۔ اسی کا نام انصاف ہے۔ اور اگر قصور وار کو سزا نہ دی جاوے تو رحم صفحہ ہستی سے مٹ جاوے گا۔ کیونکہ ایک مجرم ڈاکو کو چھوڑ دینا گویا ہزاروں دہر ماتما لوگوں کو ڈکھ دینا ہے۔ جب ایک کے چھوڑنے سے ہزاروں آدمیوں کو ڈکھ پہونچتا ہے تو وہ رحم کس طرح ہو سکتا ہے۔ رحم یہی ہے کہ اُس ڈاکو کو قید خانہ میں رکھ کر پاپ کر ڈالے بچایا جاوے۔ اس قسم کا عمل درآمد اُس پر رحم ہے اور اُس کو مار ڈالنے سے دوسرے ہزاروں لوگوں پر رحم ظاہر ہو گا۔“

ناظرین! اوپر کی لکیر شدہ عبارت کو بغور دیکھیں۔ اور سوامی جی کی عجیب و غریب تاویل کرنے کے ڈھنگ کو ملاحظہ کریں کہ وہ انصاف اور رحم کو ایک ہی لاشی سے بانٹنے کے لئے کیسی پیچیدہ تشریحوں سے کام چلا رہے ہیں۔ سوامی جی فرماتے ہیں کہ دوسروں کے ڈکھوں کو اُس کے ذریعہ سے دور کیا جاوے یہ رحم ہے۔ لیکن مقام غور ہے کہ کیا ایک شخص کو سزا دیکر دوسروں کے تکالیف کو بچا لینا اس شخص کے حق میں کہا جاسکتا ہے۔ سوامی جی کی مذمتا، یہ ہے کہ شلّا ایک چور یا ڈاکو کو قید کرنے یا قتل کر دینے سے جس شہر میں وہ چوری یا ڈاکہ بانی کرتا ہے اس شہر کے باشندگان پر رحم کیا گیا کیونکہ ان سب کے مال کو چور یا ڈاکہ بانی کے ذریعہ وہ ان سب کو تکلیف میں ڈالتا پس ایک چور یا ڈاکو کو سزا دینے سے تمام قصبہ کے باشندگان پر

رحم کیا گیا اور اسطور پر سوامی جی فرماتے ہیں کہ انصاف سے (یعنی چور یا ڈاکو کو سزا دینے سے) وہ ہی مطلب حاصل ہوا جو رحم سے ہو سکتا۔ لیکن اس کے تو یہ معنی ہوتے ہیں کہ دوسروں کے ذریعہ دوسروں پر رحم کیا جاوے۔ یعنی اُس چور کو جب سزا دے دیجادے تو تب باشندگان شہر پر رحم ہونا سمجھا جاوے۔ اب ہم پوچھتے ہیں کہ کیا سوامی جی نے معترض کے اعتراض کا صحیح جواب دیا ہے؟ اعتراض تو ناستک (منکر خدا) کا یہ ہے کہ پریشور میں انصاف اور رحم یہ دونوں صفتیں کیونکر رہ سکتی ہیں۔ کیونکہ یہ دونوں صفتیں آپس میں متضاد ہیں پس اگر پریشور منصف ہے تو وہ رحیم نہ ہوگا اور اگر رحیم ہے تو وہ عادل نہ ہوگا۔ یا یہی مثال انسانوں میں گمشالی جاوے کہ جو حاکم رحم کرتا ہوگا وہ خواہ مخواہ عدل کا خون کرے گا۔ مگر سوامی جی نے اعتراض کا مقبول جواب نہ دے کر اس کے پہلو کو بدل دیا اور اپنے پیروکاران کو بلاوجہ تمام مذاہب کے اصولوں سے اختلاف کرنا سکھلا گئے۔

ہم پوچھتے ہیں کہ سوامی جی یہ کیا جھگڑالے بیٹھے ہیں۔ سوال کا ٹھیک ٹھیک جواب کیون نہیں دیتے۔ ایک چور یا ڈاکو کسی حاکم کے سامنے کھڑا ہے اگر وہ انصاف کرنا چاہے تو اسکو لازم ہے کہ اس کے قصور کے مطابق سزا (قید یا پھانسی وغیرہ جو مناسب ہو) اُس کو دے دیوے لیکن اگر بالفرض وہ حاکم (چاہے جس وجہ سے) رحم کرنا چاہتا ہو تو اُس کا رحم اس چور یا ڈاکو پر یہ ہوگا کہ وہ اسے سزا دے کر بالکل بری الازام کر دیوے یا یہ کہ کم سزا دیوے۔

ناظرین! چور پر رحم کرنا تو یہی ہے کہ اُس کو سزا نہ دیجادے اور سوامی جی کا جو فیصلہ ہے اُسپر اعتراض ہی یہ ہے کہ دوسروں (یعنی قصبہ کے باشندگان) کی تکالیف بچانے کا سوال تو پیچھے دیکھا جاوے گا اول یہ تو بتلادیں کہ اُس چور یا ڈاکو پر کیا رحم کیا گیا۔ اور جو یہ کہتے ہیں کہ اُس کو سزا دینے سے دوسروں کی تکالیف دور کی جاتی ہیں یہ ہی رحم ہے تو پھر بھی وہ ہی سوال ہے کہ دوسروں کی تکالیف دور کرنے کی فکر تو پیچھے کی جاوے گی اول یہ تو فیصلہ کریں کہ اُسپر رحم کیا جانا کیا ہے اُس کے ساتھ انصاف کا کیا جانا کیا ہے۔

ناظرین! ذرہ سوامی جی کا فیصلہ سنئے۔ ایک مجرم چور یا ڈاکو سوامی جی کے سامنے کھڑا ہے۔ سوامی جی اُس کو سزا سے قتل کا حکم سناتے ہیں اور جب وہ رحم کی التجا کرتا ہے

اور کہتا ہے کہ مجھ سے قصور ہو گیا معاف کر دیجئے وغیرہ تو راور کوئی حاکم اس کے جواب میں
 ممکن تھا کہ چٹک کر کہہ دیتا کہ ہم قانون سے مجبور ہیں انصاف پورا کیا گیا۔ رحم کرنے کا ہمیں اختیار
 نہیں مگر) سوامی جی اسے یوں جواب دیتے ہیں کہ:۔ ”تیرے اوپر ہم اتنے ہت رحم کر کے
 سزائے پھانسی کا حکم دیا ہے۔ کیونکہ جب بذریعہ پھانسی اس جہان فانی سے تو رخصت ہو
 جاوے گا تو حیرے باقی ماندہ ساتھی لوگوں (چورون اور ڈاکوؤں وغیرہ) کو یہ خیال پیدا ہو
 جائے گا کہ ہمارا ایک ساتھی چوری کرنے کے باعث اپنی زندگی سے ہاتھ دھو چکا ہے پس ہم کو
 اب اس کام سے دور رہنا چاہئے اور اسی طور پر دنیا سے چوری اور ڈاکہ منی رخص ہو جائیگی
 وغیرہ۔“

پس کیا اُس مجرم چور کو سوامی جی کا یہ لیکچر تسلی دے سکتا ہے اور کیا وہ یہ نہ کہے گا کہ چاہے
 دنیا کی جو حالت ہو مگر میرے اوپر یہ احسان کیوں کیا جاتا ہے کہ تجھ پر رحم کیا گیا سب انصاف
 البتہ میرے ساتھ کیا گیا ہے۔“

ناظرین! دراصل بات یہ ہے کہ ایک مجرم پر رحم تو یہی ہو سکتا کہ اُس کو سزا نہ دی جاوے
 یہ کہ اُس کے قصور کے مقابلہ میں کم سزا دی جاوے لیکن اگر یہ کہا جاوے کہ کیا پھر سوامی جی
 کی یہ بات درست نہیں ہے کہ اگر چور ڈاکو وغیرہ کو سزا نہ دی جائیگی تو ملک میں چورون ڈاکوؤں
 وغیرہ کو اور بھی ازادی رہنے سے دن و رات چوگونی چوری ڈاکہ وغیرہ ہو کر لوگوں کی تکالیف
 بڑھتی چلی جائے گی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ کون کہتا ہے کہ مجرموں کو سزا دے جانے کا اصول
 توڑ دیا جاوے۔ پر مشور کو منصف اور رحیم و کریم وغیرہ (دونوں طرح کے متضاد اصناف سے
 موصوف ماننے والے مذاہب ہندو مسلمان عیسائی وغیرہ ہزار ہا سال سے دنیا میں شہرستگی
 اور نیکی کے اصولوں پر کاربند ہیں۔ ان میں ایک سے ایک بڑھ چڑھ کر عالم فاضل ہو گزر رہے ہیں
 لیکن ان میں سے ایک ہی ایسا نہیں پایا جاتا جس نے محض اس وہم سے کہ کہیں کوئی یہ
 تصور نکرلیوے کہ پر مشور میں دو متضاد صفتیں کیونکر رہ سکیں گی اور کہیں اس کی صفتوں میں
 کمی نہ کر دیوے (یعنی یا تو اُس کو رحیم ہی سمجھ ليوے یا منصف ہی ہونے کا فتویٰ دے دیوے)
 ایسا کیا ہو کہ رحم و انصاف دونوں الفاظ کے ایک ہی معنی و مطلب ثابت کرنے کے لئے

یسی عجیب و غریب تشریح بنائی ہو جیسی کہ سوامی دیانند سرسوتی مہاراج گڑھ رہے ہیں۔
 سوامی جی کی یہ پاسی ہے کہ وہ دنیا کے انتظام کا اصول یا مجرم کو سزا دے جانے کی فلاسفی کو
 رحم کی تشریح میں لاشکنتے ہیں۔ معمولی سمجھہ والوں یا متعصب ممبران آریہ سماج اسی رنگ میں
 رنگے جا کر کبھی خواب میں ہی نہیں سوچتے کہ آیا سوامی جی کا یہ قول کہاں تک صحیح ہو سکتا ہے۔
 اور ہونے تو یہ قطعی فیصلہ کر لیا ہے کہ سوامی دیانند جو کہیں وہ بال بال صحیح ہے غلطی کا تو ان میں
 امکان ہی نہیں غلطیان تو مسلمانوں عیسائیوں اور ہندوؤں کے اعلیٰ سے اعلیٰ بزرگوں رشیوں
 مہرشیوں ارقاروں اور پیغمبروں وغیرہ کے ہی حصے میں چلی ہیں سوامی دیانند کی تحریرات میں
 غلطی کی کیا مجال کہ وہ پھٹکنے بھی پاوے۔

ناظرین ارحم اور انصاف کے جو معنے تمام دنیا میں مشہور ہیں ان کو ہی ٹھیک و صحیح ماننے والے
 صاحبان پر آریوں یا سوامی جی کا یہ جھوٹا الزام ہے کہ وہ مجرموں کو سب سزا نہیں دینا چاہتے۔ بھلا
 ان کو اتنا ہی نہ خیال آیا کہ ہر مذہب نے جو بہشت و دوزخ کی بستی کو تسلیم کیا ہے جس سے
 سوامی جی انکار ہی ہیں) تو یہ آخر الذکر یعنی دوزخ کس مرض کا علاج ہے۔ کون نہیں جانتا کہ
 ہر ایک مذہب کا یہ فیصلہ ہے کہ گنہگاروں کو دوزخ میں جانا پڑے گا اور نیکی کرنے والے
 بہشت میں جائیں گے۔ غلط فہمی ہندوؤں کے محاورہ میں نرک اور سوارگ کہا جاتا ہے۔ چنانچہ
 سوامی جی کا یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ ہندو مسلمان عیسائی وغیرہ مذہب کے پیروکار یہ چاہتے ہوں
 کہ ڈاکو کو آزاد کر دیا جاوے کہ وہ خانہ دار نیکی لوگوں کے مال اسباب لوٹا کرے یا دوسرے
 افراد میں یہ کہ پریشور اپنے ڈاکوؤں (گنہگاروں)۔ زنا کاروں۔ نیکی لوگوں کو تکلیف دینے
 والوں وغیرہ) کو ان کے گناہوں کی سزا نہ دیکر اپنے نیا دکاری (منصف) ہونے کی صفت کو
 غلط ثابت کر دیوے گا۔

سوامی دیانند سرسوتی مہاراج نے ایسا تصور کرتے میں بیشک غلطی کی ہے اور
 اس غلطی کی بنیاد پر ان کا یہ قلعہ بنا یا گیا ہے کہ نیا دکاری (منصف) اور دیالو (رحیم و کریم)
 کے معنے ایک ہی ہیں یا صرف برائے نام فرق ہے بیشک یہ بات بالکل غلط ہے انصاف
 اور رحم ہرگز ہرگز بھی ایک شے نہیں ہو سکتیں۔ اور جو متعصب اصحاب اس سچے اصول کو

توڑینگے اُن کو بیشک او لئے مُنہ گرنا پڑے گا۔ لیکن اگر وہ سچائی کو قبول کرتے اور غلطی کو ترک کرنے کے لئے دراصل مستعد ہیں تو اب اُن کے امتحان کا وقت ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ وہ کس قدر سچائی سے اس مضمون پر غور کرتے ہیں۔

اب اور آگے دیکھئے سوامی جی اس سلسلہ میں اُردو ستیارتھ پر کاش صفحہ ۴۷ ۴۸ ۴۹ ۵۰ پر کیا فرماتے ہیں :- ” ۱۴ (سوال)۔ پھر رحم اور انصاف دو لفظ کیوں ہیں۔ کیونکہ اگر ان دونوں کے ایک ہی معنی ہیں تو دو لفظوں کا ہونا فضول ہے اس سے تو ایک لفظ کارہنہ اچھا تھا پس ثابت ہوا کہ رحم اور انصاف کا مقصد ایک نہیں۔ جواب۔ کیا ایک معنی کے بہت سے لفظ اور ایک لفظ کے بہت سے معنی نہیں ہوتے۔ سوال۔ ہوتے ہیں۔ جواب۔ تو پھر تم کو شک کیوں ہوا۔ سوال۔ اس لئے کہ دنیا میں ایسا سُنا جاتا ہے۔ جواب۔ دنیا میں تو سچی اور جھوٹی دونوں باتیں سُننے میں آتی ہیں۔ اِلا ہمارا کام اُن کو غور سے تحقیق کرنا ہے۔ ناظرین کچھ سمجھے! سوامی جی کیا فرما رہے ہیں۔ یہ سوامی دیا ساندھی کا کام تھا کہ وہ تمام دنیا کی زبانوں کے لغتوں کے مصنفوں کو بیوقوف بناتے ہوئے خود مہرشی کا خطاب حاصل کر رہے ہیں۔ سوامی جی کا معترض بھی ایسا گھونگھا بسنت ہے کہ جب سوامی جی او سے خاموش کرنا چاہتے ہیں تب بس اس کی نالی مرجاتی ہے اب کیا مجاں کہ وہ آگے دم بھی مار سکے اور وہ سوامی جی کے جرح کرنے پر جواب بھی بالکل وہی دیا کرتا ہے جو سوامی جی کے عین منشاء کے مطابق ہوتا ہے۔ ناظرین! ذرہ سوامی جی کے اس فرضی معترض کے اس سوال و جواب پر غور کیجئے گا کہ :- تو پھر تم کو شک کیوں ہوا۔ اس لئے کہ دنیا میں ایسا سُنا جاتا ہے۔ واہ! کیا کرے بیچارہ کبھی سوامی دیا ساندھیا راج کے پاس سے تو اور کہیں گیا ہی نہیں پھر بھلا اُس کو دنیا کا تجربہ کہاں سے ہوتا۔ اور خود استاد ملغ نہ رکھتا تھا کہ خوب اچھی طرح سوامی جی سے بحث کر سکتا آخر چارنا چار یہ کہہ کر ہی پیچھا چھوڑنا پڑا کہ دنیا میں ایسا سُنتے ہیں اس لئے ہمیں بھی شک ہو گیا تھا وغیرہ۔

ناظرین! اور تو سوامی جی جو چاہیں تاویل و تشریح گڑا کریں لیکن یہ تو بالکل ہی ناممکن بات ہے کہ وہ کسی زبان کی لغت میں جو الفاظ کی معنی مطلب درج ہیں اُن میں کمی زیادتی کر دیوں

کسی لغت میں جس لفظ کے جو معنے درج ہیں ان کو کوئی تبدیل نہیں کر سکتا۔ ناظرین! یہ
ویدوں کے منتر نہیں ہیں کہ من مانی جو معنے چاہیں نکالتے چلے جا دیں۔

سنکرت لفظ نیپا اور ویا کے ہرگز ہرگز بھی دیا کرن اور کوش (قواعد اور لغت)
سے ایک ہی معنے نہیں ثابت ہو سکتے۔ اسی طرح عربی زبان کے لغات میں انصاف اور رحم
یہ دونوں الفاظ بالکل ایک دوسرے سے مختلف مانے گئے ہیں اور کوئی یہ نہیں کہہ سکتا
کہ انصاف اور رحم ان دونوں الفاظ کے معنے مطلب میں فرق نہیں ہے۔ اسی طرح انگریزی
زبان کی لغات میں الفاظ *Justice* (= انصاف) اور *Veray*

(رحم) بیشک آپس میں ایک دوسرے سے خلاف ہیں۔ اور ہمارا خیال ہے کہ لاطینی لوج نانی
عبرانی وغیرہ پرانی زبانوں یا فرانسیسی جرمنی۔ اور روسی وغیرہ موجودہ زبانوں کی لغات میں
بھی ہرگز ہرگز ان دونوں الفاظ کے معنے مطلب بلا فرق نہیں ظاہر کئے گئے ہوں گے۔ اور
سوامی جی کا معترض اگرچہ اس حقیقت حال سے ناواقف ہونے کے باعث سوامی جی کی اس
بات کو سنکر کافی تسلی حاصل کر لیتا ہے کہ۔ کیا ایک معنے کے بہت سے لفظ اور ایک لفظ
کے بہت سے معنے نہیں ہوتے۔ لیکن کم از کم ہمیں تو اس معترض سے ہرگز بھی اتفاق
نہیں ہو سکتا اور ہم اس سید ہے سادے معترض کے جملہ اعتراضوں کے سلسلہ میں جیٹیل
اعتراض ایزاد کرنا مناسب سمجھتے ہیں۔

”سوال۔ جی مان مہرشی جی مہاراج! آپ کا یہ کہنا تو سچ ہے کہ ایک معنے کے بہت
لفظ اور ایک لفظ کے بہت معنے بھی ہو کرتے ہیں لیکن شریمان جی! نیپا اور دیا (انصاف
اور رحم) ان دونوں لفظوں کے معنے تو تمام دنیا کے زبان والوں نے لغات میں علیحدہ
علحدہ ہی بیان کئے ہیں پس واقعی لفظی معنے کے لحاظ سے یہ دونوں الفاظ ایک دوسرے
سے متضاد ہیں۔ اب آپ فرمائے کہ اگر آپ کا یہ دعویٰ ہے کہ ان دونوں کے ایک ہی
معنے ہیں تو میں آپ کی اس رائے کی صداقت معلوم کرنے کے لئے دنیا کے کس زبان کی
کون سی لغت کا کونسا صفحہ کھولوں کیونکہ میرا تو یقین ہے کہ تمام دنیا کے لغات میرے
موافق اور آپ کے خلاف ہیں لیکن پھر بھی آپ آریہ سماج کے مہرشی ہیں شاید اپنی یوگ

دیگرہ کی طاقت سے ایسا کوئی لغت ہی پیدا کر لادین تو کیا تعجب ہے ۔

اس سوال کا جواب دینے کے لئے افسوس کہ اب سوامی جی تو موجود نہیں ہیں اور ان کے پیروکاران شاید ایسی مفت کی سر دردی خریدنا اپنا قیمتی وقت خراب کرنا سمجھتے ہوں اس لئے ناظرین ! میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ ان کو مطلع کر دیں کہ ان تو اس سوال کا جواب تلاش کرنے کی تکلیف محض سر دردی ہی ثابت نہ ہوگی بلکہ اس مشقت کی معقول اجرت مل جائیگی یعنی آپ انکو بتلا دیں کہ اس سوال کو حل کرنے کے لئے مبلغ ایک سو روپیہ کا انعام مقرر کر دیا گیا ہے جو اس شخص کو دیا جاوے گا جو سنسکرت دیکرین (گرامر یا قواعد) سے یا سنسکرت زبان کی کسی کوش (لغات) سے موافق ہوگی جس رائے کو ثابت کر دیوے۔ یعنی جو شخص سنسکرت الفاظ نیا اور ویا کے معنی سمجھتے لغات اور قواعد سے بالکل ایک ثابت کر دیوے (یعنی وہ معنی ایک دوسرے کے مترادف نہ ہو بلکہ ایسا ہو کہ گویا ایک دوسرے میں کچھ فرق ہی نہ سمجھا جاسکے) تو وہ شخص اس انعام کا مستحق ہو سکتا ہے (ابقیہ شرائط کے لئے دیکھو صفحہ ۷۳) اب شاید کوئی اُردو انگریزی دان صاحب یہ خیال کریں کہ اس انعام کے اعلان سے ہم کو کیا فائدہ تو ان کو بھی مطلع کیا جاتا ہے کہ اگر کوئی صاحب فارسی زبان کے لغات میں الفاظ الصافات اور برہم کے ایک معنی مسلج دیکھلا سکے یا کوئی عربی دان صاحب عربی کی لغات میں غاظ عدل اور رحم کے معنی اسی طرح بلا فرق دیکھلا دیوے یا کوئی انگریزی دان صاحب انگریزی کے لغات میں الوب اور جنش سے مراد اور مرسی - Mercy کے معنی اسی طرح مترادف دیکھلا سکے تو وہ بھی اس انعام کے مستحق ہو سکتے ہیں ۔

تین نہایت خوشی ہوگی اگر اس انعام کو حاصل کرنے کی کوشش خالص کردہ رہے۔ یہ سب بھائی صاحبان کریں کیونکہ اگر وہ کامیاب ہو گئے تو ہمیشہ کے لئے ایک مسئلہ حل ہو جائے گا اور اگر وہ ناکامیاب ثابت ہوئے تو ان کو خود انکا کاشنس بتلا دے گا کہ سوامی دراصل اگر غلطی کی ہے تو کیا یہ ضروری بات ہے کہ ہم اندھوں کی لاشی ٹیکتے چلے لادیں اور کہہ لیں پاپن کھڑے ہونے کی ہمت نہ کریں ۔

ناظرین! اگر ایسے انعامی وعدہ اور سچتہ وعدہ کرنے پر بھی آریہ صاحبان کے کانوں پر
جون نہ رینگے اور وہ سوامی دیانند کو مہرشی یوگی اور بال برہم چاری وغیرہ مانتے ہوئے تمام
دنیا کے مذاہب کے بزرگوں کو صلواتیں سناتے کے سوا اور کسی معقولیت سے کام لیتا
ہمیں چاہئے تو لاچار رہی اور مجبوری ہے۔

آگے سوامی جی یہ ظاہر کر رہے ہیں کہ وہ رحم سے کیا مراد لیتے ہیں کیونکہ یہ تو سوامی جی
بتلا ہی چکے کہ انصاف ہی کے اندر رحم ہی آجاتا ہے پس چونکہ یہاں پر ایک سوال پیدا ہوتا
ہے کہ آخر پریشور پرہم ہے تو وہ کیسے طور پر کرتا ہوگا اس لئے اب سوامی جی اپنے رحم پریشور
کا رحم یوں ظاہر فرماتے ہیں:۔

”دیکھو! پریشور کی رحمت کاملہ تو یہ ہے کہ اُس نے تمام حیوان کی حاجت براری کے لئے
دنیا میں سب چیزیں پیدا کر کے عطا کر رکھی ہیں۔ پس دیگر برتر رحم اس سے ما سوا اور
کوئی نہیں ہے۔“

واہ! اس رحم کو لیکر ہم اور ہیں یا بچھاوین پریشور اس خلقت کا خالق ہے اُس نے
جن اشیا کو جس طرح پر پیدا کرنا مناسب سمجھا وہ کر دیا اور جو نہ مناسب سمجھا وہ نہ کیا۔ سمجھیں
ہمارے اوپر رحم دے رہی کا کیا تنکرہ ہے۔ اگر پریشور نے دنیا میں سب چیزیں پیدا
کر دی ہیں تو ہمیں یہ کیوں کہا جاتا ہے کہ تم پر پریشور نے یہ احسان کیا ہے۔ واہ!
وہ خالق ہے اور یہ دنیا اُس کی خلقت ہے وہ فاعل ہے اور یہ مفعول ہے کون
جانتا ہے کہ اوسنے کس شے کو کس لئے پیدا کیا ہے بیچ میں دال بھات میں مومل چند
کے مانند ہم کیوں جا کو دین کہ ”اے پریشور! آپ کے رحم ہونے کا یہی ثبوت ہمارے
تسلی کے لئے کافی ہے کہ آپ نے ہم پر رحم کر کے ہمارے جسم میں کیسی.... پر حکمت
صنعت کر رکھی ہے کہ جس کو عالم لوگ بھی دیکھ کر دنگ رہ جاتے ہیں۔ اندر ہڈیوں کا
جوڑ۔ ناڑیوں کا بند ہیج۔ گوشت کی لپائی۔ کھال کا ڈکھنا..... وغیرہ وغیرہ عجیب و
غریب بناوٹ (کے ذریعہ آپ نے ہم پر رحم کیا ہے) یا... طرح طرح کے جواہرات
اور ہاتھوں سے جڑی ہوئی زمین۔ قسم قسم کے درخت وغیرہ کے حیوان میں نہایت

لطیف صنعت بیٹا رہنر سفید پیلا کا لے نفوش سے منقش پتے پھول پھل مول کی بناوٹ
 مٹھے کھارے کڑوے کیلے۔ چرپرے کھٹے وغیرہ طرح طرح کے نمایقے و شہوت معطر
 پتے پھول پھل ناج کند مول وغیرہ وغیرہ..... (ویکھو ستیا رتھ پرکاش اردو صفحہ ۲۹۳ خطہ ۲)
 آپ نے ہمارے ہی لئے پیدا کر کے ہمیں بخش دی ہیں۔ وغیرہ۔“

ناظرین! اگر اس رحیم کا یہ ہی رحم ہے اور اس کے سوا اور کچھ نہیں تو ہمیں ایسے
 دیانندی رحیم و کریم کی شران میں جانے کی کچھ بھی ضرورت نہیں ہے۔ یہ تمام دنیاوی
 اشیاء تو جس طرح پر مشورے کے بھگتوں (عابدوں وغیرہ) کو حاصل ہیں اسی طرح چور، اکو
 بد معاش اور گنہگار۔ لوگوں کا جی ان پر برابر کا حق اور قبضہ حاصل ہے پس اگر دیانندی
 رحیم کے رحم کا دائرہ ایسا محدود ہے جو اوپر کی فہرست سے ظاہر ہو رہا ہے۔ تو ایسا دیانندی
 رحیم پر مشورہ ان کے پیروکاران کے لئے مبارک۔ بہت ہمارا تو ان کو دور ہی سے ہستے
 غرض ہے۔

ناظرین! سوامی دیانند سرسوتی مہاراج کا رحم و انصاف تو آپ نے بخوبی دیکھ لیا۔
 اب اگر کوئی صاحب یہ سوال کریں کہ اگر سوامی جی کی رائے سے اتفاق نہ کیا جاوے تو
 یہ معنہ کس طرف حل ہو کر رہے اور انصاف دو متضاد معنی میں ایک ہی جگہ یعنی پر مشورہ میں
 کیونکر رہ سکتی ہیں یا یہ کہ انسان میں بھی جو رحم دل ہو وہ سب سے کیونکر ہو سکتا ہے۔
 پس اس کا جواب دیا جاتا ہے۔

اول رحم اور انصاف الفاظ کی تعریف یعنی ڈینی فیتن *De Finitione* کو ماب
 کر لینا لازم ہے۔ سوامی جی کی پوزیشن تو اوپر واضح ہو چکی ہے کہ وہ ان دونوں الفاظ
 کے ایک ہی معنی بنانے کی کوشش میں با حق اپنا وقت ضائع کرتے ہوئے گمراہی کا نتیجہ
 ہو گئے ہیں۔ لیکن تمام ہندو مسلمان اور شاید عیسائی مسلمان بھی حسب ذیل ڈیفنی
 فیشن پر اتفاق کریں گے۔

نیار یعنی انصاف یا عدل جس کو انگریزی میں *Justice* کہتے ہیں یہ تول
 کے تحت ظاہر کرتا ہے۔ یعنی جس طرح دوکاندار ترازو کے ایک پلڑے پر اشیاء فرد و ختنی

کہتا ہے اور دوسرے پلڑے پر وزن رکھ کر تولتا ہے اور جب وہ دیکھتا ہے کہ وزن
 پلڑے برابر ہوئے تو یہ سمجھ لیتا ہے کہ جس قدر مال فروخت کرنا چاہتا تھا یعنی جس قدر
 مال کی قیمت وہ خریدار سے حاصل کرتا ہے اس قیمت کے عوض میں جس قدر مال
 دیا جاتا ہے وہ ٹھیک تول لیا گیا ہے اور تب وہ اُس مال کو قیمت دیا کر نیوالے کے
 حوالہ کر دیتا ہے۔ اسی اصول پر تمام عدالتیں کاربند ہیں۔ چنانچہ ایک بنیا آٹا دال وغیرہ
 تولتا ہے یا ستراف سونا چاندی وغیرہ تول کرتا ہے وہ ان مجسٹریٹ یا جج صاحبان قصور داروں کی
 سترافوں کی تول کیا کرتے ہیں۔ اب یہاں وزن کے بجائے وزن لغذیرات ہند وغیرہ
 ہون اور فروخت شدہ مال کے قیمت کے پورے پورے جیلانی کی سیر وغیرہ ہے۔ کسی مجسٹریٹ
 کے روبرو ایک چور کھڑا ہے جس نے توروپیہ کا مال چوری کیا ہے۔ اب اول تو مجسٹریٹ
 صاف اس بات کی جانچ پڑتال کرتے ہیں کہ دراصل اس نے چوری کی بھی ہے یا نہیں پس
 جب وہ چوری کرنے کا مجرم ثابت ہو جاتا ہے تب دوسرا سوال مجسٹریٹ صاحب کے
 روبرو یہ آمو جو ہوتا ہے کہ اس مجرم کا قصور ترازو کے ایک پڑے پر رکھا جادے اور جو ستراف
 مجرم کی قانون میں مقرر ہے وہ مانند وزن کے دوسرے پلڑے پر رکھی جادے پانچ
 سطور پر وہ نصف تولنے والا یہ فیصلہ کر دیتا ہے کہ اُس چور کو ۶ ماہ قید سخت کی سزا
 دی جاوے یا اور کم زائد سزا جرم کے مطابق ملے پاتی ہے۔ یہ تو ہوا انصاف۔
 اب رحم یہ ہے کہ اس فعل (رحم) کا رٹنے والے پر دیکھا (امان) کے خیال
 سے۔ محبت سے۔ شکرگزاری سے لحاظ موت سے یا کائنات سے جو بات رحمدلی
 سے متاثر ہو کر خاص خاص حالتوں میں خاص خاص لوگوں کے ساتھ خاص طور پر سلوک
 و رعایت کرنا چاہتا ہے۔ چاہے وہ خود ایسا کرنا چاہتا ہو یا کسی قسم کی محبت وغیرہ متاثر کر دے
 بالا باتیں اُس کے کائنات سے اس بات کے لئے مجبور کرتی ہوں کہ وہ چاہے اپنا نقصان
 کرے مگر قصور وار کا قصور معاف کرے یا اُس کو جس قدر سزا انصاف کے رو سے دی جانی
 چاہیے تھی اس میں کچھ کمی کر دیوے یا یہ کہ اُس کے طاقت میں جس قدر کی بھلائی و ہمدردی
 وغیرہ اُس شخص کی ہو سکتی ہو اور جیسے رحم کیا جانا مقصود ہے (وہ ضرور کر دیوے)۔

پر ہم کی تعریف یعنی ڈیفینیشن *Definition* ہے۔ اب اُسی بقال کی دوکان پر چلے آپ نے جا کر اوس سے کہا کہ دو روپیہ کا گندم تول دو۔ اور بازار میں نرخ ۱۶ سیر فی روپیہ کا ہے۔ اب اگر وہ آپ سے دو روپیہ لے کر ۳۲ سیر گندم تول کر دے دیتا ہے تو اُس نے انصاف سے کام لیا لیکن اگر بالفرض آپ اُس کے کوئی خاص دوستوں میں سے ہیں اور آپ نے کہا کہ بھائی دیکھو کچھ رعایت کر دینا اور اُس کے کانشنس نے بھی یہ منظور کر لیا کہ آپ کے ساتھ اسے رعایت کرنی لازم ہے تو وہ یہ کرے گا کہ آپ سے نفع نہ لیوے گا اور آپ کو وہ فی روپیہ ۱۷ سیر یا ۱۸ سیر کے حساب سے تول دیوے گا اور اس صورت میں وہ آپ کے ساتھ اس قدر رحم کرے گا کہ سمجھا جاوے گا۔ رحم کرنا اسے اپنے گانشٹھ کا کچھ نقصان ضرور رہوا کرتا ہے لیکن وہ اس خبر پر محبت یا احسان مندی دوستی وغیرہ کے ادمنگ کے مقابلہ میں اس نقصان کی پرواہ نہیں کیا کرتا۔

یا یون سمجھے کہ بالفرض کوئی شخص اُس بنے کے پاس جا کر کہتا ہے کہ میں اسوقت نہایت مفلس ہوں بلکہ فاقہ تک کی نوبت پہنچ گئی ہے پس ایک روپیہ کا غلہ یا قیمت تول دو اور وہ نبی اللہ کافی تحقیقات کر لیتا ہے کہ سائل کا بیان غلط نہیں ہے اور اگر اس کا کانشنس اسے ہدایت کرتا ہے کہ ایسے مصیبت زدہ شخص کے ساتھ ہمدردی کرنی لازم ہے پس اسوقت اگر وہ اُس قیمت لئے بغیر غلہ دیدیتا ہے تو وہ اُس کے ساتھ پورا رحم کرتا ہے۔

اب عدالت میں چلے ایک مجرم کھڑا ہے جج صاحب نے اپنے تراڈ کے دونوں پلڑوں کو برابر کرنے پر معلوم کیا کہ اُس مجرم کو تیس ضرب بید کی سزا دی جاتی چاہئے لیکن جج صاحب نے کانشنس نے بتلایا کہ وہ مجرم اس قدر ضعیف اور کمزور ہے کہ اگر اسے تیس ضرب بید کی سزا دی جائیگی تو وہ مر جائے گا پس وہ فوراً باوجود دونوں پلڑے برابر ہونے کے بھی اپنی اس رائے کو تبدیل کر دیوین گے اور کوئی ٹکی سزا تجویز کر کے تب فیصلہ سنا دیں گے۔ یا یون سمجھے کہ ایک مجرم جج صاحب کے روبرو کھڑا ہے جس کے قصور دن کے لحاظ سے اسے دو سال قید سخت کی سزا دی جانی چاہئے مگر وہ مجرم تعلیم یافتہ معزز اور شریف خاندان کا ایک ممبر ہے۔ اب جج صاحب کا کانشنس ان کو یہ بتلاتا ہے کہ دو سال قید سخت کی سزا اس قدر قصور دن پر

مہر خاص و عام کو دیجا یا کرتی ہے لیکن یہ شخص اس قدر تکالیف کو نہیں برداشت کر سکتا کیونکہ دوسروں کی بہ نسبت وہ زیادہ آرام و آسائش کا عادی رہا ہے اس لئے اس کو کچھ کم سزا دینی لازم ہے پس وہ اسے صرف ۶ ماہ قید سخت کی سزا دیوں گے۔ اب ظاہر ہے کہ ایسا کرنے سے جج صاحب نے جہان رحم کو مد نظر رکھا وہاں انصاف میں ضرور کمی ہوگئی لیکن موقع محل کے لحاظ سے وہ ایسا کرنا نیک نیتی کے ساتھ مناسب سمجھتے ہیں۔ یہ رحم ہے۔

یادوں سمجھئے کہ ایک شخص کسی بادشاہ کے دربار میں کسی معزز جہدہ (دیوان وزیر یا حاکم ضلع وغیرہ) پر مقرر رہے اور کہیں اس سے کوئی ایسا قصور سرزد ہو گیا جس کے پاداش میں سزائے قید بھوکنی پڑتی لیکن چونکہ اس شخص کی رسائی خاص بادشاہ کے دربار تک ہے پس اس لئے بادشاہ کے حضور میں جا کر منت کی کہ ایک مرتبہ مجھے معاف کیا جاوے آئندہ ایسا قصور کبھی ہوگا تو بادشاہ کو رحم آگیا اور اس نے یہ حکم سنایا کہ دیکھو تمہارے اوپر خاص رعایت کر کے ہم معافی دیتے ہیں آئندہ ایسا قصور نہ ہونے پاوے وغیرہ یہ بھی رحم کی مثال ہے۔

یائٹل انیٹرنس ایف اے وغیرہ کا امتحان ہوا۔ طلباء کے جوابات ممتحن صاحبان کے رد و رد موجود ہیں ان کو کسی سے کسی قسم کی رو رعایت نہیں ہے۔ وہ خدا کو حاضر ناظر سمجھ کر پورے انصاف سے پرچون کو دیکھ کر سوالات کے مطابق نمبر دینے کے ارادے سے بیٹھے ہیں ایک ایک لڑکے کا پرچہ اٹھاتے ہیں۔ اور سوالات پر جو نمبر مقرر کر دئے گئے ہیں ان کو ایک پٹہ پر رکھتے ہیں اور طالب علم کے جوابات کو دوسرے پٹے پر رکھ کر ٹول رہے ہیں اور جس طالب علم کے جوابوں کا جس قدر وزن ہو جاتا ہے اس کے مطابق نمبر دیتے چلے جاتے ہیں۔ اب ایک پرچہ کے نمبروں کی میزان ۳۲ ہوگئی (اور سو نمبروں کا پرچہ ہونے کے باعث حسب قواعد محکمہ تعلیم ۳۳ نمبر پانے والوں کو پاس شدہ سمجھا جاتا ہے) تو امتحان ممتحن صاحب کے کائنات نے ان کو ہدایت کی کہ دیکھو پیارہ غریب صرف ایک نمبر کے کمی کی باعث ناحق فیل ہوا جاتا ہے اور اس کے طرز تحریر سے معلوم ہو رہا ہے کہ اس نے مضمون کو سمجھ کر جواب لکھا ہے یعنی جس مضمون کا امتحان ہے اسے محنت سے حاصل کیا ہے اور محض اتفاق سے ایک نمبر کی کمی رہ گئی ہے وغیرہ پس وہ ممتحن صاحب اپنے کائنات کی

بات کو مان کر (سوا اول درجہ کے بے رحم لوگوں کے بن کو شاید دیانندی تعلیم اثر کر گئی ہو)
اوس طالب علم کو ایک نمبر مائتا دیکر لینے اس کو ۳۳ نمبر دیکر اُسے فیمل ہوتے سی پادیتے
ہیں۔۔۔ بھی رحم ہے۔

ناظرین یہ رحم کی مثالیں ہیں۔ اسی طرح آپ چاہیں تو ایسی بے شمار مثالیں خود سوچ
سکتے ہیں لیکن اسی ساتھ میں آپ کو ایک بے رحمی کی مثال بھی سنا دینا مناسب سمجھتا ہوں۔
پنڈت ہمیں شرمناک صاحب سابق آریہ پنڈت ایڈیٹر براہمن سرو سو مقام اٹاود سوامی
دیانند سرو سوئی مہاراج کے پاس اس کام پر نوکر تھے کہ اُن کی سنسکرت عبارت کا ہندی ترجمہ
وغیرہ کیا کریں۔ اب آریہ سماجیوں سے تنگ آکر وہ اس سے طعہ ہو چکے ہیں اور اپنے انجنا
م کو رہ بالا کے جلد اول نمبر ابابت ماہ فروری سن ۱۹۳۳ عیسوی صفحہ ۲۲۰ سطر ۴ پر یہ عنوان مضمون
”سوامی دیانند کے ساتھ ہمارا قیام مین یون تحریر فرماتے ہیں:-

دور..... سمت مین وکٹو۔ یا مہارانی (قیصر ہند) کا دربار شاہی دہلی مین ہوا تھا۔
راستہ مین چلتے وقت ریل پر بھیڑ بھاڑ بہت ہونے کے باعث سوامی دیانند کے پیٹے پرانے
کپڑوں کی ایک گٹھری ریل مین کھو گئی۔ اُس کے عیوض مین چار آدمیوں سے (جو اُن کے
ملازم تھے) چار روپیہ (لکھہ) سوامی جی نے کاٹ لئے۔ اگر وہ کپڑے فردخت یا نیلام کے
جاتے تو شاید دو روپیہ کی مالیت ہوتی۔ کئی آدمیوں کے سمجھانے پر بھی سوامی دیانند نے
کسی کی بات نہیں مانی۔“

ناظرین! کیا سچ مچ سوامی جی اپنے عملوں سے یہ ثابت کر رہے ہیں کہ اُن کا پریشور بھی
ایسا ہی رحیم ہے جیسا کہ اوپر کی اقتباس سے ان کے بارہ مین ظاہر ہو رہا ہے۔ اگر پنڈت
ہمیں شرمناک صاحب سچے ہیں (اور ان کے سچے ہونے کا ہمیں تو یقین ہے کیونکہ جب
وہ الہ آباد مین تھے تو ہمیں ان کی صحبت کا فخر حاصل تھا واقعی وہ ست جگی آدمیوں کے مانند
نظر آتے ہیں) تو کیسے تعجب کی بات ہے کہ دو روپیہ کا مال دہلی دربار جیسے موقع پر اگر کثرت
بھڑ بھڑا وغیرہ مین کھو گیا تو سوامی جی کا انصاف اور رحم دیکھئے کہ وہ دو کے بجای اپنے
مزید نوکروں سے چار سول کر رہے ہیں۔

اب تو ناظرین! آپ کو پورا یقین ہو گیا ہو گا کہ سوامی جی اپنے پیروکاران کو کس ڈھانچہ میں
 ڈالنا چاہتے تھے۔

ناظرین! آپ نے اب انصاف اور رحم کی تعریف کو سمجھ لیا ہو گا اور یہ بھی معلوم کر لیا
 ہو گا کہ اگرچہ انصاف اور رحم آپس میں متضاد صفتیں ہیں لیکن وہ دو وزن ایک مقام میں رہ
 سکتی ہیں یعنی انسان کے دماغ میں رحم بھی رہا کرتا ہے اور انصاف بھی موجود ہوتا ہے۔
 آپ نے بقال جج بادشاہ اور ممتحن کی مثالوں میں دیکھ لیا کہ وہ سب انصاف سے کام
 لیتے ہوئے رحم دلی کو فیشن نہیں دے دیتے بلکہ موقع حال کے مطابق جہان پر رحم کرنے کی
 ضرورت ہے وہاں وہ ضرور رحم کر کے ان لوگوں کی دعا حاصل کرتے ہیں جن پر رحم کیا جاتا ہے
 اب یہ سوال کہ یہ سب تو انسانوں کی باتیں ہوئیں۔ ہم نے مانا کہ ہر ایک انسان جو منصف
 مزاج ہو وہ رحم دل بھی ہو سکتا ہے لیکن پریشور پر گز بھی رحم کر کے کسی گنہگار کا فوہور بھلا
 نہیں کرتا ہو گا کیونکہ جہان ہم انسانوں کو ہم اس لئے کرتا ہے کہ ہم کو یہ تعلیم ملی ہے کہ
 مصیبت زدہ لوگوں پر رحم کرنا خدا کی خوشنودی کے لئے درکار ہے یعنی ہم جتنا ہی زیادہ
 نیا دی لوگوں پر رحم کریں گے اتنا ہی زیادہ پرہیزگار ہم سے خوش ہو گا یا ساتھی ہندو
 خیال میں ہمیں اگلے جنم میں اس کا احادضہ مل جائے گا وغیرہ۔ لیکن پریشور کیون رحم
 کرنے لگا کیونکہ اسے یہ تو ضرورت ہی نہیں ہے کہ اسے کسی اپنے سے بڑے کو خوش کرنا
 مقصود ہو یا یہ کہ ہمیں تو اکثر دوستوں و رشتہ داروں کی محبت وغیرہ کے جزبات اس کے
 ساتھ انصاف کے بجائے رحم کرنے کے لئے جو کمرٹ میں لیکن پریشور کے لفظ دن میں تو
 بندگان برابر میں وہ چونکہ کسی کے ساتھ ہمدوست نہیں رکھا پس یہ کیون کر ہو سکتا ہے
 کہ وہ کسی کے اوپر رحم کرے۔ اور اگر وہ ایسا کرے گا تو کیا ہم اسے بے انصاف نہ کہیں گے
 کہ وہ کسی کے ساتھ رعایت کرتا ہے اور کسی کے ساتھ نہیں کرتا وغیرہ۔ اس لئے یا تو پریشور
 کے معفتوں میں سے منصف خارج کر دیا جائے۔ یہی یہ ہندو جس طرح کا اسے رحیم مانتے
 ہیں ویسا ہی تسلیم کیا جاوے وغیرہ۔ پس اب اس سوال کا جواب دیا جاتا ہے۔
 ناظرین! سوامی جی نے پریشور کا عجیب طور پر رحیم و منصف ہونا ثابت کر کے

کے لئے انسانی مثالوں سے ہی کام کیا ہے پس اگر ہم اوپر کے اعتراض کا صرف یہ ہی جواب
 دیدیویں کہ انسانی مثالوں سے ہم نے ہی ثابت کر دیا کہ انصاف اور رحم دونوں صفتیں
 ایک جگہ رہ سکتی ہیں اور جب وہ انسان کے دماغ میں رہ سکتی ہیں تو پریشور میں کیونکر
 نہ ہوں گی۔ تو ہمارا یہ کہ کر مال دینا بھی اگرچہ منطق کے خلاف تو نہیں ہے لیکن تاہم ہم ایسا
 کرنا نہیں چاہتے۔ کیونکہ سوامی دیانند کے مانند گول مال اور پیچیدہ تشبیحوں وغیرہ کو دلدل
 میں ناظرین کو پھنسا کر دور کھڑے تماشہ دیکھنے والوں میں ہمیں شامل ہونا پسند نہیں ہے
 غرضیکہ طوالت کی پرواہ نہ کر کے اب ہم ناظرین کو یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ پریشور دراصل منصف
 اور رحیم ہے اور اس کے ان اوصاف کو ہمیں بالکل ویسا ہی ماننا پڑے گا جیسا کہ ہم اسے
 نہایت قدیم بزرگوں نے تسلیم کیا ہے۔ :-

پریشور منصف یعنی رحیم اور نیا کاری ہے کیونکہ جو شخص جیسا فعل کرتا ہے اُس کو ویسا ہی نتیجہ
 دے دیتا ہے نیک کام کرنے والوں کو نتیجہ نیک (بہشت) اور بدکرداروں کو نتیجہ بد (پادونج)
 دیا جاتا ہے۔ اس بات پر تو سوامی جی کا اتفاق ہی ہے بلکہ وہ تو اسی پر زور دے رہے ہیں۔
 اب پریشور کا رحم سنئے۔

واضح ہو کہ جو لوگ ایسا سمجھتے ہوں کہ چونکہ پریشور رحیم ہے پس وہ تمام گناہگاروں
 کے گناہوں کو معاف کر دیویگا وہ سخت غلطی پر ہیں اور واقعی بات یہی ہے کہ چونکہ چند خاص
 خاص فرقوں کے بے سمجھہ ممبران سے سوامی جی کو گفتگو کا موقع ملا جنہوں نے ایسے خیالات
 ظاہر کئے کہ پریشور کے صفتوں کی فہرست میں لکھا ہے کہ وہ رحیم و کریم (دیا لو اور دیا نہ دیا)
 وغیرہ ہے پس ہم لوگوں کے گناہوں کو وہ بخش دیویگا وغیرہ بلکہ موجودہ مذاہب میں سے
 ایک ایسا مذہب جس کے پیروکاران کی تعداد اس وقت دنیا کے بہت بڑے مذہبوں کے
 مقابلہ میں بہت بڑہ چڑہ کر رہی ہے ایسے ہی پوچھ اصولوں کے پرچار سے اپنی ترقی کر رہا ہے
 یعنی وہ یہ اعلان کرتا ہے کہ ہمارے مذہب کے آچارج مہاراج اپنے تمام گزشتہ موجودہ
 اور آئندہ پیروکاروں کے گناہوں کے بدلے میں خود سولی پر چڑھ جانا قبول فرمالیا اور
 اب دنیا میں یہ خوش خبری سناتے کے لئے ہم لوگ (پادری صاحبان) گھوم رہے

ہیں کہ تمام گناہوں کی معافی کے لئے اس سے بڑھ کر اور کوئی آسان نسخہ نہیں ہے کہ پر بھو لینے مسیح پر ایمان لایا جاوے پس جتپسمہ لینے کی دیر ہے کہ تمام گناہ ایسے کا فورہوں گے جس طرح تار کی خیر تار کے کھٹکھٹاتے ہی رنچر ہو جاتی ہے۔ خرنکد ایسی ایسی باتوں کو سکر سوامی جی نے سوچا کہ دنیا کے لوگ رحیم و کریم صفات کا ناجائز فائدہ حاصل کرنے کی فکر میں غلطان ہو رہے ہیں اس لئے ان کو گناہوں سے بچانے کے لئے بھی طریقہ ٹھیک ہے کہ النفاظ رحم و انصاف کی پیچیدہ تشریح بنا کر ان کو بھول بھولیاں میں ڈال دیا جاوے۔ لیکن وہ یہ سمجھے کہ یہ کٹھن کی بانڈی زیادہ عرصہ تک آگ پر نہیں رہ سکے گی۔ لوگوں کی غلطیاں باقاعدہ طور پر بتلانا ضروری تھا نہ کہ پالیسی کے ساتھ۔ خیر۔

پر مشورہ کارم یہ ہے کہ بالفرض کسی شخص کو کم یا زیادہ گناہ کر کے بعد یہ معلوم ہوا کہ ہنس غلطی پر ہیں۔ اور جن گناہوں کی عادت ہمیں ہو گئی ہے وہ دن بدن ہم کو تنہائی کے خندق میں گرائی چلی جائیگی وغیرہ این خیالات سے اگر وہ شخص سچے دل سے یہ ارادہ کر لے کہ وہ گناہ سے آئندہ بچنے کی پوری کوشش کریگا اور رفتہ رفتہ وہ اپنی ایسی گناہ آلودہ عادتوں کو ترک ہی کر دیوے۔ اور بعد اس کے دل (انتہا کرن) میں ہو یہ افسوس رہتا ہے کہ آئندہ تو گناہ کوئی سے میں بچا رہوں گا لیکن جو اس قدر عرصہ و راز تک نہایت درجہ کے برے کام کئے ہیں ان کی سزا بھو گنی کے لئے مجھے دوزخ میں جانا پڑے گا (یا این خیالات کے مطابق اس زندگی و آئندہ زندگی میں تکالیف برداشت کرنی پڑے گی پس ناظرین کو متنبہ ہو کہ اگر اس شخص کو ایسا یقینا خیال ہے اور وہ سچے دل سے پر مشورہ کی عبادت میں مشغول ہو جاوے اور کھٹ کھٹ دیا پی پر مشورہ سے اپنے دلی کے اندر ہی اندر یہ التجا (پرا رتھنا) کرے کہ اے دیا سند ہو (رحم کے سمندر) پر مشورہ ہم پانی گنہگار ہیں ہم کو معاف کیجئے ہم آپ کی شرین میں آتے ہیں وغیرہ تو ایسی سچی دعا دینے پر رتھنا کو پر مشورہ منظور بھی کر لیتا ہے لہٰذا کوئی صاحب یہ سوال کریں کہ یہ بھی کی شرط کیسی۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہم تمام دنیا کو تو فریب دے سکتے ہیں لیکن وہ پر مشورہ جو ہمارے دل و باغ کے اندرونی سے اندرونی تکی راز خوب اچھی طرح پر جانتا ہے پس یہ ناممکن

اور بالکل غیر ممکن بات ہے کہ ہم اُس گھٹ گھٹ ویاپی پر ماتا کو دھوکا دے سکیں۔ یعنی اگر کوئی شخص محض اس خیال سے کہ ہم ابھی تو خوب گناہ کرتے چلے جاوین بعد میں پریشور سے مذکورہ بالا دعا مانگ لیونگے چنانچہ وہ ایسا ہی عمل بھی کرے کہ دس بیس برسوں تک خوب بے ایمانی دعا بازی رشوت خوری یا زنا کاری بد معاشی بد کاری وغیرہ کو جان بوجھ کر کرتا رہے اور بعد میں پریشور سے مذکورہ بالا دعا مانگنے پھر چاہے تو بیشک ایسے دعا بازی کی دعا بازی کو پریشور خوب جانتا ہے اور ایسوں کے گناہ کبھی نہیں معاف کئے جاسکتے۔

یاد رہے کہ ایک شخص ہر طرح کی برائیوں اور گناہوں سے بچنے کی پوری کوشش کرتا ہے اور ہر ایک بات میں بھونک بھونک کر پانوں رکھتا ہے لیکن خدا نخواستہ کسی وقت کوئی کام اُس سے ایسا سرزد ہو گیا جو گناہ یا بہت بڑا گناہ ہی اب ظاہر ہے کہ اگر وہ گناہ کسی ایسے شخص سے ہوا ہوتا جو گناہوں کی مالا پہن رکھا ہے تو اس کو تو پریشور اپنے انصاف سے اُس گناہ کے مطابق جس قدر سزا دی جانی لازم ہے اُس سے کم ہرگز نہ دیتا لیکن اور پرکا شخص پریشور کے روبرو کسی قدر خمومیت رکھتا ہے چنانچہ اگر وہ پریشور سے نیک نیتی اور سچائی کے ساتھ یہ پرا رتھنا (دعا) کرتا ہے کہ اے سرور ادا بار (سب کے سہارے) پریشور! مجھ سے یہ گناہ اتفاق ہو گیا ہے۔ میں آئندہ ہرگز ہرگز بھی ایسے بُرے کاموں میں نہ پڑونگا اور توبہ کرتا ہوں کہ کبھی آپ کے احکاموں سے خلاف کوئی کام نہ کرونگا وغیرہ۔ تو پریشور اُس شخص کا وہ گناہ رحم کر کے معاف کر دیتا ہے یعنی جس شخص نے وہ گناہ کیا ہے وہ گناہ کیسے کیسے پائی نیکی کی ہیں اور صرف ایک پیسہ بھر برائی یعنی گناہ کیا ہے تو محض اس قدر گناہ کے عیوض میں اُس کو دس گناہ نہیں بھیجا جائے گا بشرطیکہ وہ صدق دلی سے توبہ کرے اور رحیم و کریم پریشور سے معافی مانگے۔ (کیونکہ اُس کا اسطورہ پر دعا مانگنا اور عبادت آہی میں اپنے تئیں مشغول کر دینا وغیرہ جو افعال ہیں ان کا جو کچھ بھل ہوتا ہے اُس سے اس قدر گناہ کا عیوض معاوضہ ہو جانا سمجھو۔ اسپر پوری بحث مضمون پر اتر تھنا (سننا جات) سے بھل ملتا ہے میں ادیگی۔ سوامی جی اور اُن کے پیرو کا بان کا قول

یہ ہے کہ اُس شخص کو جس نے ۴ حصہ نیکی اور صرف ایک حصہ بدی (گناہ) کی بین ہر حالت میں استقدر گناہ کے عیوض میں بھی دو نسخ کو جانا یا تکالیف حاصل کرنا پڑے گا یعنی وہ یہ مانتے ہیں کہ گناہ کسی حالت میں کسی شرط پر بھی کسی طرح معاف نہیں کئے جاسکتے لیکن یہ بات بالکل غلط اور قانون قدرت کے خلاف ہے۔

پرمیشور رحیم و کریم ہے۔ اس کے صفات میں ایک لفظ دیا سند ہو کہا گیا ہے یعنی وہ رحم کا سمندر ہے۔ پس جہاں اُن لوگوں کی سخت غلطی ہے جو انصاف کے قانون کو توڑنا چاہتے ہیں یعنی یہ خیال رکھتے ہیں کہ محض کسی خاص فرقہ یا مذہب کا پیروکار بن جانے وغیرہ سے (مثلاً عیسائی ہو کر ہتسمہ لینے سے) تمام گناہ معاف کر دئے جائیں گے اور اس وہم کے باعث وہ دنیا میں خوب دل کھول کر گناہ کرنے لگ جاتے ہیں وہاں امی دیا سند سرسوتی مہاراج کی بھی سخت غلطی ہے جو اپنے عمل (بے رمی کا ثبوت مز کو و بالا) سے ظاہر کر رہے ہیں کہ وہ پرمیشور کو بھی اپنے ہی مانند اول درجہ کالبے رحم سمجھے ہوئے ہیں نہیں ہرگز نہیں۔ بلکہ سچ تو یوں ہے کہ پرمیشور واقعی رحم کا سمندر ہے۔ اور وہ ہمارے تمام گناہ بھی معاف کر دیتا ہے لیکن اس کا مطلب نہ سمجھ کر لوگ گمراہ ہو رہے ہیں۔

ناظرین! پرمیشور رحم کا سمندر اس طرح پر ہے کہ اگر بالفرض کسی شخص نے چوری دغا بازی نہ ناکاری شراب خوری وغیرہ تمام دنیا کے عیبوں کا مرکب بہت عرصہ تک رہ کر خوب گناہ کما لیا لیکن بعد میں اُس کو ہوش آگیا یہ سب جو کچھ میں کر رہا ہوں یہ مجھے دو نسخ میں لے جانے والے افعال ہیں۔ خواہ کسی خدا پرست مذہبی انسان کی پاک صحبت نے اس کے دل پر ایسا اثر ڈال دیا ہو یا جو ہو غرضیکہ اب اُس کے انتہ کرنا۔ (دل و دماغ) نے اسے مجبور کیا کہ وہ سب طرح کی بُری عادتیں ترک کر دیوے چنانچہ اُس نے اُن سب بُرائیوں کو بھی ترک کر دیا اور گزشتہ افعال بد کی معافی کے لئے اُس پاک پروردگار پر برہم پرمیشور کی بندگی کرنی شروع کی اور اب دنیا سے اس کو نفرت ہو گئی پس وہ پا تو تارک الدنیا ہو کر یا خانہ داری میں ہی رہتا ہوا تمام وقت سوا پرمیشور کے

عبادت و بھجن کے اور کسی کام میں نہیں صرف کرتا عرض کیا اب وہ ایک اچھا خاصہ عابد
 ثابت ہو رہا ہے (دنیا داروں کے نظروں میں نہیں بلکہ ایشور پر ماتا گھٹ گھٹ
 دیاپی کے نظروں میں)۔ تو کچھ عرصہ یا بہت عرصہ کے عبادت کرنے سے اس پر
 بھاری گنہگار کے تمام ان گناہوں کو پریشور اپنی رحم سے معاف کر دیوے گا۔ یعنی
 اب اُس کو ان گناہوں کے معاذ فیہ میں دوزخ کو نہ جاتا پڑے گا یا یوں کہئے کہ کالیف
 نہ برداشت کرنی پڑیگی)۔ اور یہ مثال ہے پریشور کے رحم کا سمندر ہونے کی۔

ناظرین! اوپر کا خیال کوئی بناوٹی یا فرضی نہیں ہے۔ ہمیں تاریخی ثبوت بھی اس
 امر کی شاہد ملتے ہیں۔ اگر ہم ہندوؤں کے پرائون سے حسب اشارہ آریہ نسا حبان صرف
 تاریخی واقعات کی چھان بین کرنے لگ جاوین تو ایسی ہزاروں مثالیں ہمیں مل سکتی
 ہیں۔ لیکن ہم ان کو نہ پیش کر کے ایک ایسی نظیر پیش کریں گے جس کو قبول کرنے سے ہمارے
 آریہ بھائیوں کو بھی انکار نہ ہوگا۔

آریہ سماج کے موجودہ لیڈران میں سے ایک بہت ہی اعلیٰ درجہ کے معزبان و لون
 لالہ منشی رام صاحب ایڈیٹر سیتہ دھرم پرچارک ہیں۔ آپ کا اس وقت آریوں میں وہ سکہ
 جما ہوا ہے کہ جس طرح مسٹر دادا بھائی نوزوجی صاحب ممبر پارلیامنٹ کے یہاں ہندوستان
 میں آنے پر اہل کانگریس ان کو گاڑی میں بٹھلا کر گھوڑے کی جگہ پر خود اس گاڑی کو کھینچتے
 ہوئے یہ ظاہر کر رہے تھے کہ قوم و ملک کی خدمت کرنے والے کی اہل ہند کس قدر عزت کے بنکو
 تیار ہیں اسی طرح ان لالہ صاحب کی بھی آریہ صاحبان اسی طرح عزت کرتے ہوئے یہ ظاہر
 کر رہے ہیں کہ وہ اگر جسم ہیں تو لالہ صاحب مذکور روح ہیں۔ ایسے معزز مہاتما کا خطاب
 حاصل کرنا والے صاحب کا خود یہ اقرار ہے کہ وہ آریہ سماج میں داخل ہونے سے قبل (آج
 سے بیس سال پیشتر) ایسے بدکردار دن میں سے تھے کہ دنیا کا کوئی عیب نہ ہوگا جو ان
 سے بچ رہا ہو اتنا ہی نہیں بلکہ مہاتما جی موصوف یہ بھی ظاہر کرتے ہیں کہ وہ اول درجہ
 کے ناستیک (منکر خدا) لوگوں میں سے تھے اور یہ قطعی فیصلہ کر چکے تھے کہ نہ تو اس
 خلقت کا کوئی پیدا کرنے والا ہے اور نہ مرنے کے بعد کسی طرح کی سفر و جزا ملاتی ہے

پس *Eat drink & be merry tomorrow + will die.*

یعنی کھاؤ پیو عیش کرو کل کو تو آخر مر جانا ہی ہے۔ اسی اصول پر کار بند تھے لیکن جب آریہ سماج میں داخل ہوئے اور خدا کی ہستی کے قایل ہو کر اپنے گناہوں کی معافی کے لئے تمام وقت نیکی اور عبادت میں مشغول رہنے لگے (عبادت کے معنی کچھ یہ نہیں ہیں کہ محض مالا لیکر رام رام جپا کرے۔ نہیں بلکہ پریشور کے احکام کی پابندی عین عبادت ہے) تو اس کا نتیجہ یہ ہوا جو آج ظاہر ہے (دیکھو دیباچہ سوانح عمری سوامی دیانند مصنفہ پنڈت بیکھ رام صاحب مرحوم)

ناظرین! مہاتما منشی رام صاحب کی اب جب قدر عزت آریوں کے نگاہ میں ہے اس کو مد نظر رکھ کر کیا کوئی آریہ سماجی کبھی خواب میں بھی یہ خیال کر سکتا ہے کہ وہ دوزخی انسانوں میں سے ہیں یعنی مکر و دسوخ کو جانو الے ہیں (یا آریہ محاورہ میں یوں کہ انسان کی زندگی شاپگر آئندہ جہنم کتا گدھا وغیرہ کسی نہ کسی یونی میں ختم لینے والے ہوں گے)۔ اور کیا وہ خود اپنے دل میں آریہ سماج کے اصولوں اور سوامی دیانند کی عجیب و غریب تعلیم کو مد نظر رکھ کر یہ یقین رکھتے ہوں گے کہ جو شراب خوری وغیرہ بڑے بڑے عیسوں کے وہ عرصہ تک عادی رہے ہیں اور جو کہ عرصہ تک وہ منکر خدا بھی رہ چکے ہیں پس کیا ان سب گناہوں کے معاوضہ میں ابھی (باد جو د عرصہ سے عبادت الہی میں صدق دلی سے مصروف ہونے کے دسوخ کو ہی جانا پڑیگا اور وہ پریشور سوامی دیانند کے ہی مانند ایسا بے رحم ثابت ہوگا کہ باوجود رحم کا سمندر کہلانے کے بھی وہ انہیں کچھ رعایت نہ کرے گا اور چاہے وہ کتنی ہی نیکی وغیرہ کرتے رہیں لیکن گزشتہ اعمال بد کے نتیجہ میں ان کو ایک مرتبہ بغیر دسوخ کی سیر کرائے ہوئے اس کا انصاف پورا ہی نہ ہو سکیگا ہم تو دیکھتے ہیں کہ اگر آریوں کے اس قول کو ہم تھوڑی دیر کے لئے صحیح مان لیں تو یہ نیکی اور بدی کا نتیجہ صرف اسی دنیا میں ملتا ہے (حالانکہ یہاں اور وہاں دونوں جگہ ملا کرتا ہے) تو ہم یہ کہے بغیر نہیں جاسکتے کہ مہاتما منشی رام جی کے گزشتہ تمام گناہ پریشور نے معاف کر دیے اور اب وہ اپنی عبادت اور نیکیوں کا معاوضہ حاصل کر رہے ہیں۔

ناظرین! جب ہم زندہ مثالیں ایسی دیکھ رہے ہیں تو پھر یہ کہنا کہ پریشور اپنا رحم دکر

کر کے لوگوں کے گناہوں کو معاف نہیں کیا کرتا کیونکہ ٹھیک ہو سکتا ہے۔ جس طرح قانون قدرت کے قاعدوں میں یہ ہے کہ آفتاب ہمیشہ مشرق سے ہی طلوع ہوتا ہے۔ گرمی کے بعد ہی برسات ہوتی ہے۔ ماں باپ کے صحبت سے ہی اولاد پیدا ہوا کرتی ہے وغیرہ اسی طرح یہ بھی قانون قدرت کا ہی نیم (قاعدہ) ہے کہ جہان گنہگار کو دوزخ میں جانا یا دنیاوی طرح طرح کی تکالیف برداشت کرنی پڑتی ہیں (جو کہ پریشور کے انصاف کا ظہور ہے) وہاں ان گنہگاروں کی معافی ہو جاتی ہے جو صدق دلی سے گزشتہ کے لئے توبہ کر کے آئندہ کے لئے یاب کہہ بنے گناہ و بد فعلیوں سے کو سون دور رہتے ہیں۔ اگر بالفرض دیانتداری فلاسفی کو مد نظر رکھ کر یہ مان لیا جاوے کہ ہمیں ایسا نہیں ہوتا۔ معافی مانگنے والوں کو توبہ کرنے والوں اور آئندہ ہر طرح کی بڑائیوں سے بچنے کی کوشش کرنے والوں کو بھی پریشور اسی لاٹھی سے ہانکتا ہے جس سے دوسروں کو تو جہان یہ اعتراض پیدا ہوتا ہے کہ پھر تو خدا کے گھر میں ایسا ہی اندھیر ہو گا کہ سب وہاں بائیسٹل پیسیری کے بھاؤ بکنے لگیں گے وہاں قدرت کا قانون بھی ٹوٹ جاوے گا۔

یعنی یہ بات زبانی جمع خرچ کر لینے کی نہیں ہے اور نہ یہ کوئی ایسا امور ہے جس کے سمجھنے کے لئے ہمیں صرف فرضی دلائل پر ہی قناعت کرنی پڑے۔ بلکہ یہ وہ اصول ہے جس کا ظہور پریشور کے اس اٹل نیم (نہ تبدیل ہونے والے قانون) کو روشن کر رہا ہے جس نے کہ یہ دعویٰ بلا دلیل نہیں پیش کیا گیا ہے۔

ایک بیمار انسان کی مثال لے لیجئے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ بیمار یاں ہماری ہی بد پرہیزی وغیرہ سے پیدا ہوتی ہیں۔ ایک شخص بیمار ہوا (= گناہ کی سزا پائی) اور اب سے معلوم ہوا کہ فلاں طرح کی بد پرہیزی میں بیمار ہوا ہوں۔ ظاہر ہے کہ اگر وہ اُس بد پرہیزی کو اب بھی ترک نہیں کرتا اور نہ ہماری کئے دفع کرنے کا کوئی علاج کرتا ہے تو خواہ مخواہ اُس کا مرض دن و رات چوکنی ترقی کرتا چلا جائیگا اور آخر کار ایک ادنیٰ سی بیماری بھی اُس کے جسم کا خاتمہ کرنے کو لئے کافی سامان پیدا کر دیو گی اسی طرح جو لوگ گناہ کے عادی ہو چکے ہیں اُن گناہوں سے حاصل ہونے والے تکالیف کو اسی زندگی میں پاتے ہوئے بھی نہ تو ان بُری عادتوں کو ترک

کرتے ہیں اور نہ گزشتہ بڑائیوں کی پالیز کی کا انتظام (توبہ وغیرہ) کرتے ہیں وہ پریشور کے انفسا
 کے قاعدوں کے مطابق طرح طرح کی مصیبتوں میں یہاں بھی گرفتار ہوتے ہیں اور وہاں بھی
 دوزخ کن بھیجے جاتے ہیں۔ لیکن اگر وہ بیمار شخص کسی حکیم کو یوں مخاطب کرتا ہے کہ مجھے پختہ
 نہ تھی کہ ایسی اولیٰ بد پرہیزی یا لاپرواہی سے اس قدر بیماری تکلیف وہ بیماری پیدا ہو جاتی۔
 خیر۔ اب آپ مجھے جو علاج اور پرہیز گاری بتلاؤ گے اُس پر عمل کرونگا اور ایسی مہربانی
 کرو دیجئے کہ کبھی طرح جلد میں اس بیماری کی تکالیف سے شفا پاؤں پھر انشاء اللہ تعالیٰ تمام
 زندگی ایسی بد پرہیزی نہ کرونگا جس کے نتیجہ میں کہ ایسے مرض کا شکار ہونا پڑا۔ چنانچہ حکیم صاحب
 اُس کو ایک نسخہ ان ادویہ جات کا دیتے ہیں کہ جن سے وہ بیماری جلد دفع ہو جاتی ہے اور
 مناسب پرہیز بھی بتلا دیتے ہیں جن پر وہ بیمار عمل کر کے صحت حاصل کر لیتا ہے اور پھر وہ
 پوری احتیاط رکھتا ہے کہ آئندہ کوئی ویسی بد پرہیزی نہ ہو جاوے اور نتیجہ بھی پھر یہ ہوتا ہے
 کہ وہ بیماری کا شکار نہیں ہوتا۔ اسی طرح گنہگاروں کی حالت سمجھئے۔ جب گناہوں
 کے بُرے نتیجہ میں یعنی تکالیف وغیرہ محسوس کرنے سے یا کائنات کے سچے پکار سے خواہ
 کسی واعظ یا اوپریشک وغیرہ کے صحت کے اثر سے متاثر ہو کر وہ گنہگار اپنے کئے پر پچھتا
 ہے اور صدقہ دل سے پریشور کے دربار میں پرارتھنا کرتا ہے کہ اے دیاسندھو (رحم کے
 سمندر) مجھ پر رحم کیجئے مجھ سے خطا ہوئی بھول ہوئی معاف کیجئے۔ اب آئندہ میں ایسا گنا
 نہ کروں گا وغیرہ۔ اور دراصل وہ اپنے اس عہد پر قائم رہتا ہے تو یقیناً پریشور کے رحم کا
 ظہور اُس پر ہوتا ہے اور وہ گنہگار نہ رہ کر پھریشور کا بھگت بن جاتا ہے۔

ناظرین! حکیم کے مانند یہاں واعظ وغیرہ کو سمجھئے۔ بد پرہیز گاری سے بیماری پیدا
 ہوئی تھی۔ گناہوں سے تکالیف یا دل (= آنتہ کرن) یعنی کائنات کی گھبراہٹ پیدا
 ہوئی۔ واضح ہو کہ گناہ کرتے کرتے ان گنہگاروں کا دماغ اس قدر پرانگندہ ہو جاتا
 کرتا ہے کہ واقعی زمین ان کے لئے بیماری ہو جاتی ہے۔ خونی لوگوں کی ایسی حالتیں
 دیکھی گئی جاتی ہیں کہ وہ خواب میں بھی یہی دیکھا کرتے ہیں کہ کوئی ان کو پکڑنے کے لئے
 چلا آتا ہے وغیرہ) اور جس طرح بد پرہیز گاری کو ترک نہ کرنے سے بیماری دن بدن بڑھتی

چلی جاتی اسی طرح گناہ سے توبہ نہ کرنے کی حالت میں یہ گھبراہٹ اور تکلیف اُس گنہگار کو دن بدن تنزل کرتے ہوئے دوزخ کے اندر جا چٹکتی لیکن جسطرح بیمار پرہیزگاری کا بچتہ دندہ کرنے اور اس پر قایم رہنے سے پھر بیماری شکار نہیں ہوتا اسی طرح گنہگار آئندہ گناہوں سے پرہیز کرنے اس عہد پر سچے دل سے قایم رہنے کے باعث آئندہ تکالیف اور گھبراہٹ سے بچتا ہوا دوزخ کی مصیبتوں سے بھی بچ سکتا ہے اور جسطرح بیمار حکیم کا نسخہ استعمال کر کے گزشتہ بد پرہیزگاریوں سے پیدا شدہ بیماری کو جلد رفع کر دیتا ہے (یعنی جسطرح اندہ استعمال کرنے کی حالت میں وہ پیدا شدہ مرض اپنی پوری طاقت ظاہر کر کے خود بخود اگر ۷ ماہ میں رفع ہو ہو سکتا تو حکیم کی دوائے او سے ۷ دن میں یا ۷ گھنٹوں میں ہی رفع کر دیا) اسی طرح گنہگار کی گزشتہ گناہوں کے بُرے نتائج (تکالیف یا دوزخ) کو دور کرنے کا علاج (حکیم کا نسخہ) کے مانند اُس گنہگار کے لئے یہ ہے کہ وہ صدق دلی سے پر مشورہ پرہیزگاری پر ماتا گھٹ گھٹ ویابی (ہر ایک کے دل میں موجود) کے شرین میں جاوے اور اپنے گناہوں کی معافی کا خواستگار ہو وضع ہو کہ ایسا کرنے کے لئے اسے اس بات کی ضرورت نہیں ہے کہ وہ دنیا داروں کے روبرو ایسا کہتا پھرے یا کسی ملان مولوی خواہ پنڈت صاحب سے معافی کا خواستگار ہونا چاہے (یہ محتاج دوسروں کو کیا دے سکتے ہیں) بلکہ اسے لازم ہے کہ بالکل گوشہ تنہائی میں خاموش بیٹھ کر پر مشورہ سے جو دل و دماغ کے اندرونی سے اندرونی تسکے بھی اندہ موجود ہے دل ہی دل میں پرارتھنا (سنت سماجیت وغیرہ) کرے۔

یہ حکیم صاحب کے نسخہ کے مانند ہی اور اگر بیماری ادویہ جات سے رفع ہو جاتی ہیں تو کوئی وجہ نظر نہیں آتی کہ گناہ توبہ و پرارتھنا وغیرہ کے ذریعہ کیوں نہ معاف ہو جاوین گے۔ دیانندی فلاسفی ہمیں بتلاتی ہے کہ کسی شرط پر بھی گناہ معاف نہیں کئے جائینگے اس کے ماننے والوں کو یہ بتلانا لازم ہے کہ بیماری کیوں ادویہ جات اور پرہیزگاری سے رفع ہو جاتی ہے۔ اس پر حسب ذیل سوال جواب درج کئے جاتے ہیں:۔

سوالی اگر یہ بیماری ادویہ جات کے ذریعہ اسوجہ سے رفع ہو جاتی ہے کہ جسم میں بوجہ بیماری کے جو نقص آگیا ہے اُس کے رفع کرنیوالی اشیاء کی مرکبات جسم میں حکیم ڈاکٹر بھونچا کر

اُس نقص کو رفع کر دیتے ہیں۔ لیکن جو لوگ گناہوں کی سعافی تو بہ وغیرہ کے ذریعہ ہونا تسلیم کرتے ہیں وہ محض زبانی جمع خرچ سے پر مشورہ کو بہکانا پاتے ہیں۔ بھلا یہ کب ہو سکتا ہے کہ ہم چوری زناکاری وغیرہ کے ذریعہ جو دنیا کا نقصان پہنچاتے ہیں اس کی سزائیں نہ بھگوتی پڑے۔ پھر تو بڑا مزہ ہونا لگے عام اعلان کر دو کہ لوگ چوری وغیرہ دل کھول کر کیا کریں اور بعد میں چند منٹوں کسی وقت ایک جاہل بیٹھ کر انٹل سنٹ باتیں بنا دیا کریں یعنی پر مشورہ کو خوشامد کی رشوت دے دیا کریں بس فیصلہ شد۔ وہ سعاف تو کر ہی دیو لگا۔

جواب۔ مبطرح ادویہ جات جسم کے نقص کو رفع کرنے میں کاسیاب ثابت ہو رہے ہیں اسبطرح تو یہ دوا اور آئندہ گناہ سے بچنے کا پختہ ارادہ کرتے ہوئے صدق دلی سے پر مشورہ کے ہمچین و عبادت میں مشغول ہونا دل و دماغ لینے کا شنس (انتہا کرن) کے ان نقصوں کو جو چوری زناکاری وغیرہ سے گھرے ہوئے ہیں دور کر دیتا ہے نہایت بین بلکہ انکو نیست و نابود بھی کر دیتا ہے۔ اور چوری زناکاری وغیرہ کے ذریعہ دنیا کا بقدر نقصان وہ گنہگار پہنچاتا ہے پس گناہوں سے توبہ کر لینے اور صدق دلی سے پر مشورہ کا ہنگام بن جانے پر وہ واقعی اوس نقصان کے مقابلہ میں بدیہا زیادہ فائدہ دُنیا کا پہنچانے والا ثابت ہو جاتا ہے (مثال وہ ہی لالہ منشی رلم صاحب کی کافی ہے۔ کون آری سماجی انکار کر لگا کہ اوہوں نے شرب خوری وغیرہ سے جسقدر دنیا کا نقصان پہنچایا تھا اس کی بہ نسبت گوروکل کی قایمی وغیرہ کے ذریعہ سنا کا بہت زیادہ فائدہ پہنچا چکے ہیں۔) اور یہ تو یہ قوتوں کی باتیں ہیں کہ چوری وغیرہ دل کھول کر کرو۔ جبکہ ہم خود پر زور الفاظ میں کہہ رہے ہیں کہ دنیا داروں کو دھوکا دیا جاسکتا ہے مگر اُس گھٹ گھٹ دیا پی پر مشورہ کو کوئی کیا مخالطہ دیو لگا۔ تو یہ یا ایسی باتیں کہنا عوام کسمخالطہ دینے کے سوا اور کچھ نہیں ہیں۔

سوال آریہ لیکن دوا یاں ہمارے جسم کے اندر داخل کی جاتی ہیں تب ان کا اثر ہوتا ہے اگر کوئی شخص اُس دوا کی کا محض نام لیا کرے تو مبطرح بیمار ہی نہیں رفع ہوتی اوسی طرح گنہگار کے کئے ہوئے گناہوں کے عیوض میں سزا تو ملنی ہی ہے اس کا ذریعہ کرنے کے لئے دوا کی کے مانند آپ کو نسی شے جسم میں داخل کراتے ہیں۔ کیونکہ پر مشورہ سے دوا مانگ لینا تو صرف زبانی جمع خرچ ہے۔ داہ

بلکہ ہی باتوں ہی باتوں میں کام چل سکتا ہے؟ مانا کہ سداق دلی سے ہی ایسا کیا جاوے مگر عقل اسکو قبول نہیں کرتی کچھ پر مشورے کے رد و چند الفاظ کہنے یا گڑ گڑانے اور روئے وغیرہ کا یہ نتیجہ ہو کہ وہ چوری زنا کاری وغیرہ بہت بیماری گناہوں کے مرکب کو معاف کر دیوے۔ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔

جواب۔ دوائی کے جسم میں داخل ہونے کے مانند ہم بتلاتے ہیں کہ ہر ارتعنا وغیرہ سے جو عابری انگاری گناہ سے نفرت۔ پر مشورے کے طرف دل کا متوجہ ہونا اور بعینہ نیات سے بھی نفرت ہو کر ویراگ (دنیا داری سے غم کی کا خیال پیدا ہو جاتا ہے یہی دماغ کی غذا لیکن اس کا اندر داخل کیجاتی ہیں۔ جہاں جسم میں مجسم اشیا اور دایان وغیرہ داخل کی جاسکتی ہیں دماغ میں ہم ایک غیر مجسم اشیا اور علم۔ علمی معلومات۔ نیکی کا خیال۔ بدی کا خیال۔ گناہ کا ارادہ۔ ثواب کا ارادہ وغیرہ ہی ہمیشہ داخل ہو کر تین پس آپ کا یہ وہم شاید نہیں ہے کہ چونکہ اوویہ جات کے مانند کوئی مجسم شے کو آپ ان آنکھوں سے اندر داخل ہوتے ہوئے نہیں دیکھتے اسوجہ سے ہر ارتعنا تو بد وغیرہ نواید سے انگاری بن رہے ہیں۔ اور ہر ارتعنا دیر سے کسطور پر پھل ملتا ہے یہ تو مضمون ہر ارتعنا سے پھل ملتا ہے میں بیان کیا جاوے گا (دبان ہی دیکھئے) البتہ ہمارے اوویہ جات سے صحیح باتنے کی مثال کے متعلق آپ اعتراض کر سکتے ہیں۔

سوال یہ اچھا۔ جو مثال مہاتما مشی رام صاحب کی آپ دیتے ہیں یہ آپ کی غلطی ہے کیونکہ وہ اگر ہر ارتعنا کے اصول پرکا۔ بند ہوتے تو محض پر مشورے کے سامنے زبانی گڑ گڑا کر یا روپیٹ کر سمجھ۔ لیتے کہ ان کے گناہ معاف ہو ہی جائینگے۔ مگر انہوں نے تو آریں تعلیم کو مد نظر رکھ کر دنیا کے آرام و آسائشوں کو لات مار کر پر مشورے کے احکام کی پابندی میں تن من دھن (جسم دل اور دولت کو) بوجھ اور کر دیا۔ پس ایسا کرنے والوں کو تو ہم بھی مبارک کہتے ہیں۔ لیکن وہ زبانی جنت خراج والوں کے گناہ کب معاف ہو سکتے ہیں۔

جواب بھائی صاحب! ہر ارتعنا کے اصول پر کار بند ہونے کے یہ معنی کہ آپ کو بتلا دیا ہے کہ وہ دعا مانگنے والا شخص کاہل اور مست بن کر مکان میں سویا کرے یا آج کل کے برائے نام شنیاسیوں کے مانند خود خدا بن جایا کرے۔ ہم تو خود کہہ رہے ہیں کہ وہ نہ صرف ان برائیوں

اور گناہوں کو ترک کر دیوے جن کا اب تک مادی رہا ہے بلکہ صدق دلی سے پریشو کی
حضور می میں حاضر ہو۔ اس کا مطلب یہی آپ نہ سمجھ کر مغالطہ میں پڑ رہے ہیں۔

اس لکیر شدہ فقرہ کا مطلب یہی ہے جو آپ مہاتما منشی نظام جی کی مثال میں پارتے ہیں۔
واقعی بات یہ ہے کہ جس کا دل سچ میج پر مشورہ میں لگ جاویگا وہ سنا میں وہ کام کر دیکھاویگا
جس کا مدد و حساب نہیں۔ اور یہ محض جہالت کی بات ہے کہ تو بہ و دعا کے یہ معنی سمجھ لے
جاوین کہ فرضی خوشامدی کے مانند عمل کرنے والا..... ہم نو مار بار بتلا رہے ہیں کہ پریشو کو کون
وہو کا دے سکتا ہے پس واضح ہو کہ تو بہ کرنا کچھ آسان کام نہیں ہے۔ تلوار کی دھار پر چلنا
بستہ مشکل کام ہے یہ اُس سے بھی زیادہ مشکل ہے۔ کون کہتا ہے کہ ہر ایک شخص عدا
عمر یا گناہ کر کے تو بہ کر لے تو بخش دیا جائیگا۔ وہ نو اور بھی زیادہ سخت سزا کا مستوجب ہوگا کہ
اور لوگ تو دنیا کو ہی ٹھکتے تھے مگر وہ خدا کو بھی جھانسنہ دینا چاہتا ہے۔ لیکن مضمون زیر بحث
تو یہ ہے کہ آیا پریشور کے رحیم ہونے کا یہ ہی مطلب ہے کہ وہ گنہگاروں کے گناہوں کو بخش
دیتا ہے پس ہم کہتے ہیں کہ ہاں بخشا تو ہے مگر مزکورہ بالا شرائط پر۔ نہ یہ کہ ہر ایک گنہگار
بلکہ لحاظ بخش دیا جاوے گا اور انصاف کا قانون ہی ٹوٹ جاویگا لیکن دیانندی فلاسفی کو
ملاحظہ کر آپ اوپر کی مثال میں مہاتما جی کو یا ان جیسے لوگوں کو ہر گز ہر گز بھی مبارک نہیں
کہہ سکتے بلکہ آپ کو مجبور ہو کر بھی ماننا پڑے گا کہ اوہوں نے جس قدر گناہ کئے ہیں انکی سزائیں
مح مل کرنے کے لئے ان کو دوزخی ضرور ہونا پڑے گا یا دوسرے الفاظ میں یوں سمجھئے کہ
جائزہ دین کی یونیون میں چکر کا ٹاپا ٹوٹے گا۔ پس جبکہ آریہ سماجیان بھی اپنے طریق عمل سے یہ
ظاہر کر رہے ہیں کہ وہ پریشور کے رحیم ہونے کے اصول پر کار بند تو ہیں مگر پھر اس بٹھ دہری
کے کیا معنی کہ سوامی دیانند کی باتوں کو رد نہ کر کے خود تسلیم کردہ سیتہ کا گھر ہن کر ناد غیرہ۔
(سچائی کو قبول کرنا) اصول توڑ رہے ہیں۔

ناظرین! جس طرح بیمار کی مثال سے آپ کو معلوم ہو گیا کہ یہ بات قانون قدرت کے قاعدوں
کے موافق ہے کہ جو بد پریشوری کو ترک کر کے ادویہ استعمال کرتا ہے اُس کی بیماری رفع
ہو جاتی ہے اس طرح اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ جو گناہوں سے تو بہ کرتا اور صدق دلی سے

پریشور کے حضور میں حاضر ہو کر معافی کا خواست گار ہوتا ہے اور سپریم جم کیا جاتا ہے غرضیکہ آپ دنیا میں ایسی اور بھی مثالیں دیکھ سکتے ہیں۔ اب ایک سوال غور طلب اور رہ جاتا ہے کہ آریوں کے مستند کتابوں میں بھی کہیں یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ پریشور ریم ہے یعنی وہ گنہگاروں کے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے یا نہیں۔ خاصکر یہ سوال اور بھی زیادہ مضبوط اسوجہ سے ہو جاتا ہے کہ اپنے زمانہ کے مشہور و معروف عالم فاضل سوامی دیانند مہاراشٹر نے اس اصول کے اختلاف کیا ہے۔

لیکن جہاں سوامی جی نے کسی خاص پالیسی کو مد نظر رکھ کر اس میں نہانی گڑبغت کے دلدل میں عوام کو پھنسا دیا ہے وہاں نہایت تعجب اس بات پر ہے کہ اپنی رائے کی تائید میں کوئی حوالہ کسی بھی کتاب سے نکال کر خواہ اولٹ سیدھا ہے ترجمہ کر کے بھی نہ پیش کر سکے۔ خیر۔ اب ہم اس بات کی پڑتال شروع کرتے ہیں کہ دیکھیں کہیں کسی آریوں کے مستند کتابوں میں اس مسئلہ (جسپر تمام ہندو اور مسلمان صاحبوں کا اتفاق ہے) کے موافق حوالہ جات مل سکتے ہیں یا نہیں۔

لیجئے ناظرین! ہم آپ کے روبرو نہایت ہی قابل عزت کتاب بھگوت گیتا کے حوالہ جات اپنی رائے کی تائید میں پیش کئے دیتے۔ لیکن قبل اس کے کہ ہم ایسا کریں ہمیں یہ خیال ہوتا ہے کہ کہیں ہمارے آریہ بھائی صاحبان یہ نہ کہہ پڑیں کہ واہ! ہم گیتا کو بھی تو دیگر وہی کتاب ہی کہتے ہیں۔ ہاں! ایک گپوڑہ ہی مانتے ہیں۔ ہمیں قایل کرنے کے لئے دیدوں سے پرمان تلاش کر کے دیکھلاؤ وغیرہ۔ اسلئے اول اسی سوال کا جواب دیا جاتا ہے:-

دیدوں کے بارہ میں تو مضمون یہ ہے کہ ہم کیا بڑے بڑوں کی عقل میری ہے اور وہاں سے اگر کاشی کے تمام علماء سنسکرت یا آریہ سماج کے نہایت اعلیٰ سے اعلیٰ پڈت صاحبان بھی چاہیں کہ کوئی کام کاج کی باتیں نکال سکیں تو یہ غیر ممکن بات ہے۔ اس بارہ میں مفصل بحث دیکھو مضمون دید منترون پر لال بھگڑی۔ اب بھگوت گیتا کے حوالہ جات آریوں کے نظروں میں قابل وقعت ہو سکتے ہیں یا نہیں اس کا جواب یہ ہے کہ ہاں! اس سے چار سال قبل تو ہمیں یہ بہت نہ تھی کہ آریوں سے یہ کہہ سکتے ہیں کہ بھگوت گیتا کی تعلیم دیدوں کے

اصولوں سے خلاف نہیں ہے اسے ماننے سے انکار مت کرو وغیرہ لیکن اب ہمیں خوشی ہے کہ ہمارے پاس نئی عہد سند موجود ہے اور ہم دعوے کے ساتھ کہیں گے کہ آریہ صاحبان اب بھگوت گیتا کے حوالہ جات کو قبول کرنے سے انکار نہیں کر سکتے۔

دافع ہو کہ آریہ سراج کے بڑے بھاری رکن۔ سنسکرت کے اول درجہ کے عالم فاضل شریان پنڈت آریہ سنی صاحب پروفیسر آف سنسکرت فلاسفی دیانتا انگلو ویدک کل لہا ہور نے (جو بہت عرصہ تک کاشی میں رہ کر علم ویدانت وغیرہ پڑھتے رہے ہیں اور جو بہت بڑے بڑے سنسکرتوں میں سب سے آگے رکھے جاتے ہیں) گزشتہ سال اس بھگوت گیتا کی آریہ تفسیر شایع کر دی ہے جس میں انہوں نے اس کتاب کے سہلہ سات شلوکوں کے سرف ایک شلوک کو پرکشت (ناجائز) قرار دیا ہے۔ باقی تمام شلوکوں کو بالکل صحیح اور آریہ یادیدک اصولوں کے عین موافق مان لیا ہے۔ پس بھگوت گیتا سے حوالہ جات نقل کرتے ہوئے کسی آریہ صاحب کو تسلی نہ ہو تو وہ اول اپنے گھر میں ہی فیصلہ کر لیوں اور پروفیسر صاحب موصوف سے جا کر دریافت کریں کہ انہوں نے ایسی معقول سند (اتھارستانی)

ہمارے حوالہ کیوں کر دی ہے پھر جب وہ ایسے عالم فاضل کے دریل کو رو کر کے بھگوت گیتا کے آریہ تفسیر کی تردید شایع کر دینگے تو تب ہم بھی اس بات کی کوشش شروع کریں گے کہ بھگوت گیتا کو ذی خانہ میں پھینک کر کسی دوسری طرف رخ بدلیں۔

ناظرین! پنڈت آریہ سنی صاحب موصوف نے تو اس بھگوت گیتا کی وہ پوزیشن بنا دی ہے کہ واقعی سناتنی ہندوؤں نے اس کی جس قدر عزت مانی تھی اس سے بدرجہا بڑھ کر اس کی وقعت کرنے کی وہ آریوں کو ہدایت کر رہے ہیں۔ یعنی سناتنی صاحبان تو صرف یہی سمجھتے تھے کہ یہ گیتا گویا تمام اوپششدون کا لب لباب ہے۔ لیکن اب پنڈت آریہ سنی مہاراج نے ظاہر کیا کہ یہ نہ صرف اوپششدون کی لب لباب ہے بلکہ تمام ویدوں اور شاستروں کا عطر اسے کہنا چاہیے۔

سوال آریہ سنی صاحب مصنف گیتا پوگ پر دیپ (یہ گیتا پر آریہ تفسیر) کی عبارت زیر بحث کی کتاب ہذا کے معتمد مہسٹرا سے نقل کی جاتی ہے

اور اس ترمی کانڈ (تین قسم کی باتیں ویدون میں ہیں جنکے نام یہ ہیں کرم اوپنا گیان (تین افعال عبادت یا پرستش اور معرفت غرضیکہ ان تین باتوں -) واسے ویدکاویا کھیان (تشریح ہونے سے ہی گیتا دنیا بھر کے (پاک کتابوں) سے افضل مانی گئی ہے اور بات یہ ہے کہ مذکورہ بالا تینوں ویدک کانڈون کا جیسا آسان اور صاف بیان گیتا میں پایا جاتا ہے ویسا کسی دوسری کتاب میں نہیں ملتا۔ اگرچہ گیان کانڈ (علم معرفت) میں اوپنشد میں کا درجہ گیتا سے بڑھ چڑھ کر مانا گیا ہے لیکن جیسی پُر اثر کتاب گیتا ہی ویسی اوپنشد میں نہیں وجہ یہ کہ اول تو اوپنشد کی عبارت گیتا کے مانند آسان نہیں اور دوسری بات یہ ہے کہ اوپنشد میں ایک ایک ویدک سہارے پر بنائی گئی ہیں مگر گیتا چاروں ویدوں پر انحصار رکھتی ہے۔۔۔۔۔ (پھر صفحہ ۵ سطر ۱۲ پر)۔۔۔۔۔ جس طرح گیتا میں ویدوں کے تینوں کانڈون (ہر سہ علوم) کا بیان پایا جاتا ہے اس طرح اوپنشد میں تینوں کانڈون کا بیان نہیں ہے۔ اس لئے صرف اوپنشدون کو گیتا کی جڑ ماننا ٹھیک نہیں وغیرہ۔

ناظرین! اب شاید ہمارے آریہ بھائی صاحبان گیتا کے حوالہ ہات کو کم از کم سننے کے لئے تو ضرور تیار ہو گئے ہوں گے۔ پس اب آپ کو گیتا کی سیر کرائی جاتی ہے۔

सर्व कर्मोपाधि सदा कुर्यात् न मूढोपाश्रयाः । मत्प्रसादाद्वाप्नोति शाश्वतं पदमव्ययम् ॥ ५. १८ ॥

सर्व कर्मोपाधि सदा कुर्यात् न मूढोपाश्रयाः । मत्प्रसादाद्वाप्नोति शाश्वतं पदमव्ययम्

یہ بھگوت گیتا کے اٹھارہویں اور اٹھارہواں ۵۱ وان شلوک ہے۔ اس کا ترجمہ یوں ہے۔

(۱) ہمیشہ (۲) میرے (۳) سہارہ پر (۴) تمام (۵) کاموں کو (۶) بھی کرتا ہوا (۷) میری (۸) مہربانی سے (۹) ہمیشگی والے (۱۰) اور کبھی تبدیل نہ ہونے والے (۱۱) درجہ کو (۱۲) حاصل کرتا ہے۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ جو شخص بلا لحاظ کسی امر کے (یعنی اپنے جسمانی آرام تکلیف

کی پرواہ نہ کر کے) پر مشورہ ہی کے بھروسہ پر سب کام کرتا ہے اُس پر وہ رحیم و کریم پر مانتا
 مہربانی کر کے یعنی رحم کر کے اوس کو مکتی یعنی نجات کا درجہ عطا فرماتے ہیں۔
 سوال آریہ۔ بھلا اس سے یہ کہان برآمد ہوا کہ گنہگار کے گناہ معاف ہو جائینگے
 جواب اس شلوک کے لفظ نمبر ۹ سے آپ کو یہ تو معلوم ہو گیا ہو گا کہ پر مشورہ رحیم و کریم کو
 مہربانی لینے رحم کیا کرتا ہے۔ لیکن سوامی دیانند مہاراج تو اپنے ہی ماتند پر مشورہ کو بھی
 بے رحم ثابت کرنا چاہتے ہیں۔

اب جبکہ پر مشورہ کے خاص حالتوں میں مہربانی ہونے کا ثبوت آپ کو ملتا ہے تو گناہوں
 سے توبہ کا اصول تسلیم کرنے سے کیوں انکار ہے۔ توبہ کرنے والا بھی جب اس شلوک
 کے الفاظ نمبر ۱ سے تک کے مطابق صدق دلی سے اوس پاک پروردگار کے ہی سپرد
 اپنے تئیں کر دیتا ہے تب ہی تو اس کے گناہ معاف ہوتے ہیں۔ اس کے خلاف کون
 معافی کی امید دلاتا ہے۔ دیانندی فلاسفی تو کسی شرط پر بھی معافی دلانے کو تیار نہیں
 لگے دیکھئے۔

तमेव शरणं गच्छ सर्व भावेन भारत । तत् प्रसादात्प्राप्तं
 शान्तिं स्थानं प्राप्स्यसि शाश्वतम् ॥ अ. गी. १८/६२ ॥

तमेव शरणं गच्छ सर्व भावेन भारत । तत् प्रसादात्
 प्राप्तं शान्तिं स्थानं प्राप्स्यसि शाश्वतम् ॥

چا اسی اور سپلا کا ۶۲ وان شکوک ہی اس کا ارتھ یوں ہے۔

(۱) اے بھرت خاندان والے (ارجن) ! (۲) سب طرح پر (۳) اوس ہی کے
 (۴) اشرن میں جا (۶) اوسی کے (۷) مہربانی سے (۸-۹) بڑی شانتی (یعنی پوری
 تسلی اور کامل تسکین) کو اور (۱۰-۱۱) ہمیشگی والے مقام (یعنی مکتی یا نجات) کو
 (۱۲) حاصل کریگا۔

اس کا مطلب صاف ہی ہے۔ الفاظ نمبر ۲ سے ۵ تک سے وہ ہی اصول ثابت
 ہو جاتا ہے جو توبہ کرنے والوں کو بتلایا گیا۔ واقعی اوسی قادر مطلق رحیم و کریم پر مشورہ

کے شرین میں جانے (یعنی اوس کے حضور میں حاضر ہونے) سے ہم کو شانتی حاصل ہو سکے گی اور چونکہ پوری شانتی اوس وقت تک نہیں حاصل ہو ا کرتی جب تک کہ گناہ سے ہم پاک نہ ہو جائیں اس لئے ضروری بات یہی کہ وہ پریشور ہمارے صدق دلی سے توبہ کرنے پر اپنی مہربانی سے (لفظ نمبر ۶-۷) ہمارے گناہ معاف کر کے ہم کو شانتی دیتا ہوا نجات بھی بخش دیو یگا بشرطیکہ ہم صدق دلی سے اوس کے شرین میں جائیں تو سہی۔ یہ کام ہی بذات خود ایسا مشکل ہی کہ جس کا عمل کچھ غالبی کا گھر نہیں ہے۔ سوال آریہ۔ اسی صاف صاف لفظوں میں تو یہ کہا نہیں گیا کہ گناہ معاف کر دے گا دین گے۔

جواب اچھا جناب انجرائے نہیں لیجئے اگلا شلوک پڑھئے۔

सर्व धर्मान् परित्यज्य मामेकं शरणं ब्रज । अहं त्वा सर्वं क-

पेक्ष्यो मोक्षयिष्यामि मा शुकः ॥ गी० १८/६६ ॥

सर्व धर्मान् परित्यज्य माम् एकं शरणं ब्रज । अहं त्वा सर्वं

पेक्ष्यः मोक्षयिष्यामि मां शुकः ॥

یہ بھی اوسی (کہا) کا ۶۶ وان شلوک ہے۔ اس کا ترجمہ یوں ہے:-

(۱) سب (۲) دھرمون کو (۳) چھوڑ کر کے (۴-۵) صرف میری ہی (۶) شرین میں (۷) آجا۔ (۸) میں (۹) تجھ کو (۱۰) سب (۱۱) پاپوں (گناہوں) سے (۱۲) نجات دے دوں گا (یعنی گناہوں سے پاک کر دوں گا) (۱۳) مت (۱۴) افسوس کر۔

ناظرین! اب تو صاف الفاظ ہی مل گئے۔ کیا اس سے بھی زیادہ صاف الفاظ اور کچھ ہو سکتے ہیں۔ جن میں گناہوں سے بخشش کا مژدہ سنایا گیا ہو۔ اس شلوک میں تو بہت ہی صاف طور پر کہہ دیا گیا ہے کہ جو گناہگار (شخص اپنے گناہوں سے گھبرا گیا ہو تو اسے سب دھرمون کو چھوڑ کر اپنے کسی بات کی پرداہ نہ کر کے صرف ایک رحیم و کریم قادر مطلق پریشور کی شرین میں (یعنی اوس کے حضور میں) چلا جانا چاہئے (یعنی گناہوں سے

توبہ کر کے صدق دلی سے پریشور کا عابد اور بھگت بن جانا چاہیے) تو ایسا کرنے والے کے تمام گناہ اور خطائیں پریشور معاف کر دیوے گا۔

ناظرین! ایک بات اور بھی ہم آپ کو خوشی سے سنانا چاہتے ہیں یعنی اس شلوک کے تفسیر میں پنڈت آریہ منی صاحب اپنی گیتا کے صفحہ ۵۸۳ سطر ۴ پر حسب ذیل تحریر فرما رہے ہیں۔

”مذکورہ بالا دونوں شلوکوں (نمبر ۶۵ اور ۶۶) میں ساری گیتا کے ارتھ (مطلب) کو واپس جی لئے ایکجا کر دیا ہے۔“

واہ! یہ دیکھئے آریہ صاحبان! آپ کے معزز پروفیسر صاحب کیا فرما رہے ہیں آپ تو اس شلوک کو پرکشیت (= ناجائز) قرآدین کی فکر میں پریشان ہون گے لیکن وہ ویمانت علم کے فاضل پنڈت صاحب یہ بتل رہے ہیں کہ تمام گیتا کائب باب اسی شلوک میں بھرا ہوا ہے اور یہ تو پہلے بیان ہو چکا ہے کہ پنڈت صاحب موصوف گیتا کو چاروں ویدوں کائب باب سمجھتے ہیں بس کیا اب یہ ثابت نہیں ہو گیا کہ چاروں ویدوں کا عطر انہیں دو شلوکوں (نمبر ۶۵ و ۶۶) میں بھرا ہوا ہے۔

ناظرین! کیا اس سے بھی بڑھ کر اور کوئی ثبوت کسی بات کی تائید کے لئے کسی کو کہیں مل سکتا ہے؟ اب تو آریہ صاحبان کو ہنسدہر می ترک کر کے لازم ہے کہ وہ سوامی دیانند کے گمراہ کرنے والی تعمیم سے منہ موڑیں اور پربرہم پریشور کو رجم و کریم یقین کر کے گنہگاروں کے فہرست میں نہ شامل ہوں۔

سوال آریہ! جی اس شلوک کا مطلب آپ نے نہیں سمجھا۔ کیونکہ الفاظ نمبر ۵-۶۔
- کا ترجمہ پنڈت آریہ منی صاحب نے یوں کیا ہے: ”میری ایک ویدک دھرم رپل شرن کو پراپت ہوگا۔ پس اس میں تو ویدوں کے موافق افعال کرنے والوں کا ذکر ہے نہ کہ گنہگاروں کا۔“

جواب۔ اول تو الفاظ کے بالکل لفظی معنی اور درج کردئے گئے ہیں جنکو سنسکرت تو کیا سمجھتی ہندی جاننے والا بھی سمجھ سکتا ہے۔ لیکن اردو ہی میں ان لفظوں کو ہم

لکھ دیتے ہیں تاکہ اردو دان آریہ صاحبان بھی سمجھ سکیں۔ (مام) میری (ایکیم) اکیلی یا
 صرف (شرنم) شرن میں (برج) آجا۔ اب بتلائے ویدک دھرم ان چار لفظوں
 کے اندر سے کیونکر لکل پڑا۔ لیکن اگر بالفرض ہم آپ کے خاطر پیڈت آریہ منی صاحب
 کی تفسیر کو ہی تسلیم کر لیں تو تاہم ہمارا اصول ہرگز بھی رد نہیں ہوتا۔ ہر حالت میں
 پاپون یعنی گناہوں سے نجات دوں گا اس فقرہ کے معنی مطلب کو تو
 تبدیل نہیں کیا گیا۔

اب بھگوت گیتا کی آٹھویں ادبھا رک کا پانچواں شلوک دیکھئے :-

अन्त काले च मामेव स्मरन् मुक्ता कलेवरे । यः प्रयाति स
 मद्भानं याति नास्त्यत्र संशयः ॥ ५० ॥

अन्त काले च माम् एव स्मरन् मुक्ता कलेवरे । यः प्रया-
 ति सः मद्भानं याति न अस्ति अत्र संशयः ॥

اس کا ترجمہ یوں ہے :-

(۱) آخری وقت میں (۲-۳) مجھ کو ہی (۴) یاد کرتا ہوا (۵) جسم کو (۶) چھوڑ کر
 (۷) جو شخص (۸) جاتا ہے (یعنی فوت ہو جاتا ہے) (۹) وہ (۱۰) میرے -
 (پر مشور کے) بھاؤ کو (۱۱) حاصل کر لیتا ہے (۱۲) اس میں (۱۳) (ذریعہ)
 شک (۱۴-۱۵) نہیں ہے۔

بھاد کے معنی حالت کے ہیں۔ مفسرین کا اس لفظ پر بڑا جھگڑا ہے مگر معمولی طور
 پر یہ معنی ہو جاتے ہیں کہ یہاں اس سے مکتی یعنی نجات کا مطلب ہے۔ خیر۔ اس
 بحث کو چھوڑ کر ہمارے اصول اس شلوک سے بھی ثابت ہے کہ محض یاد آہی سے نجات مل
 جاتی ہے اور نجات سے قبل تمام گناہوں کی معافی ضروری بات ہے۔ ہاں یہ دوسری
 بات ہے کہ یاد آہی اور وہ بھی عین موت کے وقت ایک امر دشوار ہے۔
 آگے نوین ادبھا کے حسب ذیل شلوکوں کو ملاحظہ کیجئے :-

अपि चेत्तुदराचारो भजते मामनन्यभाक् । साधुरेव स-

मन्तव्यः सम्यग्यवस्थितो हि सः ॥ म. गी. ५/३० ॥

अपि चेत् सुदुर्चाराः भजते माम् अनन्यभाक् । साधुः

एव सः मन्तव्यः सम्यक्^{१३} अवस्थितः हि सः^{१४} ॥

اسکا ترجمہ پنڈت آریہ منی صاحب نے حسب ذیل کیا ہے :-

(۱) اگر (۲) اتینست و شٹا چاری (بڑا بد معاش یا چلن و غیرہ)

(۳) بھی (۴) دوسرے کا بھجن (۵) پرستش کرنے والا نہ ہو کر (۶) مجھ کو (۷) بھجتا ہے (یعنی

پریشور کی ہی عبادت کرتا ہے تو) - (۸) اسے (۹ - ۱۰) سادھو (نیک انسان) ہی

(۱۰) مانتا پایا ہے (۱۱) یقیناً (۱۲) وہ (۱۳) ٹھیک ٹھیک نشیے (یقین) والا ہے -

۳۰ - (آگے ۳۲ وان شلوک دیکھیے)۔

मां हि पार्थ व्यपाश्रित्य येऽपि स्युः पाप योनयः । स्त्रियो वैश्याश्च

- तथा शूद्रास्तेऽपि यान्ति परां गतिं ॥ म. गी. ५/३२ ॥

मां हि पार्थ व्यपाश्रित्य येऽपि स्युः पापयोनयः । स्त्रियः वैश्याः

तथा शूद्राः तेऽपि यान्ति परां गतिं ॥

۰۱۰

اسکا ترجمہ یوں ہے :-

(۱) اے پارٹھ (پرتھو) کے لڑکے - پرتھو (جن کے مان کا نام تھا) (۲) مجھ پر

(۳) ہی یقیناً (۴) دارمدار رکھنے والے (۵) جو لوگ ہن وے (چاہے) (۶) پاپ

یونی والے (گنہگار پیدائش یعنی رذیل قوموں وغیرہ سے تعلق رکھنے والے) (۷)

بھی ہوں (یعنی) (۸) جو عورتیں (۹) ویشیہ (بقال یا تجارتی نوین) (۱۰) اور

(۱۱) شूدر (خدمت گار وغیرہ) (۱۲ - ۱۳) ہن وے بھی (۱۴) افضل (۱۵) درجہ

(یعنی نجات) کو (۱۶) حاصل کر لیتے ہیں -

ناظرین! بھگوت گیتا میں ایسے شلوک بہت سے ہیں لیکن اسی قدر پر قناعت کیا

جاتا ہے اب اوپنشد کا پرمان (حوالہ) بھی دیکھیے -

नायमात्मा प्रवचनेन लभ्यो न मेधया न बहुना श्रुतेन । यमेवैष

देके श्रुति निदर्शनात् ॥ १ ॥

अकामता कृतं पापं वेदाभ्यासेन शुद्धति । कामतस्तु, कृतं मोहात्
प्रायश्चित्तैः पृथग्विधैः ॥ २ ॥ मद्र० अ० ११ स्तो० ४५/४६ ॥

یہ سنو گیا۔ جوین ادسا کو کے ۴۵ اور ۴۶ دین شلوک ہیں انکا ترجمہ یوں ہے -
عالم لوگ بلا ارادہ گناہ کرنے پر پریشیت کرتا بتلاتے ہیں - اور دوسرے آپا رہے -
(بزرگ) ویدون کو جاننے والے کہتے ہیں کہ ارادہ سے کئے ہوئے گناہ میں بھی (پریشیت
ہونا چاہئے) -

بلا ارادہ جو گناہ کیا گیا ہو وہ وید ابھیا س (ویدون کو پڑھنے) سے شددہ (مٹا)
ہو جاتا ہے -

اور ارادہ سے مودہ بش یعنی مرد اور عورت کا گناہ مختلف قسموں کے پریشیتون سے
شددہ ہوتا ہے -

سوال آریہ - واہ! یہ تو پریشیت کے متعلق پرمان ہے - اس سے ہم کب انکار میں
اور پریشیتون کی تکالیف کا اندازہ کرنے سے پتہ لگے گا کہ یہ بادشاہی سزائیں قیید کھپائی
دیوہ سے کم تکلیف وہ نہیں بلکہ چند حالتوں میں ان سے بھی زیادہ ہیں -

جواب - مضمون زیر بحث تو یہ ہے کہ آیا گناہ بغیر نہ بھوگے ہوئے معاف ہو جاتے
ہیں اور چونکہ ریم و گریج پریشور کی صفت ہے پس اس کا یہ ہی مطلب ہے یا نہیں
کہ وہ گناہگاروں کے گناہوں کو اس شرط پر معاف کر دیتا ہے کہ وہ گناہ سے توبہ کریں
یہ گناہوں سے نیچے کا پختہ ارادہ کریں اور پریشور کے بھکت بن جاویں - پس
آپ کا پریشیت اگر بیمار سے اصول کی تائید کرتا ہے تو ہم اسے پرمان میں کیوں نہ پیش
کریں - آپ کے سو ہی نے تو پریشیت کو ہم نہیں مانا - لیکن اگر آپ کو اس سے
تسلیم نہیں ہے تو کھبر ملے نہیں - تسکے دیکھو -

स्यापनेनाद्युत्तयेन तपसा - दहमेव च । पापं कृन्मुच्यते वा -

-पातथा शनेन चापदि ॥ २२७ ॥ यथा यथा नरोऽधर्मे
स्वयं कृत्वाऽनुभाषते । तथा तथा त्वचेवादिस्तेनाध-
-मेणामुच्यते ॥ २२८ ॥

یہ منوسمرتی گیارہویں ادھیار کے ۲۲۷-۲۲۸ دین شلوک ہیں۔ انکا ترجمہ حسب ذیل ہے۔
(دیکھو بینڈت تلسی رام صاحب کی منوسمرتی صفحہ ۴۱۲)۔ گناہ کرنے والا
گناہ کو ظاہر کرنے اور پیشیا تپ کرنے یعنی پچھتائے سے اور تپ (ریاضت)
و آذہن (دید پڑھنا) کرنے سے اور اگر ان میں اسمرت ہو (یعنی ان کاموں کی طاقت
نہ رکھتا ہو) تو خیرات کرنے کے ذریعہ پاپ (گناہ) سے چھوٹ جاتا ہے!
انسان جتنا ہی اپنے اذہر مون (گناہوں) کو بیان کرتا ہے (یعنی اپنے گناہوں کا
اقرار عام لوگوں اور باسون میں بھی کرتا ہے) اتنا ہی اذہرم (گناہوں) سے چھوٹتا ہے!
ناظرین! اب تو منوسمرتی سے بھی ایسے صاف الفاظ میں گناہ کی معافی کے حوالہ جات
مل رہے ہیں۔ بلکہ اوپر کے شلوک میں تو یہاں تک بھی کہہ دیا گیا کہ اگر وہ گناہگار اور کچھ
نہ کر سکتا ہو تو اپنی حیثیت کے مطابق خیرات ہی کر دینے سے گناہوں سے پاک ہو سکتا
ہے۔ اب کہئے توبہ کا اصول اس کے سوا اور کیا ہے منو مہاراج بھی تو یہ ہی کہہ رہے
ہیں کہ گناہوں سے بچنا نا اور ان کا اقرار صاف الفاظ میں (سچے دل سے) کرنا ہی انکی
معافی کا ذریعہ ہے۔

کہئے ناظرین! یہ ہی توبہ نہیں تو اور کیا ہے۔ اب کیا لفظ توبہ (جو کہ عربی کا لفظ ہے)
اور جس کے معنی بھی پچھتائے ہی کے ہیں) منوسمرتی میں لکھا ہوتا ہے ہمارے آریہ
بھائی اپنی ہتھ دہری چھوڑتے خیر آگے اور بھی دیکھئے۔

यथा यथा मनस्तस्य दुष्कृतं कर्तुं गृहेति । तथा तथा श-
-रिरं तप्तेनाऽधर्मेणामुच्यते ॥ २२-८ ॥ कृत्वा वापं हि
सेतप्यं तस्मात्पापस्यमुच्यते । नैव कुर्मोऽपुनरीति निवृत्त्या
पूयते नृ सः ॥ २३० ॥ मनु० अ० १९ श्लो० २२-८-३० ॥

یہ اونہن سے اگلے شلوک نمبر ۲۲۶-۲۳۰ ہیں۔ اور انکا ترجمہ حسب ذیل ہے
(اوسی صفحہ ۴۱۳ پر دیکھو)۔

جتنا ہی اوس (گنہگار) کا دل اُن کھوٹے افعال کی نندا (بدگوئی برائی اور نفرت)
رتا ہے اتنا ہی وہ جسم (و اوس کا جسم) اوس ادہرم (گناہ) سے چھوٹتا ہے۔ ۲۲۶-
گناہ کرنے کے بعد رنجیدہ اور مغموم ہونے سے اوس گناہ سے بچتا ہے اور ”پھر
ایسا نہ کروں“ اس طور پر اقرار کر کے اوس سے کناؤ کشی اختیار کرنے پر وہ (گنہگار)
پاک ہو جاتا ہے۔

ناظرین! اب اس سے زیادہ معاف الفاظ کیا ہو سکتے ہیں۔ لیکن جو لوگ اب بھی
نہ مانتے ہو امی دیا سندن کے گمراہ کرنے والی تعلیم کو ترک نہ کریں تو اُن کے لا علاج مرض کی دوا
کوئی نہیں کر سکتا۔

اب اس مضمون کو ختم کرنے سے قبل صرف ایک بات اور قابل غور ہے۔ یعنی
سوامی جی اردو ستار تھ پر کاش صفحہ ۲۵۰ سطر ۹ پر حسب ذیل فرماتے ہیں:-
۴۷- (سوال) ایشور اپنے بھکتوں کے پاپ معاف کرتا ہے
یا نہیں۔ (جواب) نہیں (کرتا) کیونکہ اگر وہ پاپ معاف کرے تو اس کا انصاف
جاتا رہے اور تمام انسان سخت پاپی (گنہگار) ہو جاویں۔ کیونکہ درگزر کے سنتے ہی
ان کو پاپ کرنے میں بے خوفی اور حوصلہ پیدا ہو جاوے۔ مثلاً اگر راجا گناہ معاف کر دیا
کرے تو لوگ حوصلہ پا کر اور بھی بڑے بڑے پاپ کریں کیونکہ راجا گناہ بخش دیا کریگا
اور اُن کو بھی بھروسہ ہو جاوے گا کہ ہم راجا سے بذریعہ حرکات ہاتھ جوڑنے وغیرہ کو اپنے
قصود معاف کرا لیں گے (تو) جو لوگ قصور نہیں کرتے وہ بھی تقصیر و ن سے نہ ڈر کر
پاپ کرنے میں راغب ہو جاویں گے اس لئے تمام اعمال کا مناسب نتیجہ دینا
ایشور کا کام ہے نہ کہ معاف کرنا۔

ناظرین! سوامی جی دنیاوی مثالوں سے پر مشور کے قانون قدرت کے قاعدوں کو
توڑنا چاہتے ہیں۔ مگر افسوس تو یہ ہے کہ ان کی مثالیں بھی تو اد نہیں تک محدود

ہیں۔ دنیا دار راجا مہاراجا یا بادشاہ وغیرہ سوامی جی کے مانند بے رحم نہیں پائے جاتے
 ہمیں دنیا کے ہر ملک کی تاریخیں بتلاتی ہیں کہ زمانہ قدیم سے آج تک ہر قوم و ملک میں یہ
 ہونا چلا آیا ہے کہ خاص خاص حالتوں میں قصور واروں کو بخش دیا گیا۔ مجرموں کو صرف
 فہمائش کر کے معاف کر دیا گیا جیلخانوں کے قیدیوں کو رہا کیا گیا نہیں نہیں بلکہ خونی لوگوں کو
 بھی سزائی موت سے بری کر دیا گیا۔ اور اس رزم کے اصول کو موجودہ زمانہ میں بھی تسلیم
 قوموں کے بادشاہوں نے نظر انداز نہیں کیا۔ دور کیوں جاوین ہم اپنے محل محکم
 سرکار برٹش گورنمنٹ ہی کو نظیر میں پیش کئے دیتے ہیں کون اہل ہند نہیں جانتا کہ ہر ایک
 جشن شاہی کے موقع پر دو چار نہیں دس پیش نہیں تو دو تلو نہیں بلکہ ہزاروں قیدیوں
 کو جیلخانہ جات سے رہائی دینی کئی ہے۔ اہی ابھی دربار وہلی سنگھ کے موقع پر تمام
 ہندوستان کے جیلخانہ میں اس رحم کا عمل ظہور میں آیا ہے۔ اسی طرح بادشاہوں کے
 لڑکا پیدا ہونے وغیرہ خوشیوں کے موقعوں پر جب کہ رحم کی دریا اوڑھتی ہے تو اس وقت
 قصور واروں اور مجرموں پر رعایت کی ہی جاتی ہے۔ بھلا قصور واروں پر اگر رعایت
 نہ کی جائے تو بے قصوروں پر کیا کوئی خاک رعایت کرے گا۔ لیکن آج تک کہی یہ نہ دیکھا
 سنا گیا کہ کسی ملک کی رعایا نے سوامی جی کے اس دہم پر عمل درآمد کیا ہو یعنی محض اس
 امید پر کہ بادشاہ کسی جشن وغیرہ پر قصور معاف کر کے رحم کا اظہار کر دیو یگا قانون کے
 خلاف مجرموں کے مرتکب ہوئے ہوں۔

ناظرین! اصل میں بات یہی ہے کہ سوامی جی انصاف کے اصول کو رحم کے
 اندر لاشیکتے ہیں۔ اور اسی وجہ سے ان کے پیروکاران گمراہ ہو رہے ہیں۔ قصور
 واروں کو اور مجرموں کو ان کے بد اعمال کے ہی مطابق سزا (انصاف کے ترازو پر
 تول لینے کے بعد) دیا جانا تو انصاف ہے جس کے لئے قانون بنائے گئے ہیں لیکن رحم کا
 کوئی قانون مانند تعزیرات ہند وغیرہ کے نہیں بنایا جاتا کرتا۔ جہاں انصاف کا نتیجہ ہمارے
 اپنی محنت کی کمائی ہے وہاں رحم کا نتیجہ بھیک مانگ کر حاصل کرنے کے مانند ہے۔
 کیا کبھی کسی سیٹھ ساہوکار وغیرہ نے گدا گردوں کے لئے بھی کوئی قانون بنایا ہے لیکن سب ہی

پریشان اور مصیبت زدہ لوگوں پر ترس کھا کر کچھ نہ کچھ دے ہی دیا کرتے ہیں خاص کر خوشی کے موقعوں پر تو اکثر وہ لوگ گدا گردن کو بلا کر بھی ان کی ضروریات رفع کرتے ہوئے دغائیں حاصل کرتے ہیں۔

ناظرین! ہماری گورنمنٹ بھی اسی اصول پر کاربند ہے۔ جہاں ہر ایک صوبہ کی ہائی کورٹ (عدالت عالیہ) پورا انصاف مد نظر رکھ کر خونی مجرم کو سزائی پھانسی کا حکم سناتی ہے۔ اور وہ اس فیصلہ میں جو کہ قانون کی ترادومین تول کر کیا جاتا ہے ایک تل بھر بھی کمی زیادتی کرنے کا مجاہد نہیں رکھتی۔ وہاں جناب نواب لفٹننٹ گورنر بھادر کو یہ اختیار حاصل رہتا ہے کہ وہ نہ صرف اس مجرم کو سزا قتل سے بری کر کے عبور دریائے شور یا دس جنیل سال قید کی سزا دے دیوین بلکہ قطعی طور پر معاف کر کے اس خونی مجرم کو بالکل رہا کر سکتے ہیں اور اکثر دیکھا گیا ہے کہ یہ طاقت انکو محض برائے نام ہی حاصل نہیں ہے بلکہ وہ اپنے رحم دلی کا انہماک بھی وقتاً فوقتاً کیا کرتے ہیں چنانچہ کئی لفٹننٹ گورنر صاحبان گذشتہ چند سالوں میں اس ملک ہندوستان کے مختلف صوبہ جات میں ایسے ہم دل گزر چکے ہیں جنہوں نے انسانی ہم دردی کے خیال سے کسی کو سزا قتل کا حکم دینا ناگوار سمجھا اور ہائی کورٹ نے جن مجرموں کو پھانسی کا حکم سنایا ان سب کو باستثنا ان لوگوں کے جنکے جرم نہایت ہی سخت ناقابل معافی تھے سزا موت سے بری کر کے دائم الجبس کر دیا۔

غرضیکہ جہاں انصاف کو ہم یونیورسل *Universal Law*

یعنی ہر خاص و عام کا قانون کہہ سکتے ہیں وہاں رحم چند خصوصیت رکھتا ہے۔ اب رہا یہ کہ پیشال پر مشورہ پر گشتائی جائے پس چونکہ اس بارہ میں اوپر بیت کافی بحث ہو چکی ہے لہذا ہم ادھنیں باتوں کو پھر دہرا کر پیسے کو پینا مناسب نہیں سمجھتے۔ خاص کر جبکہ آریہ سماج کے مستند کتابوں کے حوالہ جات سے بھی سوامی جی کی بات بالکل ہی رد ہو چکی ہے تو اب نہ ماننے والے شہد ہر میون کو کن الفاظ میں سمجھایا جاسکتا ہے ہاں البتہ اگر اب بھی ان کو یہ حوصلہ ہے کہ دیانندی تعلیم ہی صحیح ہے تو ناظرین!

آپ اُن سے کہئے کہ وہ سوامی جی کی مذکورہ بالا عبارت لکیر شدہ فقرہ کے ہی معنی مطلب کا کوئی حوالہ اپنے کسی مستند کتاب سے نکال کر پیش کریں یعنی وہ ویدوں اور ہندوؤں براہمن گرتھوں میں یا منوسمیتی خواہ بھگوت گیتا میں حسب ذیل فقرے دیکھ لیں :-

”(۱) ایشور اپنے بھگتوں کے پاپ معاف نہیں کرتا۔“

”(۲) ایشور کا کام معاف کرنا نہیں ہے۔“

ناظرین! ان دو فقروں کو مذکورہ بالا کتابوں میں تلاش کرنے وغیرہ میں انکو چونکہ محنت و جان فشانی اور ٹھانی پڑیگی پس آپ ان کو مطلع کر دیجئے کہ ان سے اس قدر مشقت مفت نہیں کرائی جاتی بلکہ وہ اگر اپنے اس دُہن میں کامیاب ہو گئے اور آپ کے دونوں فقروں کو وہ تلاش کر کے دیکھ لیں تو ان کو یہ خوش خبری سنا دیجئے کہ مبلغ چار سو روپیہ انعام حاصل کر لیں گے اور بقیہ شرائط متعلقہ انعام دیکھو صفحہ ۷۳ سطر آخری پر۔

اے مذہب کی سچی تحقیقات کرنے والے صاحبان! چاہے آپ آریہ ہوں ہندو ہوں مسلمان ہوں یا کوئی ہوں۔ ہم آپ سے آخر میں صرف اس قدر عرض کر دیتا ہوں کہ سمجھتے ہیں کہ اگر آپ سچ مچ مذہبی انسان بننا چاہتے ہیں۔ اگر آپ دراصل پریشور کے بھگت بننا چاہتے ہیں۔ اگر واقعی آپ نے کسی مذہب سے اسلئے خصوصیت نہیں پیدا کی ہے کہ دنیا و اردن کے نظروں میں عزت حاصل کریں یا اور کسی قسم کا دنیا کا فائدہ اٹھاویں۔ اگر آپ کو یہ یقین ہے کہ ہمارا کوئی خالق اور پرورش کرنا والا ہے اور اگر زندگی موت کا نظارہ ہر وقت و ہر لمحہ آپ کے روبرو موجود رہتا ہے یعنی یہ کہ کوئی فرد بشر جو پیدا ہوا ہے ہمیشہ زندہ نہیں رہنے کا بلکہ ایک دن مرکز ضرور بنان سے چلے جانا ہے تو آپ ایسی بے سرو پا باتوں یا گمراہی اور وہابی تباہی کی تعلیم کو ایک بارگی اپنے دماغ کے اندر سے نکال کر پھینک دیں یا دیکھئے کہ ایسے خیالات (جیسے کہ دیانندی تعلیم میں پائے جاتے ہیں) ہم کو ناستک بنانے کی جدوجہد کرتے رہتے ہیں۔ ہمیں اس بات کا ذاتی تجربہ حاصل ہے اور اسی لئے ہم پر

لوگوں کو اس گھری خندق سے علیحدہ رہنے کی ہدایت کرتے ہیں۔

صاحبانِ اُدنیا اور دنیاوی آرام و آسائش حاصل کرنے کی جدوجہد تو سب ہی کرتے ہیں انسان تو کیا حیوانوں کو بھی وہ تمام سکھ اور آرام میسر ہیں جن پر قبضہ نہ کرنے کا فخر کوئی بڑے بڑا پادشاہ یا دولت مند کر سکتا ہے۔ جیسا کہ ایک مشہور سنسکرت شاعر بھرتھری کا قول ہے۔

आहार विद्रा भय मैथुनञ्च सामान्यमेव न पशुभिर्नैराणाम्
अमौहि तेवामपिको विशेषो अमैरा ह्यना पशुभिः समा-

नाम ॥

یہ نہ کہانا پینا نہ دنیا جماع وغیرہ کی لذات اور خوف وغیرہ انسانوں اور حیوانوں میں بالکل برابر ہی ہیں پیسٹ ایک دہرم ہی ایسی شے ہے جو ان سے ہم میں زیادہ ہے جس کے بغیر ہم حیوانوں کے ہی مانند ہیں۔ پس جب یہ بات ہے تو کیا ہماری بڑی زبردست غلطی نہ ہوگی اگر ہم صرف دنیاوی لذات میں پھنسے رہیں اور اس رحیم و کریم پریشور کے شرمن یعنی تسکون میں صدق دلی سے جا حاضر نہ ہوں کہ وہ ہمارے کھوئے افعال یا ورگناہوں کو معاف کر کے ہمیں نجات بخش دیو ہے یا آئین محاورہ میں ہمیں آواگمن کے چکر سے رہائی بخشنے۔

دنیا کے ہر ایک مذہب کی منشا یہی ہے کہ ہیں کتنی لینے نجات حاصل ہو اگرچہ اس بات کو ہر ایک نے اپنے اپنے ڈھنگ پر مختلف الفاظ میں ادا کیا ہے۔ اور ساری آستک (خدا کی ہستی کو ماننے والی) قومیں اس توبہ کے اصول پر صاف کرتے ہیں اس لئے ای آر یہ صاحبان آپ بھی اگر اپنی بھلائی چاہتے ہوں تو گمراہی کی تعلیم سے کنارہ کشی اختیار کیجئے اور آئے ہم آپ ملکر اس پریشور کے شرمن میں پراپت ہو کر حسب ذیل بھجن گاتے ہوئے اس رحیم و کریم دیاسندھو (رحم کے سمندر) دین بندھو (غریبوں اور بے کسوں کا رکھوالا) اشتران شرمن (جن کا کوئی پرسان حال نہیں انکا خبر گیران) پتیت پاؤن (تنزل یافتہ اور پانی لینے گنہگار) لوگوں کو پاک و صاف کرنے والا) مہمان پر بھو (سب سے بڑا مالک) سرپ شکتی مان (قادر مطلق) سروادھار (سب کا سہارا) سرویشور (سب کے ایشور یعنی مالک) پر پر ہم پراتما کو سچے دل سے سجدہ کر کے اپنے گناہوں کے معافی کے

خواستگار ہوں۔

ہے گھٹ گھٹ دیاپی پر ماتن! آپ ان تمام باتوں کو جانتے ہیں جنکو ہم نے دنیا کے تمام لوگوں سے چھپایا ہے اور آپ ان تمام خیالات کو جانتے ہیں جنکو ہم لوگ دل کے اندر ہی محدود رکھتے ہیں۔ ہم اپنے پالیوں (گناہوں) سے گھبرا کر آپ ہی کی شرین (حنوری) میں آتے ہیں آپ ہمارے گناہوں کو معاف کر کے ضرور آئندہ سے گناہوں سے ہمیں بچا دیوں گے۔ اور اپنے احکام کی ہی پابندی میں ہمیں بگا دیوں گے اوم شانتہ

بھجن۔

عجب تیرا قانون دیکھا خدا یا	جہاں دل دیا پھر وہیں فوجہ کو پایا
نیاں دیکھا جاتا ہے مندر مسجد	فقط یہ طالب صدق دل سے آیا
جو تجہ پہ فدا دل ہوا ایک باری	اوسے پریم کا تونے جاوہ دیکھا یا
تیری پاک سیرت کا عاشق ہوا جو	وہی رنگ رنگا پھر جو تونے رنگایا
ہے گمراہ جس دل میں باقی خودی ہے	ملا تجہ سے جس نے خودی کو گنویا
ہوا تیرے بشواسی کو تیرا درشن	گدا کو ڈیرے بے بھا ہاتھ آیا

بھجن نمبر ۲

جلوہ حق جہاں جس دل میں نمودا ہوا	خود کو صدقہ کیا رسوا سر بازار ہوا
جس نے پایا نہیں ممکن کہ وہ خاموش ہے	خود بخود جلوہ حق باعث اظہار ہوا
کشمش الفت دنیا ہی بہت سدا رہ	جس نے دفع اس کو کیا وہ ہی خبرا ہوا
بھگتی اور پریم کے پھولوں سے سج گشتل	ایک نئی طرز کا گلہ مستہ بے خار ہوا
ڈوبا وہ دل جو پھنسا الفت دنیا میں	جس نے دل حق کو دیا وہ ہی شہر پار ہوا
تو بھی بشواسی شرین کے اوسے جھٹکی	جسکو لیکر ہی ہر ایک پالی کا اوڈھار ہوا

پرا تھنا (مناجات) وغیرہ سے پھل ملتا ہے یا نہیں۔

سوائی دیانت سرسوتی مہارن گرو دستیار تھپر کاشن صفحہ ۳۳۷ سطر اول چھٹی لکھتے فرماتے ہیں۔
سوال دو پریشو کی ستوتی (ہمد و ثنا) پرا تھنا (مناجات) او پاسنا (حسنوری و مراقبہ) کرنی
 چاہیے یا نہیں (جواب) کرنی چاہیے (سوال) کیا ستوتی وغیرہ کرنے سے ایشور اپنا قانون
 توڑ کر ستوتی پرا تھنا کرنی والے کا پاپ دور کر دیوگا (جواب) نہیں (سوال) تو پھر ستوتی
 پرا تھنا کیوں کی جاوے؟

(جواب) اُن کے کرنے کا نتیجہ اور ہی ہے ۲۱ (سوال) کیا ہے۔
 (جواب) ستوتی کرنے سے ایشور میں محبت اس کے صفات و فعل عادات سے اپنی
 بہنات و اعمال و عادات کا سدھار ہوتا ہے پرا تھنا کرنے سے غیر متکبری حوصلہ و حماقت
 حاصل ہوتی ہے۔ او پاسنا سے پر برہم ذات الہی سے وصل اور اس کا عین البقیہ
 ہوتا ہے۔

نانالین اسوائی جی فرماتے ہیں کہ ستوتی (ہمد و ثنا) کرنے سے ایشور میں محبت ہوگی
 ساتھ ہی یہ اعلان بھی کرتے ہیں کہ اگر ہم اس سے کچھ لے لیا کریں تو وہ ہماری اس لچا کو نہ
 سے لگا اور نہ ہی ہمیں ایشور سے کسی قسم کے فائدہ حاصل کرنے کی امید رکھنی چاہیے یعنی نہ تو وہ
 ہمارے گنہگار ہوں کو معاف کرے گا۔ نہ ہمیں کسی قسم کی اس سے امید رکھنی چاہیے اور

اور نہ کوئی شے مانگنے پر دیو گیا۔ پھر ہمارے ہی سمجھ میں نہیں آتا کہ ہمارے دل میں اس محبت کیونکر ہوگی جس طرح سوامی جی نے پر مشور کی صفت رحیم و کریم کی تشریح کو پیچیدہ بنائیں گے انصاف اور انتظام دنیا کا قانون اس کے اندر شامل کر دیا ہوا وسیطرح اس مضمون پر پارتھنا سے پھل نہیں ملتا) گوا یک دلدل بنانے کے لیے یہ بہت ہی آسان ترکیب ہے کہ محبت کی بیج لگا دی جاوے۔ بلا لحاظ اسکے کہ محبت کی تعریف کیا ہو اور اس کا ظہور کس طور سے ہوتا ہو وغیرہ۔

ناظرین! سوامی جی کے پیرو کاروں سے آپ ذرہ دریافت کیجیے کہ اول محبت کی تشریح تو کریں۔ محبت یا پریم دل کا ایک حجان ہو جو کہ ہمارے دل کو بخشش کرنے کے لیے سجاد و کا اثر رکھتی ہے۔ لیکن بخشش ہرگز ہی بلا وجہ نہیں ہوا کرتی۔ ہم باغیچہ میں سیر کر رہیں اور ہزاروں طرح کے پھول پھول رہے ہیں لیکن ہمارے دل کو گلاب کے پھول سے ہی کشش کر لیا۔ ہم اس سے کسی نہ کسی طرح حاصل کر لیتے ہیں اس کی خوشبو سے اپنے دماغ کو مسح کرتے ہیں۔ اس کے رنگ روپ کو دیکھ کر آنکھیں ٹھنڈی کرتے ہیں اور اس کی خوبصورتی اور بناوٹ پر خیال دوڑاتے ہوئے اس کے خالق پر برہم پر مشور کی یاد دین محو ہو جاتے ہیں اب سوال یہ ہے کہ مجدد سیکڑوں ہزاروں پھولوں کے ہمارا دل ایک گلاب ہی کے پھول پر کیوں شہ ہو جاتا ہے۔ اس کا جواب ہر ایک سمجھ دار انسان کا دماغ خود اس سے دے دیو گیا کہ اس پھول سے ہم محبت کرتے ہیں اس کے خاطر نہیں بلکہ اپنی خاطر۔ ہمیں چونکہ باغ میں قدم رکھنے سے شیریں ہی یہ معلوم ہے کہ گلاب کے پھول کی خوشبو اور رنگ روپ سے ہم کو سکھ مل سکتا ہے پھر شکر کے تجربے یقین کر لیا گیا ہے کہ اس کی خوشبو ہمارے دماغ کو بہت فائدہ بخش ہے۔ یہ بہت دوسرے پھولوں کے ہمارے دل کو زیادہ خوش کرنے والا ہو وغیرہ۔ یہی وجہ ہے کہ ایک گلاب ہی پھول ہمارے دل کو کشش کرتا ہے اور دوسروں کی محبت ہمیں نہ ہونیکی وجہ یہ ہے کہ اسے ہمیں اس قدر سکھ (آرام) ملنے کی امید نہیں ہوتی۔

ہمیں اپنی بیوی بچوں کی محبت ہوتی ہے۔ کیلیے؟ اس لیے کہ ان کے ذریعہ ہمیں سکھ ملتا ہے ہمیں دنیا میں ان لوگوں سے محبت پیدا ہو جاتی ہے اور ہمارا دل وہ اپنی جانب کشش

کر لیتے ہیں جو ہمارے اوپر کسی قسم کا احسان یا مہربانی کرتے ہیں۔ لیکن راتہ ہی ہمارے
 نزدیکی سے نزدیکی رشتہ دار اور نہایت اول درجہ کے دوست وغیرہ کی محبت ہمارے
 دلون سے دور ہو جاتی ہے جبکہ وہ اون اُمیدون پر پالی ڈال دیتے ہیں جو اون سے
 کی گئی تھیں (یعنی جبکہ وہ ہماری مصیبت وغیرہ پر کسی طرح کی ہم دردی نہیں کرتے)
 اتنا ہی نہیں بلکہ اگر وہ ہمارا بھائے فائدہ پہنچانے کے عہد اکچھ نقصان پہنچاتے ہیں
 تو ہم ان کے دشمن تک بھی بن جاتے ہیں اور اون کو بددعا (شراب) وغیرہ بھی
 دیا کرتے ہیں۔

غرض کہ ہم دنیا میں یہ دوستی دشمنی وغیرہ جو کچھ دیکھ رہے ہیں وہ سب اسی محبت
 کی تشریح میں آجاتی ہیں اور محبت ہمیں اونہیں لوگوں سے ہو سکتی ہے جن سے ہمیں سکھ
 (آرام) ملتا ہو یا ملنے کی اُمید ہو۔ جسے ہماری ضروریات رفع کی جا سکتی ہوں یا جو ہماری
 مصیبت پر کام آتے ہوں وغیرہ۔

ناظرین! یہ بات اگر ہماری اپنی ہو تو آپ مت مانیں بلکہ مہرشی یا گیہ و لکیہ ہمارا راج کیے از
 نہایت قدیم بزرگان آریہ قوم کا میں یہی فیصلہ ہو تو تسلیم کر لیجئے جو برہمن یا
 یون فرماتے ہیں کہ: ”اپنے بیٹری! (ان کی دو عورتوں میں سے ایک کا نام تھی) اولاد کی ہم
 محبت کرتے ہیں۔ اوس اولاد کے لیے نہیں بلکہ اپنے لیے عورت کی ہم محبت کرتے ہیں
 اوس عورت کے لیے نہیں بلکہ اپنے لیے۔ دوست کی ہم محبت کرتے ہیں اوس دوست
 کے لیے نہیں بلکہ اپنی خاطر۔۔۔ وغیرہ“

لیکن ناظرین! دیانندی فلاسفی ہمیں اسکے خلاف ہدایت کرتی ہے۔ وہ بتلاتی ہے کہ پریشور
 ہمارے گناہ تو معاف نہیں کر لگا اور نہ ہم کو اور کسی قسم کی اُمید اوس سے رکھنی چاہیے
 لیکن پھر بھی ہم میں اوسکی محبت ہوگی۔ ہم پوچھتے ہیں کہ جو بات قانون قدرت کے خلاف ہے
 وہ کیونکر ہو سکتی ہے عین ایسی ہو سکتی ہے جس سے کچھ سکھ کی امید ہو اور پھر تو تو بھی اسی کی ہماری کائنات
 سے نکلے گی۔ لیکن قانون محبت کے برخلاف یہ کیونکر ہو سکے گا کہ جبکہ ہمیں یہ یقین دلا دیا
 جاوے کہ ستوتی وغیرہ کرنے سے پریشور ہمارے گناہ نہیں معاف کر لگا اور نہ پراگھنا

(مناجات) کرنے سے وہ اشیاء مطلوبہ عطا فرما دیگا تو ہمارے دلون میں اسکی محبت کیونکر قائم ہو جائیگی؟ ہم کہتے ہیں وہ محبت کس بنیاد پر؟ ہم محنت کرتے ہیں اجرت پر تو ہیں ہم اپنے گھر خوش ہیں اور وہ اپنے گھر خوش رہے ہم سے اس سے پھر سروکار ہی کیا رہ گیا۔ نہ وہ ہمارا کچھ لگاڑ سکتا ہو (یعنی محنت کی اجرت مقررہ میں کمی ہی نہیں کر سکتا) اور نہ کچھ بنا سکتا ہو (یعنی وہ کوئی رعایت وغیرہ بھی نہیں کر سکتا) تو جہلا کوئی منصف مزاج صاحب سوچین تو سہی پھر مہین کیا ضرورت پڑی ہے کہ ناحق کی سردردی اٹھاؤ نہ لینا نہ دینا اور مفت کی ہائے ہائے۔

ناظرین! سوامی جی کا یہ کہنا کہ ایک طرف پریشور ہمارے ساتھ پر سی سختی کا بتاؤ اور دوسری طرف اسکی محبت بھی ہمارے دل میں قائم ہوتی جاوے یہ بالکل متضاد باتیں نہ کہی ہوئی اور نہ ہونگی۔

ہاں محبت پریشور کی ہمارے دلون میں ہوتی ہے۔ اور اسی کا نام بھگتی ہو جس کو عشق حقیقی بھی کہا جاتا ہے۔ لیکن اسکی بنیاد کسی اور اصول پر رکھی گئی ہے۔ دیانندی فلاسفی تو اسکو جڑیٹ سے اوکھاڑنا چاہتی ہے۔ کیونکہ واقعی جن لوگوں کے دلون میں یہ یقین ہو گیا ہے کہ پریشور ہمارے اوپر نہ تو رحم کر سکتا ہو اور نہ یہ رحمی کر سکتا ہو تو انکے دلون میں پریشور کی بھگتی ہر گز ہر گز بھی قائم نہیں ہو سکتی۔ اور یہی وجہ ہے کہ آریہ سماج کے ممبرون میں بھگتی کا گھاتا ہے۔ ان کا زیادہ زور کرم کاٹڈ (افعال) پر ہے یعنی صوم و غیر کرنا ہی وہ سب سے بڑھکر اعلیٰ فرائض سمجھتے ہیں چاہے کرتے تو اتنی بھی برا سے نام نہ نہی اور اسکی وجہ یہی ہے کہ انکو تو یہ تعلیم ملی ہے کہ مزدوری کی اجرت ملے گی۔

اب رہا پیرا تھنا یعنی مناجات اسکے بارہ میں سوامی جی فرماتے ہیں کہ جن باتون کی مدد پریشور سے مانگتے ہیں یا جو اشیاء مانگی جاتی ہیں وہ تو پریشور نہیں دیا کرتا لیکن مناجات کرنے سے ہمیں یہ فائدہ ہوتا ہے کہ غیر شکری۔ حوصلہ اور حمایت حاصل ہوتی ہے۔ یہ عجیب منطق ہے کہ مانگنے والا جو شے مانگے وہ تو اس سے نہ دی جاوے لیکن دوسری شے دیدی جاوے۔ ناظرین! یہ کہان کا قانون ہے۔ ہاں یہ تو ممکن ہے کہ ہم پریشور

سے عرض کریں کہ "ہمیں بادشاہت دیجیے" مگر وہ چیٹرک کر جواب دیدیوے گئے نہیں۔ بجو
 بادشاہت نہیں دی جاوے گی۔ یہ کہ تو اس لائق نہیں ہے یا یہ ہی ممکن ہے کہ بادشاہت
 مانگنے والے کو پریشور اگر بہت بڑا نہ ہو تو چھوٹا موٹا بادشاہ بنا دیوے۔ لیکن ناظرین
 سوامی دیانند ہمارا ج کا فیصلہ یہ ہے کہ ہم مانگتے تو بھی بادشاہت لیکن ہمیں دیالی
 ہوا اولاد۔ ہم مانگتے ہیں علم لیکن ہمیں مٹی سے دولت۔ ہم مانگتے تو ہمیں خوبصورت بیوی
 لیکن ہمیں ملتا ہے ایک موتیوں کا بار یا چاہرات کا ڈبا۔ وغیرہ وغیرہ۔ یہ کیا اندھیر
 کھاتا ہے۔ اے صاحب! اشیاء مطلوبہ نہیں دینا چاہتے تو نہ دیجیے لیکن یہ کہاں کا
 انصاف اور کہاں کا رحم ہے کہ جو شے مانگی جاوے وہ تو نہ ملے مگر دوسری شے ملوے
 ناظرین! مناجات کرنیوالا چاہے دھرم دولت بادشاہت حکومت اولاد عورت
 مکان یا غلجہ۔ زندگی تندرستی وغیرہ وغیرہ (جنکے پرارتھنا کے لیے بکثرت منتر وید
 میں موجود ہیں) کچھ ہی کیوں نہ مانگے لیکن دیانندی فلاسفی کا فیصلہ یہ ہے کہ اسے
 ان سب کے عوض میں غیر منگبری جو صلہ اور حمایت ہی بخشی جاوے گی اور کچھ نہ ملے گی
 واہ! پھر اس بیچارے پر اتھن کرنے والی کو کیوں حیران کر رکھا ہے۔ صاف یہ ہی
 ہدایت کیوں نہ کر دی گئی کہ وہ پریشور سے انہیں ہشمار کو مانگا کر سبکے ملنے
 واقعی تو ہی امید بھی ہے یعنی وہ یوں مناجات کیا کرتے" سے پرہم پریشور!
 ہمیں غیر منگبری عطا فرمائے ہمیں جو صلہ عطا فرمائیے اور ہمیں حمایت بخشے۔
 ناظرین! اگر انکے سوا اور کچھ مل ہی نہیں سکتا تو پھر کیا یہ تعجب کی بات نہیں ہے
 کہ خود سوامی جی ہی نہ معلوم کیوں ہم لوگوں کو طرح طرح کی ہشمار پریشور سے
 مانگنے کی ہدایت کرتے ہیں۔ یعنی ایسے وید منتر وید کو اسی مضمون میں درج کر رہا
 ہیں جنہیں تامل نیاوی اشیاء پریشور سے مانگی گئی ہیں۔ اگر سوامی جی ان منتر وید کو یہاں
 درج نہ کرتے تو شاید مشکل تہ ہمیں پتہ لگ سکتا کہ آیا انکی یہ بات وید ویدوں کو بالکل
 خلاف اور من گھڑنت ہی ہے۔

ناظرین! آپ سوامی دیانند کے پیر و کاران سے یہ تو دریافت کریں کہ جبکہ وید

کلام اکہی ہے اور پریشور کی یہ مرضی حسب قول سوامی دیانند) کہ اگر کوئی انسان ہماری صفات رحیم و کریم کا فائدہ اٹھانا چاہے گا تو وہ غلطی پر ہوگا۔ کیونکہ افعال کے مطابق انصاف کی ترازو پر تول کر جو جس کا ہوگا وہ بلا توقف دیدیا جائیگا۔ تو سوال یہ ہے کہ پھر پریشور نے ہی اپنے الہام (ویدون) میں انسانوں کو یہ ہدایت کیوں دی ہے کہ ہم سے تم لوگ دولت حکومت اولاد وغیرہ وغیرہ مانگا کرو۔ نہ صرف یہ کہ ایسی ہدایت ہی ویدون میں موجود ہے بلکہ ایسے سیکڑوں مشروں کی بھرمار ہی جن میں طرح طرح کی دنیاوی اشیاء ملنے کے لیے خوشامدانہ الفاظ میں منت و سماجست ہو رہی ہے۔

اگر سوامی جی کی فلاسفی صحیح تسلیم کر لی جاوے تو یہ ایک بڑا بھاری اعتراض ویدوں پر قائم ہو جاتا ہے کہ وید ایسے ہی فضول باتوں کا ذخیرہ ہیں کہ خود اپنے اظہام کے خلاف ہدایت کرتے ہیں۔

ناظرین! بالفرض کوئی منگتا کسی دولت مند صاحب مقدر کے در دولت پر حاضر ہو کر کچھ سوال کرے اور نہایت عاجز ہو کر اس سے عرض کرے کہ ڈھین فاقون سے تنگ آ رہا ہوں، لیکن وہ دولت مند اس کا سوال پورا کرنے کے بجائے اس کو ٹھوکر مار کر نکال دیوے تو کیا وہ منگتا ایسا نادان ہوگا کہ پھر بھی اس دروازہ پر ٹھوکر کھانے کو جاویگا؟ ہم تو سمجھتے ہیں کہ پھر تو وہ چاہے فاقون کی نکال بھٹ سے مر جاوے لیکن وہ اس دولت مند کے دروازہ پر کبھی بھول کر بھی نہ جاویگا۔ لیکن کیسی تعجب کی بات ہے کہ ہمیں یہ ہدایت کی جاتی ہے کہ پریشور (مانند دولت مند) اگرچہ ہماری منت و سماجست پر کچھ دھیان نہ دے کر ہمیں کو راہی جواب دیوے گا کہ اس دروازہ پر روٹی مانگنے والے کو ٹھوکرین کھا کر ہی چلنا پڑتا ہے تو پھر بھی ہم نہ مانیں اور ایسے دھیمے بن جاویں کہ ناحق خود اپنا وقت ضائع کرنے کے علاوہ اس کو بھی اسکی عادت کے خلاف تکلیف دیا کریں۔

ناظرین! کیا ہم ایسے بے وقوف ہونگے کہ اشیاء مطلوبہ سے صاف انکار

کر دیئے جانے پر بھی مناجات کرتے چلے جائینگے ؟ -

کیسے تعجب کی بات ہے۔ دیانند فلاسفی نہایت عجیب و غریب ہے اور اس کے پیروکاران کیسے عقلمند ہیں کہ صریحاً جانتے ہیں کہ پریشور بہمن محنت کی اجرت سے زیادہ نہیں دیں گے لیکن روز صبح شام دونوں وقت یوں پکار پکاریا کرتے ہیں کہ :- "اے پریشور بہمن علم دیجیے۔ بہمن عقل دیجیے۔ بہمن گائے گھوڑا وغیرہ دیجیے۔ بہمن طاقت جسمانی دیجیے۔ ہماری عمر سو سال کی کیجیے۔ چار سو سال تک کیجیے۔ بہمن بادشاہت دیجیے وغیرہ وغیرہ" ہماری سمجھ میں تو وہ ناحق اپنا وقت ضائع کرتے ہیں جتنی دیر میں وہ ان اشیاء کی فہرست (ویہ منتر) کی شکل میں، پریشور کے روبرو پیش کیا کرتے ہیں اتنے وقت میں اور کچھ مفید کام کر لیتے۔ ہاں پرارتھنا سے سوامی جی نے جن مذکورہ بالا غیر متکبری وغیرہ کے ملنے کی قوی امید دلائی ہیں صرف ان کو اگر مانگ لیا کریں تو چند ان ہرج نہیں کیونکہ ان کے بارہ میں تو سوامی جی یہ فیصلہ ہی ہے کہ وہ مانگنے (یعنی مناجات کرنے) سے ملتی ہے۔ پچھو اشیاء مل سکتی ہیں اور انہیں کو مانگنا عقلمندوں کا کام ہے۔ لیکن جو اشیاء کہ ہرگز ہرگز بھی نہیں مل سکتیں ان کا مانگنا کون کام ہے اس بات کو ناظرین خود سوچ سکتے ہیں۔

ناظرین! بہمن تو سوامی دیانند کا فیصد ویدوں کے اصول سے سراسر خلاف نظر آ رہا ہے۔ جو کہ خود ان ہی حوالہ جات سے ثابت ہو جائیگا جن کو انہوں نے ہی سنت رتھ پر کاش میں نقل کر دیا ہے۔ فرض کیجیے کہ ایک دولت مند نے کسی گداگر کو خود بلا کر حکم دیا کہ "جب تو ہمارے دروازہ پر بھیک مانگنے آیا کرے تو ان الفاظ میں ہم سے مخاطب ہوا کر کہ" "اے اوں درجہ کے رحیم و غریب پرور! آپ بڑے ہی سخی ہیں آپ کے دروازہ سے کوئی حاجتمند ناکامیاب واپس نہیں جایا کرتا۔ آپ ہم کو کھانے کے لیے غلہ اور پھل کے لیے پکا بخش دیویں وغیرہ" اور جب اس گداگر نے حسب احکم اوس امیہ کے در دولت پر جا کر انہیں الفاظ میں منت و سماجیت کی اور اس امید میں مٹھا کہ جو ایسا نیک دل سخی سے کلاس نے خود بلا کر یہ سمجھا یا کہ ہم سے

اس اس طور پر منت و سماجت کیا کرو اور جو ضروریات ہوں وہ مانگا کرو تو کیا
 کبھی ممکن ہے کہ وہ ہمیں ناکامیاب واپس جانے دیو گیا وغیرہ، لیکن اگر وہ اس
 بجائے اسکا سوال پورا کرنے کے اپنے چہرے اسی کو حکم دیوں کہ اس گداگر کا کان
 پکڑ کر باہر نکال دو، تو بتدائیے ناظرین اس بیچارے گداگر کا دل کیا کتے گا۔ کیا وہ
 یہ نہ کہے گا کہ اگر سوال پورا کرنا منظور نہ تھا تو کیا کیوں؟ قل نہ ہی تو اسکا جزوی پورا کیا ہوتا
 لیکن یہ اس دغا باز دولت مند کی کیسی زیادتی اور ظلم ہے کہ اس خود ہی بلات
 منت و سماجت کے خاص طریقے بتلانا لیکن بعد میں اس طرح کان پکڑ کر نکال دینا
 ناظرین! یہی حال دیانندی رحیم و کریم اور منصف پریشور کا ہے۔ وہ خود ہی تو
 اپنے کلام یعنی ویدوں میں مناجات کے طریقے بتلاتا ہے اور ان اشیاء کی فہرست
 بھی ظاہر کرتا ہے جو ہمیں اس سے مانگنی لازم ہیں اور اب جبکہ ہم ویدوں کے
 اور منتروں سے حسب ہدایت پریشور کے مناجات کرتے ہوئے اسی گداگر
 کے مانند اس امید میں ہوتے ہیں کہ جس نے خود ہمیں مناجات کے طریقے بتلا کر
 اس کام میں مشغول کر دیا ہے وہ ہرگز ہرگز بھی ایسا ظالم نہ ثابت ہوگا کہ ہمارا اتنا
 وقت ہی خراب کرے بلکہ ویدوں میں سب نہیں تو کچھ نہ کچھ
 ضرور دیوے گا۔ تو جس طرح چہرے اسی نے اس گداگر کا کان پکڑ کر دولت مند کو
 دروازہ سے دور کر دیا تھا اسی طرح آریہ سماج کا ہر شی (شاید خاص یوگ کی
 طاقت کے باعث پریشور کا الہام حاصل کرنے پر) ہمیں اور تمام امید و نئے
 محروم کر دیتا ہے اور اب ہمیں سخت پریشانی اور تعجب اس بات پر خاص کر ہوتی ہے
 کہ اگر پریشور کو ان اشیاء کا عطا کرنا منظور نہ تھا تو اپنے الہام ویدوں میں
 خود ہی ہمیں ایسی ہدایت کیوں کی۔

ناظرین! اگر دیانندی فلاسفی کو تسلیم کر لیا جاوے تو کیا پریشور اس قدر
 بالادولت مند کے مانند اول درجہ کا ظالم اور بے رحم نہیں ثابت ہو جاتا؟
 ہاں اگر پریشور نے اگنی وغیرہ رشیوں پر وید نازل کرتے وقت سوامی دیانندی

ہمارا ج سے مشورہ کر لیا ہوتا۔ تو وہ اس غلطی سے بچ جاتا۔ پھر یہ ہوتا کہ ایسی مناجات
کے منتر و ن کی بھرمار ہی وید و ان میں نہ آنے پاتی اور تب البتہ یہ عمدہ حل ہو جاتا
لیکن سوامی جی کیا کریں وہ جو کچھ چاہتے ہیں اس کے خلاف ہی وید و ان میں بھرا
پڑا ہے اب چونکہ وید و ن سے انکار تو کر نہیں سکتے پس کہیں پر تفسیر اور تشریح
محیب و غریب بنا کر معنی مطلب حل کیے جاتے ہیں اور کہیں پر من گھڑنت سے ہی
کام لیا جاتا ہے۔

لیکن اگر سوامی جی کے پیروکارانہ چاہتے ہوں کہ ہمیشہ کی مناجات
سے وہ ہی مطلب قائم رکھیں جو سوامی دیانند نے جاری کر دیا ہے یعنی اگر وہ سوامی جی کی
راے کو غلط تسلیم کرنا گناہ سمجھتے ہیں تو ہم ان کو ایک آسان نسخہ بتلائے دیتے ہیں
اس پر عمل کرنے سے وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاویں گے۔

یعنی جس طرح مشر و میش چندروت صاحب سابق کاشنہ بھاجا ان دیوان
ریاستہائے برودہ اپنی تصانیف میں یورپ کے شکرت دان عالموں سے اتفاق
کرتے ہوئے یہ قرار دیتے ہیں کہ وید و ن کے منتر و ن کو مختلف شیون نے تصنیف
کیے ہیں چنانچہ ان کے جیسے خیالات تھے ان کا اظہار ان میں کیا گیا ہے۔ پس
اسی بات پر ہمارے آریہ صاحبان بھی صواب کر دیوں تو پھر وہ اس قدر متبور
ہو جاویں گے کہ وہ یوں فرمانے لگیں گے کہ وید و ان میں جو ایسی پرارتھنا
(مناجات) کے منتر ملتے ہیں کہ اسی پر ہمیشہ ہمیں دولت دیجیے ہمیں پادشاہت
دیجیے وغیرہ یہ سب انہیں شیون کے جذبات و خیالات ہیں۔ دراصل یہ
بالکل غلط ہے کہ ہمیشہ ایسی مناجات کرنے والوں کے گناہوں کو معاف کرتے
وغیرہ۔

ناظرین! ان دونوں میں سے بغیر ایہ کو کیے ہوئے آریوں کا کام ہرگز یہ
بھی نہیں چسنے کا۔ یعنی اول یہ کہ یا تو سوامی دیانند کا بیچا چھوڑ دیوں اور یہ
یقین کر کے عام اعلان کر دیوں کہ مناجات کے متعلق جو سوامی جی کی رائے ہے

وہ پہلو ایک اصول نہیں ہے بلکہ وہ اسکے فداوت اور ان کی شخصی اسے ہے۔ یہ دوسری بات
 یہ کہ ویدون کو پریشور کی جانب سے نازل ہوا ہونا چھوڑ دیوں
 لیکن اگر وہ ان دونوں میں سے ایک پر بھی عمل کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں تو ناظرین
 آپ خود سوچ سکتے ہیں کہ پھر ان کو کون سچائی کا قبول کرنے اور غلطی کو ترک کرنے والا
 سمجھے گا؟

پھر وہی جی فرماتے ہیں کہ او پاسنا (حضوری و مراقبہ) سے پرہیز
 {ذات الہی} سے وصل اور اسکا عین الیقین حاصل ہوتی ہے
 لیکن ذرہ کوئی منصف مزاج صاحب غور تو فہم یارین کہ کیا اوس پرہیز پریشور سے
 وصل اور اسکا عین الیقین کسی گنہگار انسان کو کبھی کسی تہرت پر بھی حاصل ہو سکتا ہے
 جب تک کہ اوس کے تمام گناہ دور نہ ہو جاویں۔ پس ظاہر ہے کہ پریشور کا وصل
 ہونے سے قبل وہ اسکے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے یا یوں سمجھئے کہ جو گناہ کرنے والے
 ہیں اون کو کبھی یہ درجہ حاصل ہی نہیں ہو سکتا کیونکہ دیانندی فلاسفی کے مطابق
 گناہوں کے نتیجوں کو تو بغیر بھوگے ان سے چھٹکارا ملنے کا نہیں اور ایسا کوئی انسان
 نہیں دیکھا جاتا کہ جس سے کچھ نہ کچھ گناہ نہ ہو جاتے ہوں (آخر کچھ نا تو کچھ دیکھو پس ایک
 اصولوں کے مطابق آگ جلانے میں جو کڑی کے کڑے مر جاتے ہیں یہ بھی گناہ ہے۔
 پانی تو پیو گیا پس اسکے اندر جو کڑے رہا کرتے ہیں ان کے مر جانے کا بھی تو کچھ نہ کچھ پاپ
 ہو ہی گا۔ وغیرہ وغیرہ) غرض کہ جہاں کسی طرح کے گناہ معاف نہیں کیے جاسکتے وہاں
 گناہوں سے کمی تو چاہے جتنی کر لیجاوے مگر بالکل ان سے بریت کبھی انسان نہیں
 ہو سکتی (یعنی یہ کہ وہ ذرہ بھی گناہ کا مرکب نہ ہو) غرض کہ نہ کسی کی ایسی حالت بھی
 آویگی کہ وہ تمام گناہوں کے نتیجوں کو بھوگ لینے کے بغیر بالکل پاک و صاف بن سکے
 اور نہ پریشور اسکے اوپر کچھ رعایت کریں گے پھر پریشور کا وصل حاصل کر نیکا
 کوئی کیون مستحق ہونے لگا۔ چلو بس ہو چکا ہے نوسن تیل ہو گا نہ را دھانا چین گی۔ اب تو
 مکتی یعنی نجات کا دروازہ بھی ویانندی فلاسفی نے بند کر دیا۔ کیونکہ بغیر وصل

پر میشور کے ملتی نہیں مل سکتی۔

واضح ہو کہ ملتی یعنی نجات کے بارے میں یوں ذکر آیا ہے کہ انسان افعالِ نیا
یعنی کرم کا نڈ کے بعد اوپا سنا کا نڈ پر عمل کرے (اوپا سنا کا نڈ کے ہی اندر یہ تمام ہیں
ہیں جنہی بہت بیان پر ہو رہی ہے) پس جب وہ کرم (افعال) کی زنجیر سے بذریعہ
اوپا سنا علیحدہ ہو جاتا ہے تب وہ گیان کا نڈ (معرفت) کا مستحق ہو سکتا ہے
اور اب وہ پر میشور کا وصل اور عینِ ایقین حاصل کرتا ہوا نجات کو پا لیتا ہے
پس اس گیان کا نڈ میں قدم رکھنے سے قبل ہی وہ نیکی و بدی دونوں طرح کے افعال
دنیاوی سے علیحدہ ہو جاتا ہے۔ اور وہ ان نہ گناہ کا نام و نشان رہ جاتا ہے
اور نہ ہی ثواب کا۔ وہ درجہ تو دونوں سے علیحدہ ہے۔ یہ بات اونپندوان میں بہت
واضح طور پر بیان کی گئی ہے لیکن سوامی جی نے اس نمونہ میں بھی (نویں سہلا میں)
کچھ نہ کچھ رد و بدل کر ہی دیا ہے۔

آگے سوامی جی اردو ستارتھ پر کاش صفحہ ۳۳۲ سطر اول پر یوں فرماتے ہیں
"پر میشور کی شناختی کرنا نگرہ ستوتی ہر اس سے اپنی صفات اعمال و عادات بھی
سنوارنے چاہئیں۔ مثلاً وہ انصاف کرنے والا ہے۔ تو خود بھی انصاف کرنیوالا ہو۔
جو شخص محض بھانڈ کی مانند پر میشور کے اوصاف کا تاج پہن کر اپنے چال چلن کو نہیں دیکھتا
اسکا ستوتی کرنا بے فائدہ ہے۔"

سوامی جی کی یہ ہدایت بیشک بہت افضل ہے کہ پر میشور نصف ہر اسیلے ہمیں بھی انصاف
رہنا چاہیے لیکن ذرہ کوئی دیانندی فلاسفی کا پیروکار تبلاوے تو یہی کہ دیانندی
پر میشور کی صفت رحیم کو ہم اپنے اندر کس طرح ڈھالیں۔

ہم کہیں جا رہے ہیں راستہ میں ایک مفلس انسان کو ہم دیکھتے ہیں جو دا
وانہ کو محتاج ہو رہا ہے۔ یا او کسی طرح کی سخت مصیبت میں گرفتار ہے۔ ہم سے وہ التجا
کر کے مدد کا خواستگار ہوا پس ہمیں اوپر رحم آ جاتا ہوا اپنے پاس سے او کو کچھ نقد دی کر
یا او کو سیطرہ سے او کی مدد کرتے ہیں۔ یہ تو انسانوں کے رحم کا ظہور ہے۔ لیکن بیانیہ

پر مشورہ تو کسی انسان کے مناجات پر کان نہیں دیتا اور نہ ان کو اشیا مطلوبہ عطا فرماتا ہے تو کیا اب ہم یہ مان لیں کہ ایسے پر مشورے تو ہم بندے ہی زیادہ رحم کر رہے ہیں پھر بتلائے ناظرین کہ سوامی جی کی اس ہدایت کے مطابق کہ پر مشورے کے وصف کے مانند اپنے اوصاف بنانے کی کوشش کرو تا عمل کرنے سے کیا ہم بے رحم نہیں بن جائیں گے؟

کیونکہ دیانندی پر مشورہ تو رحم کر ہی نہیں جانتا اور نہ وہ کسی مصیبت زدہ انسان کو اس کے مناجات وغیرہ پر کوئی شے عطا فرماتا ہے اسی طرح کیا ہم بھی ان گد اگر وہ مفلسوں اور محتاج مسکینوں کو جو اس امید میں ہمارے دروازہ پر آتے ہیں اور ہمارے مناجات کرتے ہیں کہ ان کی مصیبت کو ہم کسی نہ کسی حد تک دور کر دیں گے تو ہم انکو صاف جواب دے دبا کرین اور ان سے کہہ دیں کہ حسب طرح ہمارے پر مشورے (دیانندی فلاسفی کے مطابق) ہمیں ہزار ہا روناک رگڑنے پر بھی کوئی شے نہیں عطا فرماتا اور ہم صرف محنت کر کے اوسکا معاوضہ حاصل کرتے ہیں اسی طرح تو بھی یہاں سے چلا جا۔ اس دروازہ پر روٹی ملنے والوں کو کورا جواب ملا کرتا ہے بلکہ اور زیادہ بڑھ کر نیا لون کو کان پکڑ کر باہر نکال دیا جاتا کرتا ہے اور جا کہیں محنت مزدوری کر کے کما کہا وغیرہ۔

ناظرین! سوامی جی کے پر مشورے تو ہم سب انسان ہی زیادہ رحیم ثابت ہو رہے ہیں اب آپ دیانندی فلاسفی کے پیروکاران سے کہئے کہ وہ اپنے پر مشورے کو یہ ہدایت کریں کہ وہ خود اولٹا ہماری (انسانوں کی) صفت رحم دینی سے سبق سیکھیں۔

واہ! سوامی جی کی اس عجیب و غریب فلاسفی پر عقلمند صاحبان غور فرما دیں۔ آگے سوامی جی چند ویڈیو سنٹرڈ کوڈج کر کے ہدایت کرتے ہیں کہ ان سنٹرڈ کوڈج کران کے معنی مطلب کو غور کرتے ہوئے مناجات کرنی لازم ہے اس لئے ذیل میں انکو ہم نقل کرتے ہیں انکا ترجمہ بھی سوامی جی کا ہی نقل کیا جاتا ہے بریکٹ ہمارے ہیں۔

मां मेधां देव गणाः पितरश्चोपासते । तथा मामद्य मे-
धमाप्ते मेधावितं कुरु स्वाहा ॥ यजुः ३२ मं० १४ ॥

عقل کے واسطے استدعا ہے اگنے ! یعنی نور مجسم پر مشور جس عقل کی استدعا عالم
گیانی اور لوگ کرتے ہیں ہم کو آپ مہربانی سے اس موجودہ زمانہ میں اسی عقل سے
بہرہ ور عقل مند کیجئے۔ بحور دید ۳۲-۱۴ منتر۔ (اس سوال پر دیانندی پر مشور کا
جواب یہ ہے کہ "مفت کی بکو اس مت کرو۔ باؤ محنت کرو۔ کسی عقلمند کی صحبت
میں رہو اور کسی استاد سے علم پڑھو تو خود ہی عالم و عاقل بن جاؤ گے۔ ہمیں کیوں
ناحق تنگ کر رہا ہے۔ یہ وہ دروازہ نہیں جہاں مانگنے والوں کی مراد پوری
ہوتی ہوں)۔

तेजोसि तेजो मयि चोदि वायससि वायं मयि चोदि
। बलमसि बलं मयि चोदि । अजोसि अजो मयि
चोदि । मन्मुरसि मन्मुं मयि चोदि । सहोसि सहो
मयि चोदि ॥ ॐ नमः ॥ ॐ नमः ॥ ॐ नमः ॥

ایشور کی صفات کے واسطے استدعا یہ ہمہ تن روشنی ہیں۔ مہربانی کر کے
مجہ میں بھی روشنی قائم کیجئے۔ آپ لا انتہا طاقت کو کام میں لانے والے ہیں اس لئے
مجہ میں بھی نظر شفقت پورے پورے طاقت کا کام میں لانا جلوہ گر کیجئے۔
آپ لا انتہا قوت والے ہیں اس لئے مجہ میں بھی قوت کو جاگزیں کیجئے۔ آپ لا انتہا
توفیق والے ہیں۔ مجہ کو پوری توفیق دیجئے۔ آپ برے کام کرنے والوں پر غضب ناک
نہیں مجہ کو بھی ویسا ہی کیجئے۔ آپ مذمت۔ تعریف اور اپنے تفسیر واروں کا تحمل
کرنے والے ہیں مہربانی کر کے مجہ کو بھی ویسا ہی کیجئے۔ بحور دید ۱۶-۹۔

۔ (دیانندی پر مشور کا جواب۔ ہم چاہے ہمہ تن روشن۔ لا انتہا طاقت
والے۔ لا انتہا قوت والے۔ لا انتہا توفیق والے وغیرہ کچھ ہی ہوں لیکن
تو کیوں بکو اس کر کے اپنا بھی وقت خراب کر رہا ہے اور ہم کو بھی ناحب تنگ کر رہا ہے
جا یہاں سے نکل جا ورنہ کان پکڑ کر باہر نکال دیا جاویگا۔ جا۔ جتنے وقت میں خوش
کر رہا ہے اتنے عرصہ میں مشقت کر کے کچھ پیسے کمائے۔ یہاں کسی کو مفت کچھ نہیں

دیا جاتا۔ یہ سخی کا دروازہ نہیں ہے بلکہ اول درجہ کے بے رحم کنبوس کنبی پوس کا دروازہ ہے۔ جائکل جا۔

अमे नम सुखा राये, अस्मान् विश्वानि देन वयुनानि
विद्वान् । पुण्यो ध्यस्म जुहुरा रामेनो भूषिष्ठां ते नम अग्नि
विधेम ॥ यजुः अ० ४० मं० १६ ॥

پاکیزگی کی استدعا اسے سکھانے والے روشن بالذات اور سب کو جاننے والے پر مانتا۔ آپ ہم کو عمدہ طریقہ پر تمام معلومات عاقل کرائے۔ ہم کو پاپ کے چلن کے ٹرے سے راستہ سے الگ کیجئے۔ اسلئے ہم لوگ بڑی عاجزی سے آپ کی ستوتی (حمد ثنا) کرتے ہیں کہ آپ ہم کو پاکیزہ کیجئے یجروید ۴-۱۶۔

(دیانندی پریشور کا جواب۔ اسے دشت ! تو نہیں مانتا کان کی جیسٹ بھی اوشادی۔ چل دور ہو۔ اسے کم تخت ایک دو مرتبہ کے سمجھانے سے مانتا ہی نہیں۔ بتلادیا کہ یہ وہ دربار نہیں ہے جہاں سے کسی کو کچھ دیا جائے یا کرتا ہو چل بھاگ دور ہو۔ ناظرین! سواجی نے اسی طرح کی اور بھی منتر دیکھ لیا پھر فرمایا ہے لیکن بوجہ طوالت ہم ان سب کو نقل کرنا مناسب نہیں سمجھتے۔ کیونکہ آپ کو ان مذکورہ بالاتین منتروں سے ہی معلوم ہو گیا ہوگا کہ جن منتروں کو خود سوامی جی دیدون سے نکال کر مناجات کے لئے تحریر فرما رہے ہیں ان سے اور خاص او نہیں کے معنی مطلب کو تسلیم کرنے پر بھی دیکھا جاتا ہے کہ تمام دنیاوی لذات کے سامان پریشور سے مانگے جا رہے ہیں۔

پس سوامی جی کی یہ بات کہ ان اشیاء مطلوبہ کو پریشور عطا نہیں فرمائے گا اس لئے رو ہو جاتی ہے کہ دیدون کو کلام اکہی مانا گیا ہے اور یہ دیدون ہی کے منتروں میں۔ پس کیا پریشور ایک طرف تو اپنے کلام میں ایسے منتروں سے مناجات کئے جانے کی ہدایت کرے اور دوسرے طرف دیانندی فلاسفی کے ذریعہ ان اشیاء مطلوبہ کو (جن کی فہرست ان منتروں میں ہے) دینے سے قطعی انکار کر دیوے۔ یہ کیسے تعجب کی بات ہے۔ پریشور کے بارہ میں یہ کہنا کہ وہ ایک حکم دیکر پھر خود ہی اس کے خلاف

فرماتا ہے کیا کسی عقلمند کا کام ہے S۔ کیوں ناظرین! آپ کی کیلئے ہے کیا دیا تہی
 فلاسفی کے پیروکاران سے آپ اس معہ کو حل کرنے کی کوشش کریں گے۔ ان سے
 کہئے کہ یا تو وہ اپنے دشل نیمون میں سے چوتھے نیم ”سچائی کو قبول کرنا اور غلطی کو ترک
 کرنا“ کے مطابق دیا تہی کی اس غلطی کو ترک کرنے کا اعلان کریں ورنہ اس چوتھے نیم سے
 ہی انکاری بن کر صاف یہ کہہ دیں کہ ہماری جو مرضی ہوگی وہ مانینگے اور جو مرضی نہ ہوگی
 وہ نہ مانینگے کسی کا اس میں کیا سا جہا ہے۔ تو البتہ پھر ان سے کہہی خواب میں بھی کوئی
 کچھ نہ کہے سنے گا۔

اب ہم پنڈت جوالا پرشاد صاحب سناتنی مصنف دیا تہی تمسیر بھاسکر اور
 پنڈت تلپی رام صاحب (ار یہ پنڈت) مصنف بھاسکر پرکاش کے بنگ کی جانب
 ناظرین کو مخاطب کرتے ہیں۔

مضمون زیر بحث کی پڑتال کرتے ہوئے پنڈت جوالا پرشاد صاحب اپنی کتاب تمسیر بھاسکر
 کے صفحہ ۱۴۵ پر حسب ذیل تحریر فرما رہے ہیں: دیو ہذا

”بغیر مطلب یو قوت آدمی بھی کوئی کام نہیں کیا کرتا۔ پھر ایشور کا نام یاد کرنا بھی جبکہ
 بے فائدہ ہے تو سب افعال کا پھل بھی بے فائدہ ہوگا۔ لو کرم کا نڈکا ہی خاتمہ کر دیا۔
 جب ایشور ہی جو سب سے افضل ہی حمد ثنا و سناجات سے گناہ دور نہیں کرتا تو اور
 کون سانیک کام ہے جس کے کرنے سے انسان تکالیف سے رہائی پاوین۔ جبکہ
 افضل افعال سے افضل پھل (نتیجہ) اور برے افعال کرنے سے شمت (خراب و
 تکالیف دہ) پھل حاصل ہوتے ہیں تو پھر اس پاک پروردگار سمرن (یار)۔ او پاسنا
 (مرتبہ)۔ دھیان (غور و خوض کر کے محو ہو جانا) کرنے والا پاک کیوں نہیں ہوگا۔
 (اگر یہ کہو کہ اس کے نام سے اپنے گنوں میں مفتون کو سدھارین) تو جب اس کا نام
 کچھ گن (صفت۔ ہنریا اثر) رکھتا ہے تبھی تو انسان اس کے گن کرم (صفت فعل)
 نے اپنے صفات و افعال سدھار سکتا ہے نہیں تو کس طرح ایسا ممکن ہے؟

رکھتا ہے وہ ایشور کی اوس میں سہا تیار ہو (کیون چاہے گا۔ اور (سوامی جی نے) پہلے تو لکھا کہ صفت فعل سد ہارنے کے لئے ایشور کی مناجات کرنی (چاہئے) اور اب یہاں لکھتے ہیں کہ اپنے افعال سد ہارو بغیر سد ہار سے حمد ثنا و مناجات قبول نہیں ان آپس میں متضاد تحریروں کو کون عقلمند قبول کر سکتا ہے۔ (آگے سوامی جی فرماتے ہیں کہ)۔ ایسی مناجات کہی نہ کرنی چاہے کہ میرے دشمنوں کو مار دو مجھے سب سے افضل کرو وغیرہ۔ تو اور کیا مناجات میں سوامی جی کے منتر لے (چچا پہ خانہ) کی ترقی منالی جاو سیکڑوں وید منتر اسی مطلب سے بھرے پڑے ہیں۔ کہ "اے پریشور! ہمارے گناہ دور کرو۔ ہمارے دشمنوں کو مارو۔ ہم کو افضل بناؤ۔ ہماری حفاظت کرو۔ وغیرہ۔ کہا۔ ویدوں میں محض فرضی بکواس ہے۔ نہیں تو کہہ دیجئے کہ کسی نے ملا دیا ہے۔ بس اتنی ہی کسر ہے۔ آپ کی چلتی تو اپنے (راہی کے) خلافت منترون پر ضرور ہتھال پھیر دیتے لیکن تاہم سنے تبدیل کر کے گڑ بڑ کر ہی دیا، (اور (جو یہ لکھا ہے کہ) جہاڑو لگائے پیڑ سے دھود تیجئے وغیرہ تو بھلا یہ تو سوچا ہوتا کہ جس کا عنصری جسم نہیں وہ ایسے کاموں کو کیونکر کر سکے گا اور اپنے مالک پیدا کنندہ سنکٹ سوچیں (تکالیف رفع کرنے والے) سے کیا کوئی بھی ایسا کہہ سکتا ہے؟۔ سہولی دنیاوی مالکوں کے رد میں تو جواب نہیں دیا جاتا اور اوس بڑے محنت سے یہ ڈھٹائی۔۔۔۔۔

ہزاروں رشی سنی جنگل میں پریشور کے بعد سے پر جب تپ کرتے تھے اور اب بھی کرتے ہیں اور وہ ہی پریشور ان کی حفاظت کرتا ہے۔۔۔۔۔ آپ لکھتے ہیں کہ گناہ کی سنگان بھگتوں (عبادوں) کی بھی نہیں کرتا اگر اسے تو پھر سب لوگ گناہ کرنے لگتا ہیں سنئے وہ دشمنوں (بد معاشوں یا عہد اور سرچا گناہ کرنے والوں) کے گناہوں کو معاف نہیں کرتا (لیکن) بھگتوں کے (گناہوں کو) ضرور معاف کرتا ہے۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ آیا اس بھگت سے وہ گناہ سہوا ہو گیا ہے اور اب عہد کرتا ہے کہ آئندہ گناہ نہیں کروں گا۔ اور یہ ہی وہ جانتا ہے کہ (کرے گا بھی نہیں۔ تو اس کے گناہوں کو پریشور یقیناً معاف کر دیوے گا۔ وہ

سنا جات ہی اوسکا پر ایشیت (توبہ) ہے اور جو دُشٹ لوگ ہیں یعنی دل میں گناہ
 رکھتے ہیں مگر ظاہر ا بھکت بنے رہتے ہیں ان کے گناہ ہرگز ہرگز بھی معاف نہیں ہونگے
 جو بھلا آدمی ہوتا ہے اوسکے ان جانے اپرا وہ کو (یعنی جو قصور سہواً اتفاقاً ہو گئے
 ہوں اُن کو) بادشاہ بھی معاف کر دیتا ہے۔ اور جو شریر و بد معاش ہیں ان کے
 قصور دن کو معاف نہیں کرتا کیونکہ جانتا ہے کہ چوڑ دینے سے زیادہ عیب کریں گے۔
 اور جو انتہ کرن (کانشنس) سے پاک و صاف ہی اور پریم (محبت بھگتی یا عشق حقیقی)
 سے ایشور کی یاد کرتے ہیں ان کے گناہ بھی معاف ہوتے ہیں اور دُشٹوں کو مناسب
 سزا دی جاتی ہے۔ اسی کا نام نیا لینے انصاف ہے کہ جو لوگ دُشٹ (بد معاش وغیرہ)
 ہیں اور نہیں سزا اور جو دیا یوگیتہ (قابل رحم) ہیں انپر رحم کرنا اور جو معافی کے قابل ہیں
 انکی معافی کرنا۔ یہ نہیں کہ سب وہاں بائیس اپنیری ہی تول دے جا دیں۔“
 ناظرین! اب اس کا جواب جو پنڈت تلسی رام صاحب اپنی کتاب بھاسکر پرکاش
 صفحہ ۲۱۳ پر لکھتے ہیں ملاحظہ کیجئے پنڈت تلسی رام صاحب نے اس لمبے چوڑے
 مضمون میں سے گیارہ سوالات چُن لئے ہیں اور ہر ایک کا جواب دیا ہے۔ چنانچہ سوال
 نمبر ۲ یہ ہے: ”پہراؤں کا بھجن (ادی آہی) کرنا فضول ہے۔ اور اسکا جواب یوں تحریر
 فرماتے ہیں: ”اُس کا بھجن کرنا اسلئے فضول نہیں کہ اس کی اور پاسنا (مراقبہ) سے گیان
 (علم و عقل) بڑھتا ہے۔ گیان سے ناجائز افعال آئندہ میں ترک کئے جاتے ہیں۔
 جس سے دن بدن سکھ کی ترقی ہوتی ہے۔“

ناظرین! اب غور کیجئے کہ سوامی جی کی پوزیشن *Position* خوب
 صاف ہو رہی ہے۔ سوامی جی کی تحریر کو مد نظر رکھ کر تو کبھی کبھی یہ بھی خیال ہو سکتا
 تھا کہ شاید جب وغیرہ کرنے سے کچھ بھل ملتا ہی ہو مگر اب اوپر کی تشریح اس امید کو
 بالکل ہی منقطع کئے دیتی ہے۔ اب معلوم ہو گیا کہ جو آریہ صاحبان گھنٹوں بھجن گانے
 اور جپ کرنے وغیرہ میں مصروف رہتے ہیں ان سب سے صرف یہ ہی نتیجہ ہوتا ہے
 کہ ان کے دماغ کی عقل (گیان) کچھ اور تیز ہو جاوے (راتنے پر تو دنیا کے تمام مذاہب کے

بزرگان کو صلواتیں سناتے میں یکتائے زمانہ ہو رہے ہیں اور زیادہ عقل کی تیزی ہونے پر تو خدا ہی حافظ ہے) اگر دراصل اتنا ہی فائدہ مقصود ہے تو ہماری یہ صلاح ان کو مانتی چاہئے کہ جس قدر وقت وہ بھجن وغیرہ میں خراب کرتے ہیں اسی قدر وقت میں کسی عالم فاضل کے پاس حاضر ہو کر کوئی علم سیکھا کریں کہ گیان یعنی عقل کی ترقی خوب اچھی طور پر ہو سکے۔ اور جو یہ فرماتے ہیں کہ گیان سے ناجائز افعال آئندہ ترک کئے جاتے

ہیں تو عرض یہ ہے کہ یہ تو کوئی مثلہ اور قطعی فیصلہ نہیں ہو سکتا کہ گیان ہو جانے پر ناجائز افعال ضرور ہی ترک ہو جاویں۔ ہم بڑے بڑے گیانی لوگوں کو دنیا میں طرح طرح کے گناہوں کے مرتکب پاتے ہیں۔ دو کیوں جاویں ہم اسی آریہ سماج کے لیڈر اور ادب دشکون کو ہی جو تمام دنیا کو راہ راست بتلانے کا دم بھرنے کے باعث یہ ظاہر

کر رہے ہیں کہ وہ اپنے کو اول درجہ کے گیانی سمجھتے ہیں نظیر میں پیش کئے دیتے ہیں جنکے افعال کی فہرست پیش کی جاوے تو سننے والوں کے بھی ہوش دنگ جاوے۔ ان سوال تو یہ تھا کہ اگر پر مشور کے حمد و ثنا سنا جات اور بھجن وغیرہ کرنے سے کچھ

پہل نہیں ہوتا تو ہم کیوں اس سرور دی میں پڑیں اور اپنا وقت ایسے فضول کام میں لگا دیں۔ اور اس کا جواب یہ ملا کہ ان کاموں سے صرف گیان بڑھاتا ہے اب وہ گیان والا اگر بفرض پنڈت تلسی رام صاحب کی ہدایت کو مان کر ناجائز افعال کو ترک کر دے

تو البتہ اس کو فائدہ ہو گا پس ناظرین! آپ پنڈت تلسی رام جی سے دریافت کریں کہ کیوں صاحب! یہ کام تو بھجن وغیرہ کے بغیر بھی ویسا ہی اور بالکل ویسا ہی ہو سکتا تھا یعنی ایک شخص بھجن وغیرہ کچھ نہیں کرتا اور بڑائیوں کو ترک کر دیتا ہے۔ اور دوسرا عرصہ

دراز تک بھجن وغیرہ کرنے کے بعد اپنی عیبوں کو ترک کرتا ہے تو ان دونوں کی حیثیت تو پنڈت صاحب کے نزدیک برابر ہی ثابت ہو گئی۔ غرضیکہ صاف الفاظ میں یوں کہنا چاہئے کہ بھجن وغیرہ محض دھوکا دہ ہے کیا ان سے کہیں خدا ملا جاتا ہے یا گناہ مٹا

ہو جاتے ہیں؟۔ اچھی وہ راستہ ہی دوسرا ہے۔ یہاں تو بھجن سے یہ فائدہ مراد ہے کہ جب کوئی جلسہ وغیرہ ہو اور مجمع کثیر کرنے کی منشاء ہو تو وقت مقررہ سے قبل

دو چار عمدہ عمدہ بھجن ہمارے نویم پر گائے جاوین تاکہ لوگ ایجا ہو جائن اور بعدہ ان کو
لیکچر سنانا شروع کر دیا جاوے۔ یاد گیر قسم کے بھجن (یا داکھی) یعنی سندھیا وغیرہ بھی محض اسلئے
کروائے جاتے ہیں کہ اگر انہیں نہیں کرتے تو دیگر آریہ بھائی وغیرہ آریہ صاحبان بھی نکتہ چینی
کرنیکے کو عمل تو کچھ کرتے نہیں یوں ہی بکواس کیا کرتے ہو وغیرہ۔

ناظرین! واقعی آپ سمجھ جائیں کہ آریہ سماج ہی ایک ایسی سوسائٹی صفحہ ہستی پر ہوگی
کہ جس کے ممبران اپنے خالق پروردگار پر پرہم پر مشورہ کا بھجن پرہم سے نہیں بلکہ محض ایک
ڈھکوسلہ سمجھ کر کرتے ہیں۔ اور اسکی وجہ یہی صاف ظاہر ہے کہ ان کے دل میں پورا
یقین ہے کہ اس سے کچھ ملنا ملنا تو خاک نہیں۔ پھر ناحق کی سرور دی کیوں کی جافے
- خیر -

اب اسی سلسلہ میں ہم پنڈت تلسی رام صاحب سے یہ دریافت کرتے ہیں کہ
بھجن کرنے سے گیان تو پیچھے بڑھیکا لیکن ان بھجنوں میں جو ہم اپنی مراد میں پر مشورہ
سے مانگتے ہیں (چاہے وہ بدسترون کے شکون میں یا اردو بھجن لاوٹی وغیرہ کے
ذریعہ) پس وہ کیا نتیجہ پیدا کریں گے۔ کیا وہ بھی گیان بڑھا دیں گے مثال کے طور پر
ہم ذیل میں ایک نہایت مختصر بھجن نمبر ۸۶ از آریہ سنگیت پشپا ولی مصنفہ متبہ روکش
لایبریرین آریہ سماج لاہور مطبوعہ سن ۱۹۱۱ء ابکرمی پیش کرتے ہیں وہاں ہذا

کیول ایک بھروسہ تیرا	دنیا نامتہ نون ہی ہے میرا
اس پھندن سے تو ہی چھوڑا دے	اور سبھی جس سے نش جاوے
پاپ تاپ کے پھندن توڑو	نگہہ ہمارا پی اور موڑو
تم بن اور نہ کوئی سہارا	بھے دکھ سنگٹھ موجن ہارا

ناظرین! اس بھجن کے لکیر شدہ مصرون کو بغور دیکھئے اسکا گانے والا پر مشورہ
سے یہ مناجات کرتا ہے کہ پاپ (گناہ) اور تاپ (تکالیف) کے رنجیرون سے
میں بکڑا ہوا ہوں پس ای رحیم و کریم پر مشورہ ایسے توڑ دیجئے اور پھر آگے وہ
یوں مخاطب کرتا ہے کہ بھئی (خوف) دکھ (تکالیف) سنگٹھ (مصیبت) کو اسے

دیاسند ہو پر مشور آپ ہی رفع و دفع کرنے والے ہو۔

اب پنڈت تلسی رام صاحب تلو دین کہ کیا اس بھجن گائے والے کو ان کا پر مشور صرف پورا جواب دیو گیا کہ: ”تجھے گناہ اور تکالیف کے زنجیروں سے ہم علیحدہ نہیں کر سکتے کیونکہ ایسا کرنے سے ہمارا دیانتدہی فلاسفی والا قانون ٹوٹتا ہے۔“ اور تیری یہ بھی سخت غلطی ہے کہ جو ہم کو خوف تکالیف اور مصیبتوں کا رفع کرنیوالا تصور کر لیا ہے خیر۔ اب چونکہ تو اس قدر گڑ گڑا رہا ہے اس لئے جاہم اور تو کچھ بھی تجھے نہیں دے سکتے لیکن آریہ سماجی پنڈت تلسی رام صاحب کی خاص سفارش سے ہم تیری عقل البتہ خوب چینی کئے دیتے ہیں (یعنی گیان عطا فرماتے ہیں) پس اب تو اپنی ہی عقل سے اپنی تکالیف وغیرہ رفع کر لے۔ وغیرہ۔

لیکن ناظرین! ہم تو دنیا کے بڑے بڑے عقلمندوں یعنی گیانی لوگوں کو تکالیف اور مصیبتوں میں گرفتار پاتے ہیں دور کیوں جاوین خود سوامی دیاسند سوتی مہاراج کو نہی آخری وقت میں ہماری کی تکالیف کس قدر برداشت کرنی پڑی تھیں (چاہے وہ زہر دے گئے جانے سے ہی ہوئی ہوں) پھر بتلاؤ کہ گیان کو بڑا تے بڑا تے ہم چاہے آریہ سماج کے مہرشی کے برابر بھی ہو جاوین یا اس سے بھی بڑہ جاوین۔ (کیونکہ ان سے بڑہ کر جن کی عزت آریوں کے نظروں میں ہے وہ مہرشی دیاس اپنے لڑکے کے شک دیو کے تارک الدنیا ہو جانے کے غم میں خبط الحواس ہو رہے تھے۔ دیکھو مہاراج بھارت شانتی پر پ) تاہم بھی ہم تکالیف اور مصیبتوں کی زنجیر سے ہرگز بھی نہیں بری ہو سکتے سوا اس کے کہ کرم کاٹ (افعال) کو عبور کر کے اوپاستا کاٹنے کے ذریعہ پرہم پر مشور کے خاص فضل و کرم کی بخشش ہمیں حاصل ہو۔

اسے آریہ صاحبان! تعصب کو ترک کر کے مان لو کہ سوامی دیانتدہی رائے دیدون و دیگر تمام مستند کتابوں کے خلاف ہے۔ بلا ایسا کہنے آپ کے سماج کی ناؤ ہرگز بھی اس بھنور جال سے بچ کر پار نہ جاسکے گی۔ کیا آپ نے اسے اب سچ میچ غرق ہی کر دینے کی ٹھان لی ہے (یعنی آریہ سماج کو دیانتدہی پنھنہ بتانے کا کیا قطعی

فیصلہ کر لیا ہے۔

لگے سوال نمبر ۳ یوں ہے: ”افضل افعال کا پہل (نتیجہ) بھی افضل ہے۔ تو کیا پاک پر ماتما کے نام کی یاد کرنے سے افضل پہل نہ ہو گا؟۔ مراد مالا چینی لینے تبیج پھیرنے سے ہے۔ اور اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ ”کرم گیان اوپاستا (افعال معرفت۔ مراقبہ) ان تین کانڈون (علمون) کو ایک سمجھنا اگیان لینے لی عقلی ہے ایشور کی اوپاستا (مراقبہ) کو افضل فعل بتلانا بھی اسی سے اگیان ہے۔ کیونکہ اوپاستا یا گیان (مراقبہ یا معرفت) افعال سے علیحدہ ہیں۔ اوپاستا (مراقبہ) کا پہل سوال نمبر ۲ کے جواب میں اوپر بتلادیا گیا ہے۔ افضل افعال میں اگنی سوتر (مہم کرنا) کنوان تالاب باولی کھودانا وغیرہ ثواب کے کام ہیں۔ اوپاستا (مراقبہ) اوس سے اگلا بہتر درجہ ہے۔ وہ کرم (فعل) نام سے موسوم نہیں ہے۔“

ناظرین! اوپر کے جواب میں پنڈت تلسی رام صاحب معترض کے سوال کا پہلو بدل رہے ہیں۔ اوسکی تو یہ منشا ہے کہ کیا پریشوس کے نام چنے کا پہل یہ نہ ہو گا کہ اوس (چنے والے) کے گناہ معاف ہو جاویں۔ لیکن پنڈت صاحب کرم کانڈ کا جھگڑالے پیٹھے۔ اچھا اگر ایسا ہی ہے تو ناظرین! آپ پنڈت صاحب کی اس سگ سے اتفاق کرنے والوں کو مطلع کر دیں کہ بھگوت گیتا میں یوگیوں کے سرتاج شری کرشن مہسارج ان تین کانڈون کو صرف دو کے اندر داخل کر رہے ہیں یعنی وہ کرم (افعال) اور گیان (معرفت) ان دونوں کو ہی تسلیم کرتے ہیں۔ اب یہ تیسرا اوپاستا (مراقبہ) خواہ ادل الذکر میں شامل کر لیا جاوے چاہے آخر الزکر میں ہر حالت میں معترض کا اعتراض بدستور قائم رہ جاتا ہے۔ گتیا کا وہ شلوک ثبوت کے لئے ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔

लोकेऽस्मिन् द्विविधा निष्ठा पुरा प्रोक्ता मया तच्च । ज्ञानं

योगेन सांख्यानं कर्म योगेन योगिनाम् ॥ भ.गो. ३-३ ॥

लोके अस्मिन् द्विविधा निष्ठा पुरा प्रोक्ता मया तच्च । ज्ञानं यो

ناظرین! اوپر پٹت تلسی رام صاحب یہ کہ بھی جاتے ہیں کہ نام جینے کا اثر
 ضرور ہوتا ہے مگر پھر بات بنا جاتے ہیں۔ جو وہ نمبر ۲ کا حوالہ دیتے ہیں وہ تو اپنے
 دیکھ ہی لیا ہے کہ کیا بے بنیاد جواب ہے۔ اب اور سنئے۔ پٹت صاحب یہ عام
 کر رہے ہیں کہ آپ کے ہی مانند سوامی جی بھی جب کا کچھ نہ کچھ اثر تو مانتے تھے لیکن
 اس کی جو تردید کر دی ہے اُس کی یہ منشا تھی کہ جو مکار لوگ محض دنیا داروں کو
 دھوکا دینے کے لئے یعنی ان کی نظردن میں نیک اور عابد بن کر کچھ دنیاوی فواید
 حاصل کرنے کی خاطر برائے نام مالا لے کر جب کیا کرتے ہیں یا اور ایسے کام محض ناشی
 طور پر کیا کرتے ہیں ان کو ایسے افعال ناجائز سے روکنے کے لئے سوامی جی کی
 یہ ساری کوشش تھی وغیرہ۔

پس ہم پٹت تلسی رام صاحب سے پوچھتے ہیں کہ کیوں مہاشی جی! کیا
 سوامی دیانند سرسوتی مہاراج نے آپ کو خواب میں آکر اس راز سے مطلع کر دیا
 ہے؟۔ اہی حضرت! ان باتوں کے بنانے سے کیا حاصل۔ کیا سوامی جی خود
 ایک فقرہ اوپر کے ہی مطلب کا اور نہ لکھ سکتے تھے۔ اور بھلا یہ تو بتلائے کہ آپ نے
 جو اپنے سنو سمرتی میں اس ہی مطلب والے شلوکوں کو ناجائز نہ مان کر خود اپنے اس
 تحریر سے خلاف سندین ہمارے حوالہ کر دی ہیں تو پھر اگر ہم انہیں یہاں پر نقل
 کر دیں تو بھلا بتلائے کہ آپ کی بات کیا رہ جاوے گی؟

اچھا لیجئے ناظرین! ذر د سنو سمرتی دوسری ادھیاد کا ۷ وان شلوک
 معہ تلسی امی ترجمہ ملاحظہ فرمائے:-

सहस्रकृत्वस्त्वभ्यस्य बहिरेतीजिह्वं द्विजः। महतोपेन सो माहा
 - लक्ष्मिर्वाहिविमुच्यते ॥ मनु० २/७८ ॥

ترجمہ:- اس ترک امین واسے ایجنے پر نوویا ہرتی اور تین حصوں والی گائیری
 کو ہر مرتبہ شہ باقصہ سے باہر اور یا کے کنارہ پر یا جنگل میں
 بہانہ لگا کر جگا ہی در و تمام ہندوں اور آریوں میں کیا جایا کرتا ہے۔

ایک ماہ جب کرنے سے دو بیج (دو بارہ پیدائش والا یعنی براہمن کشتریہ ویشیہ)
 مہا پاپ (گناہ عظیم) سے چھوٹ جاتا ہے۔ جیسے سانپ کھیل سے
 (چھوٹ جاتا ہے)۔ (اسے ایک پرالیشچیت جانو۔ پرالیشچیت سے گناہ چھوٹنے
 کا گیارہویں ادھیارمین بیان کریں گے)

ناظرین! اوپر کی لکیر شدہ عبارت کو غور سے پڑھیں۔ کیا اب بھی شک رہ گیا
 کہ گائتری منتر (خواہ کسی اور طرح سے پریشور کے نام کا جب کرنے) سے گناہوں
 نہیں نہیں بلکہ عظیم گناہوں کی بھی معافی کا ہونا منو مہاراج
 تسلیم کر رہے ہیں۔ اور ذرہ نصف مزاج صاحبان پنڈت تلسی رام صاحب
 کے اس تعصب کو ملاحظہ فرماویں جو ان کے فخر کے اس بریکٹ سے ثابت ہو
 رہا ہے۔ جب انھوں نے اور کچھ دال گلتے نہ دیکھا تو اپنے ایزاد کردہ عبارت کے
 بریکٹ ہی کی شکل میں پیش کر کے اپنے آریہ دوستوں کا آنسو پونچھنے لگے کہ گعبروت
 ہم اگرچہ اس شلوک کو پرکشتیت (ناجایز) میں نہ ڈال سکے لیکن یہ تو ہمارے
 ہاں ہاتھ کا کھیل ہے کہ سنسکرت سے ناواقفوں کو مغالطہ کے دلدل میں ضرور
 پہلے دیویں (کیونکہ وہ نہیں جان سکتے کہ بریکٹ کی عبارت شلوک کے الفاظ
 سے تعلق نہیں رکھتی)۔

ناظرین! آپ ذرہ پنڈت صاحب سے یہ تو پونچھئے کہ اگر پرالیشچیت (توبہ و
 کفارہ) کا بیان منو سمرتی کے گیارہویں ادھیارمین ہے (جس کا وہ خود اسی
 بریکٹ میں اقرار کر رہے ہیں) تو ہم اس کو ایک پرالیشچیت کیوں سمجھیں کیا آپ کے
 ہی سفارش سے یا کوئی معقول دلیل بھی ہے۔ اور اسی ساتھ ناظرین ذرہ
 پنڈت تلسی رام صاحب کے کتاب بھاسکر پرکاش صفحہ ۲۱ سطر ۱۸ کو بھی ملاحظہ
 کر لیویں۔ جہاں اسی اعتراض کا جواب لکھتے ہوئے پنڈت صاحب کو اس
 بوکیٹ میں خود ظاہر کردہ ساری کا مطلق بھی خیال نہ رہ گیا۔ اور وہاں اس
 پرالیشچیت کی جگہ کسی اور من گڑبنت لے لی۔ وہ عبارت حسب ذیل ہے۔

”گاتیری ادم ویاہرتی کے جب کا پھل گناہوں کا چھوٹ جانا اس لئے
 ٹھیک ہے کہ اس میں ایشور کی حمد و ثنا کے ساتھ افضل عقل ملنے کی مناجات ہے
 اور عقل افضل ہوتے سے گناہ میں وہ مشغول نہیں ہوتی بھی گناہوں کا چھوٹنا ہے۔
 اب بتلائے ناظرین! پنڈت صاحب کی کون سی بات کو ہم سچ مانیں۔ اسی
 شلوک کی تفسیر ایک بریکٹ کی شکل میں ہمیں یہ بتلاتی ہے کہ اسے پراشیچت سمجھو اور
 اوپر کا اقتباس کچھ اور ہی ظاہر کرتا ہے پس کیا سچ مچ یہی بات نہیں ہے کہ دوسرے کو
 را حافظہ نباشد اور یہاں بھی پنڈت صاحب محض گول مول بناوٹ کر رہے
 ہیں۔ مگر ان باتوں سے بھلا کہیں کام چلا کرتا ہے۔

اسے پنڈت تلسی رام جی مہاراج! اگر ہم آپ کی اس بات کو تسلیم ہی کر لیوں کہ
 گاتیری کا جب کرنے سے عقل تیز یا افضل ہو جائیگی (حالانکہ جب کرنے سے اشد کرنا
 دل و دماغ کی پاکیزگی کا ہونا تو تمام عالمان ویدانتے چلے آئے ہیں مگر یہ انوکھا
 اڑ بنگا اب دیانندی فلاسفی کی پیروکاری کی ہی نو ایجاد ہے۔ بھلا عقل کی
 فضیلت اگر گاتیری جب سے ہی ہوتی تو تمام کالج سکول کیوں نہ توڑ دئے جاویں
 اور پس سب طالبان عقل و علم کو کہہ دو کہ وہ گاتیری جب کے ذریعہ سے اپنے عقل کو
 افضل بنا لیا کریں۔ اس منطق کے صدقے جائے) تو ذرا یہ تو بتلائے کہ وہ گاتیری کا
 جب کرنیوالا جب اس فعل کا نتیجہ (اوس فعل کو کرنے کے بعد) حاصل کریگا تب
 تو وہ آپ کے ہدایت پر عمل کر کے بیشک گناہوں سے بچ جاویگا لیکن منہ مہاراج
 کی منشا تو گزشتہ گناہوں کی معافی سے ہے اور آپ کے بریکٹ سے بھی یہی
 فیصلہ ہو رہا ہے کیونکہ اگر بالفرض ہم آپ کی سفارش سے اسے ایک طرح کا
 پراشیچت ہی سمجھ لیوں تو بتلائے کہ پراشیچت گزشتہ قصور و ن اور گناہوں
 کے کفارہ کے لئے ہوا کرتے ہیں یا کہ آئندہ کے لئے؟ ہمارے سمجھ میں تو کوئی
 انسان جس کے دماغ میں ذرہ بھی سوچنے کا مادہ موجود ہے ہرگز ہرگز بھی تسلیم
 کرنے کے لئے تیار نہ ہوگا کہ پراشیچت ہم آئندہ ہونے والے گناہوں کے معافی

کے لئے کرتے ہیں۔ واہ! آئندہ کے لئے جو پرائیویٹ کرتا ہوا وہ سے کون غفلت مند کہیں
 پھر بھلا بتلائے کہ اس شلوک میں جس گناہ عظیم کے معافی کا ذکر ہے وہ اس گناہگار
 کے گزشتہ گناہوں سے مراد ہے یا کہ آئندہ سے۔ چونکہ آئندہ کے گناہوں سے
 معافی کے لئے پرائیویٹ غیر ممکن ہے اس لئے خواہ مخواہ بھی ماننا پڑیگا کہ گزشتہ
 گناہوں سے معافی کی مراد ہے۔ پس ایک زبردست اعتراض یہ قائم ہو جاتا ہے
 کہ چاہے آپ کے فیصلہ کے مطابق گاتیری جب کرنے والوں کو ایسا کرنے (یعنی گاتیری
 جب کرنے) سے یہ پھل ہو کہ وہ آئندہ عقل کی فضیلت کے باعث گناہ کرنے
 سے بچ جاویں۔ لیکن گزشتہ گناہوں کے مطابق سرائے تو دیانندی فلاسفی
 کو مد نظر رکھ کر اس سے بھوکے ہی پڑینگے۔ جو کہ منو کے سخت خلاف ہے۔
 ناظرین! پنڈت تلسی رام صاحب کا یہ عوام کے آنکھوں میں گھلے میدان
 خاک پھینکنا نہیں تو اور کیا ہے؟۔ وہ منو کے اس شلوک کو اگر پرکشیپت
 (ناجائز) قرار دے دیتے تو تمام جھگڑے طے تھے مگر نہ معلوم کس مصلحت سے
 دیانندی کے سخت مخالف شلوک کو جائز مان کر آریہ دوستوں کی لتوچتو کر رہے ہیں
 شاید انھوں نے یہ سمجھ لیا ہو گا کہ اتنی سرد روی کون کرنے لگا کہ ان کی مصنف
 بھاسکر پرکاش کے صفحہ ۲ کو انہیں کے منو سمرتی صفحہ ۳۶ سے ملا کر لپٹا ہے گا لیکن
 خوش قسمتی سے مجھے طاعون نے ابھی تک اپنا شکار نہیں بنایا اور ناظرین کے
 خدمت میں ایسے آریہ سماجی پول ظاہر کرنے کے لئے خدا کی فضل سے میں اب تک
 زندہ ہوں۔

غرضیکہ جس طرح آفتاب کو پوشیدہ کرنے کی کوشش کرنیوالا اپنے ایسے فضول
 دھن میں ناکامیاب ثابت ہوتا ہے اسی طرح پنڈت تلسی رام صاحب منوہا
 کے ایسے صاف الفاظ والے اس شلوک کے معنی مطلب پر پر وہ ڈالنے میں
 بالکل ناکامیاب ہوتے ہوئے اولٹے منہ گر رہے ہیں۔ ناظرین! منو سمرتی کا
 یہ شلوک نہ صرف گھلے لفظوں میں گاتیری کا جب کرنے سے گناہ عظیم کی معافی کا

ہی اعلان کرتا ہے بلکہ وہ ایک مثال بھی نہایت ہی پُر اثر آپ کے روبرو پیش کئے
 دیتا ہے جس سے رہا سہا شک اور بھی صاف ہو جاتا ہے۔ یعنی سنو مہاراج فرماتے
 ہیں کہ جس طرح سانپ جب اپنا کینچل چھوڑ دیتا ہے تو اس کینچل سے مہندہ بھی تعلق نہیں
 رکھتا اور کینچل کا ڈھکن دور ہو جانے پر اس کا جسم خوب صاف رسی کے مانند نظر
 آنے لگتا ہے اسی طرح وہ گنہگار کا تیر کا جب کرنے سے جب گناہوں سے پاک
 ہو جاتا ہے تو پھر وہ ان گناہوں (کینچل کے مانند) سے کچھ تعلق نہیں رکھتا اور
 سانپ کے نئے جسم کے ہی مانند وہ اب صاف پاک ہو جاتا ہے اور جس طرح ایک چھوٹا
 بچہ گناہوں سے پاک ہوا کرتا ہے اسی طرح وہ انسان بھی بے گناہ اور نیک بن جاتا
 ہے نیچے کی مثال شاید منوجی کے محاورہ میں ٹھیک نہ ہوگی کیونکہ وہ تنازع کو مد نظر
 رکھ کر نوپیدا شدہ نیچے میں بھی گزشتہ کے گناہوں کا ہونا مانتے ہیں اس لئے گویا سانپ
 کے کینچل کی مثال سے سنو مہاراج ہم پر یہ ظاہر کر رہے ہیں کہ ان کے فیصلہ کے مطابق
 جنم جنمانتر یعنی تمام گزشتہ جنموں کے گناہوں اور اس موجودہ زندگی کے گناہوں کی
 بھی معافی ہو کر بلا کینچل والے سانپ کے مانند ہو جاتا ہے۔

ناظرین! اب آپ نے دیکھ لیا کہ کس طرح مرچا و عذرا آریہ صاحبان دھینکا دھینگی
 مچا رہے ہیں اور وہ کس کام کے لئے؟ کیا اپنے فائدہ کے لئے؟ نہیں۔ کیا ملک کے
 خیر خواہی کے لئے؟ نہیں۔ کیا اپنے کالج سکولوں وغیرہ انسٹی ٹیوشنوں کو جاری رکھنے
 کے لئے؟ نہیں۔ کیا شامیرک (جسمانی) ساما حک (مجلسی) اور اتمک (روحانی)
 طاقتوں کی ترقی کے لئے؟ نہیں۔ کیا بت پرستی وغیرہ ہندوؤں کے ناجائز کاموں کو
 بند کرانے کے لئے؟ نہیں۔ پھر آخر کس لئے؟ اس لئے کہ تمام لوگ خدا کی بندگی
 سے یا اس پر برہم پاتا کے حضوری میں صدق دلی سے حاضر ہو کر گناہوں سے
 معافی کے خواستگار بننے سے یہ سمجھ کر کہ ایسے کام فضول ہیں درگزر کریں۔

ناظرین! ہم جہاں انوکھا فیصلہ پاتے ہیں کہ گائیرے کے جنم سے گناہ عظیم بھی رفع ہو جاتے
 ہیں۔ وہاں ہندوؤں کے ہر ایک فرقہ و سمپر دای کا ایسا ہی فیصلہ کسی کسی شکل میں

پاتے ہیں ایک مانتا ہے کہ رام رام کا جپ کرنے سے سارے گناہ معاف ہو جائیں گے تو دوسرا
 شیو شیو کہنے کا بھی نتیجہ سمجھتا ہے۔ تیسرا گنیش نام سے اپنے معبود کو یاد کر کے
 گناہوں کی معافی کا خواستگار ہوتا ہے۔ اتنا ہی نہیں ناظرین! ہم اسلام کا بھی یہی
 فیصلہ پاتے ہیں۔ چنانچہ مذہبی اور دین دار مسلمان صاحبان بھی تسبیح پھیرتے ہیں۔
 ایک وعدہ لاشریک پر برہم پر مشور کی یاد اپنے محاورہ میں کہیں نہ کہیں الفاظ میں
 کرتے ہیں۔ اور منوسمرتی کے ہی مانند قرآن شریف کا بھی ایسا ہی فیصلہ ہے کہ گناہوں
 کی معافی اور پاستا (مراقبہ) یعنی خدا کی یاد بندگی اور اوس کے صفتوں کو غور کرتے
 ہوئے جپ کرنے وغیرہ عبادت کے ہی ذریعہ ہو سکتی ہے۔ لیکن ان سب کے
 خلاف سوامی دیانند سرسوتی مہاراج اپنی ڈھائی چانول کی کچڑی می علمدہ پکاتے
 ہوئے اگرچہ اوس سے کچی ہی چھوڑ کر چلتے بنے لیکن ان کے چیلے صاحبان اس میں
 ایندھن لگا کر چاہتے ہیں کہ وہ کسی طرح یک جا دے۔ حالانکہ سوامی جی تو سیتہ
 کے گرہن کرنے اور راستیہ کو تباہ کرنے کے اصول پر خود پابند رہنے کے باعث اگر
 ابتک زندہ ہوتے اور منوسمرتی وغیرہ کی تفسیر کرنا شروع کرتے تو ضرور اس اودھ
 پکی کچڑی کو بیشک پھینک کر وہ کوئی دوسری ہانڈی چڑھاتے یعنی وہ اپنی غلطی کو مانکر
 اپنی تعظیفات کو منسوخ کر کے از سر نو دوسرے قلعہ کی بنیاد ڈالتے مگر ان کے چیلے
 صاحبان میں اس قدر بچائی تو ہے نہیں پس وہ عوام کو مغالطہ میں ڈال کر واپسی یعنی
 حکمت عملی سے ہی کام لینا اپنے زندگی کا عین مدعا سمجھے بیٹھے ہیں۔
 اسے مذہبی دیندار صاحبان! چاہے آپ سناتنی ہوں۔ آریہ ہوں یا دیگر ہندو
 کسی نہ کسی فرقہ سے تعلق رکھنے والے ہوں اور چاہے آپ مسلمان ہوں۔ آپ کو
 اس قدر یاد رکھنا چاہیے کہ آپ کبھی بھول کر بھی ان گمراہ کبتندگان کی باتوں میں نہ
 آجائے گا۔ دسے لوگ (آریہ صاحبان) عقلی دلائل سے ہی کم عقل لوگوں کو لینے
 جن لوگوں کو دنیاوی کاموں سے کم فرصت ہونے کے باعث مذہبی معلومات
 پورے نہیں ہیں اور غلا یا کرتے ہیں اور ایسے دلدل میں جا پھنساتے ہیں کہ جس سے

نکلنا ایک امر دشوار ہے۔ اُن کو خود ہی پتہ نہیں رہا کرتا کہ اُن کی پاک کتابوں میں ان کی ایسے فرضی عقلی دلائل (در اصل دہم و غلط) سے خلاف تحریرات بھری پڑی ہیں وہ خود گمراہ ہو چکے ہیں اور اب آپ کو بھی اپنا ساتھی بنانا چاہتے ہیں۔ صاحبان! اندھا اندھے کو راہ نہیں بتلا سکتا۔ آپ ان کے تمام عقلی اور فرضی دلائل کے جواب میں یہی فرما دیجئے کہ حضرت! اول اپنے گھر کا تو فیصلہ کر لو۔ دیانتد کی باتیں خود اُن کتابوں کے خلاف ثابت ہو رہی ہیں جنکو وہ مستند تسلیم کر چکے ہیں۔

صاحبان! گمراہ ہونے والوں کو اُن کے راستے پر جانے دیجئے۔ مگر آپ یقین رکھئے کہ اگر آپ صدق دینی سے اس خالق مطلق کے دربار میں حاضر ہوں گے تو بلا شک وہ آپ پر رحم کرے گا آپ کی فروزدن و دنی رات چو گونی ترقی کرے گا آپ کے گناہوں اور عظیم گناہوں کو بھی معاف کر دیوے گا (شرط صداقت کی مست بھولئے) یہ نہ صرف زبانی جمع خرچ کی باتیں ہیں۔ نہ صرف کتابوں کے تحریرات کی نقل ہے۔ بلکہ تجربہ اور مشاہدہ سے ثابت ہے ایک گنوار دہقانے نزدیک کا بیچ اور جواہر برابر ہے وہ نہیں جانتا کہ ان میں کیا فرق ہے۔ مگر جوہری تو جانتا ہے۔ ایک خنٹلمین بابو صاحب (چاہے وہ ہندو ہوں مسلمان ہوں یا آریہ ہوں) اس معاملہ کو کیا خاک سمجھ سکتے ہیں۔ ان سے تو روس و جاپان کے جنگ کا پورا نقشہ سن لیجئے۔ یورپ کے بادشاہوں کے تعلقات اور نہیں از بر یاد ہیں۔ نیشن اور نیشنالیٹی *Nation & Nationality* (قوم اور قومیت) کی منتطق اُن سے خوب سمجھ لیجئے لیکن وہ اس مدرسہ میں پڑھے ہی نہیں اور نہیں کیسے سمجھا یا جاوے کہ پریشور کے شرن میں صدق دینی کے ساتھ جانے سے گناہوں کی معافی کیونکر ہو جائیگی۔

صاحبان! اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ کو یقینی طور پر یہ مسئلہ سمجھ میں آجاوے تو نہ کسی عالم فاضل کا دروازہ کھٹکھٹانے کی ضرورت ہے۔ نہ اور کسی طرح کی جھنجھٹ میں پڑنا لازم ہے۔ آپ خود آزاں دیکھیں۔ نہ کوڑی پیسے کا خرچ ہے

نہ کسی کی خوشام آند سے سروکار ہے۔ نہ کسی خاص مقام (کاشی وغیرہ) کو جانے کی ضرورت ہے بلکہ اگر کسی شے کی ضرورت ہے تو اس بات کی کہ آپ گوشہ تنہائی میں جا کر (جہان سے آپ کی آواز کو سوا دس کے جو آپ کے دل و دماغ میں بیٹھا ہوا ہے دوسرا کوئی نہ سن سکے) حسب ذیل بھجن کو سچے دل سے گائے۔ اس کے معنی مطلب پر غور و خوض کیجئے اور پھر آگے جو کرنا چاہئے وہ آپ کے دل میں کسی غیب کی آواز سے ہدایت ملے گی :-

بھجن

بس اب میرے دل میں بسا ایک تھے
فقط تیرے قدموں سے اے میرے خالق
اب دل تو تجھ سے ہی پاتا ہے تسکین
سمجھتے ہیں یوں مجھ کو اکثر دیوانہ
گلستان میں جا کر ہر ایک گل کو دیکھا
نہیں مجھ کو دنیاوی خوشبو سے الفت
رنگوں پریم سے تیرے دل کا یہ چولا
نہ پالا پڑے نفس شیطان سے مجھ کو
سمایا ہے جب سے تو نظروں میں میرے

میرے دل کا اب دل بسا ایک تو ہے
لگا اب میرا دھیان شام و صبح ہے
بہی مغز میں پریم کی تیرے بو ہے
تیرا ذکر و رد نہ بان کو بکھو ہے
نہ تیری سی رنگت نہ تیری سی بو ہے
تیرا پریم ہی اب میرا مشک و بو ہے
جسے گیان سے اب کیا کچھ رفو ہے
تیرے واس کی اب یہی آرزو ہے
ہمدرد دیکھتا ہوں او دھرتی تو ہے

اور ہم اپنے آریہ بھائیوں کی خدمت میں نہایت عاجزی کے ساتھ اپیل کرتے ہیں کہ چاہے وہ آریہ سماج کے ممبر بنے بھی رہیں اور جو جو چاہیں سن کر ہنسٹ لڑا بجا کر کرتے رہا کریں لیکن سوامی دیانند کے اس گمراہی کے تسبیح و ضرور اپنے دماغ سے اندر سے نکال دیوین۔ چاہے وہ عام اعلان اس بات کا کرتے ہوئے اثر شرماتے ہوں (کہ لوگ اس بات پر مذاق کرینگے کہ بڑے آریہ بنے تھے اب اس سے کیوں علیحدہ ہوتے ہیں وغیرہ) تو شہرت نہ دیوین مگر ضرور ان کو دل ہی دل میں اپنے

۸۶ دان شلوک دیکھئے۔ وہ حسب ذیل ہے

ये पाक यज्ञाचचारो विधि यज्ञ समन्वितः । सर्वे ते जप

यज्ञस्य कलां नाहेति । शोडशोऽम् । मनु . २ - ८६

ترجمہ :- یہ جو ۴ پاک یگیہ ہیں (یعنی اول ویشودیو - دوم بلی کرم سویم رور مرقہ کا شرادہ چہارم مہما نوازی یگیہ پورن ماسی والے یگیہ وغیرہ) کے ساتھ یہ سب (بھی) جب یگیہ کے سولہویں حصہ کو بھی نہیں پڑتے (یعنی جب یگیہ سب سے افضل ہے)۔

مہاشیو! اب بتلائے کہ سو مہاراج کیا کہہ رہے ہیں جس جب (تسبیح پھیرنا) کو آپ دیانندی فلاسفی کے مطابق بالکل فضول کام سمجھ بیٹھے ہیں اور کو ہی سوامی یا نند کے بڑوں کے بھی بڑے بوڑھے سو مہاراج آپ کے ہوم وغیرہ تمام افعال سے افضل بتلاتے ہیں۔ ہاں یہ دوسری بات ہے کہ آپ تلسی رامی منوسمرتی کے شائع ہونے سے

قبل ان شلوکوں کو بھی پرکشیت کہہ دیا کرتے تھے رچنا نچہ خاکسار بھی اس گمراہی سے متاثر تھا اور اب یہ کہہ کر معتزمنوں کو ڈانٹ بتلایا کرتے ہیں کہ تلسی رام کیا کہیں گے خدا ہیں۔ ان کی جو شخصی رائے تھی وہ بلکواس کر گئے۔ پس شریمان جی! ایک قدم اور اور آگے بڑھئے اور یہ کہہ دیجئے کہ دیانندی کی جو شخصی رائے تھی وہ گڑبنت کر گئے اور

پھر دیکھئے کہ سارے ہندو اور مسلمان صاحبان کس طرح آپ کے پیارے دوست اور مشفق شفیق بن جاتے ہیں۔ اتنا ہی نہیں بلکہ خاص کر اس حمد و ثنا اور مناجات کے متعلقہ گمراہی کو ترک کر دینے پر تو آپ اپنے خالق پاک پروردگار کے صفتوں کی صحیح تشکر و سمجھنے پر اور پھر گمراہی کے خندق سے نکل کر ادس کا بھجن صدق دلی سے کرتے ہوئے گناہوں اور عظیم گناہوں سے بھی پاک ہو کر ملتی یعنی نجات کو حاصل کر لیونگے مہاشیو! اب دیر مت کیجئے موت جلد آنے والی ہے۔ ادس کا لقمہ بننے سے قبل ہی

لے ویشودیو یہ ہے کہ جب کہانا تیار ہو جاوے تو ملکین اشیا چھوڑ کر باقی سب چیزیں لیکر دس منتر مرقہ سے چوبکے کی آگ میں ہوم کر دیوے۔ اور بلی کرم یہ ہے کہ کوآ بلی لکٹا وغیرہ کو ایک ایک ٹکڑا مرقہ سنتر دن پر پڑھ کر دیوے۔

غلطی کو رفع کر کے گنہگاروں کی فہرست سے اپنا نام خارج کرانے کی جدوجہد کر لیجئے
ہاں ہماری بات کو اس لئے ہرگز ہرگز بھی مست مانئے کہ ہم کہتے ہیں بلکہ اگر سوامی یا نند
کے منظور کردہ مستند اور پاک کتابوں کے ہی حوالہ جات اس دیانندی فلاسفی کے
گمراہ کرنے والی تعلیم کو رد کرتے ہوں تو سچائی کو قبول کرنے والا ثابت ہونے کے لئے
اوپر کی بات کو تسلیم کر لیجئے ورنہ آپ کی مرضی۔

آگے سوال نمبر ۱۰ یون ہے : ایشور ملاپ (وصل) ہونے پر گناہ کیسے رہ سکتے
ہیں ؟

اور اس کا جواب یون دیا ہے : ایشور سے ملاپ ہونے پر گناہ نہیں رہ سکتے
لیکن گناہوں کے رہنے پر ایشور کا پورا سا کشت (ظہور) بھی نہیں ہوتا
جو ایشور کا سا کشت (ظہور) چاہتا ہے اسے گزشتہ گناہوں کے نتیجوں کو بھونکے
ان کو رفع کرتے ہوئے آگے کو گناہوں سے بچتے رہنا چاہئے۔

ناظرین ! پنڈت تلسی رام صاحب کی اس بات کو کہ گناہوں کی سزا کو بھونگئے ہوئے
وغیرہ (یعنی ان کے اسے میں کسی شرط پر بھی وہ معاف نہیں ہو سکتے) ہم کیونکر
تسلیم کر لیں۔ کوئی حوالہ کسی معتبر و مستند کتاب سے نکال کر پیش کرنا لازم تھا۔
اس کے علاوہ یہ ان کی دیانندی فلاسفی سراسر منو کے ان حوالہ جات سے خلاف ہیں
جنکو اوپر سوال نمبر ۱ کے پڑتال میں ہم درج کر آئے ہیں۔

آگے آٹھواں سوال یون ہے : جو خود کام کر سکے وہ ایشور سے یا کسی دوسرے
سے کیوں مدد مانگے ؟

اور اس کا جواب یون دیا ہے : اپنے طاقت سے زیادہ طاقت حاصل کرنے
لئے زیادہ طاقت والے کی مناجات کرنے کے مانند ایشور کی مناجات بھی افضل
پہل دینے والا ہے۔

ناظرین ! اب غور کیجئے کہ اگر ہمیں پورا یقین ہے کہ وہ داتا (سخی) مانگئے اور
گڑ گرائے پر بھی ہرگز ہرگز کچھ مدد نہ دیوگا تو ہم سے بڑھ کر کون ہیوقوف ہو گا کہ

پھر بھی مانگتا ہی چلا جاوے۔ یہ دیا تندی فلاسفی بھی نہایت عجیب و غریب ہے۔ نہ معلوم کیوں آریہ صاحبان اپنے اصولوں کو دن بدن اور بھی بے ڈھنگا بناتے چلے جاتے ہیں۔ ان کو صاف صاف اقرار کرتا چاہئے کہ آیا مناجات کرنے سے گناہوں کی سزا بھی ہوتی ہے اور اشیا مطلوبہ بھی ملتے ہیں۔ یا صاف طور پر کہہ دیں کہ مناجات ہی کی کچھ ضرورت نہیں ہے۔ یہ دودھار میٹکوار کے کیا معنی۔

کوئی سنف مزاج صاحب اس بات پر غور کریں کہ یہ کیسا بے بنیاد دعویٰ ہے کہ دینے والا ہرگز نہ دیوے گا یہ قطع فیصلہ ہو چکا ہے مگر مانگنے والوں کو حکم دیا جاتا ہے کہ تم تو مانگتے ہی رہا کرو۔ واہ! بھلا کیوں مانگنے والا اپنا وقت خراب کرے ہاں اگر یہی کہا ہوتا کہ مانگتے مانگتے اور گڑ گڑاتے گڑ گڑاتے شاید کبھی دینے والی کو رحم آ ہی جاوے اور وہ اشیا مطلوبہ دے ہی دیوے تو کیا تعجب ہے۔ تو تاہم بھی کسی قدر تسلی کی بات تھی مگر ناظرین! اس ذہینکا دھینگے کو تو دیکھئے کہ ملے گا مطلق کچھ نہیں لیکن مانگتے رہو۔ واہ اقریان جائین اس اصول پر۔

آگے تو ان سوال یوں ہے: ”(۱) ہمارے دشمنوں کو مارو۔ (۲) مجھے سب بڑا کرو۔ اگر یہ مناجات نہ کرنی چاہئے تو سیکڑوں وید منتر دن میں ایسا بیان کیوں موجود ہے۔“

اور اس کا جواب یوں دیا ہے: ”کیا آپ ایک بھی وید منتر ایسا دیکھ سکتے ہیں کہ جس میں یہ مناجات ہو کہ ہمارے برابر دوسرا کوئی نہ ہو۔“ ناظرین! ذرہ پنڈت صاحب کی چال دیکھئے گا۔ سوال دیگر جواب دیگر۔ اچھا ہم نے مانا کہ ایسی مناجات ویدوں میں نہ ہو کہ ہمارے برابر دوسرا کوئی نہ رہنے پاوے۔

لیکن اس کا جواب کیوں نہیں دیتے جو کہ معترض یہ کہتا ہے کہ ویدوں میں ایسے صدمہ منتر موجود ہیں کہ ہمارے دشمنوں کو فنا کرو۔ ناظرین! کیا آپ پنڈت تلسی رام

صاحب کو معقول پسند اور بلا تعصب اعتراضوں کا جواب دینے والا کہینگے یا ...
 کچھ اور۔ خیر۔ دشمنوں کو مارنے کی مناجات والے منتر آگے آئینگے۔
 آگے گیارہواں سوال یوں ہے۔ جو شدہ چت (پاکیزہ یا سچے دل) سے معافی
 مانگتے ہیں۔ ایشور انتریا می (اندر موجود) ہوتے سے یہ جان کر کہ وہ پھر (گناہ) نہ کرے گا
 (او سے) معاف کر دیتا ہے۔

اور اس کا جواب یوں دیا ہے۔ شدہ چت سے معافی مانگنے والوں کو معافی
 دی جاوے تو دوسرے لوگ بھی گناہ کر کے شدہ چت سے معافی مانگا لینے کے بھروسے
 گناہ زیادہ کریں گے۔

واہ! ذرہ اسپر کوئی منطق جانتے والے صاحب غور کریں۔ بھلا اگر وہ شخص نیال
 رکھتا ہے کہ ابھی تو گناہ کر لوں بعد میں شدہ چت ہو کر مناجات کے ذریعہ معافی کا
 خواستگار ہو جاؤں گا۔ تو وہ شدہ چت کہاں رہ گیا ایسے مکاری کے خیالات کو کیا
 انتریا می (دل کے اندر موجود) پریشور نہیں جان رہے ہیں۔ کیا پریشور ہی کوئی
 انسان کے مانند ہے جس کو دھوکا دیا جاسکتا ہے؟ جی حضرت! وہ پرہیزگار پریشور اس
 دل اور دماغ کے اندرونی تہ میں بھی موجود ہے جہاں سے خیالات بندھنے لگتے ہیں۔
 پھر دنیا میں کون ہے جو اس سے کسی راز کو پوشیدہ رکھ سکے۔

ناظرین! اس موقع پر پنڈت صاحب عمداً دھرم کا عوام کو مغالطہ دے رہے ہیں
 لفظ شدہ چت کے معنی یہ ہیں کہ دل کی معافی سچائی پاکیزگی یا صداقت وغیرہ۔ بس
 ظاہر ہے کہ جو اس (او) سے گناہ کرے گا کہ آئندہ معافی مانگ لوں گا وہ تو اور بھی زیادہ
 سزا پاوے گا کیونکہ وہ خدا کو بھی دھوکا دینا چاہتا ہے۔ اور مناجات حمد و ثنا سے جو
 لوگ گناہوں کی معافی ہونا مانتے ہیں وہ یہ کب کہتے ہیں کہ ایسے مکار و فریبی لوگوں کو
 معافی ملے گی۔ وہ تو اس کے سخت مخالف ہیں اور پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ صداقت
 کے ساتھ گناہوں کو ترک کرنے کا پختہ عہد کرتے ہوئے گزشتہ گناہوں کے افسوس ظاہر کر کے
 ایشور کے دربار میں معافی کے خواست گار ہونے سے وہ رحیم و کریم اور سپراپنا رحم کرم

کرتا ہے۔ اور بھی بات منوسمترتی سے بھی ثابت ہے جس کے حوالہ جات کچھ تو اس مضمون میں آئے ہیں اور کچھ مضمون پر مشور رحیم و منصف ہے میں آپکے ہیں۔

ناظرین! گیارہ سوالات تو ختم ہوئے۔ ان میں سے ان سوالات کو ہم نے چھوڑ دیا ہے جن کے جوابات آر یہ پنڈت صاحب کے جانب سے معقولیت پر مبنی ہیں اور سناتنی پنڈت صاحب کی زیاتی معلوم ہوتی ہے اب اور ملاحظہ فرمائے سوامی جی اردو تیار پر کاش صفحہ ۲۴۱ سطر ۲ پر یوں تحریر فرماتے ہیں اس قسم کی مناجات نہ کرنی چاہئے اور نہ پر مشور اس کو قبول کرتا ہے جیسے کہ یہ ہے کہ اسے پر مشور! آپ میرے دشمنوں کو فنا کر دیجئے۔۔۔ سب میرے ماتحت ہو جاویں۔ وغیرہ وغیرہ! سب میرے ماتحت ہو جاویں اس قسم کی مناجات کو تو خود سوامی جی نے ہی اپنی کتاب موسوسہ آر یہ بھی دے میں درج فرمایا ہے جہاں یوں لکھا ہے کہ اسے پر مشور! ہمیں چکرورتی را جا یعنی شہنشاہ بنائے۔ پس اب کیا سب میرے ماتحت ہو جاویں یہ ہی مطلب نہ ہو گیا۔ کیا شہنشاہ کے سب ہی لوگ ماتحت نہیں ہوتے؟ خیر۔ دشمنوں کے فنا ہونے کے بارہ میں پنڈت جوالا پرشاد صاحب نے کئی وید منتر و ن کو درج کیا ہے جس میں سے پہلا حسب ذیل ہے

सुमित्रिया न आष ओषधयः सन्तु दुर्मित्रियास्तस्मै

सन्तु योस्मान् द्वेष्टि यं च वयं द्विष्टः ॥ यजु० ३६-२

सुमित्रियाः नः आषः ओषधयः सन्तु दुर्मित्रियाः तस्मै

सन्तु यः अस्मान् द्वेष्टि यं च वयं द्विष्टः ॥

لفظی ترجمہ :- (۱) پانی (۲) ادویہ جات یا جڑی بوٹیاں وغیرہ (۳) ہمارے

(۴) اچھے دوست (یعنی ہمیں فائدہ بخش) (۵) ہو جاویں (۶) (اور) جو (شخص) (۷)

ہم سے (۸) دشمنی کرتا ہے (۹) اور (۱۰) ہم (۱۱) جس سے (۱۲) دشمنی رکھتے ہیں

(۱۳) اس کے لئے (۱۴) (وہ مذکورہ بالا پانی وغیرہ) برائی کرنے والے (۱۵)

ہو جاویں۔

ناظرین! ذرہ اس منتر کے ارتھ کو غور سے دیکھ لیجئے۔ سوامی جی تو فرماتے ہیں کہ
 دشمنوں کو فنا ہونے وغیرہ کی مناجات پر مشور سے نہ کرنی چاہیے لیکن اُن کے
 کلام الہی یعنی بجز وید کی حقیقتوں اور اشیا کا یہ ۲۳ واں منتر کیا کہتا ہے شاید آریہ
 صاحبان اپنے محاورہ میں یوں فرماتے لگینگے کہ ایسی مناجات کا کرنے والا تو محض خود غر
 آدمی ہے۔ واہ پانی اور ادویہ جات جیسی بے جان اشیا کے بارہ میں وہ پاہتا ہے
 کہ اس کے لئے تو یہ اشیا مفید ثابت ہوں مگر اس کے دشمنوں کے لئے ضرر و مضر
 واہ کیا خوب۔ اس شخص نے تو پر مشور کو بس اپنا ہی یار و مددگار سمجھ لیا ہے جو چاہے
 کر لیا کرے وغیرہ۔ لیکن ناظرین! وہ آریہ صاحبان چاہے کچھ ہی کہیں مگر چونکہ اوپر کا
 منتر سچ وید کا ہے پس اسے وہ پرکشیت (نا جائز) تو کہہ ہی نہیں سکتے اور نہ معنی
 مطلب ہی کو تبدیل کر سکتے ہیں پس اب دو ہی باتیں ہو سکتی ہیں اول یہ کہ سوامی
 دیانند کا پیچھا چھوڑ دیوین یا دویم یہ کہ دیدون کو کلام الہی نہ مانیں۔ لیکن اگر وہ ان میں
 سے کوئی بات قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں تو پھر کس طرح اُن کو سچائی کا قبول
 کرنے اور غلطی کو ترک کرنے والا ہم تسلیم کریں ناظرین! اب آپ ذرہ دیکھئے کہ پنڈت
 تلسی رام صاحب اس کا کیا جواب دیتے ہیں۔ اُن کا جواب نبھا سکر پرکاش صفحہ ۲۱۶
 سطر ۳ پر یوں ہے: ”اس میں یہ نہیں آیا کہ ہمیں سب سے افضل ہوں۔ ہمارے
 برابر کوئی نہ ہو۔“ پس فقط یہی جواب ملا ناظرین! اب آپ ہی انصاف سے غور کیجئے
 کہ کیا یہ کوئی جواب تھا۔ ہم نے مانا کہ اس منتر میں یہ مناجات نہیں ہے کہ ہمیں سب سے
 افضل بنادو وغیرہ لیکن کیوں پنڈت تلسی رام جی مہاراج! ذرہ یہ تو بتلائے کہ کیا
 اس منتر میں جو مناجات موجود ہے وہ آپ کے دیانندی فلاسفی کے مطابق ہے؟
 اگر ہے تو اپنے آریہ دوستوں کو ہدایت کیجئے کہ اسے تسلیم کر لو اور صاف الفاظ میں اقرار
 کر کے دلائل بیان کیجئے اور اگر نہیں ہے تو یہ بتلانا لازم تھا کہ آیا دیدون کے مصنف
 (خود پر مشور جس کا یہ کلام ہے) نے ہی غلطی کی اور سوامی دیانند جو کہتے ہیں وہ
 سچ ہے یا اس منتر کے معنی مطلب سناتنی پنڈت و دیگران (یعنی ہم جیسے لفظی ترجمہ

کے شایقین وغیرہ) نے نہیں سمجھا۔ آپ نے اس منتر سے اولٹا سیدھا کچھ بھی سنی
مطلب تو نکال لیا ہوتا۔ اسی صاحب ابات ٹال دینے سے کام نہیں چل سکتا۔
آریوں کی دھینگا دھینگا اب حد سے زیادہ ہو چکی ہے بس اب اس کے پول کھلنے کے
دن آگئے ہیں۔ افسوس! پھر بھی آپ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ سچائی کو قبول کرتے اور
غلطیوں کو ترک کر نیوالوں کے آپ رہنما ہیں۔ ناظرین! جن کے رہنما صاحبان کا
یہ حال ہے ان کے پیچھے لگن کا کیا حال ہوگا اس بات کو آپ خود سمجھ سکتے ہیں
اگے دوسرا منتر ملاحظہ فرمائے۔

यद्गामे यदराये यत् सभायां यद्विन्द्ये । यदेनमच-

कृमा यमिदत्तदवयजामहे स्वाहा ॥ यजु० ३-४५ ॥

यत् ग्रामे यत् अराये यत् सभायां यत् विन्द्ये । यत्

एनः प्राचकृम यम इदं तत् अवयजामहे स्वाहा

ارتھ :- (۱) ہم نے (۲) آبادی میں (۳) جو (۴) یہ (گناہ) (۵) اور جنگل میں (۶)

جو (۷) اور (۸) سنبھالنے مجلس میں (۹) جو (۱۰) اور اندرون لینے حواس میں

(یعنی ان کے ذریعہ) (۱۱) جو (۱۲) اور جو کچھ یہ (گناہ) (۱۳) کیا ہے (۱۴)

وہ (۱۵) ترک کرتے ہیں (۱۶) اور اسی غرض سے ہوم کی ساگری سے (۱۷) سوا

کرتے ہیں (یعنی آگ میں اس منتر کو پڑھ کر وہ سب ساگری ڈالتے ہیں) بیچور دید

ابوہیا ۳۲ منتر ۴۵-

اس منتر سے ظاہر ہے کہ اس منتر کو پڑھ کر ہوم کرنے والے کو ان تمام

گناہوں سے بری کر دیا جاتا ہے جو اس نے آبادی میں یا جنگل میں یا عام لوگوں

کے مجلس میں کیا ہے وغیرہ۔ لیکن پنڈت تلسی رام صاحب حسب ذیل فرماتے

ہیں :-

इदं तत् अवयजामहे के सन्नि - यत् - येन कृमा यमिदत्तदवयजामहे

اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہم اس کا پھل نہ بھوگینے (یعنی نتیجہ نہ حاصل کریں گے)

پھل بھو گئے میں تم محتاج ہو۔ لیکن ہاں یہ ٹھیک ہے کہ ہم آئندہ آبادی جنگل اور
مجلس وغیرہ میں گناہ کرنا یہ چھوڑتے ہیں یعنی نہ کریں گے۔

ہاں پنڈت تلسی رام جی کی یہ بات صحیح مان لی جا سکتی اگر اس منتر میں لفظ
نہ ہوتا۔ یہ لفظ نمبر ۱۳ سنسکرت قواعد کے رو سے زمانہ ماضی ظاہر کرتا
ہے پس پنڈت صاحب کے پاس اس کا کیا جواب ہے کہ منتر میں یہ کہا گیا دہی کہ
ہم اُن گناہوں کو چھوڑتے ہیں جو آبادی وغیرہ میں کر چکے ہیں۔ فرمائے ناظرین
کر چکے ہیں اور آئندہ کریں گے ان دونوں کچھ فرق نظر آتا ہے یا نہیں۔ کس کس حال
سے دیانندی فلاسفی کی حفاظت کی جاتی ہے۔ افسوس۔

ناظرین! اب اگر یہ صاحبان سے کہئے کہ وہ ایسے بالوں کی بھیت پر اپنی ٹانگ
نہ بنا دیں ورنہ نقصان اٹھا دیں گے کیونکہ نہیں سچائی کو قبول کرنے کے اسم ل پر
منسوبی سے قائم ہوتے۔ نیز آگے تیسرا منتر دیکھئے :-

तनुषा अग्नेसि तन्वं मे परि आधुर् अग्ने ह्याधुर्मे दे
हि वज्रोदा अग्नेसि वज्रो मे देहि अग्ने यन्मे तन्वा
अनं तन्मे आधुर् ॥ यजु० १-९७ ॥

तनुषा अग्नेसि तन्वं मे परि आधुर् अग्नेसि आधु
मे देहि वज्रोदा अग्नेसि वज्रो मे देहि अग्ने यन्मे
तन्वा अनं तन्मे आधुर् ॥

ارتھ :- (۱) اسے آگنے پر مشور یا آگ (۲-۳) تو جسم کی پرورش کرنے والا ہے
(۴-۵-۶) میرے جسم کی حفاظت کر (۷) اسی آگنے (۸-۹) تو عمر کا دینے والا ہے
(۱۰-۱۱-۱۲) مجھے غم دے۔ (۱۳) اسے آگنے (۱۴-۱۵) تو جاہ و جلال والا ہے (۱۶-
۱۷) مجھ کو جاہ و جلال دے (۱۸) اسی آگنے (۱۹) جو (۲۰) میرے (۲۱) جسم میں
(۲۲) کمی (رہو) (۲۳) اسے (۲۴) مجھ میں (۲۵) پوری کر دے :-
اس منتر پر پنڈت تلسی رام صاحب حسب ذیل تحریر فرماتے ہیں :-

یہ کون کہتا ہے کہ پرارتھنا نہ کرو۔ لیکن دل کی صفائی سے بھگتی کے ساتھ کرو۔
دسمبھ یعنی مگاری سے نہ کرو۔

واہ! یہ کس سناتنی نے کہا ہے کہ مناجات مگاری کے ساتھ کی جاوے۔ وہ لوگ
بھی تو شدہ ہر دے یعنی دل کی سچائی و صداقت کے ساتھ مناجات کرنا مانتے اور کرتے
بھی ہیں۔ پنڈت تلسی رام جی مہاراج! آپ اس اصل سوال کو کیوں بھولے جاتے ہیں
کہ ان منتروں میں جن چیزوں کے حاصل ہونے کی مناجات کی جاتی ہے ان کے بارہ
میں سناتنی لوگ بڑے مانتے ہیں کہ وہ سب بلا کم و کاست ملینگی لیکن آپ کی دیانتدی
فلاسفی نے یہ فیصلہ کر رکھا ہے کہ وہ رتی برابر بھی نہیں ملنے کی۔ پھر بھلا یہ دسمبھ یعنی مگاری
کا جہانہ بنا کر بات کو مال دینا نہیں تو اور کیا ہے؟

دافع ہو کہ اس منتر کو جب لینے سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ حفاظت عمر و رازی۔ جاہ
جلال و غیہ و خیرہ جن اشیاء کو اس منتر میں مانگا گیا ہے وہ سب مانگنے والے کو ملجاتی
ہیں (ہاں اس وقت دل اور گناہوں سے توبہ کی شرط ہر حالت میں ضروری ہے)
چنانچہ ناظرین! آپ نے دیکھ لیا کہ سوال زیر بحث کو کس طرح پر صاف اور ادائیگی
حوام کی آنکھوں میں دھول ڈالنا جس کسی کو سیکھنا ہو تو او سے آریہ سماج کے سنسکرت
دان پنڈتوں کی شاگردی کرنی لازم ہے۔
آگے چوتھا منتر ملاحظہ کیجئے۔

नमस्ते अग्रे ओजसे गगान्ति देव कृपयः । अमैरमित्र मर्द्वय ॥

साम वेद प्र० १ खं० २ मं० १ ॥

नमः ते अग्रे ओजसे गगान्ति देव कृपयः । अमैः अमित्रम

मर्द्वय ॥

ارتھ: (۱) (۲) اسی گنی دیوتا (۳) انسان لوگ (۴) اوج یعنی رونق کے لئے
وہ تجھ کو (۶) نہتہ یعنی سجدہ (۷) کرتے ہیں (۸) (تاکہ تو اپنے) طاقت سے (۹) (انکے)
دشمنوں کو (۱۰) فنا کر دے۔

یہ سام وید کا منتر ہے اور اسی ساتھ دو منتر اور بھی اسی وید کے درج ہیں جن تینوں منتروں کے بارہ میں پنڈت تلکسی رام صاحب یوں فرماتے ہیں: اگر ان منتروں کا ارتھ دیکھنا ہو تو ہمارے کئے سام وید بھاشیہ (تفسیر) صفحہ ۳۲-۵۸ اور ۹۲ پر دیکھئے۔ لیکن آپ کے لئے ارتھوں میں بھی یہ کہیں نہیں لکھا ہے کہ ہمارے برابر کوئی نہ ہو۔

اجی حضرت! آپ کی سام ویدی تفسیر تو پیچھے دیکھی جاوے گی لیکن یہ تو بتلائے کہ کیا اس منتر کے الفاظ نمبر ۹-۱۰-۱۱-۱۲ صاف یہ نہیں کہہ رہے ہیں کہ دشمنوں کو فنا کر دے۔ اب کہئے دیانندی فلاسفی کی موافقت وید منتروں سے کس طرح ہوگی؟ اور آپ کا یہ کہنا کہ ہمارے برابر کوئی نہ ہو یہ منتر میں نہیں ہے محض بات بنگلے کے شواہد اور کچھ نہیں ہے۔ جناب مالی! وہ نہیں ہے کہ سہی لیکن آپ اس کا جواب کیوں نہیں دیتے کہ اس منتر میں بھی اور دیگر ان میں بھی دشمنوں کو مارنے و نقصان پہنچانے کی مناجات کھلے لفظوں میں موجود ہے حالانکہ آپ کے مہرشی مہاراج کا: اعلان ہے کہ ایسی مناجات کسی کو نہ کرنی چاہئے۔ اب بتلائے ویدوں کی بات تسلیم کی جائے یا سوامی دیانتدلی؟

ناظرین! آپ نے دیکھا کہ کس طرح سوال زیر بحث کو صاف چھوڑ کر آگے اوجھال مار جاتے ہیں۔ لیکن کیا ان باتوں سے کہیں کام چل سکتا ہے؟ ہرگز نہیں آگے پانچواں منتر دیکھئے۔

तच्चक्षुर्देव हितं पुरस्ताच्छुक्रम उच्चरत् । पश्येम शरदः शतम्

जीवेम शरदः शतं शरणधाम शरदः शतम् प्रब्रवाम शरदः शतम्-

-दीनाः स्याम शरदः शतं भूयश्च शरदः शतात् ॥ ४७०

तच्चक्षुःदेव हितं पुरस्ताच्छुक्रम उच्चरत् । पश्येम शरदः

शतं जीवेम शरदः शतं शरणधाम शरदः शतं प्रब्रवाम शरदः शतं

अदीनाः स्याम शरदः शतं भूयश्च शरदः शतात् ॥

ارتھ نہ (۱) وہ (۲) پاک یا روشن (۳) آنکھ یا دیکھلانے کا ذریعہ (۴) آفتاب (۵)
 (۳) دیوتاؤں کا خیر اندیش (اپنی صفوں کو ظاہر کرنے کے لئے) (۵) پورب سے (۶)
 طلوع ہوتا ہے۔ (۷) (اوس کے فضل و کرم سے ہم) ستو (۸) موسم سرما (یا سال)
 (۹) دیکھیں (۱۰-۱۱) ستو سردیوں (یا سالوں) تک (۱۲) زندہ رہیں۔ (۱۳-۱۴)
 ستو سردیوں (یا سالوں) تک (۱۵) سنیں (۱۶-۱۷) ستو سردیوں (یا سالوں)
 تک (۱۸) بولتے رہیں (۱۹-۲۰) ستو سردیوں (یا سالوں) تک (۲۱-۲۲) مفلس
 نہ ہو دیں۔ (۲۳) اور پھر بھی (۲۴-۲۵) ستو ستو سردیوں تک ایسا ہی ہوتا ہے
 اس منتر کے بارہ میں پنڈت تلسی رام صاحب یوں فرماتے ہیں: ”یہ کس کا
 دعویٰ ہے کہ مناجات نہ کرنی چاہیے۔ مان کرم (افعال) نہ کرنا صرف مناجات
 ہی کرتے رہنا۔ پھل پانا۔ گناہ کی نیستی ہو جانا سوامی جی نے نہیں مانا۔ سو آپ نے
 جتنے منتر درج کئے ہیں کسی میں بھی ایسا ذکر نہیں۔“

ناظرین! پنڈت تلسی رام صاحب سے آپ پوچھیے کہ ”بناو ریہ کس کا دعویٰ
 ہے کہ کرم یعنی افعال کو ترک کر کے صرف مناجات کرتا رہے۔ سنا سنی صاحبان تو
 یہ مانتے ہیں کہ جس طرح نیک افعال کا نتیجہ نیک ہیں ملتا ہے اسی طرح پریشور
 کے نام یا گائتری کا جپ کرنا اور حمد ثنا اور مناجات وغیرہ عبادت کے خاص خاص
 طریقے ہیں ان کا عمل کرنے سے بہ نسبت کرم کا نڈ (افعال) کے زیادہ اور بہت
 زیادہ پھل ملتا ہے جیسا کہ خود منو مہاراج بھی فرماتے ہیں کہ جپ کے مقابلہ میں کرم
 کا نڈ سولہواں حصہ بھی نہیں ہے (شلوک اور پراچکا ہے)۔

اسے پنڈت تلسی رام جی مہاراج! سوال زیر بحث کو آپ کیون فراموش
 کئے دیتے ہیں؟ آپ کو بتلانا تو یہ تھا کہ آیا اس منتر میں جو یہ کہا گیا ہے کہ ستو برس
 تک ہمیں زندگی بخشے۔ دیکھنے کی طاقت مفلسی کا ہونا وغیرہ ہمیں ستو سالوں
 تک حاصل ہوں۔ تو اب امر دریافت طلب یہ ہے کہ اگر پریشور ان اشیاء کو عطا
 نہیں فرمادے گا تو خود اسی نے اپنے کلام یعنی دیدن میں ایسی مناجات کیوں

ظاہر کیں (پس یا تو آپ یہ تسلیم کر لیوں کہ وید کلام الہی نہیں ہیں تب البتہ ہم آپ کا پیچھا چھوڑ دیوں گے) اور اگر عطا فرمائے گا تو دیانندی فلاسفی رو ہوتی ہے لیکن کیسے شرم کی بات ہے کہ آپ جیسے مغز عالم صاحبان بھی اس قدر تعصب میں پھنسے ہوئے ہیں کہ پہلو بچا کر نکل جانے کے سوا اور کچھ معقولیت سے کام ہی نہیں لینا چاہتے۔

ناظرین! یہ ستر آریوں کی سندھیا میں بھی آیا ہے اور تمام صفات جو آفتاب کے لئے کہے گئے ہیں پر مشور میں گھٹائے جا کر یہی دعار پر مشور سے وہ لوگ روزمرہ صبح و شام مانگا کرتے ہیں لیکن کیسے تعجب کی بات ہے کہ جن کو یہ تعلیم دی گئی ہو کہ کوئی شے مانگنے سے نہیں مل سکتی وہ بچوں کے مانند ایسے بے شرم زبونی ثابت ہوں کہ کسی طرح مانگنے سے باز ہی نہ رہیں لیکن اس میں ان کا تو کوئی قصور نہیں ہے۔ یہ تو دیانندی فلاسفی کی ادبھت لیلہ۔ (انوکھی چال) ہے کہ وہ ایک طرف یہ بھی فیصلہ کر رہی ہے کہ کچھ مانگنے سے ہرگز بھی نہیں ملے گا۔ مگر دوسری طرف ایسے سترون کو دن میں دو مرتبہ درد کراتی ہے جن میں تمام دنیا دنی لذات و ضروریات کی فہرست پیش کر کے بھیک منگوان کے مانند مطلب برار می کہنے التجا کی جا رہی ہے۔

اب سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ دو طرفہ معاملہ کیسا ہے۔ یا تو صاف صاف یہ مان لیوں کہ ایسے سترون سے مناجات کرنا فضول بلکہ وہ منتر بھی غلط ہیں جن میں ہم عمر دولت طاقت بادشاہت وغیرہ وغیرہ دنیاوی آسائشیں مانگ رہے ہیں یا اپنے دشمنوں کو فنا کر رہے ہیں یا ساتی صاحبان کے مانند صاف صاف یہ ہی مان لیوں کہ مناجات وغیرہ جیسی ہیں یہ صحیح ہیں یعنی جو اشیاء مانگی جاتی ہیں وہ ضرور ملتی ہیں بشرطیکہ مانگنے والے پہ پر مشور کا رحم ہو جاوے۔ یعنی رحم کا قانون انصاف کے مانند نہیں ہے کہ ضرور ہی رحم کیا جاوے۔ بلکہ جہاں انصاف تو ضرور بالضرور اپنا اظہار کرتا ہے وہاں رحم کرنے والے کی مرضی پر منحصر ہے کہ وہ چاہے کرے اور

اور چاہے نہ کہے اس بارہ میں مفصل بحث مضمون پر مشورہ جیم و منف سے
میں کی جا چکی ہے۔

آگے بھاسکر پر کاش صفحہ ۲۱۷ سطر ۱۵ پر پنڈت تلسی رام صاحب یون فرماتے
ہیں: مناجات کرنا فضول کہیں بھی نہیں بتلایا۔ بان محض مناجات کرنے کو بیٹھ جانا
ہاتھ پاؤں کی محنت بالکل ترک کر دینا برا کہا ہے۔

ناظرین! محنت مشقت وغیرہ کو ترک کر دینا تو تمام دنیا کے مذاہب برا جانتے ہیں
ایسا مانکر دیانندی فلاسفی نے کون سی نئی بات ایجاد کر لی ہے جو کون کہتا ہے کہ ہاتھ
پاؤں کی محنت ترک کر کے محض مناجات کرتے رہا کرو۔ کیا وہ مناجات کرنے کی ہدایت
کرنے والے یہ بھی نہیں اوپدیش کرتے کہ جس کی مناجات کرتے ہو اس کے حکموں
کی تعمیل سے دریغ نہ کرو اور ان احکامات میں ایک بھی ایسا نہیں پایا جانا جو انسان کو
سست اور کاہل بنا دیوے۔ پھر یہ کہنا محض بات بنانا نہیں تو اور کیا ہے۔

اے پنڈت تلسی رام جی مہاراج! آپ کس طرح کہتے ہیں کہ مناجات کرنا فضول
کہیں بھی نہیں کہا گیا۔ فضول پھر اور کسے کہتے ہیں۔ جبکہ دیانندی فلاسفی کا یہ
فیصلہ ہے کہ مناجات سے نہ تو اشیاء مطلوبہ ہی ملینگی اور نہ گناہ ہی معاف ہونگے
تو کیا اب اس میں کچھ شک ہے کہ مناجات کا کرنا ایک امر فضول ثابت ہو رہا ہے
اجی صاحب! چاہے اپنے پاک جال (لفافہ و لٹانی) سے سوامی جی نے لفظ
فضول نہ کہا لیکن ان کے تمام عبارت کالب لباب تو صریحاً بھی ہے۔ بیسا
کہ اوپر خوب وضع کر دیا گیا ہے۔

آگے پنڈت تلسی رام صاحب بھاسکر پر کاش صفحہ ۲۱۸ سطر ۲۳ پر حسب ذیل
تحریر فرماتے ہیں:-

”یعنی سوامی بھگتی (مالک کی محنت سے خدمات کرنا) کے لائق (اپنے تئیں)
بناوے۔ پاپ کرم (گناہ) کرنے چھوڑے۔ تب پر ماتما خوش ہو کر
اوس کے سارے کام پورے کرتے اور سب بدارتھ

(اشیا دنیاوی) اوس کو بافراط دیتے ہیں۔

ہاں اب آئے راہ پر۔ ناظرین! جادو ہے وہی جو سر پہ چڑھ کے بولے۔
ادپر کی لکیر شدہ عبارت نہایت غور سے دیکھئے۔ بھلا اب کوئی پنڈت صاحب
سے دریافت کرے کہ کہتے کہتے یہ آپ کیا کہہ گئے۔ یہ تو سراسر آپ کے
پرانی پھر رہا ہے۔

”شریمان پنڈت تلسی رام جی مہاراج! اب تو آپ اپنے مخالف کی ہاں میں ہاں ملا رہے
ہیں وہ بھی تو بھی کہتا ہے کہ مناجات کرنے سے گناہ جب ہی معاف ہوتے گئے
کہ وہ آئندہ کے لئے گناہ سے کنارہ کشی کرے۔ پر مشور کے احکام کی صدق دہی
سے پابندی کرے اور پھر اگر پر مشور اوس پر خوش ہوں گے تو رحم کر دیں گے
کیون مہاراج جی۔ اب تو آپ سب پدارتھ یعنی دنیاوی اشیاء (جنکی فہرست مناجات
کے مترون میں اکثر آتی ہے) اوس کو بافراط دلا رہے ہیں۔ اگر پہلے سے ہی
یہی سخارش کر دیتے تو ہمیں کئی ورق کیوں کانے کرنے پڑتے۔ خیر۔ یہ بھی غنیمت
ہے کہ صبح کے بھولے شام کو تو ٹھکانے پھونچ گئے۔ لیکن اب یہ تو بتلائے کہ آپ نے
تو سچائی کو قبول کر کے یہ ثابت کر دیا کہ آپ کسی نہ کسی حد تک اپنے سماج کے چوتھے
نیم پر قائم ہیں مگر مہاراج جی! آپ کے ار یہ سماجی بھائی بڑے متعصب ہیں وہ
کسی کی ایک بھی نہیں سنیں گے۔ ہم اگر لاکھ ان سے یہ کہیں کہ دیکھو شریمان پنڈت
تلسی رام جی مہاراج کھلے نغفوں میں ایسا اقرار کر رہے ہیں تو وہ جھٹ بولیں گے
کہ کیا وہ کہیں گے برہما ہیں۔ اُن کی شخصی رائی ہوگی۔“ اہی جناب! ان لوگوں کا
تو یہ حال ہے کہ جب تک وہ آپ کی بات کو سوامی دیاتند کے عین نقش قدم پر ہو رہے
ہیں تب تک تو آپ ان کے نزدیک بڑے بھاری عالم فاضل ہیں۔ دھرماتما ہیں
اور سب کچھ ہیں مگر جہاں ایک لفظ بھی آپ نے دیا مندیرم کے خلاف کہنا

کہ بس آپ دو کوڑی کے بن گئے ۛ

ناظرین! صد شکر خدا کا کہ کسی نہ کسی طرح ایک فقرہ پنڈت تلسی رام صاحب کے منہ سے باہر نکل ہی آیا۔ دل میں تو وہ خوب جانتے ہیں کہ دیانندی فلاسفی بالکل ڈھول کی پول ہی ہے کیونکہ نہ تو وہ منوسمرتی سے نکر کھاتی ہے اور نہ ہی ییدون سے موافقت کرتی ہے لیکن پھر بھی پنڈت صاحب موصوف دل کی بات باہر نہیں نکلنے دینا چاہتے تھے مگر چپا سے کمارین۔ کہاں تک چھپا دین آخر سچائی تو پھوٹ ہی نکلتی ہے۔

ناظرین! یقین جانئے کہ اگر سوامی دیانند سرسوتی مہاراج اب تک زندہ ہوتے تو وہ اپنے اس انوکھے اڑبنگے کو ایک قلم منسوخ کر کے اس گمراہی کی جبر کو از کھاڑ کر پھینک دیتے۔

ہم سمجھتے ہیں کہ اب اس مضمون پر کافی بحث ہو چکی ہے لیکن خاتمہ سے قبل ایک بات اور ناظرین کی خدمت میں پیش کئے دیتے ہیں۔ یعنی سوامی جی اردو ستیارتھ پرکاش صفحہ ۴۴۱ سطر ۲ پر حسب ذیل فرما رہے ہیں ۛ

..... کیونکہ اگر دونوں دشمن ایک دوسرے کے فنا ہونے کے واسطے مناجات کریں تو کیا پر مشورہ دونوں کو فنا کر دیوے۔ اگر کوئی کہے کہ جس کی محبت زیادہ ہوگی اسکی مناجات سچھل (مفید) ہو جاوے گی تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ جس کی محبت کم ہو اسکا دشمن بھی کم درجہ فنا ہونا چاہئے ایسی جہالت کی مناجات کرتے کرتے کوئی وغیرہ ۛ

اب ناظرین غور فرما دین کہ کیا یہ بھی کوئی عقل کی بات ہے۔ نہ اس قسم کی کوئی بات ہمیں ادنیٰ شہدوں میں ملتی ہے نہ بھگوت گیتا میں نہ منوسمرتی میں نہ ہی اور کہیں معتبر و مستند کتابوں میں پائی جاتی ہے لیکن نہ معلوم کیوں سوامی جی من مانی گڑبست پر ہی سارا دار مدار رکھتے ہوئے بھی دعویٰ یہ کر رہے ہیں کہ ان کی بات ویدک اصولوں سے خلاف نہیں ہے۔ دو شخص اگر ایک دوسرے

کے فنا ہونے کی کوشش کر رہے ہیں تو نتیجہ کیا ہوگا اور پریشور کو کیا فیصلہ کرنا چاہیے اس بات کی فکر ہمیں کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ خدا جانے اور خدا کا کام جانے۔ وہ خود اس بات کی کافی فکر کر لیں گے گا اور اس کے جو مرضی میں آدے گا وہ کرے گا یعنی جسکو چاہے گا فنا کرے گا و جسپر چاہے گا رحم کرے گا۔ ہم کون ہوتے ہیں جو خدائی میں دخل دے سکیں۔ واہ! سوامی جی اس طرح خدائی کی کن کن باتوں کا انتظام کریں گے۔ دو بادشاہ جنگ کرتے ہیں۔ دونوں اوسے خدا کے بندے ہیں دونوں کے پاس فوج ہے۔ دونوں کے پاس ملک ہے طاقت ہے دولت ہے۔ دونوں کے ملک میں خدا کے عابد رہتے ہیں مگر فتح آخر کار ایک ہی کی ہوتی ہے۔ دو پنڈت یا مولوی مناظرہ کرتے ہیں۔ امر متنازعہ فیہ یا مضمون زیر بحث کے بارہ میں ہر ایک یہ خیال رکھتا ہے کہ میں راہ راست پر ہوں مگر ان میں سے آخر کار ایک کی بات دوسرے کو شکست ہو جانے پر نیک نیتی اور عقولیت پر قائم رہ کر مان لینی پڑتی ہے۔ دو شخص ایک مدتی دوسرا مدعا علیہ عدالت میں مقدمہ بازی کرتے ہیں دونوں اپنے اپنے موافق کوشش کر رہے ہیں۔ دونوں ملے بڑے بڑے وکیل بارسٹر مقرر کئے ہیں۔ دونوں کے جانب سے گواہوں کی بھرمار ہے۔ مگر آخر کار عدالت کا جج ان میں سے ایک ہی کو ڈگری دیتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ جتنی مثالیں چاہیں دنیا میں تلاش کر سکتے ہیں۔ پس جس طرح ان سبھوں میں سے کسی کو ناجائز اور نامناسب نہیں سمجھا جاتا اسی طرح دو دشمنوں کا ایک دوسرے کے فنا ہونے کی دعا پریشور سے مانگنا بھی محض اس لئے ناجائز نہیں ہو سکتا کہ پھر پریشور پچا را اس تیرنگی میں پڑ جاوے گا کہ وہ کس کی سنے اور کس کی ان سنی کر دیوے۔

ناظرین! اس گھٹ گھٹ ویاپی پریشور کو شاید سوامی جی نے اپنے ہی مانند محدود العقل والا سمجھ لیا ہے کہ جس طرح اگر سوامی جی مہاراج کے رو برو ایسے پیچیدہ مقصدے جاوین تو وہ فیصلہ نہیں کر سکتے اس طرح گویا پریشور بھی ہوگا جسپر وہ رحم

کر کے اپنے پیروکاران کو ہدایت کرتے ہیں کہ اوس کو تکلیف نہ دے یعنی ایسی مناجات نہ کر جسکے فیصلہ کرنے میں پریشور کو ان کے خیال میں پریشانی ہوگی۔

واضع ہو کہ رحم کا قانون ہر گز ہر گز بھی ویسا نہیں ہے جیسا کہ انصاف کا قانون ہے۔ جہاں ایک منصف یعنی حج انصاف کے ترازو پر قصور وار کے قصور ورن کو تولتا ہے اور قانون میں جس قصور کے لئے جو سزا مقرر ہے وہ مانند وزن ایک پلٹے پر رکھ کر دوسرے پلٹے پر ان قصور ورن کو رکھتا ہے درتب دونوں پلٹے ملا کر دودہ کا دودہ اور انی کا پانی کر دیتا ہے وہاں رحم کا قانون اس کے بالکل برخلاف ہے ہم ایک سخی کی سخاوت کا شہرہ ملک میں سن کر اپنی حاجت براری کے لئے اوس کے دوست پر جاننا غر مہوتے ہیں اور نہایت عاجزی و انکساری کے ساتھ منت سماجت کرتے ہیں کہ وہ ہماری مفلسی پر ترس بھا کر ہم دردی درجہ دی کرے اور اگر وہ ایسا کر دیتا ہے تو اوس کی عین شفقت مہربانی اور عنایت ہے لیکن اگر وہ ہماری اوسیدہ دن کو پوری نہیں کرتا تو اوس کی مرضی۔ ہمارا کوئی اختیار نہیں اور نہ شکایت ہی کا موقع ہے۔ اسی طرح ناظرین! ہم منصف پر مینور سے تو یہ اوسیدہ کہتے ہیں کہ وہ ہمارے افعال نیک و بد کے مطابق ہی جو کچھ ٹھیک ٹھیک سزا دے گا ہو گا وہ عطا فرمائے گا اوس میں ذرا بھی کمی زیادتی نہ ہوگی۔ دنیاوی ترازو چاہے چوک کر جاوے لیکن اوس مہمان نیاہ کاری کے عدل کا ترازو کسی حالت میں بھی چون نہیں کیا کرتا۔ وہ باون تولہ پاؤرتی نہیں نہیں اس سے بھی کہیں بڑا کر سوکشم نہایت لطیف اشیاء کو تواں سکتی ہے۔ اور اسی طرح ہم رحیم و کریم۔ دیالو اور دیاسد ہو، پریشور سے محبت و شتا اور مناجات کیا کرتے ہیں اوس سے بڑے سخی کے در و دولت برناک رگڑتے ہیں۔ اپنی حاجات و ضروریات جھٹلاتے ہیں اپنی مصیبتیں اور وہ مصیبتیں جنکو تمام دنیا کے ہمارے دوست مددگار اور رشتہ دار بھی ہزار دقت و کوشش نہیں رفع کر سکتے و س کی خدمت میں منس کرہتے ہیں اوس کے خادم اور سچے خادم ہیں جاتے ہیں یعنی دیکھو کام

کی پابندی بھی کرتے ہیں اور اس میں جو کمی کزشتہ دنوں میں ہو گئی ہے (یعنے گناہ سزا
 ہوئے ہیں) ان سے توبہ کرتے ہیں آئندہ اُن سے بچنے کا پختہ عہد کرتے ہیں اور اس
 عہد پر عمل بھی کرتے ہیں وغیرہ وغیرہ سب کچھ کر کے یہ اُمید رکھتے ہیں کہ وہ سب
 بڑا سخی اور سب سے بڑا رحیم و کریم ہمارے اوپر اپنا رحم کرے اپنا فضل کرے بچا۔ اپنا
 کرم کرے گا۔ اور ہماری ساری مصیبتیں رفع کر دیوے گا۔ سب نہ کریگا تو
 کچھ نہ کچھ تو رفع کرے ہی گا۔ دنیا اُمید پر قائم ہے ہم بھی اسی اُمید کے بھروسے
 یہ سب کرتے ہیں اور اگرچہ یہ بھی ممکن ہے کہ باوجود اس قدر کرنے و دھرنے کے اوسکی
 مرضی وہ ہم پر رحم ہی نہ کرے تو کوئی ہماری زبردستی یا شکایت نہیں۔ ابی ایک
 گداگر بھیک نہ پالنے پر شکایت کس بات کی کر سکتا ہے۔ اوس نے قرض ٹھوڑا
 ہی دے رکھا تھا جو اوسے ضرور واپس دے دیا جاتا۔ اب اگر وہ اسٹیشن پر پیشو
 سے ایک دوسرے کو فنا کرنے کی التجا کرتے ہیں تو یہ پریشور کی مرضی پر منحصر
 ہے کہ وہ جس کو چاہے کاسیاب بنا دیوے اور دوسرے کو فنا کر دیوے یا یہ بھی
 ممکن ہے کہ وہ دونوں کو راجواب مل جاوے۔ وغیرہ۔

ناظرین! جبکہ وید۔ منو سمرتی۔ اپنشد۔ بھگوت گیتا وغیرہ تمام آریوں
 کی کتابیں دیانندی فلاسفی کے خلاف فیصلہ دے رہی ہیں۔ جبکہ دنیا کے تمام
 مذاہب بھی ہمیں یہی اُمید دلا رہے ہیں کہ پریشور حمد و ثنا اور سناجات کرنے
 والوں پر رحم کرتا ہے (صد اقت دنی شرط ہے) تو اب آپ آریہ صاحبان سے
 دریافت کریں کہ کیا اپنے پوتھے نیم کا لحاظ کر کے سوامی دیانند کی غلطی تسلیم
 کرنے کو تیار ہیں یا کہ اب بھی کچھ پس و پیش ہے۔

ناظرین! اگر آریہ صاحبان کو اب بھی تسلی نہیں ہوتی اور وہ بھی سمجھنے بیٹھے
 ہیں کہ سوامی دیانند جو کچھ کہہ گئے ہیں وہ سب سچ ہی ہے۔ اس میں با بھی ویدوں
 وغیرہ سے کچھ اختلاف نہیں ہے تو آپ ان سے کہئے کہ وہ حسب ذیل عبارت
 کے مراد فقرے سوامی جی کی اپنے تسلیم کردہ مستند کتابوں میں تلاش کریں۔

” (۱) ستوتی (حمد و ثنا) اور پرارتھنا (سناجات) کرنے سے ایشور ان ستوتی پر ارتھنا کرنے والوں کا پاپ (گناہ) دور نہیں کرے گا۔

(۲) اگر وہ پاپ معاف کرے تو اس کا انضات جاتا رہے۔

(۳) اے پریشور! آپ میرے دشمنوں کو فنا کر دے! ششم کی پرارتمنا نہ کرنی جائے اور آپ ان کو مطلع کر دیں کہ ان تین مقرون کے مطابق حوالہ جاتا (دیکھو) وغیرہ سوامی جی کے تسلیم کردہ مستند کتابوں میں تلاش کرتے ہیں ان کو جو کہ محنت شقت کرنی پڑیگی پس وہ مفت رایگان نہ جائیگی بلکہ اگر وہ اپنے ارادے میں کامیاب ہونگے اور اوپر کی غبارت کے مطابق حوالہ جات تلاش کر کے دیکھلا سکے تو انکو مبلغ چھ سو روپیہ انعام دیا جائے گا۔ (البقیہ شرائط کے لئے دیکھو صفحہ ۷۳)

ناظرین! اب جبکہ ہر طرح پر یہ ثابت ہو چکا کہ ہمیں حمد و ثنا کرنے سے بھی بھل ملتا ہے اور سناجات ہی بے فائدہ نہیں ہوتی تو آئیے ہم آپ ملکر اس پر برہم پریشو کے شر بن میں حاضر ہو کر اسکی حمد کرتے ہوئے دعا مانگیں۔

यं ब्रह्मावरुणोन्द्र रुद्र महत्तनुन्वन्ति दिव्यैस्तवेवैदैः सा अ-
पदक्रमोपनिषदैर्गायन्ति यं सामगाः ॥ द्याजावस्थित त-
- द्भूतेन मनसा पश्यन्ति यं योगिने । यस्यान्तं न विदुः
सुरासुरगणा देवाय तस्मै नमः ॥ ९ ॥

मूकं करोति वाचालं पङ्कं लङ्घयेत् गिरिम् ।
यत् कृपात् तमहं बन्दे परमानन्द दायकम् ॥ २ ॥

جس کی ستوتی (حمد و ثنا) برہما و رن اندر رو و رمت افضل حمد و ن کے
ذریعہ کرتے ہیں۔ سام کے گانے والے لوگ ویدون اور ادیشدون سے باقاعدہ
طور پر جس کی حمد و ثنا کرتے ہیں۔ ۱۔

یوگی لوگ جس کے دھیان (مراقبہ) میں محبوبو کر جس کو دیکھتے ہیں اور جسے
انت (آخر سرا) کو سرا اور اسر لوگ نہیں جانتے ایسے دیوتا (پریشور) کو نمہ۔
۲۔

جو گونگے کو دعا غلط بنا دیتا ہے۔ پنگو کو پیار لنگھا دیتا ہے۔ جس کی کراپ سے
(ایسا ہوا کرتا ہے) اس پر م آتند (راحت حقیقی یعنی نجات) دینے والی کو
ہی ہم بندنا (بندگی) کرتے ہیں۔ اوم شانہ

پیشواری کی کانل رشی اہر سہ زمانہ کا جائز والا

۱۔ دوستیارتھ پرکاش صفحہ ۵۳۵ سطر ۶ پر سوانی دیا نندہ سوتی مہااج یون تحریر فرماتی ہیں :- بھو
ایشور کو تینوں زمانوں کا جاننے والا کہنا جہالت کا کام ہے۔ کیونکہ زمانہ
ماننی وہ ہر تو ہو کر نہ رہے اور مستقبل وہ ہر جو نہ ہو کے ہووے (یعنی پہلے سے نہ ہو مگر بعد میں ہو سکے)
ناظرین! سوانی جی یہاں پر تو پریشور کو تینوں زمانوں کا حال جاننے والا ماننے والے کو
جہالت کا کام کرنا والا تیار ہے ہیں لیکن پھر خود ہی اپنی کتاب رگ ویدادی بھاشہ بھومکا
کے صفحہ ۵۷ سطر ۲۱ پر اسکے خلاف تحریر فرما رہے ہیں :- ملاحظہ کیجئے۔

... परच उक्तं मन्त्र भाग नवानले अग्निः पूर्वेऽग्निः इत्यादि
कारणां तदपि तादृशम् एव । कुतः । ईश्वरस्य त्रिकाला दर्शिता-
-तु । ईश्वरो हि त्रान् कालान् जानाति । भूत भविष्यद्वृत्ते-
-मान कालस्यैर्मन्त्र द्रष्टाभिर्भेनुष्यैर्मन्त्रैः प्रारौतः तर्कैः च
ऋषिभिः अहम् एव ईद्वः वभूव भवामि भविष्यामि च
इति विरलिता इदम् उक्तम् इति अदोषः ॥

یہ سوانی جی کی سنسکرت ہے۔ یہاں یہ ذکر ہے کہ پر و فیسٹیکس موریا صاحب باشندہ ملک
جربنی یورپ میں اس کتاب کو سونہ سنسکرت سہتہ سنسکرت علم رب کی تہ
مین نہ ناسہ کیا ہے کہ گہنہ ہے۔ ہر ستر شہتہ علوہ موتا ہر کہ وید ہر
مین گے چچے تہا نیت ہونی مین وغیرہ سکی تردید کرتے ہوئے سوانی جی نے یہ تحریر فرمایا
ہے اسکا ترجمہ رجبہ بونہاں سگاہ صاحب گزمال ستر جہا اردو بھومکا کے صفحہ ۵۷
پر یون درج ہے :- اتنی ہر دے خبر انھ سے مہر ہیاگ کا الٹ ہو جانا یا جانا ہے

دنیا بنی ہے بنیاد ہے کیونکہ ایشور تری کال درشی یعنی تینوں زمانوں کا حال جانتے والا ہے اس سترک یعنی بین کہ نہ تہ ایشور کی زمانہ ماضی و حال و نیز زمانہ آئندہ میں ستروں کے مطالب کو کا حقد جاننے والے شی ستر اور پران (روگ) سے بادل لیل ترک اسے ستوتی حمد و ثنا کرتے رہے ہیں۔ اب کرنے ہیں اور آئندہ کرنیگے آئیں کوئی اعتراض کی بات نظر نہیں آتی۔

اب دونوں فقروں } (۱) ایشور کو تینوں زمانوں کا جاننے والا کہنا جہالت کا کام ہے
(۲) ایشور تری کال درشی یعنی تینوں زمانوں کا حال جاننے والا ہے ناظرین! اوپر کے فقر و جات جو کہ ایک دوسرے سے بالکل متضاد ہیں خاص سوامی جی کے ہی ہیں اب اس بات کا فیصلہ ہم آپ ہی پر چھوڑتے ہیں کہ اب آپ جسکو چاہیں جہالت کا کام کرنے والا مانیں۔ اور جسکو چاہیں عقلندی کا کام کریں والا سمجھیں۔

دیگر بات یہ ہے کہ زمانہ ماضی و حال مستقبل کی تعریف تو ہر ایک زبان کے گرامر یعنی قواعد میں موجود ہے لیکن ہم نہیں جانتے کہ سوامی جی کا ڈیفینیٹیشن DEFINITION کسی گرامر میں اقواعد بنانے والے کو بھی سوجھا بھی ہے یا نہیں۔ درادیکھے سوامی جی کا ڈیفینیٹیشن (تعریف) یہ ہے۔

(۱) زمانہ ماضی وہ ہے جو ہو کر نہ رہے۔

(۲) زمانہ مستقبل وہ ہے جو نہ ہو کے ہووے یعنی پہلے سے نہ ہو کر بعد میں ہووے، اب ناظرین! غور کریں کہ یہ کس قسم کی تعریفیں (ڈیفینیٹیشن) گھڑی جا رہی ہیں۔ ہو کر نہ رہے۔ وہ نہ ہو کے ہووے۔ ان حیدر الفاظ کی کیا ضرورت ہے سیدھے سادے الفاظ میں ہر شخص جانتا ہے کہ ماضی وہ ہے جو گزر چکا اور مستقبل وہ ہے جو آئندہ آئیں والا ہے یہی مطلب سنسکرت الفاظ بھوت (ماضی) اور بھویشیت (مستقبل) سے ادا ہوتے ہیں اور اس طرح انگریزی میں بھی اسی قسم کی تعریف انجی کی گئی ہے۔ لیکن سوامی جی کو اس بات سے کچھ سروکار ہے کہ آیا ان کی بات تمام دنیا کی زبانوں کی گرامروں (قواعد) سے خلاف ہو رہی ہے اور نہ اس بات کی ہی پروا ہے کہ انکے ایسے گھڑنت کی موافق کوئی توالہ جاتا

خود انکی رائے کردہ مستند قدیم کتابوں میں پائی جاتی ہیں ان کو کسی نہ کسی میں اپنا نوا یا دسلہ سندہ کرنے سے مطلب ہے۔ آگے دیکھئے سوامی جی کیا فرماتے ہیں۔

”وہی یہ ہو سکتا ہے کہ ایشور کو کوئی علم ہو کر نہیں بتایا نہ ہو کہ ہوتا ہے (یعنی پہلے سے نہیں ہوتا مگر بعد میں ہو جاتا ہے)۔“

ناظرین! یہ سچے سچے سوامی جی کیسے طلب براری کیلئے ایک عجیب و غریب ذہنی نیشن ماضی و مستقبل کی گھڑ رہے تھے۔ ہم کہتے ہیں کہ جیسے ایشور کو کوئی علم ہو کر نہ بتا ہوا ہو کہ ہوتا ہو خواہ کچھ نئی اس بحث کو تو چھوڑ دیکھا جائیگا لیکن اول آریہ مانسان یہ تو بتلا دیں کہ سوامی جی کو یہ اتفاق کیونکر حاصل ہو گیا کہ وہ کسی شے کی غلط ذہنی نیشن بنا کر اپنے مطلب براری کر دیوں ہم چیلنج کرتے ہیں کہ کوئی صاحب سوامی جی کی تسلیم کردہ کتابوں کے حوالہ جات سے اس بات کو ثابت کریں۔ وہ ہرگز سرگزشتی کا یاب نہیں ہو سکتے لیکن اگر کسی صاحب کو ڈھوی ہے تو حسب ذیل جگہ کے مطابق اپنی انکے مترادف فقرہ جات تلاش کر کے بکھلا دیں۔

(۱) ایشور نو سینوں زمانوں کا جانتے والا کہنا جہالت کا کام ہے۔

(۲) زمانہ ماضی وہ ہے جو ہو کے نہ رہے۔

(۳) زمانہ مستقبل وہ ہے جو نہ ہو کے ہو دے۔

ان تینوں فقروں کے مترادف حوالہ جات سوامی دیانند سوتی مہاراج کے تسلیم کردہ مستند گرنثوں (کتابوں) میں سے کسی میں دکھلائیوائے کو مبلغ مین سوروپ یہ انعام دیا جاوے گا (بقیہ شرائط انعامی دیکھو صفحہ ۱۷۷)

اب رہا یہ امر کہ سوامی جی کا یہ کہنا کہاں تک صحیح ہے کہ کیا ایشور کو کوئی علم ہو کر نہیں بتایا نہ ہو کہ ہوتا ہے وغیرہ یہ پس ناظرین! جبکہ سوامی جی کی اس تائید کا بنیادی پتہ (ایشور نو سینوں زمانوں کا جانتے والا کہنا جہالت کا کام) خود انہیں کے متضاد عبارت سے چکنا چور ہو چکا ہے تو پھر اس پر جو دیواریں وغیرہ اوٹھانی گئی تھیں ان کا کیا ذکر۔ یہ جو وہ خود سوامی جی واپس آ کر اس معرکہ کوئل کر دیا ہیں کہ انکی دو متضاد تحریروں میں سے کونسی صحیح ہے، اور کونسی مہویدر چھاپہ خانہ والوں کی شرارتانہ غلط شائع ہو گئے ہیں تب کام چل سکے گا یا انکے ہونہار سپرد کاران میں سے کوئی

ایسا سپوت ثابت ہو جاوے اس معنی کو قطعی طور پر حل کر دیوے کیونکہ جب تک یہ پیشہ ہو جاوے
تب تک اردو دستیار تھپڑ کاش کے نمبر ۱۵ صفحہ ۱۵ کی عبارت کچھ معنی مطلب نہیں صاف کر سکتی
آگے سوامی جی اسی سلسلہ میں فرماتی ہیں :- درحیض طرح جیو خود مختاری سے کام کرتا ہے اسی طرح
علیم کل ہونے سے ایشور جانتا ہے اور حیض طرح ایشور جانتا ہے اسی طرح جیو کام کرتا ہے ..

ماظنین! لکیریں عبارت کو غور سے پڑھیں۔ اگر ہم سوامی جی کی اس بات کو تسلیم کریں
کہ حیض طرح جیو افعال کرتا ہے اور حیض طرح ایشور جانتا ہے تو اس صورت میں ایشور ایک طرح کا
محتاج ہو گیا کیونکہ حیض طرح یعنی جو کچھ افعال جیو جب کرے گا تب ایشور بھی جان لیوگا کہ ہاں فلاں
شخص نے فلاں دن فلاں کام کیا۔ داد خوب! پھر تو ہم سب دنیاوی لوگ بھی جان لیوینگے
پھر خدا کی خدائی کیا رہ گئی اس خرابی کو دور کرنے کے لئے سوامی جی نے اگلا فقرہ درج فرمایا ہے۔
مگر غور سے پڑھنے والوں کا دل ہر حالت میں یہاں پر کھٹک جاتا ہے بہتر ہوتا کہ سوامی جی نے
اس بارہ میں کوئی حوالہ کسی مستند کتاب سے نکال کر یہاں پر درج کیا ہوتا تاکہ یہ تو پتہ لگتا کہ اس بارہ
میں قدیم بزرگوں اور رشیوں مینوں کا کیا فیصلہ ہے۔ اب یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا سوامی جی سر
اس پیچیدہ عبارت کی تائید میں کوئی حوالہ تلاش کر رہے ہو اگر ہاں تو ایسے مسائل ان کتابوں
کے مصنف صاحبان باعمل رشیوں کو بھی سوجھے ہی نہیں اس پیچیدہ عبارت کی تشریح پینڈت
تلسی رام جی صاحب اپنی کتاب بھاسکر پرکاش صفحہ ۲۳۰-۲۳۱ پر کسی بات کے جواب میں یوں
فرماتے ہیں :-

و اس میں صاف یہ بتایا جاتا ہے کہ جیو کا فعل کرنا اور ایشور کو اس کا جاننا ایک ساتھ
ہوتے ہیں۔ آگے پیچھے نہیں یعنی نہ تو یہ کہ جیو اول افعال کرے اور پھر بعد ایشور اسے
جانے اور نہ یہ کہ اول ایشور جان لیتا ہے پھر بعد جیو وہ فعل کرتا ہے۔ اسکے علاوہ جب تک
جیو نے فعل نہیں کیا تب تک اس فعل کا وجود نہیں ہے اور موتنتر (خود مختار) ہونے سے
جیو کو فعل کو کرے یا نہ کرے اسوجہ سے فعل کا وجود زمانہ مستقبل میں بھی نہیں ہے تو حال اور
آئندہ دونوں زمانوں میں فعل کے بغیر قائم وجود کو اگر ایشور قائم جانے یا مانے تو ایشور کو
غلط علم والا ماننے کا نقص عاید ہوتا ہے در یہ کہنا کہ آئندہ والے افعال کو نہ جاننے ہنہ ایشور

میں لا علمی یا کم علمی آتی ہے ٹھیک نہیں ہے۔ کیونکہ جو افعال نہ تو ہوئے۔ نہ زندہ کیلئے فایم ہیں و نہ
 دراصل اوستو پنہا پنہا شری کی ہستی ہیں اس کے کوشے کی ہستی ہی جاننا گیان یعنی صحیح علم ہے اور
 اس کے حالات اوستو یعنی لا علمی ہے

ناظرین اینڈرٹ تلسی نام جی کو اسی سانچہ ایک تو اس بات کا جواب دینا لازم تھا کہ سوامی
 جی نے خود ہی اپنی کتاب رگ ویدادی بھاشہ بھومکام میں جو پریشور کو ترکاں درشی (یعنی تریوں
 زمانوں کا جاننے والا) مان لیا ہے پس اوپر کی کرمی کرانی محنت پر پانی پڑ جاتا ہے۔ دوسرے یہ بھی تو
 ظاہر کرنا چاہیو تھا کہ آیا یہ سب گرو جیلے صاحبان کی صرف زبانی ہی جمع خرچ ہے یا کہ کسی بید و بیدار پریشور
 وغیرہ کے حوالہ جات ہی اس سلسلہ کے موافق موجود ہیں لیکن ان باتوں کی پرواہ نہ کر کے وہ صرف
 بچاڑے سمنائی پنڈت کو ڈانٹتے ہیں مگر اس سے کیا سوامی دیانند کی من گھڑت
 باتیں محفوظ رہ سکتی ہیں؟ ہرگز نہیں۔ پنڈت تلسی نام صاحب کی مذکورہ بارہوی جو رشی شری ہستی
 اور وقت بے بنیاد ثابت ہو جائیگی جب ناظرین ان سے اس بات کی درخواست کریں گے کہ وہ
 وہ اس گھڑنت کے موافق کہیں سے صرف ایک ہی حوالہ نکال کر پیش کریں۔ یوں زبانی جمع
 خرچ سے کیا ہوتا ہے؟ ہاں جن نہ ہوں کی بنیاد اپنے ہی گھڑنت پر مبنی ہے وہ جتنا کہ جو کچھ بڑے
 دیویں وہ ہی ان کے پیروکاران کے نزدیک صحیح و ٹھیک ہوا کرتا ہے جیسے دہلی و جیہ اور گجرات
 سماج کا نام بھی دیانند پنڈت رکھ لیا جادو تو پھر ہمیں کوئی حق سببات کا حاصل نہ رہ جادو کا۔ ہند
 کی کسی تحریر پر اس بات کا اصرار کریں کہ اسکے موافق حوالہ جات دیدوں ورنہ اسکے موافق کہاؤں تو
 نکال کر ظاہر کیا جانا چاہئے پس ناظرین اسی سلسلہ میں سوامی جی کی حسبِ بل عبارت پر غور فرمائیے
 جو کہ گویا اس کل بحث کا لب لباب یا نتیجہ ہے پھر اس سلسلہ کی بڑیاں کجائیگی تو ہوں۔

یعنی ایشور زمانہ ماضی مستقبل اور حال کے علم میں اور نتیجہ دینے میں خود مختار ہر او جیو کسی قدر زمانہ
 حال کے علم میں اور کام کرنے میں خود مختار ہے۔

ناظرین! دیکھئے یہاں جی سوامی جی ایشور کو تری کال درشی کہہ رہے ہیں یعنی وہ فرماتے ہیں
 کہ۔ ایشور زمانہ ماضی مستقبل اور حال کے علم میں... خود مختار ہے۔ کھئے اگر یہ صاحبان! اس
 فقرہ کے کیا معنی ہیں۔ اوپر سوامی جی یہ کہہ رہے ہیں کہ پریشور کو تریوں زمانہ کا علم جاننے والا

کہنا جہالت کا کام ہے جسکے خلاف انکی عبارت پیش کرنیکے لئے یہاں بھی سستیارکتہ پرکاش سے زیادہ مستند کتاب جھومکا سے حوالہ تلاش کرنا پڑا، لیکن گول مول نشریوں اور چھیدہ عبارتوں کے اندر سے آخر کار یہاں بھی ایک فقرہ سوامی جی کے قلم سے اس مضمون کا نکل ہی گیا کہ ایشور مانتی دھرم اور حال یعنی تینوں زمانہ کے علم میں خود مختار ہے (جسکا تسلیم کیا جانا دیا نندی غلاسنی کے مطابق جہالت کا کام ہے)۔

اب ہم ناظرین کی توجہ پنڈت تلسی رام صاحب کوادپر کی اس عبارت کی جانب مبذول کرنا چاہتے ہیں جس پر غصے کیا کر دی ہے۔ پنڈت تلسی رام صاحب کی کسی بات کی تردید کرنے کی اگرچہ اسلی ضرورت نہیں ہے کہ وہوں نے کسی دید سانشز کا ایک آدھلایا چوتھائی سنتر یا شلوک بھی اپنی رائے کی تائید میں پیش نہیں کیا اور انکی تمام جدوجہد صرف سوامی دیا نندی کی عزت کو قائم رکھنے کی غرض ہی سے ہے۔ ہاں سوامی دیا نندی کی اس پوزیشن کو ضرور دھماکے کر رہے ہیں کہ سطر ۱۱ ایشور کو تری کال درشتی یعنی ہر زمانہ کا حال جاننے والا ماننا جہالت کا کام ہو سکتا ہے۔ لیکن پھر پنڈت تلسی رام صاحب اب اس لاء علیٰ معترض کی کیا دوا کریں کہ سوامی جی خود اپنے ایک بات پر قیام نہیں لہا کرتے ایک حکم ایشور کو تری کال درشتی ماننا جہالت بتلا رہے ہیں تو دوسری جگہ خود ہی اپنے قلم سے اس جہالت کا کام کرنے لگ جاتی ہیں اور وہ بھی کسی ہندی کی تصنیف میں ہوتا تو آریہ صاحبان یہ بات بنا دیتے کہ چھاپہ خانہ کے کمپوزٹروں اور خود غرض تنخواہ دار پنڈتوں کی شرارت ہوگی لیکن خوش قسمتی سے سنسکرت میں جو کہ غافل سوامی دیا نندی سرسوتی مہاراج ہی الفاظ میں سوامی جی نے ایشور کو تری کال درشتی تسلیم کر لیا ہے۔

پنڈت تلسی رام جی مہاراج! آپ تو یہ فرماتے ہیں کہ غیر قایم وجود کو اگر ایشور قایم جانے تو ایشور کو مطلق علم والا ماننے کا نقص عاید ہوتا ہے۔ پس آپ کو یاد رکھنا چاہیے کہ یہ اگر مگر اس سرشتی مان (قادر مطلق) کے حضور تک نہیں ٹھکنے پائیں آپ تو دیا نندی غلاسنی سے گمراہ ہو کر پر ہم پر پانا کو اپنے ہی مانند محدود طاقت والا ثابت کرینگے ایسی ایسی شرطیں لگا رہے ہیں لیکن کیا آپ کو بھی یاد ہے کہ آپ کے بزرگوں کے بھی بزرگ صاحبان نہیں ہیں بلکہ وہ لوگ جنگی فنیت کی تحریروں کے محل آریہ لکچر صاحبان باندھا کرتے ہیں کیا کچھ لکھ پڑھ گئے ہیں ہم ضرورت نہیں سمجھتے کہ دیا نندی

کہ ان حوالہ بات کو یہاں چھ دو سہرا دیں جو بار بار دیگر مضامین میں آچکے ہیں لیکن آپ کو معلوم ہو کہ الشیو
 کے نزدیک کوئی بات بھی جو آئندہ کسی زمانہ میں ہونیوالی ہے شے غیر وجودی ہے نہیں پس آپ کی
 یہ بات کوئی وقعت نہیں رکھتی کہ الشیو کو غیر قائم وجود کا جاننے والا ماننے سے وہ غلط علم والا ہو جائیگا
 وغیرہ۔ اور جو آپ کی یہ مشاہدہ کہ شے کو شے اور شے کی نشی کو شے کی جانتی سمجھ گیا ہے اور چونکہ آئندہ کی
 بات شے کی نشی ہے پس اسکو ایسا ہی جاننا صحیح علم پر چنانچہ پر مشیور کا صحیح علم یہ ہوا کہ وہ یہ ہی
 جانتا ہے کہ آئندہ کسی بات یا شے کا وجود ہی نہیں اور جب جب جو جو کام آئندہ ہوتا جائیگا تب
 تب وہ پر مشیور ان کاموں کو اپنی شے کے وجود قائم ہو جانے پر اسے ا جان لیو یگا وغیرہ
 تو ذرا یہ تو فرماؤ کہ ایسا تو ہم لوگ بھی کر لیتے ہیں پھر آپ کے دیانندی فلاسفی والا پر مشیور
 ہم سے کس بات میں بڑھ کر ہے۔ ہم بھی تو کسی آئندہ آئینوالی بات کو نہیں جانتے لیکن جب وہ آئندہ
 زمانہ حال میں تبدیل ہو جاتا ہے یعنی غیر قائم شے قائم ہو جاتی ہے تب ہمکو بھی اسکا علم ہو جاتا ہے
 کہ فلاں بات یوں ہو رہی ہے یا ہو گئی۔ اور آپ کا پر مشیور بھی آپ کے ہی قول کے مطابق کہ جو کا
 کام کرنا اور الشیو کا اسکو جاننا ایک ساتھ ہونے میں صرف اور بقدر جان سکتا ہے بقدر ہم معلوم
 کر رہے ہیں پھر بتلائے ہم سے اس میں کیا فیصلہ رہ گئی؟

ناظرین! دیانندی فلاسفی سے گمراہ ہو کر یہ غصب کہ یہ صاحبان عوام کو زبردست بھول
 بھولیدل میں ڈالتے چلے جا رہے ہیں اور ہمیں منوس کے ساتھ تعجب اس بات پر ہے کہ وہ جان
 بوجھ کر یہ سب کچھ کر رہے ہیں۔

ناظرین! پنڈت تلوی صاحب سیہ سنکرت کے عالم سے ادیشندوں وغیرہ کی
 تعلیم جو دیانندی فلاسفی کی سخت مخالف ہے پوشیدہ نہیں ہے لیکن وہ ضرور اپنے آریہ دوستوں
 کے رفیر و اپنی عزت قائم رکھنے کی ہی خاطر سچائی کا اظہار نہیں کرتے اور پول میں پول بڑھاتے
 چلے جاتے ہیں کیونکہ اگر وہ کبھی یہ ظاہر کر دیں کہ سوامی دیانندی کی فلاں بات غلط ہے
 تو ہزاروں لاکھوں ممبران آریہ سماج ان کو حقارت کی نظر سے دیکھنے لگ جائیں جیسا کہ
 پنڈت جیم سین شرمہ صاحب سابق آریہ دیکھے از مخزن ہندوستان ساکن اٹاواہ کی نظیر موجود ہے۔

۱۔ پنڈت جیم سین شرمہ صاحب کا مختصر حال سمون آریوں کی کتاب میں دیکھو ۱۱

واضح ہو کہ اگرچہ ہم جو افعال کرتے ہیں انکو پر مشورہ پہلے ہی جانتا ہر مگر اسکو ایسا جاننے سے
 ماری آزادی میں اسکو فرق نہیں آتا کہ اسکا جانتا میں کسی خاص امر پر مجبور نہیں کرتا ہر ایک شخص
 کسی کام کرنے سے قبل خود میں اسکا ارادہ کرتا ہے اور پھر دل و دماغ اس وقت ہی اس میں ایک
 طرح کی بحث ہو کر رہتی ہے کہ آیا اس کام کو کر لیا نہ کروں اور یہی جو آتما روح کی خود مختاری کی
 دلیل ہے اسے یہ بوجہ اختیار حاصل ہے کہ اسی بحث کا نتیجہ جو چاہے وہ فیصلہ کر لے اور سچا کرے
 پس چونکہ یہ بوجہ آتما اپنی خود مختاری سے ہی اسکا فیصلہ کرتا ہے اور اس پر عمل کرتا ہے اسکو وہ ضرور
 خود مختار ہے اور نیکی و بدی جو کرے گا اسکے مطابق سزا جزا پائیگا اور جو کہ دل و دماغ کا باعث ہوا
 کرتا ہے کہ آیا اس کام کو کروں یا نہ کروں پس اس تمام غور و خوض کے بعد وہ جو آتما آخر کار اسی نتیجہ
 پر پہنچ جاتا ہے جو پر مشورہ کے علم میں پہلے موجود ہے یعنی اگرچہ پر مشورہ آئندہ کا علم دیکھتا تو ہے
 لیکن چونکہ حیووں کو خود مختاری حاصل ہے پس پر مشورہ ان کو کسی خاص کام کیسے مجبور نہیں کرتا
 کہ تو ایسا ہی کر اور ایسا نہ کر۔

سوال : دیندی فلاسفی دے معترض کا جبکہ پر مشورہ پہلے ہی طے کر لیا ہے کہ غایت شوق
 حال دے غایت کام کرے گا تو وہ اسکے خلاف تو کر ہی نہیں سکتا چہ خود مختاری کی کس بات کی
 جواب : خود مختاری اس بات کی ہے کہ اسکو کسی کام سے روکا نہیں گیا اسے پورا اختیار
 دیا گیا ہے کہ وہ چاہے نیکی کرے یا بدی کر دے اور جو آپ یہ فرماتے ہیں کہ پر مشورہ
 نے پہلے ہی طے کر لیا ہے کہ وہ ایسا کرے گا اور چونکہ اسکی مرضی کے خلاف کچھ ہو نہیں سکتا
 پس آگاہو معلوم ہو کہ پر مشورہ میں چونکہ یہ صفت ہے کہ وہ آئندہ آئینوالی بانو کو پہلے سے ہی جانتا
 ہے پس وہ یہ جانتا ہے کہ کیا کچھ ہوئیگا اسے اور اسید طرح چونکہ جو آتما کی صفت یہ ہے کہ وہ
 افعال خود مختاری سے کر سکتا ہے پس وہ اسکے مطابق افعال اپنی حسب صحت کرتا رہتا ہے
 جسکی جو صفت و خاصیت ہو وہ اسکے مطابق عمل کرے ہی گا۔ اس سے یہ کیونکر ہو سکتا ہے
 کہ ایک کر افعال کا اثر دوسرے پر چاہے یعنی جو کچھ افعال آئندہ کریگا وہ بیشک پوری
 خود مختاری سے ہی کریگا لیکن چونکہ پر مشورہ تری کااں درستی سے اسوجہ سے وہ پہلے سے ہی
 جانتا ہے کہ ایسا ایسا واقعہ ہوئیگا اسے۔ اس سے جو کا کیا نفع نقصان ممکن ہے۔

وہ! ہم خدا کی خدائی میں بٹہ لگانے والے کون ہوتے ہیں۔ کیا گروہ بوجہ عالم الغیب اور شری کمال درشی ہونے کے نہ صرف ہمارے آئندہ افعال کو ہی بلکہ تمام دنیاوی واقعات وغیرہ کو بھی جانیدہ آئینہ الہی میں جانتا ہی تو اس سے ہم نہ متوجہ نکال سکتے ہیں کہ پھر جو اسکے علم میں ہے وہ تو ہو ہیگا ہمیں کیا ضرورت ہے کہ ہم اپنی عقل کو لڑا دیں اور محنت و جان فشانی سے دنیا میں نیکی وغیرہ کیا کریں۔ وغیرہ جو اپنے افعال کا خود مختار ہے اسے خدا کی خدائی کا ٹھیکہ تھوڑے ہی لے رکھتا ہے خدا جانے

اور اسکے کام جانیں وہ اگر آئندہ آئینہ الہی باتوں کو اپنے عالم الغیب ہونے سے جان لیتا ہے تو اسکے یہ معنی کب ہو سکتے ہیں کہ اس نے ہمیں کسی خاص کام کے کرنے یا نہ کرنے پر مجبور کر دیا، ہاں یہ سچ ہے کہ ہم کل کیا کریں گے اس بات کو پریشور پہلے سے جانتا ہی لیکن اس کا جاننا دراصل جاننے کی حد سے بڑھ تو نہیں جاتا اگر ایک حیوان یعنی بخومی اپنے علم غوم کے ذریعہ آج یہ جانتا ہے کہ کل فلاں شخص مر جائیگا اور اس کا علم (بالفرض) ایسا ہے جو کسی طرح غلط نہیں ثابت ہو سکتا تو اس سے یہ نتیجہ کب نکالا جاسکتا ہو کہ وہ بخومی اس شخص کے مرنے کا باعث ہے یا وہ نہیں سمجھے کہ اگر کوئی بخومی (یا کوئی عابد شخص یعنی یوگی) اپنی طاقت (علم غوم یا یوگ و عبادت وغیرہ) کے ذریعہ یہ پیشین گوئی صحیح ہو جاوے تو کیا یہ سمجھا جاسکتا ہو کہ وہ بخومی یا عابد اس شخص کے اس کام کا ذمہ دار ہے؟ ہرگز نہیں کیونکہ اس بخومی یا عابد نے اس شخص کو کسی کام پر مجبور نہیں کیا بلکہ اسے پورا اختیار مائل تھا کہ وہ جیسا چاہی اپنی خود مختاری سے کرے۔ لیکن یہ دوسری بات ہے کہ ایک پیشین گوئی کرنے والے نے اپنی علم تجربہ یا عبادت کی طاقت سے یہ بات پہلے سے ہی معلوم کر لی کہ کل فلاں شخص ایسا کرتے دراز ہے۔

سزاؤں کے ہم سیطرہ جو کچھ کرتے ہیں وہ خود اپنی پوری خود مختاری سے ہی کرتے ہیں اور یہ دوسری بات ہے کہ پریشور پہلے سے جان رہا ہو کہ ہم کیا کریں گے یا نہیں۔

سیان۔ (دیوانندی فلسفی والے محقق کا)۔ مگر پریشور کا گیان (علم) غلط نہیں ہو سکتا سکتے وہ اگر یہ پہلے سے جانتا ہے کہ ہم کل کیا کریں گے تو ضروری بات ہو کہ ہم کل وہی کریں گے تو یا ہمیں تو کچھ اختیار ہی نہ گیا کہ اس کے علم کے خلاف کچھ کر سکیں اور اسی لئے خود مختاری کا ماننا غلط ہے۔

جواب اگرچہ پریشور میں یہ ملاقت موجود ہے کہ وہ آئندہ آئینوالی بات کو جان لیتا ہی رہا ہے۔
 میں جانتا ہی تو اس سے یہ نتیجہ کیونکر نکل سکتا ہے کہ وہ ہماری خود مختاری کو چھین رہا ہے۔ ہم ہر ایک کام
 اپنی مرضی اپنے اقدار اور بالکل اپنی خود مختاری سے ہی کر سکتے ہیں اور کر رہے ہیں پس میں اپنا
 کام کرنا چاہئے۔ خدا کا جو کام ہے وہ اسے کر گیا۔ ہم اس کے کاموں کے تو ذمہ دار نہیں ہیں اگر اسکی
 صفتوں اور خاصیتوں میں سے ایک یہ ہے کہ وہ آئندہ کی بات جان سکتا ہے تو جان کرے ہمارا کیا
 نقصان ہے ہم تو ہر طرح کے افعال کر رہے ہیں خود مختار ہیں کیونکہ ہماری خود مختاری ہر طرح پر
 ثابت ہو اور وہ ہر طرح پر آئندہ کی بات جاننے والا ہے کیونکہ اس میں ایسی صفت ثابت ہے۔
 پس یہ عقلمندی نہیں ہے کہ وہ اشیاء کی صفتوں کو ملا کر گھسیلا کر کے ایک نیا مسئلہ ایجاد کیا
 جاوے۔

ناظرین! پریشور کے افعال خاصیتیں اور اوصاف اس کے ساتھ ہیں۔ وہ جلسے
 اسکا کام جانتے اور جیو کی صفیں وغیرہ اس کے ساتھ ہیں۔ وہ جیو اپنے افعال کا ذمہ دار ہے
 ہر ایک کے اوصاف علم و عمدہ ہیں انکو ایک میں ملانے سے خرابی واقع ہوگی۔
 معترض کا سوال کوئی نیا نہ تھا اور ممکن تھا کہ سوامی جی وہ ہی جواب دیتے جو اردوں نے دے
 دیں لیکن سوامی دیانند سرسوتی مہاراج ایسا کرنا شاید اپنی کسٹمان سمجھتے ہیں اور انہوں نے
 معترض کو لا جواب کر نیکی کی ایک نیا مسئلہ ایجاد کر دیا کہ پریشور آئندہ کی بات جانتا ہی
 نہیں۔ اتنا ہی نہیں۔ ناظرین! بلکہ سوامی جی نے ایسا ماننے والی کو چاہل بھی کہہ ڈالا لیکن
 تعجب ہے کہ پھر خود ہی اس کے خلاف بھی فرما گئے۔

اسے تری کال درشی پر تامن! ہمارے آریہ سماجی بھائیوں کی گمراہی کو دور کر دیجئے۔ اوم شانہ

پریشور پر تکیش نہیں کیا جاسکتا

اُردو مستیار تکہ پر کاش صفحہ ۳۳۳ سطر ۹ پر سوامی دیانند سرسوتی مہاراج حسب ذیل تحریر فرماتے ہیں۔

دوسرا سوال۔ آپ ایشور ایشور کہتے ہیں لیکن اسکو ثابت کس طرح کرتے ہیں۔

جواب۔ سب پر تکیش وغیرہ پر مانوں (ثبوتوں) سے (سوال) ایشور کی ذات میں پر تکیش وغیرہ ثبوت کہی کام نہیں دے سکتے۔ جواب۔

तद्विपार्ये ह्यनतिकर्षोऽसन्नं ज्ञानमव्यपदेशमव्यभिचारि व्यनशा-

- यात्मकं प्रत्यक्षम् ॥ न्याय ०। अ० १। सू० ४ ॥

یہ سوتر نیا کی درشن مہینف مہرشی گوتم کا ہے، جو کان جلد آنکھ زبان، ناک اور من (جو سر در آگہ) کا تعلق آواز پس صورت ذالیقہ سے جھوٹ وغیرہ محسوسات سے ہونی پر جو علم ہوتا ہے اور اسکو پر تکیش کہتے ہیں شیطانیہ وہ شکوک سے خالی ہو۔

اب جاؤ غور ہے کہ حواس اور من کے ذریعہ صفتوں کا پر تکیش (یعنی ایفین) ہوا کرتا ہے نہ کہ موصوف کا جس طرح چاروں حواس جلد وغیرہ لے ذریعہ سے پس صورت ذالیقہ اور بوجہ یعنی صفات ارضی کا علم ہونے پر اس کے موصوف پر تعوی (یعنی ارضیت) کا پر تکیش بذریعہ آتما سے ہوی من کے ہوتا ہے۔ اسی طرح اس پر تکیش دنیا میں مخصوص

صنعت و حکمت وغیرہ صفات کی ترکیب ہونے سے ان کا موصوف (ایشور بھی ترکیب ہے) ناظرین ایہ سوامی جی کی عبارت ہے۔ اس سے آگے سوال کرنا والا معترض بھی خاموش رہ جاتا ہے اور سوامی جی بھی یہ سمجھ لیتے ہیں کہ سن اس قدر کہہ دینے سے ان کے پیروکار ان کو تسلی ہو جائی ہے ہم محقق صاحبان سے عرض کرتے ہیں کہ وہ ادھر کے سوتر کا ترجمہ خود سوامی جی کا کیا ہوا جو ادر درج ہے بغور پڑھ کر بعد اس سوامی جی کی تحریر (اب جائز غور...) سے اس کا مقابلہ تو کریں اور دیکھیں تو سہی کہ آیا سوامی جی نے معترض کے سوال کا کیا جواب دیا۔

خواہ ترکیب پرمان سے پر مشور کا وجود ثابت ہو سکتا ہو یا نہ ہو اس بات کو نظر انداز کر کے ہم نے ادھر کی عبارت کو بار بار پڑھا مگر کم از کم ہمیں تو اس سے ہرگز بھی تسلی نہیں ہوتی ہم نہیں کہہ سکتے کہ دیگر لوگوں کو خواہ وہ سنسکرت نہ بھی جانتے ہوں اور آریہ سماج کے اصول سے بھی واقف نہ ہوں یہ بات کیونکر کھٹکے گی؟ یہاں کوئی اصولی بحث نہیں ہے بلکہ سوال متعلقہ منطوق ہے۔ اور ہر ایک انسان جس کے دماغ میں پر مشور نے تھوڑی بھی طاقت کسی بات کو سوچنے کی دی ہے اسی نتیجہ پر پہنچ جائیگا کہ سوامی جی یہاں نہ صریحاً اور جان بوجھ کر غوام کو منہ پھرنے لگے ہیں۔

ہم اپنی آریہ ہمایوں سے بادیہ التماس کرتے ہیں کہ وہ سوامی جی کی اس عبارت کو پھر بغور پڑھ لیں اور تب اودھر متوجہ ہوں سوامی جی نے سوتر کے معنی تو صحیح صحیح پیش کر دیے ہیں لیکن تشریح بڑی عجیب و غریب کر رہے ہیں۔ چنانچہ سوامی جی فرماتے ہیں کہ اب جائے غور ہے کہ جو اس اور من کے ذریعہ صفتوں کا ترکیب (عین الیقین) ہوا کرتا ہے نہ کہ موصوف کا ہم پوچھتے ہیں کہ یہ کیونکر ہم تسلیم کریں کیا ادھر کے سوتر کی یہی منشا ہے؟

سوتر تو یہ کہتا ہے کہ کان۔ جلد وغیرہ کا تعلق آواز پس.... وغیرہ محسوسات سے ہونے پر جو مسلم ہوتا ہے اس کو ترکیب کہتے ہیں۔

پس جائے غور ہے کہ اس سوتر کے مصنف کی یہ منشا تو ہرگز نہیں ہے کہ اس طور پر جو علم ہو گا وہ صرف موصوف کی صفتوں کا ہی علم کہلائیگا اور موصوف کا علم نہ ہو گا۔ بلکہ سوتر کی منشا تو یہ ہے کہ اس طور پر موصوف مدہ اپنی صفتوں کے معلوم ہو جائیگا۔

مثلاً کوئی شخص انگور کو ہمارے سامنے لا کر رکھ دیو اور دریافت کرے کہ یہ کیا شے ہے تو سوتر کی ہدایت کے مطابق ہم انکھ سے دیکھ کر معلوم کر سکیں گے کہ یہ انگور ہے جسے کبھی پہلے دیکھا تھا یا اگر شک ہوگا تو زبان پر اسکا ذائقہ چکھ کر یقین کر سکیں گے کہ یہ ٹیکٹ انگور ہے کیونکہ اسکا ذائقہ بالکل ایسا ہی ہے جیسا کہ ہم نے انگور کا ذائقہ چکھا تھا پھر جب ہم کو اس شے کی صنعتیں آنکھ زبان وغیرہ کے ذریعہ معلوم ہو گئیں کہ وہ دیکھنے میں سرے رنگ کا بہت خوبصورت ہو رہا ہے۔ کہاؤں میں خوش ذائقہ ہے اور چھونے میں ٹھنڈا ہے وغیرہ تو کیا اس شے کو نباتات خود ہم نہیں معلوم کر سکیں گے؟ کیا پھر ہم نہیں کر سکتے کہ اس انگور کو ہاتھیں اڑھٹا کر یا انگلی کے اشارہ سے دوسروں کو بتا دیں کہ یہ دیکھو یہ شے جسکی صفات کا علم ہم نے بذریعہ محسوسات حاصل کر لیا ہے انگور ہے اب کہئے ناظرین! موصوف کا بھی پریش (یعنی یقین) ہو گیا یا نہیں اچھا! اور آگے دیکھیے (سوامی جی کی عبارت) چاروں حواس جلد غیر کا ذریعہ سے اس صورت ذائقہ اور نو (یعنی صفات ارضی) کا علم ہونے پر اس کے موصوف پر سوامی جی (یعنی ارضیت) کا پریش بذریعہ آتما سے ملے ہوئے من کے ہوتا ہے۔

اس سوامی جی کی عبارت میں دل لکیر شدہ فقرہ غور طلب ہے، سوامی جی نہ معلوم کیوں ایسی شرط لگا رہے ہیں جبکہ سوتر نے یہ شرط نہیں لگائی تو پھر سوامی جی کیوں اپنے طرف سے اس قسم کی آزادی کر رہے ہیں۔ خیر۔

اب ذرا ناظرین اس فقرہ کو سوامی جی کے اوپر والے فقرہ سے مقابلہ کریں اور دیکھیں کہ کیا دونوں ایک دوسرے کے متضاد تو نہیں ہیں؟

اس فقرہ میں تو سوامی جی فرماتے ہیں کہ اس کے موصوف کا پریش ہوتا ہے اور بیان یہ فرما چکے ہیں کہ یہ صفات کا پریش ہوا کرتا ہے نہ کہ موصوف کا۔

اب کوئی صاحبِ بنیادیں کہ کیا سوامی جی کا اول یہ کہنا کہ موصوف کا پریش نہیں ہوتا اور پھر یہ کہنا کہ موصوف کا پریش ہوتا ہے، دراصل آپس میں متضاد نہیں ہیں۔

ناظرین! ملاحظہ کیجئے کہ کس کس چال سے سوامی جی اپنی مطلب برری کیا کرتے ہیں۔

آگے سوامی جی زمین کی مثالی کا نتیجہ یوں بیان کرتے ہیں کہ :-

اسی طرح اس پریش دنیا میں مخصوص صنعت و حکمت وغیرہ صفات کے پریش ہونے سے ان کا موصوف ایشو بھی پریش ہے۔

واہ! کیوں ناظرین! آپ کے جس طرح زمیں کی صفاتوں (سورت و ایقہ اور بوجہ) کا علم اپنے حواس آنکھ کان زبان ناک اور جلد سے حاصل کر لینے پر اس موصوف زمین کو پریش کر رہا ہے یعنی یقینی طور پر معلوم کر لیا ہے کہ یہ ہی زمین ہے جسے ہم آنکھ سے دیکھ رہے ہیں (کیونکہ اسکی صفت شکل آنکھ سے دیکھی جانی والی ہے) کان سے جسکی آواز سن رہے ہیں (کیونکہ دو پتھروں یا مٹی کے ٹھیلوں کو ٹکرانے سے آواز ہونا جو اس زمین کی صفت ہر وہ مٹی جانی والی ہے) زبان سے جسکا ذائقہ چکھ رہے ہیں (کیونکہ گندم وغیرہ یا گنا وغیرہ تمام غذائیں زمین سے پیدا ہوئی ہیں) باغٹ اسکی ہی صفت ظاہر کرنے والی ہیں پس وہ ذائقہ لی جانے والی ہے) ناک سے جسکی خوشبو بدبو کی تمیز کر رہے ہیں (کیونکہ ہر ایک طرح کی خوشبو بدبو زمین کی ہی خاص صفت ہے) یعنی دیگر اوصاف تو اس میں پانی وغیرہ کی مدد سے شامل ہیں مگر بوجہ خاص پر تھوکی کی ہی صفت ہے پس وہ بوجہ دینے والی ہے) اور جلد سے جسکی چھو کر محسوس کر رہے ہیں (کیونکہ زمین بذات خود ایک جسم ہے ہونکی صفت رکھنے کی باغٹ وہ چھوئی جانی والی ہے) کیا اسی طرح پر مشور کی صفاتوں میں سے کسی ایک کو بھی آپ نے کبھی حواس خمسہ یا دل و دماغ کے ذریعہ محسوس کر کے پریش کیا ہے؟

اگر کیا ہے تو چھائی کہ کس طور پر اور اگر نہیں کیا تو سوامی دیانند سرسوتی مہاراج کے پیروکاران سے ذرا دریافت تو کیجئے کہ شاید ان میں سے کسی نے اپنی گوردھاراج کی ہدایت پر عمل کرنے میں کامیابی حاصل کر لی ہو۔

ناظرین! سوامی جی یہاں پر بڑا زبردست دمہ کا دور رہے ہیں پر مشور کا وجود ثابت کر نیکی کے تمام آتشک (خدا کی ہستی کو ماننے والے) لوگوں کے پاس بہت کچھ دلائل موجود ہیں اور انہیں سے سوامی جی بھی فائدہ اٹھا سکتے تھے لیکن ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ نہ معلوم کس فشار سے اپنی ڈھائی چادر کی کھڑی عینہ پکڑنے لگ جاتے ہیں حالانکہ باوجود ہزار طرح کے الٹ پھیر کرنے کے ایسی من مانی کھڑکت میں وہ کامیاب بھی نہیں ہو سکتے۔

ناظرین! سوامی جی کا یہ قول کہ پریش دنیا میں مخصوص صنعت و حکمت وغیرہ۔

پر مشورہ کی صفات ہیں محض غلط اور بالکل ویدوں شاستروں اور ادیشدوں وغیرہ کے خلاف تعلیم ہے۔

اے آریہ صاحبان پورہ ہوش سنبھالو۔ سوامی دیاتند کا بیچا اگر آپ نہیں چھوڑتے تو آپکا کہیں ٹھکانا نہ لگے گا۔ آخر یہ اندھے کی لکڑی ٹیکتے ہوئے آپ کہاں تک چڑھائیں گے صاحبو! آپ ایسے گہرے خندق میں گر نیلے جسکا دار پا نہیں اب یہی بھلا ہو کہ سوامی دیاتند کی غلطیوں کے پیچھے چلنا ایک قلم موقوف کر دیجئے اور اپنے دماغ سے کام لیجئے کیا سمجھ آئے آپکو دل غصے سے مدد نہ لیں کی قسم تو نہیں کہالی ہو۔ کیا آپ صبر بجا رکھ نہیں رہے ہیں کہ سوامی جی کی سازبردوست الٹ پھیر کر کے عوام کو ایسی لال میں بھنسا رہے ہیں کہ اس سے نکلنا امر دشوار ہو رہا ہو اور سراسر ویدک اصول کے خلاف سوامی جی تعلیم دے رہے ہیں۔

ذرا سوامی جی کی اس بات پر کوئی مقلد غور کرے کہ اس ترکیب خلقت کی صنعت و حکمت وغیرہ پر مشورہ کی صفیت کیونکر ہو سکتی ہیں۔ خلقت کو پیدا کرنا اور اسکو باقاعدہ طور پر چلانا اس کا ٹھیک انتظام رکھنا وغیرہ تو پر مشورہ کے افعال ہیں۔ صفات نہیں ہیں۔ کیا صفت اور فعل میں کچھ فرق نہیں ہے؟

اجھا مثال سنو۔ کہہ رہے تھے سے گھڑا بنایا۔ اب سوامی جی کے ہی قول کے مطابق یوں ہوگا کہ اس گھڑیکا ادبازاں کارن (علت مادی) تھی جو اور سادھارن کارن (معمولی علت) چاک و دوڑا وغیرہ ہے اور منت کارن (علت فاعل) اس گھڑے کا کہہ رہے یا دوسری لفظوں میں یوں کہو کہ گھڑا بنانا ایک فعل ہے جسکا فاعل کہہ رہا جو اور مفعول گھڑا ہے۔ ناظرین! اس سے سوامی جی کو اتفاق ہے اور وہ یہ مانتے ہیں کہ ایسی طرح اس تمام خلقت کا فاعل (کہہ رہا کی مانند) پر مشورہ ہے اور یہ ترکیب خلقت مفعول ہے (نہ کہ صفت) اور خلقت کا پیدا کرنا جو فعل ہے بڑا اپنے فاعل (پر مشورہ) میں موجود ہے۔

پس اب مقام غور ہے کہ جو کہ سوامی جی فرماتی ہیں کہ حسب طرح زمیں کی صفاتوں کا علم ہم اپنے خود کے ذریعہ پر تکیش کر کے اس میں موصوف کو بھی پر تکیش کر لیتے ہیں اور یہی طرح پر مشورہ کے

صفتوں کو ہم اپنے حواس کے ذریعہ پرکش کر سکتے ہیں پس بھلا کوئی صاحب ذرہ بتلادیں تو یہی کہ زمین کی صفتوں کو حواس کے ذریعہ پرکش کر نیکیے مانند ہم پر مشور کی کن صفتوں کو کن حواس کے ذریعہ کس طرح پرکش کر سکتے ہیں۔

پھر جب ہم اپنی حواس کے ذریعہ اسکی صفتوں کو ہی پرکش نہیں کر سکتے تو موصوف پر مشور کس طرح پرکش کر پائیں گے۔

ہاں اسوامی جی اس موقع پر موصوف پر مشور کو پرکش پرمان سے معلوم ہونا ثابت کر نیکیے سے اسکو افعال کو صفتیں قرار دے دی ہیں لیکن کوئی سمجھ دار انسان کسی کے افعال کو اسکی صفتیں نہیں مان سکتا۔ کہہ رہے گھر بنانا یا پس ظاہر ہے کہ گھر اپنا ناجو فعل ہے جسکا فاعل کہہ رہا ہے ذرہ مفعول گھر ہے وہ فعل (گھر بنانا) کہہ رہا کی صفت نہیں ہے۔

ہاں کہہ رہا کی صفتوں میں سے ایک یہ بھی ہو سکتی ہے کہ وہ گھر بنانے کی کارگیری سے وقف ہے لیکن گھر بنانا جتنا اور بات ہی اور گھر بنانا اور بات ہی اول الذکر اس کہہ رہا کی صفت ہے اور آخر الذکر اسکا فعل ہے پس فعل کو صفت قرار دینا عقلمندی سے بعید ہے۔

اب ظاہر ہے کہ جس طرح گھر نے مفعول کو دیکھ کر اس کے فاعل کہہ رہا کے وجود کو ماننا پڑتا ہے (کہ کوئی بنا بنا لا تھا جسے گھر نے کو بنا دیا ہے) اسی طرح اس خلقت مفعول کو دیکھ کر اس کے فاعل پر مشور کے وجود کو تو بیشک مان لینا پڑتا ہے لیکن جس طرح گھر نے مفعول کو دیکھ کر ہم اس کے فاعل کہہ رہا کی صفتوں کا پرکش نہیں کر پاتے (کیونکہ اوپر کے سوتر کے مطابق ہمیں اس کہہ رہا کی جن صفتوں کا علم اپنے حواس سے ہو سکتا وہ گھر نے میں موجود نہیں ہیں وجہ یہ کہ کہہ رہا گھر نے کا صرف نعمت کارن ہے یعنی وہ بذات خود گھر نے کی شکل میں تبدیل نہیں ہو گیا ہے جیسا کہ خود اسوامی جی مانتے ہیں) اور جس طرح اس خلقت مفعول کو دیکھ کر ہم اسکو فاعل پر مشور کی صفتوں کا پرکش نہیں کر پاتے البتہ جس طرح مفعول گھر نے کو دیکھ کر ہم اپنے حواس کے ذریعہ اس گھر نے کی تمام صفتوں کا علم یقینی طور پر کر سکتے ہیں (یعنی اس گھر نے کو ہاتھ سے چھو کر محسوس کر سکتے ہیں۔ ہاتھ سے دیکھ سکتے ہیں وغیرہ) اسی طرح ہم اس مفعول خلقت کی تمام صفتوں کا علم یقینی طور پر اپنے حواس کے ذریعہ کر سکتے ہیں چنانچہ گھر نے کی صفتوں کا علم حاصل کر لینے پر

جس طرح ہم اس گھرے موصوف کو پر تکیش کر لیتے ہیں اور سی طرح اس خلقت کی صفاتوں کا علم حاصل کر لینے پر ہم اس خلقت موصوف کو تو پر تکیش کر لیتے ہیں لیکن جس طرح گھرے موصوف کی تمام صفاتوں کا یقینی علم ہو جانے پر بھی ہم اوسکے فعل کہاں کے صفاتوں سے بہرہ گر ہرگز بھی واقف نہیں ہو سکتے، اسی طرح اس خلقت مفعول کے مفعول پر مشور کی صفاتوں کا علم ہمیں اس خلقت کی تمام صفاتوں کا یقینی علم ہو جانے پر بھی بہرہ گر نہیں ہو سکتا۔

اور اگر یہ کہا جاوے کہ اس خلقت کی صنعت و حکمت وغیرہ ہی پر مشور کی صفات ہیں تو یوں کہتے ہیں کہ جیسا کہ اوپر کہا گیا ہے کسی فعل کا کرنا اور بات ہی اور جاننا اور بات ہے۔

گھرے کی صنعت و حکمت وغیرہ کہاں کی صنعت کا جلوہ ہے یہیں ہم گھرے کو پر تکیش کر کے و سکے حاصل کیا ہے کی صفاتوں کو پر تکیش تو بہرہ گر بھی نہیں کر پاتے۔ ہاں سبکو بیشک یہ معلوم ہو جاتا ہے۔

کہ اس گھرے کا جو بنائو الہ ہے وہ ایسا کارگر ہے کہ اس گھرے کو بنا سکا لیکن کیا کہاں کے بارہ میں صرف اس قدر رجاں لینا کہ وہ گھرے کی صنعت و حکمت وغیرہ کا علم رکھتا ہو اس (کہاں) کی صفاتوں کا پر تکیش کر لینا کہا جا سکتا ہے کیا ادھر کے سوتر ایسی حوالہ کی یہی شمار ہے۔ اس سوتر میں تو صاف طور پر کہہ دیا گیا ہے کہ ہم اپنے حواس کا ان آنکھ وغیرہ سے دیکھنے

سننے وغیرہ کے ذریعہ جس شے کا علم حاصل کر سکیں اسکا ہمیں پر تکیش ہونا کہا جا سکتا ہے اور اگر ہم سوامی دیانند کی تشریح کو ہی تسلیم کر سکیں کہ صفاتوں کا علم ہو جانے پر موصوف کا پر تکیش ہونا نااجاز ہو سکتا ہے تو سوامی جی کا دعویٰ رد ہو جاتا ہے کہ پیدا لیش خلقت کی صنعت و حکمت وغیرہ کا علم حاصل کر کے ہم پر مشور کا پر تکیش کر لیتے ہیں۔

گھرے کی تمام صفاتوں اور اسکی صنعت و حکمت کا علم حاصل کر لینے پر جس طرح ہم کہاں کے وجود کو جاننے کے سوا اوسکے متعلق اور کچھ اقصیت نہیں حاصل کر پاتے اسی طرح اس خلقت کی صنعت و حکمت کا علم حاصل کر کے ہم یہ تو جان سکتے ہیں کہ اسکا بنائو الہ کوئی ہر جسے پر مشور کا یاخذ کہتے ہیں، اور یہ بھی ہم تسلیم کر سکتے ہیں کہ خلقت پیدا کرنے کا علم یا اس خلقت کی صنعت و حکمت وغیرہ کا ریکری کا علم رکھنے کی ایک صنعت بھی نہیں ہے۔

لیکن ناظرین! کیا اتنے سے کہیں یہ کہا جا سکتا ہے کہ ہم پر مشور کی صفاتوں کو پر تکیش

کر یا کہیے غیب کی بات ہو کہ سوائی جی مثال تو زمین کی دے رہے ہیں کہ حسب طرح ہم زمین کی تمام صفات کو اپنے حواس سے محسوس کر کے (ان صفتوں کا علم حاصل کر لینے پر) اس موصوف زمین کو پریشان کر لینے میں لیکن پھر اس مثال کو پیشور نہ گھٹا کر گول مول کر کے مثال دیتے ہیں جھلا کوئی آریہ صاحب بتا دیں تو یہی کہ حسب طرح ہم زمین کی صفات کو اپنے حواس آنکھ کان وغیرہ سے محسوس کر رہے ہیں اسی طرح پیشور کے کسی ایک صفت کو بھی آج تک کسی نے کسی حواس یا دل و دماغ سے ہی محسوس کر یا یا ہو پھر جھلا یہ کہنا کہ پیشور کو ہم پریش کر سکتے ہیں سر اسزبردستی نہیں تو اور کیا ہے۔

ناظرین! پیشور کا پریش پرمان سے ہمیں معلوم کرنا حسب اشار سوائی دیا نہ سر سوتی مہاراجہ کا اس سے زیادہ نہیں ثابت ہو سکتا کہ ہم حسب طرح گھڑے کی صنعت و حکمت کو دیکھ کر کہار کے وجود کا اقرار کرتے ہوئے یہ بھی مان لیتے ہیں کہ وہ کہار گھڑا بنانے کی صنعت و حکمت سے واقف ہے اور یہی طرح خلقت کی صنعت و حکمت کو دیکھ کر پیشور کے وجود کا یقین کرتے ہوئے یہ بھی مان لیتے ہیں کہ وہ پیشور خلقت کو بنانے کی صنعت و حکمت والا ہے۔

لیکن کیا اسی کو پریش کرنا کہا جاسکتا ہے۔ اور کے سوتر سے تو صاف واضح ہو رہا ہے کہ پریش پرمان کی جو تعریف (یعنی پیش گوتم مہاراج مصنف مینا درشن کر رہے ہیں اس کو مد نظر رکھ کر کہار کو پریش کر لینے کے معنی ہیں کہ ہم آنکھ سے اسکی صورت دیکھ لیوں کان سے اسکی آواز سن لیوں جلد سے اسے چھو کر محسوس کر لیوں اور اس سے گفتگو کر کے معلوم کر لیوں کہ وہ ایک زندہ دی روح انسان ہے۔ یا یوں سمجھئے کہ ہم اسکو گھڑا بنانے والے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیوں اور گھڑے کے متعلق وہ جن صنعت و حکمت وغیرہ کا علم رکھتا ہے اسکو ہم اپنے علم کی تسلی کے لئے اس سے بذریعہ گفتگو معلوم کر لیوں یعنی یہ کہ وہ دراصل ان سب کاریگریوں سے واقف ہی نہیں وغیرہ وغیرہ کیونکہ بغیر ایسا کہے ہوئے سوتر کے پورے معنی کی تعمیل نہ ہونے سے ہم سرگز بھی نہیں کہہ سکتے کہ ہم نے کہار کو پریش پرمان سے جان لیا ہے صرف اس کے بنائے ہوئے گھڑے کو دیکھ کر (بغیر اسکو اپنے حواس سے محسوس کئے ہوئے) ہم سرگز بھی نہیں کہہ سکتے کہ ہم نے کہار کا علم پریش کر لیا ہے! یہی طرح ناظرین! پیشور کا علم بھی ہم سرگز ہی پریش نہیں کر سکتے کیونکہ سوتر کے مطابق عمل کرنے لیکے ہمارے کسی حواس کی دماغ تک پہنچ نہیں ہے۔

اب اگر یہ کہا جاوے کہ سوامی جی تو مانتے ہیں کہ کسی شے کو پریش کر نیلے۔ لئے صرف اسکی صفتوں کا علم حاصل کرنا درکار ہے پس کچھ یہ ضرورت نہیں ہے کہ اس موصوف کہاں کوئی ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں تب ہی ہم اسکو پریش کر پاویں۔ تو اسکا جواب یہ ہے کہ جتنا اس کہاں کی صفتوں ہی کا علم حاصل کرنے کی کوشش کیجئے۔ پھر بھی سوامی جی کا دعویٰ ہے دلیل رد ہو جائیگا۔

اب کہاں کی صفتوں پر نظر دوڑائے۔ جس طرح سوامی جی نے ذائقہ بود غیرہ کا زمین میں ہونا اسکی صفتیں بتلائی ہیں اسی طرح ایک کہاں کی صفتیں یہ بولگی کہ وہ ایک ذی روح انسان ہے وہ ہاتھ سے چاک بگھو ماتا ہے۔ وہ تلی کو ہائی میں گوند مٹاتا ہے وہ ڈور سے گھڑے کو کاٹتا ہے۔ وہ ان گھڑوں کو با ترتیب رکھتا چلا جاتا ہے وہ پڑا وہ لگا کر انکو بکاتا ہے بعدہ خریداران سے قیمت لیکر فروخت کرتا ہے وغیرہ اس کہاں کی صفتیں گھڑ بنائی کی متعلق ہوئیں۔ پس ظاہر ہے کہ ہم گھڑے کو دیکھ کر یا گھڑے کی صفتوں کا علم حاصل کر کے اسے پریش کر لینے پر بھی اس کہاں کی ان سب متذکرہ بالا اوصاف کو پریش نہیں کر پاتے (چاہے خیال دوڑا لیں کہ وہ گھڑے کا فاعل کہاں یوں کرتا ہوگا اور بیٹوں کرتا ہوگا) اسی طرح ہم اس خلقت کو پریش کر لینے پر بھی اور یہ تصور کر لینے پر بھی کہ اسکا فاعل پریشور اسکی صفت و حکمت وغیرہ کا نگری کا علم رکھتا ہے اس پریشور کو پریش ہرگز ہرگز بھی نہیں کر پاتے۔

ناظرین! سوامی جی فرماتے ہیں کہ کسی شے کی صفتوں کا علم جب ہم اپنے حواس وغیرہ سے کر لیں تو پھر اس شے (موصوف) کو بغیر پریش کے ہوئے اسکا علم ہمیں ہو جاتا ہے لیکن یہ کوئی آریہ صاحب یہ تو بتلا دیں کہ صفت اسے موصوف سے علیحدہ کیا رہ سکتی ہے ہم جس شے کی صفت کو محسوس کرنے لگیں گے تو کیا وہ موصوف بھی بذات خود محسوس نہ ہو جائیگی۔

واہ! یہ سوامی جی کا جان بوجھ کر لوگوں کو مغالطہ دنیا میں تو اور کیا ہے۔ کیا سوامی دیانند جیسا عالم فاضل ایسی ادنیٰ سی ادنیٰ بات سے بھی کہی نا واقف ہو سکتا تھا کہ صفت اپنے موصوف سے علیحدہ نہیں رہ سکتی۔ مگر پھر بھی ہم انکی تحریر اس اصول موضوعہ کے خلاف پارہے ہیں تو کیا اسکے سوا اور کچھ کہا جاسکتا ہے کہ یہ سراسر جان بوجھ کر دھوکا دیا جا رہا ہے

اور اگر ایسا نہیں ہے تو آریہ صاحبان ہماری بات کو رد کریں۔

اس بارہ میں ہم دوسری مثال نہ دے کر سوامی جی کی ہی پیش کردہ مثال کی پڑتال کرتے ہیں۔ سوامی جی نے زمیں کی مثال دی ہے پس اگر ہم وہ تمام صفیتیں زمین کی جنکا پر تشکیل اپنے حواس سے کر سکتے ہیں اس سے ملحدہ کر دیویں تو درہ کوئی علم کسٹری *chemistry* جانتے والے صاحب بتلا دیں تو سہی کہ پھر زمین میں رہ ہی کیا جاتا ہے یعنی اگر ہم زمین میں سے اسکی صفیتیں بس صورت ذالقیہ اور بو کو ملحدہ کر دیویں (بشرطیکہ ایسا کر سکتے ہوں) تو پھر بھلا وہاں باقی کیا رہ جائیگا اور پس یہ کہنا ہی غلط ہے کہ اگر ہم کسی شے کی صفیوں کا ہی تشکیل کر دیویں تو وہ موصوف بھی (جنکا تشکیل مہینے نہیں کیا) تشکیل ہو جاتا ہے بلکہ دراصل تو یہ بات ہے کہ صفیتیں اپنے موصوف سے علیہ ہو ہی نہیں سکتیں اب سی بات کو کہار کی مثال پر لکھائے۔ ہمارے سامنے گھر موجود ہے گھر سے کو دیکھ کر (یعنی اسکا علم یقینی حاصل کر لینے پر) ہم یہ تو معلوم ہو گیا کہ اس مفعول کا فاعل ایک کہار ہو گا لیکن ہم نے چونکہ اس کہار کی صفیوں کو تشکیل نہیں کرایا (کیونکہ صفیتیں اپنے موصوف کہار سے ملحدہ نہیں ہیں) اسوبہ سے ہرگز بھی محض گھر سے تشکیل کر لینے سے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ ہم نے کہار کو تشکیل کرایا۔ ہاں گھر سے کی صنعت و حکمت کا جو قیاس ہم کو اس گھر سے کے دیکھنے سے ہو گا اور جو ہم یہ خیال کرینگے کہ اس گھر سے ک فاعل کہار میں نملہ دیگر صفیوں کے ایک یہ صفت بھی ہوگی کہ وہ ایسا گھر اپنا نیک فاعل کر سکا یہ ہمارا قیاس ہرگز بھی یقینی علم (تشکیل پرمان) نہیں ہے کیونکہ ہم نے تو اس کہار موصوف اور نہ اسکی صفیوں کا علم اپنی حواس کے ذریعہ حاصل کیا ہے اور سوتر کے مطابق جب تک ہم کسی شے کو (یا سوامی جی کے مرضی کے مطابق اسکی صفیوں کو) اپنے حواس وغیرہ سے محسوس کر کے یقینی علم نہ حاصل کر دیویں تب تک ہرگز ہرگز بھی تشکیل پرمان سے ہمیں اسکا علم حاصل ہونا نہیں کہا جاسکتا چنانچہ گھر سے کو دیکھ کر جو کہار کی صنعت و حکمت وغیرہ کا علم ہو گیا ہو تا ہی وہ محض قیاسیہ علم ہے جو کہ ایک طرح فرضی خیال مبنی ہے (پس تشکیل پرمان کے اندر کیونکر آسکتا ہے) اسی طرح ہم اس خلقت کو تشکیل کر کے اسکی صنعت و حکمت سے یہ قیاس تو کر لیتے ہیں

کہ اسکے خالق پرشور کی صفوں میں سے اس خلقت کی صنعت و حکمت وغیرہ کر سکتا بھی ایک صفت ہوگی لیکن ہم چونکہ (پریشور) کی صفوں کا (جو اپنے موصوف سے علیحدہ نہیں ہے) علم اپنے حواس و دل وغیرہ سے ہرگز نہ گزرتا بھی نہیں کر سکتے اسوجہ سے یہ کہنا محض نادانی ہے کہ ہم پریشور کا علم پریشی پرمان کے ذریعہ حاصل کر سکتے ہیں۔

اور اگر بالفرض ہم سوامی جی کی اس بات کو تسلیم ہی کر لیں کہ اس پریشی دنیا میں صنعت و حکمت وغیرہ صفات کے پریشی کرنے سے (اُن کا موصوف) پریشی پریشی ہے (یہ لکیر شد بہ عبارت خاص سوامی جی کی ہے) تو چونکہ صفت اپنے موصوف سے علیحدہ نہیں رہا کرتا پس اسکے صاف یہی ہو جائیگا کہ پریشور موصوف خود بخود اس پریشی دنیا کی شکل میں تبدیل ہو گیا ہو یا دوسرے الفاظ میں یوں سمجھئے کہ وہ اس کائنات کا اوداواں کا اینا (علت مادی) ہے لیکن یہ بات سوامی جی کے تحت خلاف ہے پس آریونکو جی سے پچھا چوڑائی ہوئے اونٹ آئے پڑ جائیگا کیونکہ دنیا میں مخصوص صنعت و حکمت وغیرہ صفات کا پریشی کر کے ہم اُس شے کا علم

حاصل کر لیتے ہیں مثلاً وہ زبان حال کو اظہار کر رہے ہوں اور نہ پریشی نہ کہا جائیگا) مثلاً اگر کہا جاوے کہ گھڑے میں مخصوص صنعت و حکمت وغیرہ صفات کے پریشی ہونے سے اُن کا موصوف) کہا بھی پریشی ہے تو ذرا کوئی صاحب اس بات کو ثابت تو کریں کہ یہ کیسے ہو سکے گا یعنی یہ کہ گھڑے میں مخصوص صنعت و حکمت وغیرہ صفات کا پریشی کس طرح ثابت کیا جاوے گا اول تو سوال یہ ہے کہ وہ مخصوص صنعت و حکمت وغیرہ کس کی صفات ہیں اگر (گھڑے کی حالت میں) وہ کہاں کی صفات ہیں تو سوال یہ ہے کہ صفت اپنے موصوف سے علیحدہ نہیں رہا کرتی چنانچہ کہاں کی صفت ہو کہ صنعت و حکمت ہے وہ گھڑے میں کیونکر جا موجود ہو سکتی۔

(واہ! پھر تو وہ گھڑا ہی کہاں ثابت ہو جائیگا شاہ بائیں) پس اگر کہاں موصوف کی صفت اُس سے علیحدہ نہیں ہو سکتی تو یہ فقرہ ہی غلط ہے کہ گھڑے میں مخصوص صنعت و حکمت وغیرہ صفات کے پریشی سے اُن کا موصوف کہاں ہی پریشی ہے پس سوامی جی کا یہ فقرہ بھی

غلط ثابت ہو گیا کہ اس پرکیش دنیا میں مخصوص صنعت و حکمت وغیرہ صفات کو پرکیش کو انکا موصوف پریشور پرکیش ہے۔ البتہ انکو موصوف میں یوں کہہ سکتے ہیں کہ اس پرکیش دنیا میں مخصوص صنعت و حکمت وغیرہ صفات کے قیاس (انومان) سے اسکی خالق پریشور کے وجود کا ثبوت ہے۔

لیکن پرکیش پرمان کو پریشور موصوف یا اسکی صفتوں کا علم ہم ہرگز نہیں حاصل کر سکتے۔ ناظرین! اور تو فیسیا نیا خود سوامی جی کے چیلرا کی اس رائے سے متفق نہیں ہیں یعنی پنڈت تلپی رام صاحب اپنی کتاب بھاسکر پرکاش کے صفحہ ۱۱۱ سطر ۱۱ پر صریح فرما رہے ہیں۔

ایشور پنچ خواں کاوشے (منقول یا مضمون) انہیں ہے اسکی ایشور کے بارے میں پرکیش لفظ کی مراد نیا ورکشن سے نہیں ملکتا اور جو نیا ورکشن کے اس

سوتر میں (یہ وہی سوتر ہے جسکیا ہاں ذکر ہے) کہا گیا ہے کہ خواں کو محسوس کر لینے پر جو علم ہوتا ہے وہ پرکیش پر وہاں بھی پانچوں خواں میں سے کسی ایک کے ذریعہ بھی محسوس کر لیں گے پرکیش غبار یعنی کوئی شے آنکھ کاوشے (شکل وغیرہ) نہ ہو اور کان کاوشے (آواز) ہو تو وہ بھی پرکیش کہا جائیگا۔

اب کہئے ناظرین کیا اوپر کے اس اقتباس میں آریہ سماجی معزز پنڈت تلپی رام صاحب سوامی جی کو رائے کی صاف اور کھلے الفاظ میں تردید نہیں کر رہے ہیں اب بھی جو متعصب آریہ سماجی نہ مانتے تو لاچار ہیں۔

اور یہی بات ہم ادینشدوں میں پاتے ہیں جسکا بالکل ہی بالکل برعکس سوامی جی کی تعلیم ہے لیکن اگر کسی آریہ سماجی کو یہ دعویٰ ہے کہ سوامی جی کی رائے صحیح ہے تو انکے منظور کردہ دین ادینشدوں میں سے وہ سوامی جی کی اس رائے کی شہادت میں صرف ایک ہی پرمان (حوالہ) نکال کر پیش کر دیں جس میں صاف یہ لکھا ہو کہ:-

پریشور کا علم ہم پرکیش پرمان سے حاصل کر سکتے ہیں (یہی ہی لکھا ہو کہ) کہ پریشور کی صفتوں کو ہم اپنی خواہش کے ذریعہ پرکیش کر سکتے ہیں۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ سوامی جی کے منظور کردہ دین ادینشدوں میں ایسا فقرہ ہرگز نہیں مل سکتا اور اگر کوئی صاحب تلاش کر دیں تو انکو مبلغ ایک سو روپیہ الفام دیاجاویگا (بقیہ شرائط الفام کے لئے دیکھو صفحہ ۱۱۱)۔

اور اوپنشدوں کو ہی حوالہ جات پر زور اس لئے دیا جاتا ہے کہ علم الہی یعنی برہم بدیا کیلئے سنسکرت میں
صرف اوپنشدیں ہی مخصوص سمجھی گئی ہیں اور سوامی جی نے دشن اوپنشدوں کو مستند بھی تسلیم
کر لیا ہے۔

اب ہم سوامی جی کی رائے کے خلاف چند حوالہ جات اوپنشدوں سے نکال کر درج
کئے دیتے ہیں جن سے معلوم ہو جائیگا کہ سوامی جی سرسرن ان بزرگ عالم فاضل رشی مہرپوں
کی تعلیم سے بالکل برعکس ہدایت کر رہے ہیں لیکن تیسرے بھی متعصب آریہ سماجیان بجائے اسکے کہ سوامی
دیانت کی غلطیوں کو شتر کرتے اور لٹا ان کو سی رشی مہرپوں کا خطاب دے رہے ہیں۔
اب کہیں اوپنشد کے دوسرے کھنڈ ہے، شتر (سیرے سے آہٹوں تک) ذیل میں مغلطی
ترجمہ نقل کئے جاتی ہیں:- وہو ہدا

न तत्र चक्षुर्गच्छति न नागगच्छति नो मनो न ति-
-द्वो न विजानिमे स चैतदनुशिक्षादन्यदेव तद्विदिता-
-दयो अनिदितादधि । इति शुश्रुम पूर्वेषां मे तस्तद्वा-
-चचाक्षरे ॥ केनोप. एं. २ मं. ३ ॥

न तत्र चक्षुः^१ गच्छति^२ न वाक्^३ गच्छति^४ न मनः^५ न
विद्^६ न विजानिमे^७ यथा एतत्^८ अनुशिक्षात्^९ अन्यत्^{१०} एं
तत्^{११} विदितात्^{१२} अथ^{१३} अनिदितात्^{१४} अधि^{१५} । इति^{१६} शुश्रुम^{१७} पूर्वेषां^{१८}
ये^{१९} के^{२०} तत्^{२१} वाचचाक्षरे^{२२} ॥

آرٹھ:- (۱) وہاں (پیشور تک) (۲) آنکھیں (۳) نہیں (۴) جا سکیں (یعنی اوسکو
دیکھ نہیں سکتیں) (۵) آواز (۶) نہیں (۷) پہنچ سکتا (۸) من (۹) یا و مان یعنی خیال غور
خوین کرنا (۱۰) (۱۱) نہیں (۱۲) پہنچ سکتا (۱۳) (۱۴) نہ ہم (اوسکو) جانتے ہیں (۱۵-۱۶)
نہ (دوسروں کو) بتلا سکتی ہیں (یعنی جب ہم خود ہی نہیں جانتے تو دوسروں کو کس طرح
بتلا دیں) (۱۷) کہ کس طرح پر (۱۸) اسکے بارہ میں (۱۹) شکشا (تعلیم) کریں (۲۰) ہم
کن، بفاظ میں اوس علم الہی کو ادا کریں) (۲۱) (کیونکہ) وہ (۲۲) ظاہر (اشیاء)

سے (۱۹-۲۰) علحدہ ہی ہے (۲۱) اور (۲۲-۲۳) باطنی (اشیاء) سے بھی (محدود ہے) (۲۴) اس بات کو (۲۵) قدیم بزرگوں سے (۲۶) ہم نے سنا ہی (۲۷) جو لوگ کہ (۲۸) ہم لوگوں کو (۲۹) اوسکے بارہ میں (۳۰) اوپیش (تعلیم) کیا کرتے تھے۔

यद्वाचा न भ्रमुदितं येन वागभ्युपसते । तेदेव ब्रह्म त्वं
विद्मि नेदं यदिदमुपासते ॥ ४ ॥

परं वाचा न भ्रमुदितं येन वाक् अभ्युपसते
तदेव ब्रह्म त्वं विद्मि नेदं यदिदं उपासते ॥

ارتقا (۱) جو (۲) آواز سے (۳) نہیں معلوم ہو سکتا (۴) لیکن جس سے (۵) آواز (۶) معلوم کر لی گئی ہے (یعنی جو ان تمام آوازوں کا بنو بی علم رکھتا ہے جو ہم بولا کرتے ہیں بلکہ جنکو ہم زبان کے باہر نہ نکال کر دل ہی دلیں بولتے ہیں انکو بھی وہ پریشور جانتا ہے) (۷) اوس ہی کو (۸) تو (۹) برہم (۱۰) جان (۱۱) اور اسکورت (برہم جان) (۱۲) جس (۱۳) اس (۱۴) مادی اشیا، فانی کی (۱۵) تو پرستش کرتا ہے (یعنی ان دنیاوی اشیا میں دل نہ لگا کیونکہ یہ برہم نہیں ہے

यन्मनसा न मनते येनाहुर्मेनो मतम् तेदेव ब्रह्म त्वं वि-
-द्मि नेदं यदिदमुपासते ॥ ५ ॥ यच्चक्षुषा न पश्यति ये-
-न चक्षूंषि पश्यति । तेदेव ॥ ६ ॥ यच्छ्रोत्रेण न
श्रोति येन ओत्रमिदं श्रुतम् । तेदेव ॥ ७ ॥ यत्प्रारोणन
प्रारोति येन प्राणाः प्रणायते तेदेव ब्रह्म त्वं ॥ ८ ॥
ستر نمبر ۵-۶-۷-۸-۹ ایک ساتھ ترجمہ درج کیا جاتا ہے۔

यत् मनसा न मनते येन आहुः मनः मतम् । तदेव ब्रह्म
त्वं विद्मि ते इदम् यत् इदम् उपासते ॥ ५ ॥
यत् चक्षुषा न पश्यति येन चक्षूंषि पश्यति । तदेव ॥ ६ ॥

यत् ओत्रेण न श्रुतिरिति येन ओत्रम् इदं श्रुतम् । तत्
एव ब्रह्म ॥ ७ ॥

यत् प्राणेन न प्राणीति येन प्राणः प्रणीयते । तत् एव
ब्रह्म ॥ ८ ॥

(۱) جو (۱۲) من ادل و دماغ سے (۳-۴) غور و خوض وغیرہ کے ذریعہ نہیں معلوم ہو سکتا
(۵) (لیکن) جس سے (۶) (یہ) من (۷) متحد کیا گیا (یعنی اس کے غور و خوض وغیرہ افعال کے
اندرونی تہ میں بھی دس برہم کی موجودگی) (۸) کہا گیا ہے۔ (۹) اکس ہی کو (۱۰) تو (۱۱)
برہم (۱۲) جان (۱۳) مت اسکو (برہم سمجھ) (۱۴) جس (۱۵) اس (دنیاوی اشیا، مادی)
کی (۱۶) تو پرکشش کرتا ہے :-

(۱) جو (۱۷) آنکھوں سے (۳-۴) نہیں دیکھا جاسکتا (۵) (لیکن) جس سے (۶) آنکھیں (۷)
دیکھی گئی ہیں (کیونکہ وہ ان آنکھوں کے اندر ہی موجود ہے) (۸) یا جو آنکھوں سے دیکھی جائیوالی
اشیا کو پہلے سے ہی دیکھ ہوئے ہر (۸) اوسکو تو برہم . . . ایفا۔ (۹) آگے وہ ہی
عبارت دہراؤ)۔

(۱) جو (۱۲) کانوں سے (۳-۴) نہیں سنا جاتا (یعنی جسکی آواز ہم اپنے کانوں سے نہیں سن
پاتے یا جو بذات خود کوئی آواز نہیں ہے کہ ہم اسے سن لیں) (۵) (لیکن) جس سے (۶) یہ (۷)
کان (۸) سنے گئے ہیں (یعنی ان کانوں میں جو آوازیں آتی ہیں اُن آوازوں کو اس برہم نے
ہمارے سننے سے قبل ہی سن لیا ہو یا یہ کہ وہ ان کانوں کے اندرونی سے اندرونی پردوں
کے بھی اندر موجود ہے) (۹) اوسکو تو برہم . . . ایفا۔

(۱) جو (۱۲) پرائوں جنی سانس سے (بذریعہ ناک کے) (۳-۴) (دم لینے کے مانند)
نہیں کنجیا جاسکتا یا ناک سے جس طرح ہم خوشبو بدبو کو معلوم کر لیتے ہیں اس طرح اس برہم کو
ناک سے نہیں معلوم کر سکتے کیونکہ وہ سانس یا خوشبو بدبو کی مانند کوئی شے نہیں ہے)۔

(۵) لیکن جس (۶) یہ پران یا سالن (۷) کینچ لیا گیا ہو (یعنی جو اس ہوا کے اندر اس خوب
 ہو کے اندر بھی موجود ہے جس سے ہم دم لیتے ہیں اور وہ درم ہمارے ناک کے اندر بھی موجود ہے
 (۸) اوس کی تو برہم ۔۔۔۔۔ ایسا

ناظرین! یہ کیسے اوپنشد کے منتر ہیں۔ اگرچہ ایسے حوالہ جات اوپنشدوں میں بے شمار پائے
 جاتے ہیں لیکن بوجہ طوالت ہم صرف انہیں پر قناعت کرتے ہیں۔ اور ہمیں یہی تعلیم قرآن شریف
 میں بھی ملتی ہے چنانچہ حسبِ نیل آیت ناظرین ملاحظہ فرمادیں۔

لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارُ وَفِي النَّفْسِ أَفْلاكَ بِصُورٍ
 ترجمہ نظریں تو اسکو معلوم کر نہیں سکتیں اور نظروں کو وہ خوب جانتا ہے اور خود تم میں تو کیا تم کو بوجہ نہیں
 واضح ہو کہ کہیں اوپر کے منتر دن کو دیکھ کر کسی صاحب کو یہ شک نہ پیدا ہو جاوے کہ اگر ہماری
 آواز (دعا وغیرہ) اوس برہم تک نہیں پہنچ سکتیں ورنہ ہم غور و خوض وغیرہ کے ذریعہ بھی اوسے
 معلوم کر سکتے ہیں تو پھر ہماری عبادت و بندگی وغیرہ کرنا فضول ہی ہو گا۔ نہیں یہ بات ہرگز نہیں
 ہے چونکہ یہ بحث ہمارے مضمون سے باہر ہے اسوجہ سے ہم اس پر بیان کچھ نہیں کہہ سکتے کیونکہ یہ
 بذاتِ خود ایک پورا مضمون ہے مگر اس قدر بیان کر دینا ضروری ہے کہ ان منتر دن میں
 یہ بتلا یا گیا کہ حسبِ قول سوامی دیانند سرسوتی مہاراج کے اگرچہ ہیں کہ اوس برہم کو اپنے ان حوالے
 سے پر تنکیش کر لیوں (یعنی اوسکا یقینی علم کر لیوں)۔ یا کوئی ناشک یعنی دہریہ اگر یہ کہنے لگے
 جلدی کہ تمکو پر تنکیش ہو پر دکھلاؤ کہ پیشور کیسا ہے تو ہم اوسے مائیں گے ورنہ نہیں تو شک ہی مصنف
 کیوں وپنشدان منتروں کے ذریعہ یہ ظاہر کر رہے ہیں کہ ہم اوس برہم پر پیشور کو ان اعضا جہاں
 کے ذریعہ ہرگز بھی نہیں معلوم کر سکتے اور پس پر تنکیش پر مان سے اوسکا علم یا اوس موصوف کی صفیات کا
 علم چونکہ صفتیں اپنی موصوف سے علحدہ نہیں رہا کرتیں ہم نہیں حاصل کر سکتے۔

ناظرین! آپ یسکر نہایت تعجب کریں گے کہ سوامی دیانند سرسوتی
 مہاراج خود ہی اپنی اس تحریر کی تردید کر گئے ہیں جن آریہ صاحبان
 کو میری اس بات پر یقین نہ ہو وہ اردو دستیار تھ پر کاش صفحہ ۶۴ ۱۲ سوال نمبر

سطر ۱۱ اس سے آگے کی عبارت کو ملاحظہ فرمادیں جبناحسب میل تحریر بھی موجود ہے

دو۔ سوال

(دیگرہ کئی سو ترسانکمہ شائستہ کے معترض نے پیش کئے ہیں جنہ آگے کی عبارت میں ہے)
ثبوت ایسے ایشور کا جس پر تیکش (ثبوت احساس) مایہ کیا جاسکے
حاصل نہیں (سانکمہ ورش ۱-۹۲)۔۔۔۔۔

جواب (از جانب سوامی جی) اس جگہ مراد یہ ہے کہ

ایشور ثابت کرنے میں تیکش پر مان (ثبوت احساس)

نہیں مایہ ہوتا۔

کہئے ناظرین! اس سے بڑھ کر اور کیا دلیل کسی دعوے کی
تردید کیلئے درکار ہے کہ خود مدعی اپنا دعویٰ واپس لے لیوے۔ یا دوسری
الفاظ میں یوں سمجھئے کہ سوامی جی خود اپنی اس تحریر (مضمون زیر بحث) سے
اد پر کا فقرہ بالکل متفاد لکھ رہے ہیں۔

پس کیسے تعجب کی بات ہے کہ سوامی جی کو کم از کم اگلا پھلا مضمون بھی یاد نہیں رہا
کہ تا کہ وہ پہلے کیا کہہ چکے ہیں اور اب صاف اوسکے خلاف فرما رہے ہیں۔

اگر اب بھی ہمارے منہ بھر آ رہے صاحبان نہ مائیں کہ سوامی دیانند کی تصانیف میں
غلطیوں کی بھرمار ہے اور ان سے کنارہ کسی اختیار کئے بغیر انکا کلیان (قبلائی)
نہیں ہے تو لاچار می ہے۔

ناظرین! آئے ہم آپ مل کر اوس مذکورہ بالا صفحوں سے مومنوں پر
برہم پرشیور سے دھارنا لگیں کہ وہ ہماری آ رہے بیانیوں کو ایسی عقل عطا کرے کہ وہ گو
سوامی دیانند کی غلطیوں کے پیچھے چل کر گمراہ نہ ہوں۔ بلکہ غلطیوں کو ترک

کر کے سچائی کو قبول کریں۔

श्रेष्ठम सहनावदतु सानौ भुनक्तु सह वार्य्यं कल्पानहै ।
तेजस्वितावधौतमस्तु मा विद्वेषानहै ॥ १ ॥

اے پرہیزگار ہمتی! ہم لوگوں کی ساتھ ساتھ حفاظت کیجئے۔
عیش و آرام کا سامان ساتھ ہی ساتھ دیجئے۔ طاقت دیجئے۔ تیج (جاہ و جلال)
والا کیجئے اور ہم لوگ آپس میں ایک دوسرے سے بھائی و دشمنی نہ کریں ایسی
مہربانی ہم پر کیجئے تاکہ ہم آپ کی خاص طاقتوں کو حاصل کر کے تعصب پختہ و عمر می
اور بغض و غیرہ کو ترک کر کے آپس میں محبت سے برتاؤ کرتے ہوئے سچائی کو
قبول کریں اور غلطیوں کو ترک کریں۔ اتنی اوم شانتہ۔

اوتار کی فلاسفی معجزات و کرامات

آریہ صاحبان اوتار کے قابل نہیں ہیں اور جو کہ سنسکرتی بند و صاحبان یہ کہتے ہیں کہ ان کے دیوتاؤں میں سے کون جو جی نے ہم مرتبہ میں دنیا میں جس خاص جسم حاصل کر کے پڑجرات و کرامات عوام پر روشن کئے ہیں پس ان باتوں کی آریہ سماج بڑے پُر زور الفاظ میں کھنڈن کرتی ہے۔ اس بارہ میں بحث کرنے سے قبل ہم ایک کتاب سے کچھ عبارت ذیل میں نقل کرتے ہیں جس سے نظرسن کو معلوم ہو جاوے گا کہ جہاں آریہ صاحبان ہندوؤں کے اوتاروں کو خوب بکٹی کٹی شنائتے ہیں وہ خود اس منکر میں غلطیاں نظر آتے ہیں کہ کسی طرح سوامی دیاتندہ سہ تپتی مہاراج کو ہی اوتار ثابت کر ڈالیں۔

یہ کتاب نابو برج ناتھ صاحب بی۔ اے کی تصنیف کردہ ہے انہوں نے دہلی دربار کے موقع پر اسے تقسیم کرانیکے لئے آریہ پرانی مذہبی سبھا مالک متحدہ آگرہ اور اودھ کے ذریعہ شائع کر دیا تھا۔ اس کا نام ہی آریہ سماج کیا ہے۔ یہ کتاب ہندی میں ہے پس ہم نے اردو میں الفاظ تبدیل کر دی ہیں

यदा यदा हि धर्मस्य श्लानिर्भवति भारत ।
अभ्युत्थानमधर्मस्य तदात्मानं संजाम्यहम् ॥

भागवत १-१०-२५

”یہ بھگوت گیتا چوتھی ادھی کا ساتواں شلوک ہے اس کا ترجمہ یہ ہے کہ اے جی، جب جب دھرم کی منتزلی ہو جاتی ہے تب تب ادھرم کو طہر سے اڑکھاڑنیکے لئے یہ ہیورکت چوڈان۔
رنجات یافتہ لوگوں کو پیدا کرتا ہے۔

نوٹ (د) ضعیف ہو کر مصنف نے اس شلوک کا صحیح ترجمہ نہ ظاہر کر کے عوام کو بڑا بھاری مغالطہ دیا ہے لکیریں عبارت قابل غور ہے۔ آگے اس پر بحث ہوگی۔

نہایت تاریکی کے زمانہ میں
آریہ سلج کے بانی کا شہد گئی
(سبارک آمد) ایکیشوریہ
شم اذنی قانون کا قاعدہ
تھا۔

جسوقت احاطہ یمنی اور مالک متحدہ آگرہ و اورہ کے باک نیک
دل خوش کن ابرج بھومی یعنی تھہریں ایک فرقہ کے آپریوں
بزرگوں اگلے اپنی حیوانی ناشائستگی اور بچہ جی غیر دسی اپنے فرقہ کو ملک
لگا کر ہوئے اور اپنے ہوئے بھال چیلوں سے بشواس گھات (انتباہ)
جما کر دغا بازی کرتے ہوئے سیکڑوں نہیں ہیں ہزاروں نیک چلن
سادہ دل شکستہ رجنے دل میں کوئی خیر نہیں ہے ایسی پاک
رکیوں کا جنہوں نے اپنے خاوند گھر کو دیکھا تک بھی نہیں تھا پتی برت دھرم رفاہندی کی اطاعت
و عصمت کی حفاظت بگاڑنا مشرعی کر دیا اس ہی وقت ایک مہرشی پریشور کا پیار لڑکا اپنی ماں
کی گود میں پل رہا تھا جسوقت بنگال کے تعلیم یافتہ سوسائٹی میں دیدوں سے خد ف افعال کامل
زور سے ہو رہا تھا اور وہاں کی زرخیز زمین اور گھنے جنگل سے بھرے ہزار ہا اور پاک دریاؤں
کا پانی وغیرہ خوفناک کانی کو خوش کرنے کے لئے جانوروں کے خون کے لال رنگ سے رنگے
ہوئے ایک عجیب و غریب دھندلے تھے اور جتنا تھکا ہوا کامند رہندہ کے کنارہ پر کھڑا ہوا اس کے تیز
لہروں کی پرواہ نہ کرتا ہوا اپنے ناشائستہ شکل اور کرتوت سے لوگوں کی استھاؤں (ردھوں) کو
دھم دہک کے نفرت و رینوات اور پیشینہ کر رہا تھا اس ہی وقت وہاں کی پشلی مشرعی شیطانی طاقت
کو پھر سے دیوتا فرشتہ بنانیکے لئے اور اون راکشسوں کے گھروں کو دیوتاؤں کا مکان
بنانیکے لئے اور اس ناپاکت میں کوشی بھومی بنانے کیلئے ایک کچھ مہاتما اپنے باپ کے گھر میں تعلیم
پارہ تھا جس وقت مدراس و ردوسرے احاطوں میں جھوٹی جھوٹی گائتری منتر بنا کر انکے ذریعہ
یا خوبصورت و تہذیبیوں کے ذریعہ دل بٹھا کر یا قحط زدہ لوگوں کو اور پرائیوٹوں کی کہانیوں و
دیشیوں سے دیکھل استھاؤں کو پادری لوگ بدک دھرم سے چھتے چلے جاتے تھے اس ہی
وقت نزدیک کے کنارہ پر ایک عابد بہن اپنے باپ کی دولت کو لات مار کر اپنے آٹھائی لائق
کیلئے اور دھرم و عیشک رہا تھا جسوقت کہ ایک طرف بہت لوگ سلی اور مغربی ہند میں محمد
کے جہنم کے نیچے آچکے تھے اور دوسری طرف مغربی مالموں کی سائیں اور فلاسفی کے سامنے
سیلے کے عالم لوگ سحر جادو کا سرنگھڑا مادہ پرست بن چکے تھے اور براڈ لاک کے چیلے بننے چلے جاتے تھے

اوس ہی وقت و دہالہ کے کندرا (کھود) میں بیٹھا ہوا یا پہاڑ کی چوٹی پر آسنا ہوئے پریشور
کے (ریخہ عشق) اور آردھنا (یاد الہی) میں لگن۔ گوتم کیل کنڈیل ویاں شیشٹ یا رام کرشن
بھیشم اور بدھ جیسے آریہیل بناؤ کی تدبیر سوچ رہا تھا جس وقت کہ کاشی (بنارس) کے پنڈت بھما

غزور کی چوٹی پر بیٹھے ہوئے ॥ श्री शद्धौ नाथोपातामिति श्रुते ॥

سویوں اور شودروں کو نہ پڑانا چاہئے اس بات کا اہمظا کرتے ہوئے ویدوں پر بالکل ہی
اپنا قبضہ کر رہے تھے اور جس وقت کہ ویدوں کے نام پر پڑے بڑے تیر تھ کے مقامات نہ کاری
اور شراب خواری کے مرکز بنے ہوئے تھے اوس ہی وقت ایک دندئی سنیا سی ایک لندھی
باتھے دندئی سنیا سی کے پاس ان سب خودیوں کو چن چن کر دینے اور ویدوں کی روشنی ظاہر کرنے
کے سے ویدوں کی تعلیم پارتے تھے۔

کیوں نہ ہو باخلقت کی پتا (باب) پر ماکب اس بات کو دیکھ سکتے تھے کہ لوگ اُن کے گین
عام کو بھول جاویں اور کھوئے راستہ پر چلتے رہیں۔ یہ نہیں کی مہر پانی کا نتیجہ ہے کہ حسبِ حرم
کی کمی ہوتی ہے تو پتا تاملت جیوں (نجات یافتوں) کو میں یہ سے گن ہوں کے بوجھ سے ہٹا کرنے
کے دیکھتے کرتے ہیں اس ہی قانون کے مطابق یہ سخن کے باقی سو می دیا نند وید ونگا لیمت ہاتھ
میں لے ہوئے اوس زمانہ میں سے جبکہ چاروں طرف تاریکی ہی تاریکی تھی۔

ناظرین! اب بتلائے کیا اور پر کے مضمون میں اچو کہ ایک گرجیوٹ آریہ صاحب کی معنفہ
کتاب میں ہے اور وہ کتاب ہی آریہ پر پتی ندی سبھی کی جانب سے شانت ہوئی ہے پس وہ قابلِ اعتبار
ہو سکتی ہے (یہ نہیں ثابت کیا جا رہا ہے کہ سو می دیا نند اوتا تھے۔ ہاں لفظ اوتا نہ کہا مکت
جیو کہ یہ تو اس سے کیا ہوتا ہے یہ تو فطری فرقہ ہے ہم اپنے لنگھن کو شیر کہا کرتے ہیں۔ اسی طرح
اپنے چھوٹے بچوں کے میوں نام پیار کے رکھتا کرتے ہیں اپنے کسی عشوق کی تعریف میں لغات کو
سارے اُن لفظوں کو جنکو ہم چھتا سمجھتے ہیں استعمال کر ڈالتے ہیں منجھ لفظوں سے کوئی بحث نہیں
ہے فقط کوئی ہی استعمال کر لے جاویں۔ اس سے بحث نہیں بلکہ ہمارے اُن لفظوں سے ظاہر کیے جانے
واں شر کی مراد یعنی چاہئے زید کو اوسکا بھتیجا کہا کر چکا یا ہر اوسکا بھتیجا یا، کہتا ہر اوسکا بھتیجا اور سے باب
کہتا ہے اوسکا پوتا اور سے داد کہتا ہے اسکا نانی اور سے نانا کہتا ہے تو ہم یہی فیصلہ کیا کرتے ہیں کہ ہم اسکو

مستزید ہی کہہ کر چارنگے باوجود مکہ وہ ہی شخص چچا مانا داد اور غیرہ الفاظ سے پکارا جاتا ہے
اسی طرح چچا آریہ صاحبان ملک پرش کہہ لیویں مسلمان صاحبان فرشتہ پیغمبر اور رسول کہہ لیویں
عیسائی صاحبان کامل نشان اور کامل جدا کہہ لیویں۔ اور سناتی ہندو صاحبان ونا کہہ لیویں۔ ان نفلی
تقرقوں کو نظر انداز کر کے ہمیں اس وقت اس بات پر بخور کرنا ہو کہ یا دتار کی فلاسفی کیا ہے اور ہم پر کیا شرکیہ
ہے اور اسکی حقیقت کیا ہے۔

مقام غور ہے کہ جس یا نند کی مردم پرستی کو جڑ پیڑ سے اوکھا ہٹا چاہا اور اوتاروں کے گھنڈن کا
پل باندھ دیا اسی کو آریہ صاحبان اب دتار ثابت کرنے یا اوتار نہ بھی ملک پرش نہ ہر کرنگے سے
پریشان نظر آتے ہیں۔

ناظرین! ہمیں کچھ ایسے نشانات بھی دکھائی دیتے ہیں کہ کسی دن سوامی ویانند کا بت
اسی طرح پوجا جانے لگے گا جیسا کہ نہ تہا تہ کی مختلف مدتوں رسوے میٹھے کھڑے وغیرہ حالت
کی موتین سوتلو گر کی لمبی چوڑی بنائی جا کر پوجی جا رہی ہیں۔ اور ان باتوں کو دیکھ کر ہم ضرور یقین
کرینگے تہ دیوہات رکھتے ہیں کہ آریہ صاحبان تمام دنیا کو مذہب کو صلواتیں سناتے ہوئے خود
جس گہرے حندق میں گر رہے ہیں اسکا انہیں خوب پتہ نہیں ہے۔ ہم یہاں پر جی اس راہ کی تائید
میں اخبار شکاری مورخہ ۱۸ اپریل ۱۹۵۸ء کا نمبر ۲۷ سے عبارت نقل کرتے ہیں۔ وہ ہونا
وہ آریہ سماج بھی نفی سے اسی مٹن کا شک ہو چلا ہے۔ برہمن گرنختوں کے مٹن میں غیرہ پر بحث کو کہہ چاؤ
تو ہم کہتے ہیں ہماری دھرم اشوری زور پر بحث ہوگی نیک سیتا رتھ پر کاش کی بدی گئی یہاں ایسا نہیں
کہتے بلکہ عموماً سکواسطرح سے کہنے بیٹھے ہیں تو یاد الہامی کہ اسے کچھ تمام رشیوں سے بڑھ کر ہم
سوامی ویانند جی کا پیش کرتے ہیں دے کے جاز پر..... اور دون کے پوہاروں کے قبلہ
میں یہاں بھی ہتھو مار چل رہے ہیں..... اور ہندو گو موتیاں رکھنے یا پوجنے سے ملزم تھے مگر ہم اب
خود بھی وہی بنیاد رکھتے جاتے ہیں شوک ابے اصولاں اور خود عرضی کی کیا رنگ چڑھایا مردم
پرست نہیں بت پرست سینکا ریادگار کے بہائے سوامی جی کی تصویریں قسم قسم کی تیار کر رہے ہیں
اور دکانداروں کی آمدنی کا ذریعہ بنایا ہے۔ بعینہ وہی نقشہ کاغذوں پر تو یہاں بھی
آگیا کہ درمیان سوامی جی اور گرد گردن باز دیگران میں کاغذوں پر تصویریں ہیں اور کہیں بیٹوں

پھر ہیں کوئی دیانند یا تندر وقت کہتا ہوا سنا جاتا ہے۔ ایک جگہ
میں نے ایک بہائی کی نسبت سنا کہ وہ سوامی جی کی تصویر کو ادب سے دیکھتا ہوا اور تیب مبارک
فال سمجھتا ہوا جیسا کہ بعد در ہار سن کی تصویر کو جانتے تھے معمولی بوٹوں کا ذکر کیا ہمارے سٹرل عام
لاہور کے سالہ جسے سرنہایت افسوس ہو دیکھا جاتا ہوا کہ سوامی جی کی بڑی تصویر بعد ہ موقع پر
چنانچہ بڑے دروازہ پر لگائی جاتی ہے یہی حال در جگہوں کا ہوا بالکل کمر عقل ممبر کی طرف جس ستر
استفادہ سے دیکھتے ہیں اسکا اندازہ تجربہ ہوا ہی لگا سکتی ہیں۔ واقعہ ہوگ گزرتے ہوئے پوچھتے ہیں
کیوں تی یہ مہاراج کون ہیں جواب یہ وہ دیانند جی مہاراج ہیں بہائی جنہوں نے یہ نتیجہ
(پچھلا ستر جھکا کر) دیکھا ہی مہاراج! واہ واہ جی ایہ بڑے پرتاپ والے ہوتے ہیں۔ دیکھو انکا کتن
پتختہ پلائی کی یوں ہی مہ جھکا دیتے ہیں یہ سمجھ کر کہ کوئی سست ہی میں۔

آریہ بہائیوں کا تعلق سے یہ یاد دلایا کہ کام کر رہی ہے کیا آپ کو پتہ نہیں کہ مذہبی آدمیوں کی تصویریں آخر کیا
نتیجہ دیتی ہیں۔ دیکھئے سماج میں جہاں ٹائیس سہان میں چھوٹوں کی قطاریں یوروں پر لگائی
ہیں کسی جگہ بوی جی کی تصویر کے ساتھ یا گرد قطار دوسری کر دیتے ہیں۔

اب فرماؤ آپ کو کہ ستر اپنا رخ بدلتا نظر آتا ہے اشارہ کریں ایک بہائی نے مجھ کو ایک بار کہا دیکھو جی
ہماری سوامی جی کی تصویر کیا مسلمانوں کی قبروں سے بھی خراب ہے؟
اگر ستر کا رخ بدلتا ہے تو ستر کی اس وقت خیر آیا کہ براہمنوں نے جنوں کی جو صد کر کے
بٹ پرستی چلائی تو کوئی نرالی غلطی نہیں کہانی۔

اب با اصول آریو آپ کا وہ جوش اور ہوس غری کہاں ہے کیا یہ نظارہ ہماری اوستی
ہوئی سید و سپر دینی پیپر نیکا ساہان ہیں استوک ارشی کا پریم چھپ ہوئے لگا۔ رشی دیانند
بیسک تو دھن کا چکا تھا تو نے اپنے علاقے پر گاؤں ہاں ماں باپ اور رشتہ داران کا نام
تک نہ بتلایا تو نے جسم کا نشان تک نہ رہے دیا تاکید کی کہ مرنے کی بعد کیا بھی کسی کھیت میں
ڈالی جائیں پس آدیکہ مرنے پر انہیں تمام شکوں کو دور کر کے ہم نے جوں تو ستر
بٹ پرستی کا راستہ نکال ہی لیا ہے۔ اور ایسی عورتی جہالت کہ جنس چھوڑا نہیں چھوڑا۔ یہاں
تہ ہندوؤں کو لکھنے دیتے تھے جو رستے مویشیاں منگوا رہی ہیں اور کہاں خود نئی تہہ کے لباس میں

ولایت تک پہنچنے لگے ہیں۔۔۔ کئی تو غرتے دیانتداری بننے لگے ہیں۔

ناظرین! آپ نے دیکھا کہ سوامی دیانند کو نہ صرف اوتار کے مانند یعنی مکت پریش ہی ماننے کے لئے آریہ سماج کے ممبر صاحبان حیران و پریشان نظر آ رہے ہیں بلکہ چپکے چپکے بت پرستی میں گرنے لگے ہیں واقعی اوپر کی تحریر کسی آزاد آریہ صاحب کی صحیح ہے ہمارا بھی ایسا ہی ذاتی تجربہ ہے چنانچہ ہمیں خوب یاد ہے کہ مانڈلا (اپر برہما) کی آریہ سماج مندر میں جو سوامی جی کی تصویر دیوار پر لگی تھی اسے ایک دن ایک آریہ لالہ نوبت رائے دوکاندار نے ہمارے سامنے بڑی عاجزی سے ہاتھ جوڑ کر نہتے کیا یہ دیکھ کر ہم نے اسے ایسا کرنے سے منع کیا تو کہنے لگا کہ جی ہم جاہل آدمی یہ باتیں کیا جانیں ہمارے دل میں تو یہی آتا ہے کہ ان مہاراج جی کو بار بار سجدہ کرتا رہا کروں۔ وغیرہ۔

خیر اگر ہم اس قسم کی باتیں محض جاہلوں کے دلوں کی ادمنگ سمجھیں تو تاہم بھی اس سے تو انکار نہیں ہو سکتا کہ سوامی دیانند کو اوتار یعنی مکت پریش ثابت کرنے کے لئے بڑے بڑے عالم فاضل آریہ صاحبان بھی حیران و پریشان نظر آتے ہیں۔ پھر ہم پوچھتے ہیں کہ وہ ہندوؤں پر کس منہ سے یہ الزام لگا رہے ہیں کہ وہ رام کرشن وغیرہ انسانوں کو پریشور کی مانند یاد رکھا اوتار مان کر ان کی خاص طور پر عزت بلکہ اونہیں کی عبادت کرتے ہیں۔ وغیرہ۔

اس سوال کے جواب میں اگر آریہ صاحبان یہ کہیں کہ ہم تو سوامی دیانند کو صرف مکت پریش (نجات یافتہ) مانتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ پریشور نے انہیں اس مکتی کی حالت سے کبھی عرصہ کیلئے یہاں ضرورت کے لحاظ سے روانہ کر دیا تھا پس وہ اپنا کام کر کے واپس چلے گئے۔ تو ہم آریہ صاحبان سے دریافت کرتے ہیں کہ پھر اگر اسی طور پر رام کرشن وغیرہ کو بھی مکت پریش مان لیا جاوے تو آپ کو کیونکر انکار ہو سکتا ہو۔ کیا جس ہی قانون کے مطابق آریہ سماج کے بانی سوامی دیانند ویدوں کا ایمپ ہاتھ میں لے کر ہوئے اس وقت آ کر جبکہ چاروں طرف تاریکی ہی تاریکی نظر آ رہی تھی تو اس ہی قانون قدرت کے مطابق جگوان کرشن مہاتما بدھ سوامی شنکر پر بھو عیشی حضرت محمد صاحب صلعم نہیں آ سکتے تھے کیا وہ قانون پریشور نے خاص آپ کے مہرشی کر ہی لئے تیار کیا تھا۔

لفظ جگوان سے آجکل لوگ پریشور کا مطلب لیتے ہیں لیکن یہ لفظ کسی بزرگ کی عزت کو ظاہر کرنے کے لئے لایا جاتا ہے جگوں کرشن یا حضرت کرشن بالکل برابر ہے۔

ناظرین آریوں کا اس سے بڑھ کر ادنیٰ تعصب ہو گا کہ جنگوں کی قومیں اپنا بزرگ تھی مہرشی سول پتھر پونا
 فرشتہ بڑا آدمی بنی مہاتما وغیرہ وغیرہ تسلیم کر رہے ہیں جنگی تعلیم نے دنیا کی کایا پٹائیکا کام کیا جنھوں
 ادھر کی دنیا اور دہرلیٹ دی جو طرح طرح کے تجربات و کرامات کے ذریعہ ہزاروں لکھوں کو رادرت
 بتلاتے ہوئے نجات حاصل کرانیکا باعث ہوئے جنھوں نے لکھوں مصیبت زدوں کے دکھ کا ایف کو
 دور کر دیا وغیرہ وغیرہ۔ ان کو تو آریہ سماجی صاحبان محض معمولی انسان بتلاتے ہیں لیکن سوامی
 دیانند کو ساتویں آسمان سے بھی اوپر سوچنا چاہئے ہیں۔

ناظرین! ہمارا یہ کام نہیں ہے کہ ہم سوامی دیانند کی سوانح عمری کو پیش کر کے اس بات کو ثابت
 کر سکیں کہ شکرین کہ آیا وہ ان مذکورہ بال مہاتماؤں کے مقابلہ میں کیا کچھ مثبت کہتے ہیں اس
 بات پر غور و خوض کر سکیں دیوینی ہم دوسرے لوگوں کی سپرد کرتے ہیں جنگوں کی باتوں میں مذاق ہو
 نہیں تو آریہ صاحبان کی بات کو ہی تسلیم کرنے مضمون پر بحث کی حقیقت کو ظاہر کرنا منظور ہے۔
 نتیجہ ہے کہ آریہ صاحبان سوامی دیانند کو تو پیشور کی جانب سے زمیں کو گناہوں کے بوجھ سے
 ہلکا کر نیکی سے پہچانیا ہوا مانتے ہیں لیکن جب ساتویں صاحبان ہی بات رام کرشن وغیرہ کی بارہ میں
 کہتے ہیں تو نہ معلوم ان کے گناہ کا کیا گناہ ہو جاتا ہے کہ وہ ان کو بلا وجہ صلواتیں سنائی گئی جاتے
 ہیں۔ ہاں شاید وہ یہ کہیں کہ جس ذمہ نگ پر ہم مانتے ہیں اور طرح وہ لوگ نہیں مانتے بلکہ وہ بہت
 سی فضول باتیں بھی شامل کر لیتے ہیں تو اس کی یہ وجہ ہے کہ وہ گوت وغیرہ تصنیفات کا جو زمانہ تھا اس وقت
 کی تحریر از خیانت ظاہر کر نیکی ذرا بچ کچھ ایسے ہی تھے۔ جواب آجکل کی شائستگی کے خلاف معوم ہونی
 میں لیکن اگر آریہ صاحبان کو اسی بات میں خوشی ہے تو ان بزرگان قوم کے حالات زندگی بھی اس طرح
 کی عبادت میں دلکنے جاسکتے ہیں جیسے کہ اوپر سوامی دیانند کو کست بکس بنائی جدید میں شمال
 ہوئی سے چنانچہ ہم نمونہ کے طور پر بھگوان کرشن کی سوانح عمری کا کچھ حصہ بالکل اسی طرح کی عبارتیں
 دھاتنے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ ہونے۔

جس وقت کسٹ کش نے اپنا پ کو قید کر لیا تھا۔ دیو کی ہیں اور اسکے خاوند بدیو کو بلا قصد
 نظر بند کر دیا تھا اور طرح طرح کے زور و قلم کرنے لگا تھا اور بدیو جی کے چھ معصوم بچوں کو بلا قصد قتل

کر ڈالا تھا تو اسی وقت پر معیثو نے سنا سنی دیوتا دشمنوں کو گناہوں کے بوجھ بٹھا کر نیکے لئے
یہاں آئیکا حکم دیا چنانچہ وہ بس دیویوں کی گھر آکر پیدا ہوئے جس وقت ان کے عرف کنس تمام ملک
کے لڑکوں کو پکڑ کر مار رہا تھا اور پوتنار کششی وغیرہ کے ذریعہ لوگوں کو نہایت تکالیف دے رہا
تھا اور دوسرے طرف راجا سمشو پال برہمنوں عابدوں، ورنیک لوگوں کو ناحق ستا رہا تھا، دوسرے
مہاراجہ جبرسندھ نے اپنی طاقت کے زور میں تمام دنیا کے راجاؤں گانا کوں دم کر رہا تھا اور طرح
طرح کے ظلم سے بندگان خد کو تنگ کر رہا تھا اسی وقت ایک کشوری کم سن لڑکا گوال لڑکوں کے
ساتھ گائوں کو چراتا ہوا یہ ظاہر کر رہا تھا کہ وہ اس گلے پیل کی پرورش اور حفاظت کر نیکیے یا
ہے جسکے مخوف نام سے ملک ہندوستان میں رعیت کی ترقی ہو سکتی ہے اور تب ہی باشندگان
ملک کو گہی دودھ کے علاوہ ملذبات وغیرہ آسانی سے حاصل ہو سکتے ہیں اور وہ لڑکا یہاں ایک
طرف تمام قصبہ کا ہر دل عزیزیت ہو رہا تھا وہاں دوسری طرف کافی وہ نامی تال سے ایک
بڑے زہریلے سانپ کو جسکے خوف سے عوام نے اس تال کا پانی استعمال کرنا ترک کر دیا تھا نکال
باہر کرتے ہوئے اپنی لاثانی طاقت کا ثبوت دیتا ہوا لڑکوں کے ساتھ گیند وغیرہ کھیل رہا تھا۔
جس وقت افغانستان اور بلوچستان وغیرہ مغربی ملکوں میں ایک پہاڑی قوم زور پکڑتی ہوئی
اپنے سردار کال یوں کے زیر سایہ نوت مار کا بانا گرم کر رہی تھی اس وقت ایک ہونہا یو جوں
کنس رکشس کو مارا اور اپنے وادین کو چیلخانہ سے باہر نکال کر ماں باپ کی آنکھوں کو ٹھنڈی کر
رہا تھا اور باوجودیکہ کنس کے باپ مہاراجہ اور گر سین اسے شاہی تخت دینے کو تیار تھے مگر وہ بادشاہت
پر لات مارتا ہوا یہ ظاہر کر رہا تھا کہ جو مہمان آتا ہوا کرتے ہیں ان کے قدموں پر بادشاہ نہیں
کی جایا کرتی ہیں مگر وہ اسکے لالچ میں نہیں آیا کرتے چنانچہ وہ اس مہاراجہ کو یہ کہہ کر تسلی دے رہا
تھا کہ بادشاہت پر تو آپ ہی رہیں البتہ انتظام سلطنت کا سہارا دینا اور دنیا سے گنگا یوں اور شریر زور
ہمعاشو کا نیست و نابود کرنا ہماری ذیولٹی رہے گی وغیرہ۔

جس وقت دہلی (سابق اندر پستھ) کے مہاراجہ یو دشمن کو زور یو دمن مصیبت پر مصیبت دے رہا تھا اور
انکی بادشاہت بھی فریبے لڑکے نہیں جو وطن کر رہا تھا اس وقت ایک حاکم نے سارنے علوم فنون
۱۵ سالک اسکو کہتے ہیں جو برہم جاری رہ کر علوم کو ختم کر کے خانہ داری کی زندگی میں داخل ہو نیکیے لئے تیار ہو گیا ہوتا۔

کہ کہ ردا میں مہاراج کے گوردھ میں ہار ختم کرنے کے بعد دلہن کے گھر کو جا رہا تھا وغیرہ۔
 ناظرین! اب آپ اس ریہ گریوٹ مہاراجہ سنسٹ کتب آریہ کلج کیا ہوتے ذرا یہ دریافت
 کیجئے کہ کیوں صاحب آپ واپس کے دوسرے ساتھی جو سوامی دیانند کو ملکت پرش (نجات یافتہ)
 تھے اور یہ تصور کرتے ہیں کہ وہ پریشور کے حکم سے نجات کی حالت سے کچھ عرصہ کے لئے آکر دنیا
 کام کر کے چھڑواں ہی کو (یعنی نجات میں) واپس چلا گئے ہیں تو ایسا ماننے کے لئے آپ کے پاس کیا سند یعنی
 اتھارنٹس ہے کہ موجود ہے یعنی کیا یہ محض زبانی مع خرچ ہی ہو یا کہ کوئی پرمان بھی ہے۔

اگر ہم سوامی جی کے اس قول کو تسلیم کریں کہ کتنی سے جیو واپس بھی آیا کرتا ہے تو تاہم بھی اس
 نتیجہ نہیں نکل سکتا کہ اس ۱۹ ویں صدی میں کوئی جیو آتا کہ کتنی سے واپس آ جاوے کیونکہ سوامی جی بتاتے
 پرکاش کے نوں سلاسل میں نجات یافتہ لوگوں کی حالت نجات کراندر رہنے لگی معاد تبدیل ہے
 اسکا خاتمہ ہمیشہ کسی پیدائش کے خاتمہ کے ساتھ ہی ہو سکتا ہے اور چنانچہ اگر وہ نجات یافتہ صاحبان
 واپس بھی آتے ہونگے تو پیدائش عالم کے آغاز میں واپس آ کر اول جسم حسب قول سوامی جی کے وہ حاصل
 کرتے ہو گئے جو جہان باب کی صحبت کے پیدا ہوا کرتا ہو گا جسکو اتنی ہی مشرتی کہا جاتا ہے اسکو ملا وہ وہ لوگ
 سلاسل میں (ا) دستیار تھے پرکاش صفحہ ۱۳۱ سطر اول پر ایوں فرماتے ہیں کہ... وہ پریشور ہم کو ملکتی
 میں آندھو گئے اگر۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ نجات یافتہ اسوقت وہاں سے واپس آتا ہے کہ جب ملکتی کا آندھ پور پورا
 بھوک لیتا ہے۔ سوامی جی نہیں مانتے کہ کوئی نجات یافتہ حالت نجات کے درمیان سے چند دنوں کیلئے کسی
 خاص ضرورت کے موقع پر چلا آوے یا پریشور اس سے روانہ کر دیوے چنانچہ سوامی جی اردو دستیار تھے
 پرکاش صفحہ ۱۳۱ سطر ۱۲ پر ایوں فرماتے ہیں :-

”وہ ملکت جیو ملکتی کو فایز ہو کے برہم میں آندھ کو تپ تپاں مہا کلپ کے عرصہ تک (بھوگتے ہیں اور
 جہنم کا پ کو چھپے ملکتی کے سکھ کو چھوڑ دینا میں آتے ہیں۔ اسکی گنتی اسطرح پر ہے کہ تینتالیس لاکھ
 بیس ہزار برس کی ایک چتر لگی۔ دو ہزار چتر لگیوں کا ایک دن رات۔ ایسے میں ن رات کا ایک
 مہینہ پندرہ ہزار برس کا ایک برس ایسے سو برسوں کا ایک پرانت کال ہوتا ہے اسکو حساب کے قاعدہ
 سے ٹیک ٹیک سمجھو۔ تینتالیس ملکتی میں سکھ ہو گئے گا۔۔۔۔۔“

(جواب) نہیں کیونکہ **अज्ञ एकपात** (جسم سے آزاد اور کیاں)۔

स पक्षे गच्छ कर्मकायसः

(وہ محیط طاقت مطلق جو غیر مجسم ہے) یہ بخروید کے مقولہ ہیں ان اقوال سے ثابت ہر کہ پریشو جسم نہیں لیتا۔ (سوال)

यदा यदा हि धर्मस्य ग्लानिर्भवति भारत ।

अभ्युत्थानमधर्मस्य तदात्मानं सज्जाम्यहम् ॥

म० गो० अ० ۴ آیت ۱۹

(یہ شلوک متنازعہ فیہ ہے) شری کرشن جی کہتے ہیں کہ جب جب دھرم نایب ہوتا ہے تب تب میں جسم اختیار کرتا ہوں۔

(جواب) یہ بات وید کے خلاف ہونے سے مستند نہیں البتہ ایسا ہو سکتا ہے کہ شری کرشن دھرم ماتا تھے اور دھرم کی حفاظت کرنی چاہتے تھے کہ میں ایک ایک جس جسم لیکر چھٹے لوگوں کی حفاظت اور بچے لوگوں کو نیست و نابود کروں ایسے معنوں میں کچھ یہ نہیں کیونکہ **पश्यन्** **शमसतां निभूतयः ॥** صلح لوگوں کا تین دھن دوسرے کو نفعیت پہونچانے کے واسطے ہوتا ہے شری کرشن اس سے ایشو نہیں ہو سکتے :-

ناظرین! آپ نے سوامی جی کا ارتھ اور دیکھ لیا۔ سوامی جی نہ تو اس شلوک سے مکت پرش کی واپسی مانتے ہیں اور نہ وہ تواری ہی اس سے ظاہر کرتے ہیں بلکہ وہ ایک تیسرا ارتھ نکال رہے ہیں کہ شری کرشن جی کی یہ ذاتی اور شخصی ارادہ کا ظہار ہے۔

اب بتلائے جبکہ سوامی دیانند خود اس مسئلہ کے اس قدر مخالف ہیں تو آریہ صاحبان کس منہ خود ادا نہیں کو اوتار یا دوسرے لفظوں میں مکت پرش مان رہے ہیں۔

اب ہم یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ آیا اوتار فلاسفی کی حقیقت کیا ہے۔ ہمارا لفظ اوتار سے یہ مطلب نہیں ہے کہ پریشو اگر کسی انسان کا جسم حاصل کرتا ہو جیسا کہ سناتنی صاحبان مانتی ہیں یا لفظ اوتار کے معنی کچھ ایسی ہی مستقل ہیں لیکن ہم جو کچھ بیان پر بیان کرتے ہیں سکواول ناظرین بخور پڑھ لیویں بعد اسکے یہ فیصلہ ہم ادا نہیں پرچھوڑ دینگے کہ وہ اوتار لفظ کو ہی استعمال کریں یا دوسرا لفظ تلاش

کرنے کے محال ہیں و تا یقیناً ہی استعمال کرنے کی اجازت ملنی چاہئے۔

ہم دنیا میں دیکھتے ہیں کہ صبح کو سوچ پورے طلوع ہوتا ہے اور بھی تھوڑی تھوڑی روشنی نظر آتی ہے اور گرمی بھی براؤ نام ہونے لگی ہے لیکن ایک دو گھنٹہ بعد تمام دنیا میں سوچ کی روشنی خوب عمدہ طور پر پھیل جاتی ہے اور گرمی بڑھتی جاتی ہے یہاں تک کہ ہم دوپہر کے وقت بارہ بجے دیکھتے ہیں کہ افتاب کی دھوپ اپنی پوری طاقت پر پہنچ جاتی ہے۔ اور چونکہ ہر کمال راز و اہل یہ ایک قدرتی قانون ہے پس افتاب کی تیزی گرمی روشنی اپنے کمال پر پہنچ کر اب انکار دل شروع ہوتی ہے اور اگرچہ اب (ایک گھنٹہ کے وقت میں) دھوپ ڈیلنے لگی لیکن چہرہ بھی وہ کماں آخر گھٹنے گھٹتی گھٹنے کا غرض کہ بارہ بجے سے عین عین تک کی گرمی اور تیزی ہو اگر سو گرام ہوا تو ہم سخت پریشان ہو جاتے ہیں مگر آخر کار دن دھل جاتا ہے۔ اب نہ وہ تیزی ہو اور نہ گرمی ہے اور رفتہ رفتہ وہ روشنی بھی گھٹنے لگتی ہے لڑکھٹا شام کا وقت آیا کہ وہ کماں اب زروں کی شکل میں تبدیل ہو جاتا ہے اور اب ہم دیکھتے ہیں کہ افتاب کے طلوع ہونیکے وقت اسکی جو حالت تھی وہی حالت غروب کی وقت ہو جاتی ہے کہ یہ بعد رات آ جاتی ہے۔ اب نہ سوچ ہے نہ اسکی روشنی گرمی اور تیزی نظر آتی ہے۔

ناظرین غور کیجئے کہ آفتاب جو حد کماں پر پہنچ کر دوپہر کے وقت تمام خلقت کو جلاسا دیتا تھا اور لوگ اسکی چلیں سے حیران و پریشان تھے اب شام کی وقت ایسا پست کمزور اور بزدل بن جاتا ہے کہ اسکی کچھ بس نہیں چلی جاتی کہ وہ نیست و نابود ہی ہو جاتا ہے (یعنی ہماری نظروں سے غائب ہو جاتا ہے) پس ذرا سوچئے تو سہی کہ اسکی ایسی بہت طاقت کو خاک میں ملائیوا کون ہے جو اب ملگا وہ سرشت کتنی مان (قادر مطلق) گھٹ گھٹ باپک (جس جگہ موجود) پر ہم پریشانی ایسی طاقت وال ہے جس نے آفتاب کے اس حد کماں کاررواں کیا یعنی اسکی وہ طاقت جہین بی حد ہے وہ ہم سب لوگوں کو جلاسا دیتا تھا۔

ناظرین! اسی بات کو ہم دوسرے لفظوں میں اوتار کا ظہور کہہ سکتے ہیں پریشور نے ہی آفتاب کو پیدا کیا اسی نے اسے حکم دیا کہ تو تمام خلقت کو روشنی اور گرمی پہنچا یا کر لیکن اسکی گرمی اور تیزی حد کماں پر پہنچ کر خلقت کی تکلیف کا باعث ثابت ہونے لگی تو اب سب کے

محافظ پر برسرِ پریشور کو یہ فکر ہوئی کہ جس خبرنی کو دور کرنا چاہتے تھے، اب اس کے بعد
 اس کی طاقت کو کتنا نشانہ کر دیا۔ پس ناظرین پریشور کی اس طاقت کو جو آفتاب کا
 حد کمان دور کرے میں کام کر رہی ہے سمجھ رہے ہیں۔

ناظرین! آپ کے سمجھنے کی یہ دلائل کافی ہیں۔ ہاں ہاں سائنس میں گے کہ سورج
 کا طبع ہونا اور وہ سب ہونا تو ایک قدرتی بات ہے اس سے تو روکیا قہر پس
 ہی۔ یہ سب یہ ہے کہ جہاں قدرت کا یہ قانون ہے کہ خلقت کے سب تمام وری اسٹار سورج
 چاند و نیوٹرون کی ہیں وہاں اسی قدرت کا یہ قانون بھی ہے کہ وہ کسی شے کو کمال تک پہنچانے
 کے بعد اس کا زوال شروع کر دیتی ہے چنانچہ اسی قدرت یا پریشور کی وہ طاقت جو اس جگہ کام
 کر رہی ہے۔ اوتار کہلاتی ہے۔ یا دوسرے الفاظ میں یوں سمجھئے کہ پریشور کسی بات کو
 قانون قدرت کے خلاف ہوتا ہوا دیکھتے ہیں تو اسے روکنے کی جو ذریعے پیدا کرتے ہیں ان
 ذرائع کو سب دیکھنا چاہنا ہر سب بات کو دیکھنا ماننے والوں کے الفاظ میں اگر ادا کرنا چاہیں
 تو یوں ہو گا کہ سب اس دنیا میں گناہ بہت زیادہ بڑھ جاتا ہے یہاں تک کہ یہ زمین پر اپنے
 بوجھ سے گویا گہرے خالی پر تپ رہے ہو کسی نہ کسی میں اوتار لیتا ہی کیا معنی کہ وہ پریشور اپنے کسی
 بندے کو اپنی طاقت دیکر اسے اس بات پر آمادہ کر دیتا ہو کہ وہ ان تمام مریضوں کو دور کر دیوے
 پس ایسی خدائی طاقت کا تصور جس انسان کے ذریعہ ہم دنیا میں دیکھتے ہیں اسے ہی اوتار سمجھیں۔ نبی۔
 رسول بڑا آدمی سمجھو۔ وغیرہ وغیرہ سمجھتے ہیں اور اسی بات کو اور وسیع کر دیکھو
 تو یوں ہو گا کہ جس قوم میں جس ملک میں جس وقت کوئی بات (اچھی یا بُری) اپنی حد (کمان)
 کو پہنچ جاتی ہے اور بعد جب وہ حد سے بھی آگے بڑھنے لگتی ہے تو پریشور کا قانون اسے روکنے
 کے لئے کسی نہ کسی انسان کے دل میں خاص طاقت دے کر اسے اس کام پر کھڑا کر دیتا ہے کہ وہ
 اس کمال کا زوال کر سکے ہم اس شخص کو اوتار وغیرہ تصور کر لیتے ہیں۔

ناظرین! ہم نظر بھیل کر دنیا میں دیکھ رہے ہیں کہ بڑے سے بڑی طاقت دروگوں کو
 ادنیٰ سے ادنیٰ خدا کے بندوں نے نہ صرف مطیع کر دیا بلکہ ان کو طاعت و نابلو تک کر دیا
 کامیاب ثابت ہوئے۔

یہ کیوں؟ اسلئے کہ اُن طاقت وروں کا کمال ہو چکا اور اب وہ اپنی طاقت کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے دنیا میں خرابی پیدا کرنے لگے (جس طرح آفتاب دوپہ کی وقت تمام مخلوقات کو اپنی گرمی و سیری سے جھکساؤ لگا) پس پریشور اُن کی وہ طاقت جو خود اسی (اوستہ دیوتی) میں لیتا ہے اور ایک ایسے شخص کو جو اوتی انسان سمجھا جاتا تھا وہ سب شکتی مان پریشور اپنی طاقت دیکر اوستہ کے دل میں اپنی طرف سے یہ کم ہی دے دیتا ہے کہ وہ اس شہو طاقت ورو کو پا مال کر ڈال دیا پچھ وہ ایسا کرنے میں ضرور کامیاب ہو جاتا ہے کسی ذی شع کہا ہے۔

मूकं करोति वाचालं पङ्कजं लहयते चिरम् ॥
وہ پریشور گونگے یا نہایت گم گونگوں کو بیکار (واغظ) بنا دیتا ہے اور پنگو (جس کے پانوں میں) کو پہاڑ لنگھا دیتا ہے۔

ناظرین! ہم اسی پریشور کے ایسے ظہور وں کو اوتار کہتے ہیں جس میں جب کسی گونگے کو بیکار بنا کر بڑے بڑے محرز بیکار وں کو اوستہ سے شکست دلا دیتا ہے تو اوستہ گونگے میں جو ایسی غیبتوں کی طاقت ہم دیکھتے ہیں اوستہ طاقت کو ہی جو کہ قادر مطلق پریشور کی دی ہوئی خاص طاقت ہے ہم اوتار کہتے ہیں۔

ناظرین! ایک گونگا بچارہ جو ہم معمولی بولنے والوں کی برابر بھی نہیں بول سکتا جو روزمرہ کی ضروریات بھرنے کے لئے الفاظ بھی نہیں داکر سکتا وہ اگر ہمارے دیکھ سکیں تو ایسی طاقت گویا ہی حاصل کریں گے کہ وہ بڑے بڑے فلاسفوں منطقیوں بیکار وں مناظروں وغیرہ کے قافے تنگ کر دیوے تو آپ کیا کہیں گے؟ کیا آپ کو بھی ماننا نہ پڑے گا کہ دس گونگے میں یہ غیبت معمولی طاقت اوستہ گونگے کی نہیں بلکہ پریشور کی طاقت ہے پس ہم ہی طاقت کو اوتار کہتے ہیں۔

ہاں! یہ دوسرا سوال ہے کہ جس شخص میں ایسی طاقت پریشور نے قائم کر دی ہو اس کی عزت ہمیں کس درجہ تک کرنی لازم ہے اور ایسی خاص طاقتوں کو حاصل کرنے والوں کو ہر ملک و قوم کے انسانوں نے خدا کے مانند خدا کو وزیر کے مانند سمجھ لیا۔ کتنوں نے اُن کی ہی پرستش شروع کر دی کہتے ہوئے اس کی عبادت میں ایسا محو ہوئے کہ پریشور کو ہی بول گئے وغیرہ وغیرہ ظہیرین ہم دنیا میں دیکھتے ہیں لیکن میں یہاں اس سوال پر کچھ بحث نہیں نہیں صرف اوتار کی فلاسفی ظاہر کرنا

مقصود ہے۔

ناظرین! یہ بھی یک ٹو طلب بات ہے کہ پیشو اُن معزز فلاسفوں مناظروں اور لیکچراروں کا غرور و دور کر شکے لئے ایک گونگے یا اُن پڑھ شخص کو ہی اپنی طاقت دیکھو اسے انکو سامنے لا کھڑا کرتا ہے اور اُس کو ذریعہ سے ہی انکو شکست دے تاہی کیا ممکن نہ تھا کہ اُن مغرور لیکچراروں کو کسی ایسے سے شکست کرائی جاتی جو اُن سے بڑھ کر موتا لیکن یہی تو خدا کی خدائی ہے میں نہیں باتوں کو تو اس بات پر مجبور کر دیا ہے کہ خدا کی ہستی کو تسلیم کریں نہ اس تک سے ناستک اور کٹر سے کٹر دہریہ بھی ایسی نظاروں کو دیکھ کر رنگ رہ جا گا ہوا اسکی عقل حیران ہے سب کچھ ہم نہیں کرتی آخر کار چار و مجبور ہو کر اسکی ناستکتا کو ترک کر کے پیشو کے دربار میں معافی کا خواست گار بننا پڑا ہے۔ ہاں یہ دوسری بات ہے کہ وہ ان باتوں کو نظر انداز ہی کر جاوے یعنی انہوں سے دیکھ کر بھی دماغ میں غور و خوض نہ کرے۔

ناظرین! یہ صرف زبانی جھجھکت کی باتیں نہیں ہیں بلکہ واقعی تمام دنیا کی تواریخیں اس بات کی غمازت سے بھری پڑی ہیں آپکو ہر ملک کی تاریخ میں ایسی بے شمار باتیں ملیں گی نہ صرف گزشتہ زمانہ کی بلکہ موجودہ زمانہ کی زندگی میں بھی نظر آئیگی لیجئے جو چند مثالیں آپکو سننا چلتے ہیں۔

آپکو معلوم ہو گا کہ راون اپنے زمانہ کا ہزار بر دست بادشاہ ہو گا راون سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ تمام روئے زمین کو بادشاہوں کو فتح کر کے شہنشاہ بن گیا تھا اسکی شان و شوکت اور اس کے شہاٹے باڈھ کا جیسا کچھ بیان لگھا ہوا ہے اس کے مقابلہ میں شاید آج کل کے بڑے سے بڑی شہنشاہوں اور کسٹیکینڈ جرنیل وغیرہ کی حیثیت پتہ بھری نہ ہوگی۔

ناظرین! یہ راون ترقی کرتے کرتے جب پر کمال پر پہنچ گیا تو اسے غرور ہو گیا کہ ہم جنہیں دیکرے نیست اور اب وہ اپنی طاقت کا ناجائز فائدہ اٹھانے لگا لوٹ لگا لگا اور دیگر ہر طرح کے گناہ کا مرتکب ہوا دوسرے ذہنی خوبصورت عورتوں کو زبردستی جہن لانا یا اور ایسے ایسے کاموں میں ہی ساری طاقت صرف کرنا اپنا مشیوہ پھرایا جسکے اب اس کے کمال کی جدوجہد کی اور زوال کا زمانہ آگیا تو اس قدر مطلق کی مہمادیکے کہ ایسے زبردست شہنشاہ کے مقابلہ میں ایک جل وطن شدہ نوجوان لڑکے کو رکھ کر تاہی ایک طرف تمام دنیا کو چیدہ چیدہ بہادری جنگجو خونخوار رکشش ہیں دوسرے طرف دو بہائی بد فوج بد مکان بد دشمن دوست و ہلا مال و سباب

تنگ کر رہا تھا (سوچ کے دوپہر کی دھوپ کی مانند جبکہ وہ تمام جہان کو بند کرنے کی ٹھہر لیتا ہے) معادوں کو ساتھیوں کی نیست و نابود کرنیکی طاقت اور طاقت کھلنے، وہیں اہم چند میں بھڑپا پس بھلا ہم انسانوں کو کیا اختیار ہے کہ جس کو وہ مالک کل طاقت کل خالق مطلق پروردگار پر ہم پریشور جن کر اپنی طاقت بھٹا ہوا اسکی بزرگی سے ختم نکال کر یہاں یہ طی ہوگی کہ ہم اس ہی کو اپنا معبود بنالیں لیکن اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ گھٹ گھٹ و پانی (ہر جگہ موجود) پریشور کی جو طاقت را مجند میں کام لیتی تھی اور اس طاقت کی عزت کجا رہے اس ہم اسی طاقت کو اوتار کہیں گے دوسری مثال بھگوان کرشن کی ہے۔ ان میں پریشور نے جو خاص طاقت قائم کر کے اس زمانہ کے دشمن (بومعاش) گنگا گاروں اور مخالفوں کو انکے ذریعہ پا مال کرایا اور اس طاقت کے تو آریہ صاحبان بھی قایل ہیں چنانچہ وہ کرشن جی کو یوگی کہتے ہیں اور یوں تاویل کیا کرتے ہیں کہ یوگی کی خاص طاقتیں ہوا کرتی ہیں وغیرہ۔

اسکے علاوہ مذہبی دنیا میں جو تفرقہ اور بڑا بیماری اخلاف اور منہ میں پراہوا تھا اور سے بھگوت گیتا کے ذریعہ جس کرشن نے رفع کیا اسکی ایسی بردست فلاسفی کا ایک مانہ قایل ہے اس گیتا میں جو کہ صرف سات شلوکوں کی کتاب ہے نہ بار کیا کچھ بھرا ہوا ہے کہ اسکی شہاس کہی گھٹی ہی نہیں جنہوں نے اسکا ذائقہ نہیں چکھا انہیں کیا پتہ ہو سیک جو اسکے شاہق ہیں وہ جانتے ہیں کہ اسکے ایک ایک شلوک میں تمام دنیا کی فلسفی بھری پڑی ہے اور وہ بھی ایسے آسان اور شرس الفاظ میں جسکا چھکانہ نہیں۔ ہاں اتنا ہی ملیں بلکہ اسکے اندر عبادت اسی معرفت اور وحدانیت کو کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔

یہ ضکہ شری کرشن جی میں جو طاقت خداداد بھگوت گیتا کی دقیق فلاسفی کے ذریعہ تمام سنبا میں شانتی پہلائے ہوئی ہے نوع انسان کو نجات کا سیدھا راستہ دکھلایا ہے پریشور کی جہاں سے خاص طور پر آگئی تھی۔ ناظرین! اس قدر مطلق کل اسی خاص طاقت کو ہی ہم اوتار کہتے ہیں۔

تیسری مثال

حضرت موسیٰ کی سبھی ایک فرعون بادشاہ تمام یونوں کو پیشان کر رہا تھا۔ خدا کی یہ قدرت یہیں تو دکھائی کہ وہ اس تمام کو نیست و نابود کرنے کے لئے ایک ادنیٰ انسان کو اپنی خاص طاقت

بخش کراوتے حکم دیتا ہے کہ توجا کر اپنے معجزات و کرامات و کھل کر اس ظالم کو سمجھا کہ وہ اگر اب بھی اپنے گناہوں سے باز نہیں آتا تو نیست و نابود ہوگا غرض کہ وہ ظالم مغرور اپنے کمال کے بعد زوال کو حاصل کرتا ہوا ایک معمولی انسان کو دنیا میں غیر مشہور کرتا ہو۔

پس جو طاقت خدا داد حضرت موسیٰ سے دنیا میں غیر معمولی کام کر رہی ہے۔ ناظرین! ہم پر برہم پریشور کے اسی خاص طاقت کو اوتار کیتے ہیں۔

جو حق مثال حضرت محمد صاحب صلعم کی لئے یجئے ہم دیکھیں کہ تمام دنیا کے تاج و اداں ایکے ہاں ہو کر یہ کہہ رہے ہیں کہ آن حضرت امی یعنی ان پرہ تھے لیکن تاج و نیلگوٹیں کر در بندگان خدا ان بدلتوں سے مستفید ہو رہے ہیں جو ان کے ذریعہ دنیا میں پہنچائی گئی۔

یابیوں سمجھئے کہ جن مانہ میں ہل عرب نہایت گمراہ ہو رہے تھے ایک ایک مرد وہاں سو سو عورتوں سے شادی کرتا نہایت پرستی وغیرہ تھے پریشور کی عبادت پر پردہ ڈال رکھا تھا وغیرہ غیر خرابیاں ملک میں موجود تھیں تو ان برائیوں اور گناہوں کا کمال ہو جانے پر پریشور نے ان کا زوال کرنے کے لئے اپنی خاص طاقتیں دسی ملک کے ایک می شخص کے اندر داخل کر دیں پس ان حضرت میں جو پریشور کی خاص طاقت کام کر رہی تھی اُسے ہی ناظرین! ہم اوتار کیتے گئے۔

ناظرین! اسید طرح آپ ایسی بے شمار مثالیں تلاش کر سکتے ہیں۔ ہاں! ہم آپ پر ایک بات اور ظاہر کرنا مناسب سمجھتے ہیں کہ آپ یہ ہر گز بہ گز بھی نہ خیال کیجئے گا کہ حسبِ راد و تارینی یوں وغیرہ اب تک دنیا کی مختلف قوموں میں مشہور پائے جاتے ہیں (جن میں سے چند کی مثالیں ادھر بتلائی گئیں) ان کے سوا اوروں پر پریشور کی ایسی خاص عنایت نہیں ہوئی۔ نہیں۔ یہ نہیں ہو سکتی اگر ہم دزمرہ آفتاب کی تیزی گرمی اور روشنی کا کمال ہو جانے پر ان کا زوال دیکھتے ہیں تو کوئی وجہ نظر نہیں آتی کہ پریشور دنیا کے مغرور اور گنہگار لوگوں کو ان کے کمال پر پہنچنے کے بعد خود سے بڑھنے کو لئے ہاتھ پانوں مارے پر انہیں پائمال کر نکالا انتظام نہ کرے (یعنی نہیں دیا) کہے اور پس وہ اپنے جھکتوں (عابدوں) کو ہی ان کاموں کے لئے منتخب کرتا ہو۔

اگر ظالموں مغروروں اور گنہگاروں کو سزا دیا جاتا اور ان کا نیست و نابود ہونا قانون قدرت کے مطابق ہے تو کیا پریشور کی جھکتوں اور نیک اعمال کرنے والوں کا گونگے کو پھر زور کی مانند

خاص طاقتیں حاصل کر سکا حق کھنا بھی اس پر مشور کے قانون قدرت کے موافق نہیں ہے ۹۔
 ضرور ہے اور بیشک اس بات سے ہرگز بھی انکار نہیں ہو سکتا کہ یہ دو ہمیشہ جاری رہیں گے۔
 ہاں یہ دوسری بات ہے کہ اس طرح کی خاص طاقتیں حاصل کرنے والے سب لوگوں کو اتار یا
 پیغمبر وغیرہ نہیں سمجھا جائے تا لیکن اس سے ہرگز بھی انکار نہیں ہو سکتا کہ حسب طرح قدرت کے دیگر کاموں
 کا ظہور ہم دنیا میں دیکھا کرتے ہیں اسی طرح اس اتار فلاسفی کو نظارے بھی پائے جاتے ہیں
 ناظرین! کیا آپ ابھی ابھی حال کا واقعہ بھول گئے کہ روس کے زار جیسے دنیا بھر میں تہنی
 شہنشاہ کے مقابلہ میں پریشور نے جاپان جیسے گناہم ادنیٰ اور وقتی نہایت چھوٹی طاقت کو
 لاکھڑا کیا اور پھر فتح کے ہاتھ میں ہی ۹ جاپان کے۔ یہ کیوں؟ اس لئے کہ روس کے
 شہنشاہ کو اپنی طاقت کا اس قدر غرور ہو گیا تھا کہ وہ اپنے اس کمال کا ناجائز فائدہ حاصل کرنے لگا
 تھا یعنی عہد نامہ جات کے خلاف ملک کو ریا پر قابض ہونا چاہتا تھا پس اگرچہ کو ریا کاراجہ یا
 اس قطعہ زمین کا شہنشاہ (مہارانی چین) اس قابل نہ تھا کہ اس سے مقابلہ کر سکے تو ایسی حالت
 میں یہ پریشور کی مہمانیں تو اور کیا ہی کہ جاپان کے مہاراجہ کو اس نے حکم دیا کہ تو ظالم کے
 غرور کو دور کر نیکی جو وجہ کر اور ہم سیری مدد کریں گے۔

چنانچہ ناظرین! جاپان کی فتح نے تمام دنیا کو تعجب میں ڈال دیا پس جاپان کے مہاراجہ میں جو
 طاقت خدا داد اور اس کا غرور دور کر نیکی عرض سے اس مہمان نیت اور سب سے بڑے حکم
 کی طرف سے خاص طور پر آگئی تھی ناظرین! ہم اسی خاص طاقت کو دتا رکھتے ہیں۔

ناظرین! ہمارے مطلب نہیں ہے کہ دنیا کے بڑے بڑے وفتاب میں ہی اس اتار
 فلاسفی کا ظہور ہو رہا ہو بلکہ ہم آپ پر یہ روشن کرنا چاہتے ہیں کہ پریشور کی صفوں میں ایک صفت
 ہی سرب و باپک یعنی ہر جگہ موجود ہونا پس اتار فلاسفی اس صفت کو ہم پر خوب واضح کر رہی
 ہے! موجودہ سائنسی ہندوں کا یہ کہنا غلط ہے کہ پریشور انسان یا حیوان ہی جانتا ہے لیکن
 ہمارے خیال ہے کہ انہوں نے اپنے نہایت قدیم بزرگوں یعنی رشی مہشیوں کی تعلیم کو شاید بوجہ تہنا
 عرصہ دراز گذر جانیکے بھلا دیا ہے یا یہ کہ اس دقیق فلاسفی کو سمجھنے میں غلطی کی ہے اسوجہ سے وہ
 مغالطہ میں پڑ گئے ہیں۔ دراصل بات یہ ہے کہ پریشور ہر جگہ موجود ہے پس تمام کاموں کا انتظام

خود ہی بہت مناسب طور پر کر رہا ہے۔ ہاں وہ ظالموں گنہگاروں کو سزا دینا یا کسی قوم و
ملک کی بگڑی ہوئی حالت کو ترمیم کرنے کے لئے اپنے کسی جہلوت دماغ کو چھین لیتا ہے۔ اگر
یہ کہا جاوے کہ کیا وہ بغیر ان حکمتوں کو چھینے ہوئے اپنا انتظام نہیں کر سکتا۔ تو جواب یہ ہے
کہ وہ قادر مطلق ہے وہ کر تو سب کچھ سکتا ہے لیکن اسے ہر ایک صدمہ کے لئے قدرتی قاعدے
بنائے ہوئے ہیں۔ کوئی کام قانون قدرت سے خلاف نہیں ہوتا۔ ہاں وہ چاہے تو کسی
بے اچھا پنچہ یہ اس کے قدرتی قانون کا ہی ایک قاعدہ ہے۔ گنہگاروں اور ظالموں وغیرہ
کو جس طرح ان کے بد اعمال کی سزا دی جاتی ہے اسی طرح نیک اور عابدوں کے لئے بھی سزا دی جاتی ہے۔
کے جنہا میں ایک یہ بات بھی داخل ہے کہ وہ ان کو ایسے کاموں سے روکتا ہے جو ان کے لئے
مہربانی اور فضل و کرم ہے۔ پس اگر اس جواب سے اس معترض کی تسکین ہو تو توہم میں مبتلا
کرتے ہیں کہ ایک نوازندہ ہے کہ یہ قادر مطلق پر مشورہ اس کی ماں کا دودھ پلانے پر دست
نہ کر سکتا تھا کہ اس کو یہ ترشہ باز بننا پڑا کہ اس کی پیدائش سے قبل اس کے لئے دودھ پیدا کیا؟
جواب یہی ہے کہ اگر اس کے قانون قدرت کا یہ ایک قاعدہ ہے کہ بچہ جب پیدا ہوتا ہے تو اس کی ماں کے
دودھ سے پرورش پاتا ہے۔ یہ اس طرح اس بارہ میں بھی سمجھنا چاہیے کہ پریشور کے قانون
قدرت کا یہ ایک ایسا قاعدہ ہے کہ جب جب گناہوں کی ترقی
ہو جاتی ہے تو وہ کسی اپنے خاص بندے کو اپنی خاص طاقت عطا کر کے اس کے دل میں یہ خیال
دیتا ہے کہ تو اس کام کا بیڑہ اٹھائے اور یہ مست خیال کر کہ ایسا بڑا کام مجھ جیسے ادنیٰ انسان
سے کیونکر ہو سکے گا۔ لیکن یہ تو وہی ہے کہ تامل کرنے والے توہم میں مبتلا ہیں۔
ناظرین! ہم یہی بات بھگوت گیتا میں پاتے ہیں جسے آریہ سماج کے بڑے معزز پند
آریہ مہی صاحب پر و فیکس سنسکرت فداشی دیانند سنگھ ویرک کالج لاہور نے علامہ مہر علی شاہ
دیوانچہ سہاسی رائے کی تائید میں بھگوت گیتا کے گیارہویں اور چارکھ سو اسی شلوک پیش
کئے دیتے ہیں۔

तस्मात् तस्मिन् पक्षे लभ्यते

जिज्ञासा शत्रून् भूयैव राज्यं समुद्रम्॥

“मयैवैतं निहितं पूर्वमेव ।

निमित्तमात्रं भवेत्सम्यक्साचिन् ॥ १३ ॥

ترجمہ :- (۱) اسلئے (۲) تو (۳) اٹھ کھڑا ہوا (ہمت مانع) (۴-۵) اور شیش یعنی شہرت کو حاصل کر (یعنی) (۶) دشمنوں کو (۷) فتح کر کے (۸) وسیع (۹) بادشاہت کو (۱۰) اچھوگ (یعنی) بادشاہت و حکومت کے قطف کو حاصل کر (۱۱) اور تو جو یہ شک کرتا ہو کہ مجھے مارنیکا گناہ ہوگا پس یاد رکھ کہ سب (۱۲) اچھوتہ ہی (۱۳) ہمت پہلے (۱۴) مار ڈالے جا چکے ہیں (یعنی) میں نے بڑے کو بوجہ ٹکی بدلتی لیوں میں یہ کہہ کے پہلے سے ہی مار ڈال دیا اور وہ ذلیل پشیمان رہے ہیں (۱۵) اسلئے اے سبھی سچے! ہمیں باخداست بھی بتیا چھالنے والے بہادر (۱۶) تو صرف ایک ریحہ یا سہانہ ۱۷ ہو جا۔

ماظہرین! ارجن نے مہا بھارت کی باب سے اس خیال سے کہ اپنے رشتہ داروں وغیرہ کو مارنے سے گناہ ٹھیک ہوگا انکار کر دیا نہاپس شہرہ کی کرتیں جی بھلا دگر ماتوں کے آخر کا ایسے یہ سمجھا رہے ہیں کہ تیرے خیال میں مانتہ کر کے میں مانجو اور میں میری کوئی حقیقت نہیں دیتا پھر میں کسی طاقت پر کہ بیشیہ سہا دہوں کے سامنے کہہ رہا ہوں کہ میں نے یہ سب کیا ہے جو کہ تیری مخالفت پارنی والوں نے اس قدر سنا دیا ہے کہ ان سے پہلے سناؤ نہ سہا ہو کہ اگر تو نہیں نہ مارے گا تو ہم بھی اب زندہ نہیں رہ سکتے کیونکہ بیشیہ نے اپنے فاضل قدرت اور بدی کا نتیجہ بد کے مطابق ان کی زندگی چوری کر دی ہے اور اب وہ مردہ ہوں گے مانند ہی نظر رہتے ہیں۔

پس سب کہ بیشیہ پر بیشیہ نے کیا کر دیا ہے کہ وہ دیکھیں کہ جو یہ معرفت جنگ کا متنازع ہو رہا ہے وہ سب صحیح ہی ثابت کرنا چاہتا ہے۔ تو یہ تیری بڑی بیماری کا ٹیٹل ہوگی کہ تو اس رحیم و کریم کی اس بخشش کو بے شکم قبول نہیں کرتا بلکہ انکار کر رہا ہے اسے ارجن! تو مت خیال کر کہ کوئی ایسے تعلیم کاموں کا پورا کرنے والا ہو بلکہ تو تو معرفت یک نیت جی ریحہ یا سہانہ ہے۔ دیکھ تو دیکھ گاہ کہ وہ وقت تو کس طرح تیری بانوں اتیروں یزوت کے دیوتا کو لا بھلا تاہو کہ کوئی وار خانی ہی نہ جلتے پاوے گا وغیرہ۔

ناترین! اس بدیت کو یک نفس و ایر کا تک محدود نہ سمجھیں جی یہ مت سمجھیے کہ یہ لو کہش

اجن کی گفتگو تھی کرشن نے کہا اور اجن نے سنا ہمیں اس سے کیا مطلب نہیں ملے ہرگز نہیں
 بگوت گیتا میں یہی تو خصوصیت ہے کہ اس سے ہر ایک انسان مستفید ہو سکتا ہے۔ اور یہ تو بہت
 صاف ہدایت ہے۔

آپ یوں سمجھئے کہ جب آپ کسی انشائش میں پڑ جاتے ہیں یا کسی بڑے کام کی ضرورت آپ کے
 سچے دل سے محسوس ہوتی ہے (جو کہ پریشور کی جانب سے آپ پر حکم نازل ہوتا ہے) تو اسے
 مہا بھارت کی جنگ کے مانند سمجھئے اور کرشن جی کی مذکورہ بالا ہدایت پر یقین رکھ کر یوں سمجھئے
 کہ کرتا دھرتا تو وہ طاقت ہے جو ہر جگہ موجود ہے پس آپ اس پریشور کا نام لیکر بڑے سے بڑے
 کام میں بھی (بشرطیکہ اسی کے حکم سے) آپ انہیں مشغول کئے گئے ہوں (مشغول ہو جائے) اور پھر
 آپ دیکھیں گے کہ وہ بڑا کام آپ کے نزدیک کیسا ادنیٰ ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ آپ تو صرف ایک
 ذریعہ یا بہانہ ہونگے اور اس کام کا انجام دینے والا تو کوئی اور ہی ہے۔

ناظرین! یہ زبانی جمع خرچ کی باتیں نہیں ہیں واقعی اگر آپ کو اپنی زندگی سدھارنی
 منظور ہے اگر سچ سچ راحت حقیقی کو حاصل کرنا ضروری سمجھتے ہیں اگر سچ سچ آپ اپنے معبود
 کو حاصل کرنا چاہتے ہیں تو او تار کی فلاسفی کے اس اصول کو ہر وقت یاد رکھئے اور صدق
 دلی سے پریشور کی حضوری میں حاضر ہو کر دعا مانگا کیجئے اور پھر کو ذاتی تجربہ جات ایسے ایسے
 ہونگے جو اس فلاسفی کی شہادت دیویں گے واقعی یہ ایسی بات نہیں ہے جس کو ایک کان سے سن کر دوسرے
 سے نکال دیا جاوے بلکہ اگر ادھر کی دنیا اور ادھر لٹائی جا سکتی ہے تو اسی کے ذریعہ ورنہ ہرگز نہیں
 ہمیں مہا بھارت کا ایک واقعہ یاد آیا ہے جو اس اصول کی تائید کرتا ہے اسلئے ہم اسے یہاں پر
 درج کرنا مناسب سمجھتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ جب شمری کرشن جی کا آخری وقت آیا تو انہوں نے
 اجن سے جو ان دنوں دوا کا (جہاں کرشن جی کا قیام تھا) میں ہی موجود تھے کہا کہ ہم تو جاتے ہیں
 لیکن شینگونی یاد رکھنا کہ یہ دوا کا کا جزیرہ بہت جلد سمندر میں ڈوب جائیگا پس تم کو لازم ہے
 کہ سب عورتوں بچوں کو معہ تمام دھن دولت مال اسباب وغیرہ کے اپنے ہمراہ لے کر دہلی
 اندر پرستھ (کو چلے جاؤ۔

چنانچہ اس آخری حکم کے مطابق جب اجن ان عورتوں وغیرہ کو ساتھ لیکر وہاں سے روانہ ہوئے

تو راستی میں چند نوٹیروں نے اُلبیر بابا جن نے اپنے گانڈیو نامی مشہور دھنوش (کمان) کو ہمال
 میں لانا چاہا اور ہزار طرح کوشش کی مگر اب وہ انکو ذرا بھی مدد نہ دے سکا غرض کہ تمام مال و اسباب
 و حسن دولت لٹ گیا اور خالی ہاتھ روٹے ہوئے ارجن نے اگر اپنے بڑے بہائی یعنی مشہور عالم فاضل
 مہاراجہ یو دیشٹھ سے کہا کہ ”جیسے بڑا تعجب ہے کہ جس دھنوش کی ٹیکار (آواز) کو سن کر بڑے بڑے بہاد
 ر تہتر اڑتے تھے جس دھنوش سے ہم نے ہمیشہ تپا جیسے بال برہم چاری کو جنگے بار دیں یہ کہا جاتا
 تھا کہ ان کا مارنے والا دنیا میں کوئی پیدا ہی نہیں ہو اگر ادا جس دھنوش سے کرن جیسو بہادر کا
 کام تمام کیا جیسکے سامنے کوئی کھڑا بھی نہیں ہو سکتا تبا و غیرہ وغیرہ وہ دھنوش اب کیوں ایسا
 بیکار ہو گیا کہ معمولی نوٹیروں سے بھی مجھے شکست مانی پڑی۔ اس سوال کے جواب میں دھرم راج
 یو دیشٹھ نے یہی کہا تھا کہ ”اے ارجن تم یہ سمجھتے تھے کہ اس دھنوش میں یہ سب طاقت تھی یا تم میں
 ایسی طاقت تھی پس یہ تمہاری غلطی ہے دراصل تم سے ان سب کاموں کی کرائی والی کوئی
 اور ہی طاقت تھی جو اپنا کام پورا کر کے اب تم سے علیحدہ ہو گئی ہے پس اب نہ یہ
 وہ گانڈیو دھنوش رہ گیا ہے اور نہ تم وہ ارجن ہو اسلئے اب عزت کو قائم رکھنا چاہتے ہو تو چلو
 ہم سب ہمالہ پہاڑ کے پرستان میں جا کر گل جاویں۔“

ناظرین! یہ واقعہ جی نہایت طور پر یہ بھی بتاتا ہے کہ پرشیور کی طاقت جس سے جو
 کام جو بوقت کرنا چاہتی ہو وہ پورا ہو جاتا ہے اس کے لئے سارے سامان ویسے ہی مہیا ہو جاتا
 ہے لیکن اگر وہ قادر مطلق اپنی اس طاقت کو آسمان سے واپس لے لے تو اس شخص کی
 ویسی ہی حالت ہو سکتی ہے جیسی کہ جن کی منادیت سے ظاہر ہے۔

پس ارجن کے اندر نے جو طاقت حسب قول یو دیشٹھ مہاراج کے غائب ہو گئی تھی اسی
 طاقت کو ہم ادتار کہتے ہیں۔

ناظرین! ہم ایسی ہی نظریں بل اسلام کی پاک کتابوں میں بھی پاتے ہیں جیہاں
 قرآن شریف میں ایک مقام پر یہ ذکر ہے کہ ایک لڑائی میں جب کو بدر کی لڑائی کہتے ہیں
 حضرت محمد صاحب عمر نے اپنے مخالفین پر ایک مٹھی خاک پینک دی جن سے وہ سب یا مال
 ہو گئے ہم اس بات کی شہادت کے لئے حسب ذیل آیت نقل کرتے ہیں۔ وہوذا۔

فَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ رَمَا
 تھی بلکہ اللہ نے پھینکی تھی۔ پس حضرت امیر صاحب صلعم میں خواہ مخواہ ادا ہوا۔ تہنیں چھوڑ کر اس کے دربار
 ہزاروں سرکشوں کو نصرت و تابوہ کر نیکی پر مشیور کی جانب سے خاص طور پر آگئی تھی۔ ناظرین! اسی خاص طاقت کو ہم اوتار کہتے ہیں۔

ہم نے اخباروں میں پڑھا تھا کہ ہمارا جہ اندر سے راج سے استعفا دیا پس ایک دن دربار
 کیا گیا جس میں رؤسا و سلطنت اور بجٹ صاحب وغیرہ رونق افروز ہوئے ہمارا جہ نے اپنا
 استعفا سنائیکے بعد شاہی تخت نہالی کر دیا اور خود اپنے فرزند کو اس پر بٹھا کر سب سے پہلے خود ہی ایک
 معمولی رعایا کے مانند میں مرتبہ جبکہ گزرا اپنے لڑکے کو بھرا کر آیا بعد وہ دیگر انہیں سے لئے ہمارا جہ
 کو سلامی دی۔

اب مقام غور ہے کہ جس نے پیدائش سے اس ضعیفی کی شگ کسی کے سامنے نہ نہیں جھکیا
 وہ آج اپنے نابالغ لڑکے کے سامنے ایک معمولی رعایا کی مانند سر جھکا رہا ہے یہ کیوں ہے ناظر
 کلاب آئیں سے وہ طاقت دور ہو گئی ہے جسکو ہی ہزار ہا بندگان خدا سر جھکاتے تھے۔
 پس ناظرین! ہم اسی طاقت کو اوتار کہتے ہیں جسکے دور ہو جانے پر آج ایک ملک کا ہمارا
 شاہی تخت کو خالی کرتا اس تخت پر بیٹھنے والے اپنے جانشین کو سر جھکاتا اور زبردیتا ہے۔
 پس اٹھ ہو کہ دراصل اس ہمارا جہ اندر کے وجود میں دیگر رعایا ملک اندر سے کوئی زیادتی
 نہ تھی اور جو عزت اسکی کچی تھی وہ دراصل ایک شخص وجود کی نہیں بلکہ اس خاص طاقت کی جانی
 تھی جسکے غائب ہو جانے پر رب اسے بھی اس بات پر مجبور ہونا پڑا کہ وہ اس تخت کے سامنے جھک
 جاوے جسکو چند ہی منٹوں قبل پاؤں سے روندھتا تھا پس اسی خاص طاقت کو ناظرین! ہم اوتار
 کہتے ہیں۔

ناظرین! وہ طاقت کل نہ صرف ہمارا جہ اندر کو ہی ایسی بخش عطا فرما رہی تھی بلکہ
 جتنا ہی غور و خوض کرتے چلے جائیں گے۔ آپ کو ایسی بے شمار مثالیں ملتی جائیں گی۔ اور شہری
 کرشن جی ہمارا جہ اس فلاسفی کو جھکوت بنا کر ستویں و سوویں دھیا میں خوب اٹھ کر کے سمجھا رہا
 ہیں۔ جہاں اوتار کے بجائے بھوتی لفظ استعمال کیا گیا ہے مطلب ہی ہے اسلئے

اب ہم کرشن جی کی کچھ مہارت کا قیاس کرتے ہوئے لفظ بگھڑتی استعمال کریں گے۔

अदित्यानामहं विष्णुज्योतिषां रविं शशुमान् ।

मरीचिर्महतामसि नक्षत्राणामहं शशी ॥ म. गी. १०/२९

अदित्यानां अहं विष्णुः ज्योतिषां रविः शशुमान् । मरीचिः
महताम अहमे नक्षत्राणां अहं शशी ॥

۱۔ آدیتوں (نہ گھٹنے والی اشیاں) میں (۲) میں (۳) شنوبوں (۴) چمکیلی (۵) کرنوں
والوں میں (۶) آفتاب ہوں (۷) برہوتوں (۸) ہواؤں میں (۹) مریچی (نامی ہوا) (۱۰)
ہوں (۱۱) شستروں (آسمانی کرہ جات) میں (۱۲) میں (۱۳) چندر مان ہوں۔
نوٹ۔ مطلب یہ ہے کہ جس شے میں جو قوت اسکا جوہر ہے وہ پریشور کی طاقت ہے
تمام روشنی والوں میں آفتاب پریشور کی بھوتی کہی گئی ہے یعنی اگر آفتاب کی جیسی ہو جاوے
اور اگر وہ اپنی تمام طاقت یعنی گرمی و روشنی تیزی چمک مک و رونق جاہ جلال اور حرارت وغیرہ
کو کھینچ لیتا تو ہم کبھی کرن والی اشیاں کا وجود ہی نہیں دے سکتے۔ پھر نہ تو یہ دنیاوی اور روشنی اور
گرمی دے سکے گی۔ نہ ہماری نگہیں دیکھ سکیں گی نہ ہمارے جسم میں خون کی حرارت وغیرہ رہ
سکے گی۔ نہ خواہرات کی چمک اور نہ سونا چاندی کی دمک قائم رہ جائیگی وغیرہ تمام
کام بگڑ جائیگے۔

پس یوں سمجھنا چاہیے کہ ہم کرن والوں کو سوچ طاقت بخش ہمارا اور وہ سوچ ایسی ہی
طاقت کو پریشور جی سے حاصل کریں۔ ہاں جسکو اس شلوک میں کرشن جی اپنے محاورہ میں یوں بیان
کریں ہے میں کہ کرن والوں میں تو آفتاب مجھے سمجھتا ہے۔

شاید یہاں پر ایک سوال ناظرین کو پیش آئے کہ کہ کرشن کے ایسے اقوال سے یہ نہ پڑا
جائے کہ وہ خود خدا ہیں۔ نہیں اس کا جواب یہ ہے کہ جو قوت گیت کے آریں مفسرین پر آریہ سنی
صحابے اس سوال کا جواب نہیں دے سکے ہیں یہ مفصل طور پر تحریر فرمایا ہے پس اگر یہ صاحب
کو جو وہاں ہی دیکھنا چاہیے اور دیگران کی خدمت میں عرض ہے کہ ہمارا خیال یہ ہے کہ کرشن جی

پیشو کی طرف سے یہ پیشو Representative بیاں کرتے ہیں جس طرح ہم کسی شخص کو اپنی طرف سے کہیں کسی معاملہ کو طے کرنے کے لئے بھیجتے ہیں تو وہ وہاں پر اگرچہ گفتگو تو یوں ہی کرتا ہے کہ ہم ان غیر الیٹ پر معاملہ طے کرتے ہیں وغیرہ لیکن دراصل اسکا مطلب لفظ ہم سے ان لوگوں سے ہوتا ہے جنکا وہ ریسرپرر نشو ہو کر گیا ہے چونکہ یہ معنوں بھی بذات خود ایک پوری فلاسفی ہے جس پر بحث چمڑنے سے ہم معنوں زیر بحث سے دور ہو جائیں گے اور طوالت بھی ہوگی اسوجہ سے ہم اس جملہ معترضہ کو ہمیں چھوڑتے ہیں۔

रसोहमसु कौन्तेय प्रभास्मि शशि सूर्ययोः । प्रणवः सर्व वेदेषु

शब्दः ते पौरुषं नृषु ॥ म. गी. अ. १ श्लो. ८ ॥

रसः अहं अस्मि कौन्तेय प्रभास्मि शशि सूर्ययोः । प्रणवः सर्व

वेदेषु शब्दः ते पौरुषं नृषु ॥

ارتھ۔ (۱) اسے کنتی کے لڑکے (راجن) (۲) میں (۳) پانی میں (۴) اس ربح و عرق ضایقہ یا اس کا لب لباب (۵) ہوں (۶) چاند سورج میں (۷) روٹنی (۸) ویدوں میں (۹) پر نو (۱۰) آدم (۱۱) آکاش میں (۱۲) شبید (آواز) (۱۳) انسانوں میں (۱۴) پر شار تھ و محنت مشقت ہوں۔

نوٹ۔ مطلب یہ ہے کہ جس شے میں سے جو کچھ نکال لئے جانے پر اسکا جو نہرکل جانا ممکن ہو وہ پیشو کی بھوتنی یا طاقت سے پانی کا رس اگر کچھ لیا جاسکے تو اس میں اتنی پانی پن کی ہوتی ہو جائیگی چاند سورج میں سے اگر روٹنی کو علیحدہ کر لیا جاوے تو واقعی ان میں سچا ند پن اور سورج پن کا نام و نشان بھی نہ رہ جاوے گا اسی طرح کرشن جی فرماتے ہیں کہ ویدوں میں سے (یا تمام دنیا کی مختلف مذہبی اور پاک کتابوں کے اندر سے) اگر آدم کو نکال لیا جاوے (یا اس خالق مطلق پر برہم پیشو کے ناموں اور نعمتوں کو ظاہر کرنے والے الفاظ کو خواہ وہ مختلف زبانوں میں کچھ ہی کیوں نہ ہوں علیحدہ کر لیا جاوے) تو وہاں (ویدوں میں یا دیگر پاک کتابوں میں) کچھ کوئی ایسی شخصیت نہیں رہ جاتی جو انکو نسبت دیگر دنیاوی کتب کی کچھ وقعت دے سکیں۔

اسی طرح آکاش (خلا) میں سے آواز کو جو اسکی صفت ہے چونکہ کبھی صفت اپنے موصوف سے علیحدہ نہیں ہو سکا کرتی نکال لیا جاوے تو اس میں کچھ رہ ہی نہیں سکتا اور اسی طرح بنی نوع انسان میں سے اگر پرشار تھ کو نکال لیا جاوے تو اسکی زندگی نہ رہ سکے گی کیونکہ جسم میں سے بالکل پرشار تھ (محنت مشقت) کے نکال دئے جائے تو ہر طرح کی حرکات خون کی رفتار اور احساس کا چلنا تک بھی بند ہو جائیگا۔

नरानांच नराधिपम् ॥ २०/२० ॥

ارتھ: انسانوں میں تو راجہ مجھے سمجھو۔

نوٹ انسانوں میں راجہ پریشور کی خاص طاقت والا ہے۔ اسکا مطلب یوں سمجھئے کہ ویسے تو راجہ کا جسم بھی ایک معمولی انسان ہی ہے لیکن انہیں جو لاکھوں اپنے ہم جنس (انسانوں) حکومت کرنیکی خاص طاقت پریشور کی طاقت اس میں کام کر رہی ہے اور پس ہم اسی طاقت کو پریشور کی بھوتی یا اوتار کہتے ہیں۔

ناظرین! ایک بادشاہ بحیثیت انسان ہماری مانند اور بالکل ہماری برابر ایک خدا کا بننے سے لیکن جس وقت وہ شاہی تخت پر رونق افروز ہوتا ہے وہ بدکرداروں (گنہگاروں) کو سزا دینے کا نوگوں کو جزا (انعام وغیرہ) دینے کی خاص طاقت پریشور سے حاصل کر لیتا ہے اور اس میں جو یہ خاص طاقت کام کر رہی ہے اس کو ہم پریشور کی بھوتی یا اوتار کہتے ہیں۔ یوں سمجھئے کہ جمہوری سلطنت کے رواج سے اس بات کو اور بھی آسان کر دیا ہے یعنی تمام ممبران رعایا اپنی وہ طاقت حکومت جو ان کے اندر پریشور کی طرف سے دی گئی ہے ایک شخص کو حوالہ کر دیتے ہیں جو ان سب کا پریزیڈنٹ *President* منتخب ہوتا ہے اور اب وہ ان پر حکومت کرتا ہے جس چونکہ اس سلطنت کے تمام باشندگان کی طاقت حکومت کا ہی مجموعہ وہ پریزیڈنٹ یا بادشاہ ہے اسوجہ سے بھی کرشن جی فرماتے ہیں کہ انسانوں میں بادشاہ پریشور کی بھوتی (خاص طاقت والا) ہے پس یوں سمجھئے کہ اگر انسانوں میں سے بادشاہ کو علیحدہ کر لیا جاوے (یعنی بادشاہت و حکومت کو اگر نیست و نابود کر دیا جاوے) تو انسانوں کی سستی قائم رہی مشکل ہو جائیگی (چوری ڈاکہ لوٹ مافیہ

کا بازار گرم ہونیکے باعث اسے تمام انسانوں کی طاقت انتظام حکومت کا جو سیریشیو وہ باڈنا
جو اسکو کرشن جی پریشور کی بھوتی تبدلی ہیں اسطرح جو کہ اس نظام پر گیتا میں ایسی ایسی بھوتی تبدلی
ہیں کہ ہاتھیوں میں ہیں اراوت ہوں اور گھوڑوں میں ہیں اور پیہ پریشور ہوں وغیرہ پس
کرشن جی کی اس دقیق مہارت اور زیر دست فلاسفی کو نہ سمجھنے والے کہیں پریشور کو گھوڑ
کا اوتا بنایا کہیں مچلی دیکھو وغیرہ بنایا۔ لیکن یاد رکھنا چاہیے کہ انسی فلاسفی کے مضامین ہمیشہ عقلی
معنی سے علیحدہ مطلب رکھتا کرتے ہیں عقلی معنی اگر کوئی یوں لگا یوے کہ انسانوں میں بادشاہ
پریشور ہے یا گھوڑوں میں اوجیہ غمراہ (ایک خاص قسم گھوڑوں کی پریشوری ہے۔ تو کیا
ایسے معنی سمجھنے والے کو کوئی عقلمند کہہ سکتا ہے۔

अक्षराणांकारोऽस्मि इन्द्रः सामासिकस्य च ॥

अक्षरेवाक्षयः कालो आताडहं विश्वतो मुखः ॥ ५०. अ. १०/३१०

अक्षराणाम् अकारः अस्मि इन्द्रः सामासिकस्य च । अक्षरे एव

अक्षयः कालः आताडहं विश्वतो मुखः ॥

ترجمہ۔ (۱) اکثروں (حروف) میں (۲۰۲ میں آ میں ہوں) اور تاسوں میں
(۵) میں دو ندو ہوں (پہنسریت قواعد کی ایک خاص بات ہے) (۶-۷) نہ فنا ہونے والا
زمانہ ہوں (۱۰) اور میں ہی (۱۱) ساری خلقت کا (۱۲) اصلی (۱۳) سہارہ ہوں۔

نوٹ۔ حروف میں آ کی طاقت پریشور کی بھوتی کہی گئی ہے پس واضح ہو کہ اگر ہم تمام
حروف میں سے آ کی طاقت یعنی *Power* کو نکال ڈالیں تو نتیجہ یہ ہوگا کہ کوئی حرف اپنی
آواز ہی نہ دے سکے گا اور ہمیں اسی گونگا بن جانا پڑے گا۔ اس بات کو ہم آدو کی نسبت امریکی
الفاظ کی مثال سے آسانی کے ساتھ سمجھا سکتے ہیں پس ناظرین کو معلوم ہو کہ *Far from*
میں سے اگر ہم *o* کو جو کہ *Ad* کی طاقت ہی نکال ڈالیں تو بتلائے کہ آپ کیونکر اسکا لفظ کر سکتے
یا اگر لفظ *Remember* میں سے *eeee* کو نکال دیں جو کہ *Ad* کی طاقت
ہے تو بتلائے کہ اسکا لفظ آپ کس طرح کر سکیں گے۔ یہی طرح *Measureless*
میں سے *ee* نکال ڈالیں پھر دیکھیں کس طرح اس کا لفظ ہوتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ

ناظرین! اسیدطر بھگوت گیتا کی یہ دہائی ساری کی ساری اسی مضمون سے
 بھری پڑی ہو چکی اشتیاق ہو وہاں ہی پوری بحث دیکھ سکتے ہیں ہمارا صرف مطلب مختصر طور
 پر یہ دکھانا تھا کہ اوتار کی فلاسفی سے اگر وہی معنی مطلب سمجھ جاویں جسکا ذکر اوپر کے حوالہ
 میں آیا ہے یعنی جنکو کرشن جی پریشور کی بھوتی یا طاقت فرما ہے میں اور اس فلاسفی پر کافی غور
 کیا جاوے تو جہاں اس اصول کے مطابق تمام دنیا کی قوموں و مذہبوں کے بزرگوں کی نفیست و بزرگی
 قائم رہتی ہے وہاں ہندوؤں کے اوتار آریوں کے مکت پرش عیسائیوں کے مکمل انسان و
 مکمل خدا ایسلمانوں کے پیغمبر رسول یا نبی اور بدھوں و ہنوں کے تیرتھر وغیرہ وغیرہ سب اس
 فلاسفی کے مطابق اپنی اپنی اسی حیثیت پر قائم رکھے جاسکتے ہیں جن پر ان کے پیروکاروں نے
 ادھیں قیام کیا ہے۔ اسکے علاوہ اس فلاسفی پر جتنا ہی زیادہ غور و خوض کیا جاوے اوتار
 ہی پریشور کی سرٹ یا پکتا (ہر جگہ موجود ہونا) ہم پر روشن دیمیاں ہوتا جائیگا اتنا ہی نہیں
 بلکہ سچ میں اس کو بغور پڑھنے والے صاحبان اگر اسے دوبارہ بارہا پڑھ کر کافی طور پر غور و خوض کریں
 تو یقیناً وہ پرہم پریشور کے بھکت بن جائیں گے اور پھر ان کو اپنی اس زندگی میں ایسے تجربات
 ہونگے جن سے کہ وہ اس فلاسفی کی صداقت کے خود قائل ہو جائیں گے۔

ناظرین! گیتا کے اس دسویں ادھیائے ہماری رائے کی تائید ہوتی ہے اس بات کو
 بالکل صاف الفاظ میں ظاہر کرنے کے لئے ہم وہاں کا اکتالیسواں شلوک بھی ذیل میں پیش کئے
 دیتے ہیں:-

यद्यद्विभूतमत्र सत्त्वं श्रीमद्वैतमेव वा ।

तत्तदेवावगच्छत्वं मम तेजोऽंश संभवम् ॥ म. भा. १०/४२ ॥

यत् यत् विभूतिमत्र सत्त्वं श्रीमद्वैतमेव वा । तत् तेज एव

अवगच्छत्वं मम तेजोऽंश संभवम् ॥

ترجمہ - (۱) جو جو (کسی قسم کی) (۲) بھوتی والا (۳) وجود (ہو یعنی وہ اگر) (۴) شریمان
 (دوست رونق جاذب و جلال وغیرہ رکھنے والا) ہو (۵) یا (۶) (کسی قسم کی) طاقت والا
 (۷) ہی ہو (۸) تو ایسوں کو (۹) یقیناً (۱۰) میرے (۱۱) تہی (تیزی) کے حصہ سے پیدا

ہوئیوالا (یا صاف یوں کہ میری خاص طاقت رکھنے والا) (۱۲) تو (۱۳) سمجھو۔

ناظرین! شرمی کرشن جی نے بہت سی بھوتیاں گنائیں بعد اس شلوک میں یہ کہہ دیا کہ وہ یوں کہناں تک ہمارے کرائے میں گئے تو ہم فحاشیت سے خود ہی سمجھ لیا کریں کہ جس انسان میں کوئی غیر معمولی طاقت وغیرہ دیکھو ہمیں وہ غیر معمولی طاقت رونق جاہ و جلال و ہانت عظمت و فیضیت وغیرہ پیشہ ور کی ہی سمجھو۔

کچھ ناظرین! کیا ہمیں اس مضمون کو صاف کرنے کے لئے اب اور بھی حوالہ جات تلاش کرنیکی ضرورت ہے؟ کیا ایسے صاف الفاظ سے بھی بڑھ کر کوئی تائید ہو سکتی ہے؟ اں مہلن آریہ سمان بنیاد اتنے پر بھی نہ مانیں گے اس لئے انکی تسلی کے لئے ہم ان کے مغز پر فمیر بندت آریہ سنی صاحب غصہ آریہ گیتا کی رائے بھی ذیل میں نقل کئے دیتے ہیں جو اسی دسویں ادھیار کے خاتمہ پر رہوں گے۔
کی ہے اور ہمیں دو چیزوں اور الفاظ میں ہماری رائے کی موافقت کرتے ہوئے آریوں کو اسے تسلیم کرنیکی سفارش کرتے ہیں۔ وہو ہذا۔

(حسب ذیل عبارت اس آریہ گیتا کی صفحہ ۵-۳۷- پر سے نقل کی جاتی ہے)

سوال۔ پر ماتما کو یہ کتے کیسا واسیات معلوم ہوتا ہے کہ ہمیں دشمنوں میں پیشگیوں کہیں حکومت والوں میں سنہ میں ہوں کہیں جلیوں (سکائیوں میں) (جو یعنی) پاسی (یہ حکمت علی) میں ہوں وغیرہ۔ یہ کیا بھوتیاں ہیں۔ ۹۔

جواب۔ اس بھوتی ادھیار کو اگر کوئی شخص ایک سو دل ہو کر اور ویدک مت سے پڑھے تو ہمارے خیال میں یہ شک پیدا نہیں ہوگا کہ یہ بھوتیاں (جسکا شمار گیتا کی دسویں ادھیار میں کیا گیا ہے) حقیر ہیں۔ کیونکہ مہرشی دیاس نے (جو کرشن ارجن کی اس شلوک کو گیتا کی شکل میں ترتیب دینے والی ہیں) اس چراچر (جاندار و بے جان خلقت کی چٹکار (ردنق کہنی) والی اشیاء کو پر ماتما کی بھوتی کے طور پر بیان کیا ہے۔

یہی دل کی صداقت سے مذہبی انسان میں کر پڑے جو جس مذہب کا پیروکار ہو اسی مذہب پر سچا ایمان رکھتا ہو اور اکی تمام نوجہ کو کیسے کر کے اس جانب نگاہ نہایت غور سے اس مضمون کو پڑھے ہم ہی اسی بات کی سفارش اپنے ناظرین سے دوبارہ کرتے ہیں واقعی ہر مضمون کی لائق ہے کہ بار بار اسے بخود پڑھنا لازم ہے۔

ان متذکرہ بالا بھوتوں سے طبع پریشور کی اس کاریہ جگت معمول خلقت کو جب تک کوئی اس دنیا پریشی (غور و خوض کی خاص نظروں) سے نہیں دیکھتا تب تک اس کے دکھیاں یعنی بھلائی کی امید رکھنا فضول ہے۔ جس کے خیال میں حکمرانی (شہنشاہ) کا دیکھنا یعنی حکومت کی باگ ڈور یا سزا دینے کی طاقت پر ماتما کی بھوتی نہیں جس کے خیال میں دوند و چہچہاس کے مانند سمیتا (سب کو بزر کر دینے وار) کا وجود پر ماتما کی بھوتی نہیں جس کے خیال میں کل وغیرہ تینوں کی منن روپ سندھی (غور و خوض کی طاقت کا کمال حاصل ہونا) پریشور کی بھوتی نہیں وہ ان انت (بے شمار) بھوتیوں سے طبع پریشور میں دھرم ارتھ کا مزو کش *सर्व कर्म मोक्षार्थं* (ان کی کرنا دہ) دنیاوی اشیاء حاصل کرنی (س) خواہست و دنیاوی لذات حاصل کرنا (س) خات پاناک) ان چاروں بھوتوں کے مجموعہ کی سائب ثباب (یعنی حقیقت کو نہیں جانتا) یعنی وہ نجات وغیرہ کو حاصل نہیں کر سکتا، اس بھوتی ادھیار میں تو دیاس جی نے بڑی نام پر ماتما کی طاقتوں کو بیان کیا ہے لیکن جن لوگوں نے دیدیگوان کے رودادھیار (یکور وید کی ٹولوس ادھیار) کو پڑھا ہے ان کو معلوم ہو گا کہ رودر روپ دہاری (فصلہ والی شکلوں کو رکھنے والے) بہادر وں کی کیسی کیسی بھوتیاں پریشور نے ظاہر کی ہیں اور زیادہ کہاں تک کہیں جن لوگوں نے کبھی سندھی (صبح شام کی عبادت کے سنتوں) کو معنی معلوم نہ کیا ہے وہ لوگ اس بھوتی ادھیار کی حقیقت کو جان سکتے ہیں کہ مذکورہ بالا بھوتیاں پر ماتما کے زروین (خدائی

ہستی کے ثبوت) میں کہاں تک انکار (استعارہ) کا کام دیتی ہیں۔

.... ناظرین! آریہ صاحبان کو کوئی موقع انکار کا نہ رہ گیا نہ صرف

ایکے ایک معزز پر فہم کی تائید پر کے اقتباس میں پیش کر دی گئی ہے بلکہ پڈت آریہ منی جی مہاراج نے بتلایا کہ یہ اصول ویدوں میں بہت معقول طور پر بیان ہو چکا ہے ادھیار پر اشارہ ہے اس کی عبارت اگر نقل کی جاوے تو آریہ صاحبان دنگ رہ جائیگے کیونکہ گیتا میں تو صرف یہی عبارت تھی کہ انسانوں میں بادشاہ جیسے مجہہ۔ دختروں میں پیل جیسے مجہہ وغیرہ لیکن وہاں تو

یوں آتا ہے کہ ان چوروں کے سردار تھکونہ (سجدہ) ہو۔ اسے فوج کے پہ سالار تھکونہ کو منہ ہو
اسے رتھ بنانیوالے تھکونہ ہوا ہے کہا تھکونہ ہو وغیرہ وغیرہ۔

ہاں اگر پنڈت آریہنی صاحب کی اس باریک بینی کو مد نظر رکھ کر اس (چور وید کی سولویں) ادھیاء
کو پڑھا جاوے تو اس سے جہاں اوتار کی فلاسفی مفصل طور پر ثابت ہو جاتی ہے وہاں اہل اسلام کا
توحید بھی ثابت ہو جاتا ہے لیکن کسی نقیب کی بات ہے کہ سوامی دیانند سرسوتی مہاراج نے اپنی تفسیر
میں اس بات سے نہ تو اقرار کیا ہے نہ کم از کم الفاظ کے ایسی معنی قائم رکھے ہیں کہ جو دراصل ان سے براہ
ہوتے ہیں پس اگر ہم دیانندی جاسٹ یہ کو بیچ تسلیم کر لیں تو پنڈت آریہنی جی کی یہ بات رد
ہو جاتی ہے کیونکہ سوامی جی نے کسے چوروں کے سردار تھکونہ ہوا وغیرہ میں مفہم (تھکونہ) بتا
کرنا کے معنی غلط یا بھرا (اوتار) کر کے عجیب گڑھا دیا ہے (چنانچہ چوروں کے سردار پر تو ایسا غصہ
سوامی جی کو آگیا کہ یہاں نہ کے معنی قتل کے ہی رُود یا یعنی وہ لکھتے ہیں کہ چوروں کے سردار کو
قتل کر دو۔ دیکھو پھر وید جٹا۔

ہمارا خیال ہے کہ گیتا کی اس فلاسفی کو بطرح آریہنی صاحب نے سمجھ لیا اور ویدوں کی اس ادھیاء
کو الزاموں سے بری کر لیا وہ باریک بینی سوامی جی کو نہ حاصل ہو سکی پس وہ جس کمزری پر گئے کہ
اگر غلطی معنی یوں صاف صاف کر دے جاویں کہ اسے چوروں کے سردار تھکونہ کو میں سجدہ کرتا ہوں
تو ویدوں کے گلے بڑے بڑے اعتراض مٹتے جادینگے۔

ناظرین! سوامی جی یہ نہ سمجھ سکے کہ اسکا مدعا یہ ہے کہ اسے چوروں کے سردار جو قادر
مطلق تھے ایسی خاص طاقت عطا کر رہا ہے کہ تو نسبت دیگر ان کے بغیر معمولی حرکات کر سکتا ہے
اس خاص طاقت کو ہم نہ (سجدہ) کرتے ہیں۔

ناظرین ہم مضمون زیر بحث سے دور چلے گئے اسلئے اس جملہ معترضہ کو ہمیں چھوڑ کر پھر دوسرے
آئے ہیں اب ہم امید کرتے ہیں کہ ہمارے آریہ جی اس اوتار کی فلاسفی کو ضرور تسلیم کر لیں گے ہاں وہ
اس فلاسفی کو مد نظر رکھ کر اگر سوامی دیانند کو بھی اس زمرہ میں مان لیں تو ہم انکو ایسا کرنے سے منع تو
نہیں کرتے لیکن اسے لیڈران آریہ سماج! آپ کو یہ خیال تو رکھنا چاہیے کہ حسب طرح آپ سوامی
دیانند سرسوتی مہاراج کی نہایت حد سے زیادہ عزت اپنے دلوں میں رکھتے ہیں اس طرح

اگر ایک ہندو بھگوان کرشن جی پر خدا ہے۔ ایک عیسائی برہمچاری پر تن من و مہنہ پورا کر رہا ہے ایک مسلمان حضرت محمد صاحب صلعم پر قربان ہو نیکو تیار ہو تو ان بیچاروں نے کون سا گناہ کیا ہے جو آپ اُن کو برا بھلا کہا کرتے ہیں۔

اجی حضرت! آپ یہ نہ سمجھئے کہ آپ ان باتوں سے اپنے دھرم کا پرچار کر رہے ہیں سرگز نہیں آپ سخت غلطی پر ہیں کیونکہ جہاں آپ اپنے ایک زبردست اصول اٹھسا (کسی کا بدل نہ دیکھنا) کو دہراتے ہوئے ملک میں نفاق کلج پور رہے ہیں (جب کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہندو مسلمانوں میں آئندہ اتفاق و اتحاد قائم ہونے کے بجائے دشمنی بخشش اور بھوٹ مڑتی چلی جائیگی) وہاں دنیا کے ان بزرگوں کی نند ابد گویا کر کے گناہ اور نہایت عظیم گناہ کا رہے ہیں جس کو آپ کے پیدا کرنا والے پر برہم پریشور نے آپ سے افضل بنا دیا ہے۔

اے آریہ صاحبان! آپ جو کہ یہ کہا کرتے ہیں کہ کرشن جو کہیں کا چرائیوالا عورتوں کو چھائیواں سیکڑوں عورتوں سے عیشی کرنا والا مہا بھارت کی جنگ کر کے ملک کا ستیا ناس کرنا والا ہے اسکی عزت کرنا غلطی ہے۔ یا عیسیٰ جو سولی دیا گیا (اپنی حفاظت آپ نہ کر سکا) اس کا سہارا کھڑا ہونا نہایت ہی یا محمد! جو اپنے لڑکے کی بیوی پر عاشق ہو گیا اس کو رسول ماننا نامناسب ہے وغیرہ وغیرہ چنانچہ ایسوں کی تعظیم کرنا محض فضول ہی ہیں آپ کو یاد رہے کہ جسکو پریشور نے فضیلت دی یعنی جس کو اُس نے اپنی خاص طاقت بخش دی اُسکی عزت تعظیم وغیرہ کر لیں گے ہمیں مجبور ہونا پڑتا ہے ہم نہ بھی چاہیں تو تاہم ہی ایسا کریں گے بے مجبور کئے جاتے ہیں آپ صاحبان خدا کی خاص طاقت رکھنے والوں کی نندا اور توہین کر کے نہ معلوم کس قدر گناہ عظیم کا رہی ہیں ہم نے پنڈت بیکھ رام جی کی ایک کتاب میں ایک مضمون دیا تھا اور محمد! کا مقابلہ پڑھا ہے۔ ہمیں یہ دیکھ کر نہایت افسوس ہوا کہ وہ اول الذکر کو آسمان پر چڑھاتی ہوئے آخر اند کر کی شان میں نہایت نازیبا الفاظ (جابل وغیرہ) استعمال کر رہے ہیں ہمارا خیال ہے کہ بیشک یہ بڑی بیماری غلطی ہے کہ کسی ایسے کو جو لاکھوں کروڑوں ہندوؤں کا معزز مانا گیا ہو اس کو برا بھلا کہا یا لکھا جاوے یا مضر ایسا خیال بھی کیا جاوے۔

اے آریہ مہاشیو! یقیناً آپ سخت غلطی پر ہیں آپ اگر اپنے ایسے طریق عمل کو ترک نہیں کریں گے تو پریشور کے دربار سے آپ کو اپنے ایسے نامناسب افعال (پاپ) کی سزا ملے گی۔

ہمیں اس بحث کی ضرورت ہے کہ فلاں ریفارمر بڑھ کر ہو اور فلاں گھٹ کر ہو اور آئی ایسا کر ہو اسے خدا کے نزدیک گنہگار بنو گئے۔

اے حضرات! آپ کو ایسے فیصلوں کی ڈگری دینے کا استحقاق کیسے دیا ہو؟ کون کس سے بڑھ کر ہو یا کون کس درجہ کا نیک و بد ہے یا کس نے دنیا میں کس قدر باپ اور کس قدر بیٹا لگنا ہوتا ہے کیا ہو وغیرہ وغیرہ تمام باتوں کا فیصلہ کرنا پریشور کے ہاتھ میں ہی اس نے آپ لوگوں کو اپنی وزارت پر تو نہیں مقرر کیا کہ آپ صاحبان اسی فکر میں غلطیاں رہا کرتے ہیں کہ حضرت محمد صاحب مسلم یوں بڑے کرشن یوں خراب عیسیٰ یوں ناپاک وغیرہ۔

اجی مہاشے! آپ ان فضول کاموں کو ایک بار گلی ترک کر دیجیے دنیا کی فکر چھوڑ بیٹے آپ اپنا سدا ہار کیجیے کیا آپ کے پاس تمام دنیا کے بزرگان دین کا مقابلہ کر نیکی سونا اور کوئی کام نہیں ہے۔

ناظرین! اگرچہ پوچھیے تو دنیا کے ہر ایک مذہب و ہر ایک قوم میں جو بزرگ ہو گزرے ہیں ان سبکی ہر ایک فرد بشر کو عزت کرنی لازم ہے۔ یا اگر ہم دوسری قوموں کے بزرگوں کی عزت نہ کریں تو کم از کم ان کی خدا (ابوگوئی) اور تو حیں تو نہ کیا کریں۔ اگر یہ صاحبان لفظ ستوتی (تعریف) کی بڑی عجیب غریب تاویل کیا کرتے ہیں یعنی یہ کہ جو جیسا ہی اس کو ویسا کہنا اسکی ستوتی یعنی (تعریف) ہے اور اس کے خلاف نہ دے پس سی آڈ کو لیکر وہیوں مخاطب کرتے ہیں کہ شری کرشن کی سوانح عمری ان کو جیسا کہ ظاہر کر رہی ہے اسے ہم بلا کم و کاست بیان کے دیتے ہیں چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ کرشن نے چوری کی عیاشی کی یہ کیا وہ کی وغیرہ۔

اب ناظرین! سوچیں کہ کیا کسی مضمون کا *Dark side* تاریک حصہ لیکر اسے عوام کے روبرو پیش کرنا غلط نہیں سمجھا جاتا ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ ان کو ایسی ضرورت کیا ہو کہ کرشن وغیرہ کے ذاتیات پر ریویو کر لیں ٹھہر دیں انہیں چاہیے کہ یا تو وہ ان بزرگان مذہب کو انہیں الفاظ میں یاد کریں جن میں ان کے پیروکار ان کی عزت کرتے ہیں یا ان کو لازم ہے کہ وہ اس مضمون کو ہی بالاطلاق رکھ دیں یعنی وہ کسی دین کے کسی بزرگ کا جس کو اس دین والے اتنا پیغمبر کہاں انسان اور مکمل خدا یا تیر تھنڈر وغیرہ نہایت درجہ کے افضل۔

الفاظ سے تعظیم کرتے ہیں کوئی ذکر مذکور ہی نہ کیا کریں۔

لیکن ناظرین! وہ ایسا نہ کرینگے آریہ سماجیوں نے یہ لکھا ہوا ہے کہ ہماری قوم کی ترقی اور
ہمارے دھرم کا پرچار (آریہ سماج کی اشاعت) تب ہی ہوگا جب ہم تمام دنیا کے ان نہایت
اعلیٰ درجہ کے معزز بزرگوں کی ذاتیات کو بالکل پاٹال کر ڈالیں گے اور یہی وجہ ہے ناظرین کہ
وہ دل بدن اور شوخ ہوتے چلے جاتے ہیں اگر آج پنڈت لکھ رام صاحب تپش کروڑ انسانوں
کے معزز بزرگ کو جیل بکھر رہے ہیں تو کل ایک نوجوان بی لے برہم چاری کا خطبہ حاصل
کرشکی خاٹرا سے سڑکے جنگلوں کا وحشی کہہ کر ہی اپنے ساتھیوں کو خوش کرنا سب سمجھتا ہوا مذہبی
دنیا پر یہ بات روشن کر رہا ہے کہ آریہ سماج کیا ہے۔ صرف ایک ایسے لوگوں کی جماعت ہے
جن کے پاس اور کوئی کام نہیں سوا اسکے کہ وہ تمام دنیا کے بزرگوں کی توحین کیا کریں اور جن لوگوں
میں پرہم پریشور نے اپنی خاص طاقت (بھوتی بخش کر ان کو لکھوں کروڑوں انسانوں کا
معزز بنایا ان کی نڈا لہو کوئی کرتے ہوئے انہیں برا بھلا کہا کریں۔ کاش کہ اب بھی ہمارے گمراہ
آریہ بھائی صاحبان راہ راست پر آجویں۔

ہاں ہم دیکھیں کہ علامہ محمد مسلمان اور عیسائی بھائی بھی ایسا ہی کرتے ہیں یعنی وہ ہندوؤں آریہ بھائیوں کی
برگونی میں کتابیں تصنیف کرتے ہیں یا زبانیں انکو سخت سست سناتی ہیں پس اسے عیسائی مسلمانوں آریہ طریق
علم واقعی بہت ہی نامناسب ہیں یونکا تھول تو کہ ہم کیا کریں ہم یہ عجیب چلے کر رہے ہیں تو جہاں
ہفتے انکی ایسی باتوں کی تردید کر کے اپنی محافظت کی وہاں انپر انزامی طور پر انکو بزرگوں کی پڑتال کرنا شروع کیا اگر
ان کا یہ کہنا صحیح ہو تو مسلمانوں! آپ بھی سخت غلطی کر رہے ہیں بعد ابتداء تو یہی کہ انکی یاں کتابوں میں یہ بدایت
کہاں کہی پڑھیں دیکھ تو ام کے بزرگوں کی توحین کر دینا بلکہ اسکے خلاف تو ہم یہ تو یعنی قرآن شریف میں لکھا ہوا ہے
کہ تَبَارَكَ الَّذِیْنَ یَاْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ تَبَارَکَ الَّذِیْ یَغْیْرِ عَلَمٌ۔ ترجمہ اور ان لوگوں کو جو اللہ کو سوا اور
پکارتے ہیں برا نہ کہا کر دیونکہ وہ اللہ کو جہالت سے برا کہنے لگیں گے۔ پارہ ۷۔ رکوع ۱۷۔

لَا تَهْرَقُ بَیْنَ اَکْھِبِیْنِ سُلْبَہِ ہم خدا کے پیغمبروں میں کسی ایک کو خدا نہیں سمجھتے پتا رہے
انما انت محمد نر۔ وکل قوم ہاد۔ (پٹ۔ ۷۷)۔ اگر رسول تو ایک سبھا نیوالا ہے اور ہر ایک قوم کیلئے ہادی ہوگی
ان من امثہ لا ھل فیہا نذیر۔ (پٹ۔ ۱۵۷)۔ ہر ایک قوم میں ہما گذرے ہیں۔

ہاں انصاف کی نظر سے بیشک ہر ایک معقول پسند غیر متعصب انسان کو یہ تسلیم کرنا
 پڑیگا کہ جہاں وہ لوگ غلطی پر ہیں جو حضرت عیسیٰ اور حضرت محمد صاحب صلعم کی توحین کرتے ہیں وہاں
 وہ لوگ بھی سخت غلطی پر ہیں جو رام کرشن وغیرہ کی توحین کر رہے ہیں۔
 ناظرین! ہمیں کیا حق حاصل ہے کہ جن وجودوں کو پرہیزگار پر مشورے نے جن کراپی طاقت
 آپس قائم کر کے ان سے خیر سہولی کام کرائے اور کروڑوں انسانوں سے انکی تعظیم کرائی انہیں ہم برا
 بھلا کہہ گئے ہیں۔

ناظرین! ہم نے خود عیسائیوں کی تصنیف کردہ ایسی کتابیں دیکھی ہیں جن میں یہ لکھا تھا کہ رام
 چند راگراوتار ہوتے تو دو کستیا کی فراق میں مارے مارے کیوں پھرتے۔ پس اسٹے یہ معنی ہیں کہ
 ہمارے عیسائی بھائیوں نے آریوں اور مندوں کو اس بات کا مستحق بنا دیا کہ وہ ایسی کتابیں تیار
 کریں جن میں ایسے الفاظ درج ہوں کہ عیسیٰ اگر مکمل انسان اور مکمل خدا ہوتا یا خدا کا ایک ٹوٹا بیٹا ہوتا
 تو وہ سولی پر کیوں چڑھایا جاتا وغیرہ۔

ناظرین! کیسے تعجب کی بات ہے کہ ہندو سلمان عیسائی لڑیں تو پس میں مگر صدقہ نہیں
 سنائی جاویں ان پور مہان آتماؤں کو جو ہزاروں سال قبل ہو گئے ہیں۔
 ناظرین! اس سے بھی زیادہ تعجب ان بھلے آدمیوں کی عقل پر ہوتا ہے جو اپنے آپس کی
 لڑائی کا دائرہ وسیع کرتے کرتے نہ صرف دنیا کی قوموں کے بزرگوں کی توحین برائی پر سی تفت
 کرتے ہیں بلکہ افسوس اور نہایت افسوس سے ہمیں کہنا پڑتا ہے کہ زمین اور آسمان کے بنائے ہوئے پرہیزگار
 پر مشور کو بھی صلواتیں سننے لگ جاتے ہیں اور یہ خطانہ صرف آریہ سماجیوں میں ہی ہے بلکہ عیسائی سلمان
 اہل اہمان بھی اس سے پاک نہیں ہیں۔

اے مسلمان صاحبان! اگر آریہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ خدا مکار ہے تو آپکی جانب سے اسکا جواب
 یوں ہو گز نہ ہونا چاہیے کہ پریشور گنہگار ہے کیونکہ فارسی زبان میں جسکا نام خدا ہے اوی کا دروہی
 اس ہی کا نام سنسکرت زبان میں پریشور ہے پس پریشور گنہگار ہے اس کا ترجمہ بھی یہ ہی ہو گیا کہ خدا
 گنہگار ہے۔ ہاں ہم نے مانا کہ جو آریہ صاحبان خدا مکار ہے (پریشور مکار ہے) کہتے ہیں وہ گناہ کر
 رہے ہیں (اور پس وہ اپنے گنے پر سنہرا پائیگے) لیکن کیا یہ عقلمندوں کا کام ہے کہ ہمارا مخالف گناہ کرتا ہو

تو ہم صی گناہ کرنے لگیں۔ ہاں آپ بیشک سینے نفلوں کی تمام باتوں کی باں بال تریذید کریں ان کو
 خوب شناسائیں بلکہ ایک ایک کی چار چار سنائی میں لیکن صاحبان یاد رکھئے کہ ہر ہر ہم پر مشور جو آپ کا اور لکھا
 (غرضکہ دونوں کا معبود و اسکی صفات میں جو الفاظ کا مختلف استعمال کرتا ہے اور اپنی زبان سے وہ مختلف
 ہونیکے باعث آپ ان (پر مشور کی محنتوں کو نہ سہ کرنے والے) الفاظ کو نہیں سمجھ سکتے (یا آپ ان کے
 عادی نہیں ہیں) تو ہر گز ہر گز صی آگیا ایسا نہ کرنا ہے کہ آپ ان خدا کی صفتوں یا اس کے مترادف الفاظ
 کو کسی برے طریقہ پر استعمال کرنے لگ جاویں۔ آپ کے ایسے افعال واقعی نہایت عظیم گناہ ہیں۔
 ناظرین! ہم یہ کہے بغیر نہیں دے سکتے کہ جہاں پنڈت سیکھ رام صاحب مرحوم یا مسٹر دھرم پال صاحب
 بی۔ اے ہر ہم چاری (سابق عبد الغفور صاحب) کے ایسے الفاظ کہ خدا مکار ہے وغیرہ۔ وغیرہ
 ہمیں ان دنوں ہی جب ہم آریہ سراج کے محبر تھے بہت ہی ناگوار معلوم ہوتے تھے وہاں سلمان
 صاحبوں کی ایسی باتوں کو بھی بیشک ہمارا دماغ ہر گز ہر گز بھی نہیں برداشت کر سکتا جیسا کہ اخبار
 انوار اسلام سیالکوٹ جلد نمبر ۱۴ مورخہ یکم اکتوبر ۱۹۷۹ء کے صفحہ ۲۳ سطر اوپر درج ہے جو کہ
 حسیٹ مل ہے۔

اُسی طرح جل کے آگے باتھ جوڑ جوڑ تعریف کرنے والے پر مشور کو جل میں ڈوب کر مرنے کا ہے۔

ناظرین! یہ الفاظ ہیں جنہوں نے یکایک ہمیں چونکا دیا اور ہم نہایت تعجب کے ساتھ عرصہ
 تک سوچتے رہے کہ اگرچہ آریہ صاحبان خدا کے اسماء پاک کے ساتھ نامناسب الفاظ جوڑ کر گنہگار بنے
 ہیں لیکن کیا اسی انصاف سے مسلمانوں کی ایسی باتیں انکو گنہگار نہیں بنا رہی ہیں؟
 ناظرین! ہم انوار اسلام سیالکوٹ کے ایڈیٹر صاحب جسٹس عجب ہو کر نہایت عاجزی سے
 دریافت کرتے ہیں کہ اگر ہم نہ سکتے لفظ پر مشورہ ترجمہ فارسی زبان و لفظ خدا کر کے اوپر کا فقرہ یوں
 لکھیں کہ خدا کو پانی میں ڈوب کر مرنے کا ہے تو اب ان کو ناگوار معلوم ہو گا یا نہیں؟ (ہماری تو قسم بھی ایسے الفاظ
 لکھتے ہوئے رہتی ہے مگر اقتباس کو نقل کرنا ضروری تھا پس مجبوراً لکھنا پڑا۔)

اے ایڈیٹر صاحب! انوار اسلام آپ کو نفلوں کے لفظی معنی کا پورا لحاظ رکھنا چاہیے جبکہ
 آپ جانتے ہیں کہ عرب اور فارس کے باشندگان اپنی زبان میں زمین اور آسمان کو بنائو اے کو خدا کہا کرتے

ہیں اور اس طرح ہندوستان کے قدیم باشندگان اسی کو اپنی زبان میں پریشور کہتے ہیں تو بھلا انصاف کی نظر سے سوچئے تو ہنسی کہ کیا آپ کا یہ فقرہ عقلمندوں کے نزدیک ویسا ہی نازیبا نہیں ہے جیسا کہ شمسریہ آریوں کے خدا مکار وغیرہ الفاظ نہایت ہی نامناسب ہیں۔

اب اگر کوئی صاحبِ ہم سے یہ سوال کرے کہ ہمیں معترض کی غلطی ظاہر کرنے کے لئے ایسے الفاظ لانیکی ضرورت ہوتی ہے تو ہمارا جواب یہ ہے کہ جہاں ایسے فقرے دماغ سے ایجادیں کر رہے ہوں کر سکتے ہیں کہ اس طرح مخاطب کیا کریں کہ فلاں کتاب میں جو خدا متعلق ایسا ایسا لکھا ہے یہ ایسے مصنف کی غلطی ہے اور اللہ جل شانہ کی شان میں ایسے الفاظ کہنا نامناسب ہیں وغیرہ۔

مثلاً اگر اوپر کا مضمون ہم اپنے محاورہ میں اور کریں تو یوں ہو گا کہ آپ آریہ مہاشیوا آپ دیدوں کو کلام الہی تو مانتے ہیں لیکن ان میں لکھا ہے کہ اسے جس تمام ہاریوں کی کھوئی والی بوٹیوں کو میرے فائدہ کیواسطی چکا پس اب بتلائے کہ کیا ان دعاؤں کا مانگنے والے خود پریشوری ہے بھلا پریشور ایسی بات کیوں کہنے لگا۔ لہذا ثابت ہو کہ دیر کلام الہی نہیں ہے۔

ناظرین! یہ اعتراض ہمارے عجیب کیونکہ اس اعتراض کی تحقیقت ہمیں معلوم ہے اور ہم سے اعتراض میں اپنا وقت خراب کرنا مناسب نہیں سمجھتے پس یوں عجیب کہ یہاں پر یہ فقرہ محض مثال کے لئے لکھا گیا ہے۔

اے دنیا کی قومیں! ہم آپ سب کی خدمت میں مل کر رہتے ہیں کہ آپ کے ایسے تمام افعال خدا کے احکام کے بالکل خلاف ہیں اور آپ کا وہ ان کاموں کے نتیجے میں ضرور دوزخ میں بھیجے گا۔ اگر کسی عیسائی کی کتاب میں کوئی آریہ یا ہندو شہری یا مہندری کی مذکورہ بات متذکرہ کر جو شخص میں آجاتا ہے اور حضرت عیسیٰ کی توحید پر کفر باندہ لیتا ہے تو اسے عیسائی صاحبان ایاد رکھتے کہ اس ہندو یا آریہ کی زبان سے جس قدر الفاظ آپ کے عزیز و عزیز کے خلاف نکلتے ہیں ان کا گناہ صرف اسی پر نہیں بلکہ اس سے زیادہ آپ پر ہو گا۔ کیونکہ آپ نے ابتدا کر کے اسے اس بات کیلئے مجبور کیا کہ وہ ایسا کہے پس اس گناہ کے بانی آپ ہیں نہ کہ وہ۔ صاحبان! ہمارے نزدیک حضرت محمد صاحبِ صلعم پر کھو عیسیٰ مسیح صلی اللہ علیہ وسلم کا شکر آجاریہ بھگوان کرشن۔ شریمان رام چندر جھری دیاس مہاشی کیلئے غیرہ وغیرہ نہیں نہیں بلکہ اور بھی سیکڑوں

نزاروں بزرگان و لیڈران قوم بویونان مصر روم وغیرہ ملکوں میں ہو گئے۔ سب کے سب
 تعظیم کے لائق ہیں کیونکہ سب میں ہی پریشور کی خاص بھوتی (طاقت) کام کر رہی تھی۔ ہاں ہم نے
 مانا کہ عیسائی صاحبان حضرت عیسیٰ کو مسلمان صاحبان نے حضرت محمد صاحب صلعم کو سند و صاحبان
 بھگوان کرشن کو آریہ صاحبان شاید سوامی دیانند سرسوتی کو سب سے بڑھ کر معزز مانیں گے جس سے کوئی
 ہرج نہیں مگر دوسروں کی تو حین تو نہ کروا نہیں برا بھلا تو نہ کہو اور انہیں صلواتیں تو نہ سناؤ
 ناظرین! کچھ بھی ہو ہم کہے دیتے ہیں کہ اگر اتفاق اتحاد محبت وغیرہ نیک کام ہیں اور
 ان کا حاصل کرنا ہر ایک مذہب نے مناسب سمجھا تو وہ جب ہی دنیا کی مختلف قوموں کے
 ممبران کے اندر قائم رہ سکتی ہیں کہ جب وہ اوپر کے گناہ عظیم کو ترک کر دیں یعنی بزرگان نذر
 کی تو حین کا سلسلہ ایک بارگی قطع ہو جاوے۔ ناظرین! کہہ دینا ہمارا کام تھا ماننا نہ ماننا آپکا کام ہے۔
 اب ہم تقرطو پر اسی ساتھ عجرات

و کرامات کا بھی کچھ ذکر کئے دیتے ہیں کیونکہ مضمون ری بحث سے اس کا خاص تعلق ہے۔
 آریہ صاحبان کہا کرتے ہیں کہ ستلوؤں کی غلطی ہے کہ وہ حضرت محمد صاحب صلعم کو چاند کا
 دو ٹکڑے کر ڈالا سمجھتے ہیں جیسے یوں کی غلطی ہے کہ وہ برہم عیسیٰ مسیح کو ایک روٹی سے ہزار
 انسانوں کو شکم سیر کر ڈالا بدھوں کو دھتیاؤ گونگوں کو بوبتا پنگوں لاٹگوں کو چلتا نہیں نہیں
 بلکہ مردوں کو زندہ بھی کر ڈالا سمجھتے ہیں سینا تہی بندوں کی غلطی ہے کہ وہ بھگوان کرشن کو
 ایک انگلی پر گوسردھن نامی پہاڑ اٹھائیوا لا بڑے بڑے خوشخوار کٹھنسون کو چار یا پنج برس کی
 جیسے کم سنی میں قتل کر ڈالتے والے وغیرہ وغیرہ سمجھتے ہیں۔ یا اسید طرح دیگر مہان آتماؤں کے
 بارہ میں بھی ایسے ہی واپی تباہی باتیں کہا کرتے ہیں۔ وغیرہ۔ وغیرہ۔

ناظرین! وہ لوگ یہ سب کہتے ہیں لیکن ہم تعجب یہ ہے کہ وہ اس فکر میں غلطیاں
 نظر آتے ہیں کہ سوامی دیانند سرسوتی مہاراج میں بھی کوئی ایسی خاص طاقت ثابت کر ڈالیں
 چنانچہ آپکی سوانح عمری میں لکھا ہے کہ ایک تھسومی جی معہ دس ہزارہ آدمیوں کے بیٹھے تھے
 رات کا وقت تھا ایک لڑکا آپ کے لئے کچھ کھانا لے کر آیا۔ اُسے دیکھتے ہی سوامی جی نے
 جھٹ کہا: ”کیوں سے تجھے زشتہ میں دو سائپ ملے تھے؟“ اسے جواب دیا کہ ہاں سوامی جی

بہاراج ایک جگہ پر ایک سانپ سامنے نظر پڑا خوف سے میں پیچھے ہٹا تو دیکھا کہ بھیڑیہ بھی ایک سانپ
 شرم پر موجود ہیں خیال کیا کہ جب دونوں طرف موت ہو تو سوائی جی کی ہی طرف بڑھو جو مرنے پر مشورہ
 کی ہوگی وہ ہو گا۔ پس لنگھ کر چلا آیا، پھر ایک جگہ پر لکھا ہوا کہ لاہور میں ایک کالج کا طبعی ۲۲ سالہ عمر کا
 سوامی جی کا درشن کرنے آیا اس کا چہرہ بغور دیکھ کر سوامی جی نے اس سے کہا کہ دیکھ تو اپنی شادی
 مت کرنا کیونکہ تو زیادہ عرصہ زندہ نہ رہے گا۔ اس نے اپنے گھر والوں کو اس راز سے مطلع کر دیا اور
 شادی سے انکاری ہوا مگر گھر والوں نے نہ مانا بلکہ کہا کہ یہ سادہ ہو لوگ تو یوں ہی بکا کرتے ہیں۔
 غرض کہ اس کی شادی ہو گئی لیکن وہ ۲۵ سال کی عمر میں مر گیا (یعنی سوامی جی کی پیشین گوئی سچ ہو گئی)
 پھر ایک جگہ لکھا ہوا کہ ایک جنگل میں سوامی جی ایک درخت کے نیچے معینڈٹ ایم سین وغیرہ بیٹھے
 تھے۔ ان میں سے ایک یہ چلا آتا ہوا کھڑا ہو گیا کہ سوامی جی! کا راساں آتا ہے سوامی جی بنے اس
 جانب نظر کی اور نہیں کر کہا کہ آتا ہے تو آنے دو ہم اس کا کچھ نہیں بگاڑتے تو وہ ہمارا کیا بگاڑے گا غرض کہ اور
 سب لوگ تو خوف کے مارے دور جا کھڑے ہوئے مگر سوامی جی بنو اس سانپ کی حرکت کو مدد حفظ
 کرتے رہے یہاں تک کہ وہ سوامی جی کے عین پاس سے نکل کر حریف چدا گیا تب سب لوگ واپس
 آکر ان کو سجدہ کر کے تعظیم کرنے لگے۔ اور اسی باتیں تو مشمار لکھی پڑی ہیں کہ سوامی جی شیر پچھ
 وغیرہ نہ ڈرتے تھے یا یہ کہ زہراں کو کوئی مرتبہ دیا گیا مگر اثر نہ کیا وغیرہ وغیرہ۔

اور سوامی جی کے گرو دندی درج چند معجزات کے بارہ میں بھی لکھا ہوا کہ وہ سبھی گیش میں گاتیری کا
 حسب تین سال تک کرتے رہے بعدہ ایک ات کو خواب میں سنا کہ تم کو جو ہونا تھا وہ ہوا
 اب یہاں سے چلو جاؤ واپس وہ وہاں سے چلے آؤ اور اب یہ جہاں انکی ہانت کا ہو گیا
 کہ جس کتاب کو ایک مرتبہ بغور سن لیا کہ وہ لفظیہ لفظاً کا ہو گیا۔

ناظرین! کہئے آریہ صاحبان تمام دنیا کو غلط کہہ رہے ہیں کہ آریہ مہاشیوا
 آپ اس غلطی میں کیوں پڑ گئے جس غلطی میں آپ نے دیگر مذاہب کا ہونا مٹا کر دیا ہے۔

ناظرین! ہمیں یہ بھی ضرورت نہیں کہ اوپر کے واقعات سوامی دیانند کے بارہ میں غلط یا
 صحیح نہیں بلکہ اور بھی کچھ آریہ صاحبان ان کے متعلق جو دیکھیں تو ہمیں ان باتوں کو غلط ثابت کریں
 اپنا وقت ضائع کرنا کی ضرورت ہی کیا ہے۔

اجی ہمارا کیا بگڑتا ہے۔ اگر دنیہ کے کسی فرد شبہ کو خدا بڑی سو بڑی طاقت عطا فرما دیو تو ہمارا
 کیا نقصان ہو گیا۔ پھر ہم کیوں نہ تسلیم کریں کہ ہاں سب سے پہلے سوامی جی میں مذکورہ بالا بات
 ہونا نظر کرتے ہوئے خود آریہ صاحبان نے اب اپنا ہاتھ کٹا لیا۔ کیوں صاحب سوامی دیانند
 کو جس پیشوے نے پیشین گوئی کرنی سانپ سے خوف نہ کرنے یا اس کا انہیں ضرر نہ پہنچانے زیر مضمون
 کر لینے وغیرہ کی طاقت عطا کر دی کیا وہ دوسروں کو بھی ایسی ہی طاقتیں یا اس سے کم زیاد طاقتیں
 نہیں بخش سکتا؟ ہاں شاید آریہ صاحبان کہیں کہ ہم نے تو دیانند میں صرف وہ طاقتیں تسلیم کی ہیں
 جو قانون قدرت کے موافق ہیں مگر نگراں رہتے تو اپنے معزز بزرگوں کی نسبت ایسی وہی تباہی جو
 کر رہی ہے جو قانون قدرت اور عقل سے بھی خفا ہو چکی باعث بالکل غلط معلوم ہوتی ہیں وغیرہ پس اگر
 عرض یہ ہے کہ کیا ایک سانپ کا سوامی جی کو نہ کاٹنا قانون قدرت کے خلاف نہیں ہے۔ کیا زہر کا پیر
 ہلاک نہ کر ڈالنا قانون قدرت کے خلاف نہیں ہے کیا آئندہ ہموالی بات اچھے بارہ میں خود سوامی
 جی یہ مانتے ہیں کہ پیشو رکھی نہیں جانتے۔ دیکھو مضمون پریشو تری کال درشی) کا معلوم کر لینا اور
 بتلادینا خلاف قانون قدرت نہیں ہے پھر جو پیشو اپنے عابدوں میں استغناء خلاف قانون
 قدرت بظاہر سے سکتا ہے۔ وہ کیا بھگون کرشن سے ایک انگلی پر پہاڑ نہیں اٹھا سکتا۔ کیا پھر
 عسلی سے مردہ کو زندہ نہیں کر سکتا۔ کیا حضرت محمد صاحب صلعم سے چاند کے دو ٹکڑے نہیں
 کر سکتا۔ ۹۔ وغیرہ

اے آریہ محاشیو! اتنا ہی نہیں ہمیں تو کچھ اس سے بھی زیادہ نظر آ رہا ہے۔ اور وہ کہیں اور نہیں
 بلکہ خود آپ کی معتبر اور ذمہ دار کتابوں میں اور بھی ہم اگر اپنا ترجمہ پیش کریں تو نہ ماننے کسی ستانی
 پنڈت کا ترجمہ یا تفسیر پیش کریں تو نہ سینے اور آپ کے سماجی پنڈتوں میں سے بھی کسی ایرے عجز کی تحریر
 ہو تو ردی خانہ میں پھینک دیجئے لیکن محاشیو! آپ کی ساری سماجوں میں مانے ہوئے مخزن
 شائستہ رتھوں میں سب سے آگے رکھے جانے والے اور دونوں پارٹیوں کے ہر دل عزیز عالم فاضل
 پنڈت کی تحریر اگر ہماری رائے کی تائید کرتی ہو تب تو آپ مانیں گے کہ اچھا لیجئے ہم آپ کو سناؤ
 دیتے ہیں کہ دیانند انکلو ویدک کلج کے سنسکرت پروفیسر شریان پنڈت آریہ منی صاحب
 بھگوت گیتا اپنی اس کتاب کے دیباچہ میں بھگون کرشن کو یوگیوں کا ستر تاج مانتے ہوئے

یوگ کی طاقتوں کو یوں ظاہر کر رہے ہیں :- دو جیسا کہ پانچل یوگ درشن کیوں یہ پاؤں کے لئے بنو گیا
 سوتر کی تفسیر میں **حیت نل** سے **دند کارنہ** کا **شونہ** کرنا - **سمندر** کا **شکھا**
 دینا (یعنی حیت یا اول موانع کی طاقت سے بڑے بڑے جگلوں کو خالی کر دینا - اور **سمندر**
کو خشک کر دینا -) وغیرہ یوگی کی طاقتوں میں بیان کیا گیا ہے - (دیکھو گیت کا دوسرا حصہ
 صفحہ ۵-۴-۳) -

ناظرین! آپ بتلائے کیا کسی یوگی کا اپنی روحانی طاقت سے **سمندر کو خشک کر دینا** یوں
 کے قانون قدرت کے خلاف نہیں ہے لیکن اب وہ تسلیم کر نیکی کے لئے مجبور ہو گا کیونکہ ایک
 تو پانچل رشی کا یوگ شاستہ وہ درشن (فلاسفی) ہے جسے سوانی جی نے **سمندر** کو **یو اب** میں
 عزت کے ساتھ تسلیم کیا ہے دوسرے میں تفسیر بھی کسی ایسے ویسے کی نہیں بلکہ خود انہی کے ہی نہایت
 معزز عالم فاضل پنڈت کی بخش کر دی گئی ہے -

پس کیا اب ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ اگر ایک انسان اتنے بڑے وسیع **سمندر کو خشک کر سکتا** ہو گیا
 دوسرا ایک انجلی پرہیا نہیں آٹھا سکتا نیز مردہ کو زندہ نہیں کر سکتا اور چوبھٹا چاند کے
 دو ٹکڑے نہیں کر سکتا ؟ - وغیرہ

ناظرین! شاید یہ صاحبان کہیں کہ وہ تو یوگ کی طاقت سے **سمندر کو خشک کرنا**
 ہے تو جواب یہ ہے کہ کسی کو کیا پتہ ہے کہ ان مہان آتماؤں میں بھی یوگ کی خاص طاقتیں نہ
 رہی ہوں کرشن بھگوان کو تو خود آریہ صاحبان یوگی بلکہ یوگیوں کا ستراج مانتے ہیں مگر کیسے
 تعجب کی بات ہو کہ **سمندر خشک کر نیکی** مقابلہ میں پہاڑ اٹھاتا ہو کہ ادنیٰ کام ہے اس سرکاری
 ہو رہے ہیں -

اتنا ہی نہیں ناظرین! شری کرشن جی میں تو **سمندر کو خشک کرنے** وغیرہ کہیں
 بڑے چڑھ کر طاقتیں مافی گئی ہیں چنانچہ بھگوت گیتا کی گیارہویں اور چارویں یوں ذکر آیا ہے
 کہ یوگیشور (یوگیوں کے ستراج) کرشن نے اجن کی درخواست پر پرہمہ مانا کو رات
 روپ کا درشن اودے کر دیا (جو کام پریشور کے سوا کسی دوسرے کا نہیں) و شاید اسی
 وجہ سے بھگوان کرشن کو ہندوؤں نے اپنے جلد چوٹیں اوتاروں میں سب سے بڑھ کر یعنی

۱۶ کل وں والا تسلیم کیا ہی اور اس واقعہ کو آریہ مفسر صاحب انکاری نہیں ہیں بلکہ وہ اور بھی تائید کر رہے ہیں چنانچہ اپنی کتاب گیتا کے صفحہ ۱۶۷ سطر ۱۲ پر اس فقرہ परमेश्वर मे योग मे कर्षण (دیکھو میرے یوگ کی کشیت کی طاقت کو) کی تفسیر کرتے ہوئے یوں فرماتے ہیں۔ یہ کرشن جی کا ایشور کے ساتھ عجیب و غریب یوگ تھا جسکو معمولی لوگ نہیں سمجھتے۔

کہئے آریہ صاحبان اب تو شری کرشن جی میں ایسی خاص طاقتیں آپ کے معزز پنڈت صاحب کو مجبوراً ماننا پڑا جسکے سامنے سمندر کا خشک کر دینا چاند کے دو ٹکڑے کر دینا لالٹھی کا سانپ بنا دینا ایک ٹی سے ہزاروں زندگان خدا کو سیر کر دینا مردہ کو زندہ کر دینا انگلی پر پہاڑ اٹھالینا وغیرہ وغیرہ کوئی حقیقت نہیں کہتی۔ اب بتاؤ کہ کیا آپ کا شری کرشن جی میں ایسی طاقتیں تسلیم کر لینا مردہوں میں انکار کر دینا اس کو کچھ زیادہ بڑے دیہی بیچنے والی اپڑدی کو میٹھا اور باقی بھوں کو کھٹا کہا کرتی ہی۔

ناظرین! اگر بھگوان کرشن کا ورٹ روپ دکھلانا صحیح ہے اگر آریہ پنڈت صاحب کا کہنا صحیح ہے کہ شری کرشن جی کے یوگ کے شمع معمولی لوگ سمجھ نہیں سکتے کہ یہ کیا نعمت تھا اگر یوگ شاستر کا فیصلہ ہے کہ یوگی اپنی طاقتوں سے تمام سمندر کو خشک کر سکتا ہے تو کوئی وجہ نظر نہیں آتی کہ ترلوں کی یہ بات کیوں کر غلط ہو سکتی ہے کہ گست نامی ایک شی نے سارا سمندر اکٹھا کر لی لیا تہا تو ریت کی یہ بات کیوں کر غلط ہو سکتی ہے کہ مہاتما موسیٰ کی لالٹھی سانپ بن گئی تھی انیل کی یہ بات کیوں کر غلط ہو سکتی ہے کہ پر پھو بیسی نے اندھوں کو دیکھنا اور کموست گونگو کو بولنا نہیں نہیں بلکہ مردوں کو زندہ کر دینا قرآن شریف کی یہ بات کیوں کر غلط ہو سکتی ہے کہ حضرت محمد صاحب صبح نے چاند کے دو ٹکڑے کر دئے یا مہابھارت کی یہ بات بھی کیوں کر غلط ہو سکتی ہے کہ مہرشی دیاس جی نے تمام کورؤں و دیگران کو جو اس جنگ میں کام آئے تھے ایک مرتبہ زندہ کر کے مہاراجہ یو دھستھ کو ان کی ملاقات

کے جسکے بارہ میں اس واقعہ کے بعد خود کرشن جی رجب تیوں فرماتے ہیں کہ اس روپ کو بڑے بڑے عابد انہیوں نے بھی نہیں دیکھا یہ روپ نہ عبادت سے نہ حیات سے نہ دیدن کے پرنس سے درہی دیگر دنیاوی افعاں سے دیکھا جاسکتا ہے یہ مطلب یہ ہے کہ جس پر پرستور کی خاص غنابت فضل اگر ہوتا ہے اس سے یہ سیر ہو سکتا ہے ورنہ نہیں۔

کرنے کا موقع دیا۔ وغیرہ وغیرہ۔

ناظرین! اسی ساتھ ہم ایک چھوٹا مگر زمانہ حال کا واقعہ بھی پیش کئے دیتے ہیں سوامی رام تیرتھ
یہ اسے مہاراج اپنے رسالہ رام ادیشش کے صفحہ ۷۷ سطر ۲ پر ایک امریکہ کے عابد تصور مسکا
کے بارہ میں یوں تحریر فرما رہے ہیں:-

اُمّ سن کہتا ہے کہ اسکے مکان کی چھت میں ایک بھڑوں کا چھتا لگا ہوا تھا اور بھڑوں و شہد
کی مکھیوں کو میں نے اسکے ساتھ چار پائی پر بے کھٹکے سوڑ دیکھا مگر اس سم درشی (سب میں یکساں نظر دلا)
کو کبھی برا نہیں ہو جاتی تھیں سب اسکی ٹانگوں سے لپٹ جاتے تھے مگر کڑوہ پر راہ نہیں کاٹتے تو کیسے کیونکہ سکول
سرم اور محبت کی گریں ہوٹ میں تھیں۔

ناظرین! ہمیں ان تمام باتوں کو صحیح اور بالکل صحیح تسلیم کرنے سے انکار نہیں ہو سکتا جسکی وجہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں
اور ہمارا خیال ہے کہ جو صاحب اس اقدار کی فدا منی کر مضمون کو غور و تحقیق کر اور اہل تک پیوچ جاؤنگے وہ ہمارے
راؤ سے ضرور تعلق ہو کر اریہ سماج کی اس بنیاد اور گمراہ کر منوالی تعلیم سے کنارہ کش ہو جاویں گے کہ
ہجرات و کرامات کے ظہور ان خاص طاقت والے بزرگوں کا تادم سے نہیں ہو جاتا۔
ناظرین! یہ جانئے! جن کو رات روپ کا دشمن بھگوان کرشن نے نہیں کر یا بلکہ اسے خاص فضل
سے اپنی خاص طاقت انکو بخش کر یہ کام کرایا جس نے ہی سورج چاند اور زمین آسمان کو رچ دیا ہے رشی گست
نے سمندر کو نہیں پیالیا بلکہ اس کو ان سے یہ کام کرایا جس نے پانی کو سرد و آگ کو گرم بنایا ہو مہرشی
ویاس نے کوروں وغیرہ کو زندہ نہیں کیا بلکہ اس نے ان سے یہ کام کرایا جس نے میتی کو سنی پیدا کر دی
ہے اور اثا بڑا برہماند جس کے کُن کہتے ہی پیدا ہو گیا ہے یہ پر بھو می نے اندھون کو دیکھتا ہے
کو ستنا وغیرہ نہیں کیا بلکہ اس نے ان سے یہ پیدا کر چائی ہے جس نے خاک کے پتلے کو ذی روح
انسان اور حیوان بنایا ہے۔ حضرت محمد صاحب صلعم نے چاند کے دو ٹکڑے نہیں کیے بلکہ اس نے
ان سے یہ کرشمہ کر دیا جس نے کانٹوں کے اندر سے پھول پھٹی پانی سے جھل اور ایک ناپائت
قطرہ سے بڑوڑے ذی تہ نہ انسان کو پیدا کر دیا ہے وغیرہ وغیرہ جس مہان گھٹاری کی ایسی مہاجر جیسا آدمی اور
انت (تشریح آخر) کوئی نہیں جانتا جسکی چمکے مک ہزاروں آفتاب کو بھی مات کر رہی ہو جو اپنے جاہ و جلال کی
تمام خلقت کو صوبہ کر رہا ہے سب کے سب کے خالق پاک پروردگار پر ہم پریشور ہی کو پار ہنسکا ہر روز شام

नासदासिन्नो सदासित्तदानिं नासिद्रजो नो व्योमा परो यत् ।
 किमावीवः कुहकस्य शर्मन्ममः किमसिद्रहनं गभीरम् ॥१॥
 न असीत् असीत् न सत् असीत् तदनिं न असीत् रजः
 न व्योमा परो यत् । किं आवीवः कुहकस्य शर्मन् अममः
 किं असीत् गहनं गभीरम् ॥

نقطی معنی۔ (۱) تب (۲) نہ (۳) است (یستی) (۴) نہ (۵) تھی (۶) نہ (۷) است (یستی)
 (۸) تھی (۹) نہ (۱۰) ر ج (پرمانو یعنی ذرہ) (۱۱) تھا (۱۲) نہ (۱۳) جو (۱۴) (۱۵) (۱۶) (۱۷) (۱۸) (۱۹) (۲۰) (۲۱) (۲۲) (۲۳) (۲۴) (۲۵) (۲۶) (۲۷) (۲۸) (۲۹) (۳۰) (۳۱) (۳۲) (۳۳) (۳۴) (۳۵) (۳۶) (۳۷) (۳۸) (۳۹) (۴۰) (۴۱) (۴۲) (۴۳) (۴۴) (۴۵) (۴۶) (۴۷) (۴۸) (۴۹) (۵۰) (۵۱) (۵۲) (۵۳) (۵۴) (۵۵) (۵۶) (۵۷) (۵۸) (۵۹) (۶۰) (۶۱) (۶۲) (۶۳) (۶۴) (۶۵) (۶۶) (۶۷) (۶۸) (۶۹) (۷۰) (۷۱) (۷۲) (۷۳) (۷۴) (۷۵) (۷۶) (۷۷) (۷۸) (۷۹) (۸۰) (۸۱) (۸۲) (۸۳) (۸۴) (۸۵) (۸۶) (۸۷) (۸۸) (۸۹) (۹۰) (۹۱) (۹۲) (۹۳) (۹۴) (۹۵) (۹۶) (۹۷) (۹۸) (۹۹) (۱۰۰) (۱۰۱) (۱۰۲) (۱۰۳) (۱۰۴) (۱۰۵) (۱۰۶) (۱۰۷) (۱۰۸) (۱۰۹) (۱۱۰) (۱۱۱) (۱۱۲) (۱۱۳) (۱۱۴) (۱۱۵) (۱۱۶) (۱۱۷) (۱۱۸) (۱۱۹) (۱۲۰) (۱۲۱) (۱۲۲) (۱۲۳) (۱۲۴) (۱۲۵) (۱۲۶) (۱۲۷) (۱۲۸) (۱۲۹) (۱۳۰) (۱۳۱) (۱۳۲) (۱۳۳) (۱۳۴) (۱۳۵) (۱۳۶) (۱۳۷) (۱۳۸) (۱۳۹) (۱۴۰) (۱۴۱) (۱۴۲) (۱۴۳) (۱۴۴) (۱۴۵) (۱۴۶) (۱۴۷) (۱۴۸) (۱۴۹) (۱۵۰) (۱۵۱) (۱۵۲) (۱۵۳) (۱۵۴) (۱۵۵) (۱۵۶) (۱۵۷) (۱۵۸) (۱۵۹) (۱۶۰) (۱۶۱) (۱۶۲) (۱۶۳) (۱۶۴) (۱۶۵) (۱۶۶) (۱۶۷) (۱۶۸) (۱۶۹) (۱۷۰) (۱۷۱) (۱۷۲) (۱۷۳) (۱۷۴) (۱۷۵) (۱۷۶) (۱۷۷) (۱۷۸) (۱۷۹) (۱۸۰) (۱۸۱) (۱۸۲) (۱۸۳) (۱۸۴) (۱۸۵) (۱۸۶) (۱۸۷) (۱۸۸) (۱۸۹) (۱۹۰) (۱۹۱) (۱۹۲) (۱۹۳) (۱۹۴) (۱۹۵) (۱۹۶) (۱۹۷) (۱۹۸) (۱۹۹) (۲۰۰) (۲۰۱) (۲۰۲) (۲۰۳) (۲۰۴) (۲۰۵) (۲۰۶) (۲۰۷) (۲۰۸) (۲۰۹) (۲۱۰) (۲۱۱) (۲۱۲) (۲۱۳) (۲۱۴) (۲۱۵) (۲۱۶) (۲۱۷) (۲۱۸) (۲۱۹) (۲۲۰) (۲۲۱) (۲۲۲) (۲۲۳) (۲۲۴) (۲۲۵) (۲۲۶) (۲۲۷) (۲۲۸) (۲۲۹) (۲۳۰) (۲۳۱) (۲۳۲) (۲۳۳) (۲۳۴) (۲۳۵) (۲۳۶) (۲۳۷) (۲۳۸) (۲۳۹) (۲۴۰) (۲۴۱) (۲۴۲) (۲۴۳) (۲۴۴) (۲۴۵) (۲۴۶) (۲۴۷) (۲۴۸) (۲۴۹) (۲۵۰) (۲۵۱) (۲۵۲) (۲۵۳) (۲۵۴) (۲۵۵) (۲۵۶) (۲۵۷) (۲۵۸) (۲۵۹) (۲۶۰) (۲۶۱) (۲۶۲) (۲۶۳) (۲۶۴) (۲۶۵) (۲۶۶) (۲۶۷) (۲۶۸) (۲۶۹) (۲۷۰) (۲۷۱) (۲۷۲) (۲۷۳) (۲۷۴) (۲۷۵) (۲۷۶) (۲۷۷) (۲۷۸) (۲۷۹) (۲۸۰) (۲۸۱) (۲۸۲) (۲۸۳) (۲۸۴) (۲۸۵) (۲۸۶) (۲۸۷) (۲۸۸) (۲۸۹) (۲۹۰) (۲۹۱) (۲۹۲) (۲۹۳) (۲۹۴) (۲۹۵) (۲۹۶) (۲۹۷) (۲۹۸) (۲۹۹) (۳۰۰) (۳۰۱) (۳۰۲) (۳۰۳) (۳۰۴) (۳۰۵) (۳۰۶) (۳۰۷) (۳۰۸) (۳۰۹) (۳۱۰) (۳۱۱) (۳۱۲) (۳۱۳) (۳۱۴) (۳۱۵) (۳۱۶) (۳۱۷) (۳۱۸) (۳۱۹) (۳۲۰) (۳۲۱) (۳۲۲) (۳۲۳) (۳۲۴) (۳۲۵) (۳۲۶) (۳۲۷) (۳۲۸) (۳۲۹) (۳۳۰) (۳۳۱) (۳۳۲) (۳۳۳) (۳۳۴) (۳۳۵) (۳۳۶) (۳۳۷) (۳۳۸) (۳۳۹) (۳۴۰) (۳۴۱) (۳۴۲) (۳۴۳) (۳۴۴) (۳۴۵) (۳۴۶) (۳۴۷) (۳۴۸) (۳۴۹) (۳۵۰) (۳۵۱) (۳۵۲) (۳۵۳) (۳۵۴) (۳۵۵) (۳۵۶) (۳۵۷) (۳۵۸) (۳۵۹) (۳۶۰) (۳۶۱) (۳۶۲) (۳۶۳) (۳۶۴) (۳۶۵) (۳۶۶) (۳۶۷) (۳۶۸) (۳۶۹) (۳۷۰) (۳۷۱) (۳۷۲) (۳۷۳) (۳۷۴) (۳۷۵) (۳۷۶) (۳۷۷) (۳۷۸) (۳۷۹) (۳۸۰) (۳۸۱) (۳۸۲) (۳۸۳) (۳۸۴) (۳۸۵) (۳۸۶) (۳۸۷) (۳۸۸) (۳۸۹) (۳۹۰) (۳۹۱) (۳۹۲) (۳۹۳) (۳۹۴) (۳۹۵) (۳۹۶) (۳۹۷) (۳۹۸) (۳۹۹) (۴۰۰) (۴۰۱) (۴۰۲) (۴۰۳) (۴۰۴) (۴۰۵) (۴۰۶) (۴۰۷) (۴۰۸) (۴۰۹) (۴۱۰) (۴۱۱) (۴۱۲) (۴۱۳) (۴۱۴) (۴۱۵) (۴۱۶) (۴۱۷) (۴۱۸) (۴۱۹) (۴۲۰) (۴۲۱) (۴۲۲) (۴۲۳) (۴۲۴) (۴۲۵) (۴۲۶) (۴۲۷) (۴۲۸) (۴۲۹) (۴۳۰) (۴۳۱) (۴۳۲) (۴۳۳) (۴۳۴) (۴۳۵) (۴۳۶) (۴۳۷) (۴۳۸) (۴۳۹) (۴۴۰) (۴۴۱) (۴۴۲) (۴۴۳) (۴۴۴) (۴۴۵) (۴۴۶) (۴۴۷) (۴۴۸) (۴۴۹) (۴۵۰) (۴۵۱) (۴۵۲) (۴۵۳) (۴۵۴) (۴۵۵) (۴۵۶) (۴۵۷) (۴۵۸) (۴۵۹) (۴۶۰) (۴۶۱) (۴۶۲) (۴۶۳) (۴۶۴) (۴۶۵) (۴۶۶) (۴۶۷) (۴۶۸) (۴۶۹) (۴۷۰) (۴۷۱) (۴۷۲) (۴۷۳) (۴۷۴) (۴۷۵) (۴۷۶) (۴۷۷) (۴۷۸) (۴۷۹) (۴۸۰) (۴۸۱) (۴۸۲) (۴۸۳) (۴۸۴) (۴۸۵) (۴۸۶) (۴۸۷) (۴۸۸) (۴۸۹) (۴۹۰) (۴۹۱) (۴۹۲) (۴۹۳) (۴۹۴) (۴۹۵) (۴۹۶) (۴۹۷) (۴۹۸) (۴۹۹) (۵۰۰) (۵۰۱) (۵۰۲) (۵۰۳) (۵۰۴) (۵۰۵) (۵۰۶) (۵۰۷) (۵۰۸) (۵۰۹) (۵۱۰) (۵۱۱) (۵۱۲) (۵۱۳) (۵۱۴) (۵۱۵) (۵۱۶) (۵۱۷) (۵۱۸) (۵۱۹) (۵۲۰) (۵۲۱) (۵۲۲) (۵۲۳) (۵۲۴) (۵۲۵) (۵۲۶) (۵۲۷) (۵۲۸) (۵۲۹) (۵۳۰) (۵۳۱) (۵۳۲) (۵۳۳) (۵۳۴) (۵۳۵) (۵۳۶) (۵۳۷) (۵۳۸) (۵۳۹) (۵۴۰) (۵۴۱) (۵۴۲) (۵۴۳) (۵۴۴) (۵۴۵) (۵۴۶) (۵۴۷) (۵۴۸) (۵۴۹) (۵۵۰) (۵۵۱) (۵۵۲) (۵۵۳) (۵۵۴) (۵۵۵) (۵۵۶) (۵۵۷) (۵۵۸) (۵۵۹) (۵۶۰) (۵۶۱) (۵۶۲) (۵۶۳) (۵۶۴) (۵۶۵) (۵۶۶) (۵۶۷) (۵۶۸) (۵۶۹) (۵۷۰) (۵۷۱) (۵۷۲) (۵۷۳) (۵۷۴) (۵۷۵) (۵۷۶) (۵۷۷) (۵۷۸) (۵۷۹) (۵۸۰) (۵۸۱) (۵۸۲) (۵۸۳) (۵۸۴) (۵۸۵) (۵۸۶) (۵۸۷) (۵۸۸) (۵۸۹) (۵۹۰) (۵۹۱) (۵۹۲) (۵۹۳) (۵۹۴) (۵۹۵) (۵۹۶) (۵۹۷) (۵۹۸) (۵۹۹) (۶۰۰) (۶۰۱) (۶۰۲) (۶۰۳) (۶۰۴) (۶۰۵) (۶۰۶) (۶۰۷) (۶۰۸) (۶۰۹) (۶۱۰) (۶۱۱) (۶۱۲) (۶۱۳) (۶۱۴) (۶۱۵) (۶۱۶) (۶۱۷) (۶۱۸) (۶۱۹) (۶۲۰) (۶۲۱) (۶۲۲) (۶۲۳) (۶۲۴) (۶۲۵) (۶۲۶) (۶۲۷) (۶۲۸) (۶۲۹) (۶۳۰) (۶۳۱) (۶۳۲) (۶۳۳) (۶۳۴) (۶۳۵) (۶۳۶) (۶۳۷) (۶۳۸) (۶۳۹) (۶۴۰) (۶۴۱) (۶۴۲) (۶۴۳) (۶۴۴) (۶۴۵) (۶۴۶) (۶۴۷) (۶۴۸) (۶۴۹) (۶۵۰) (۶۵۱) (۶۵۲) (۶۵۳) (۶۵۴) (۶۵۵) (۶۵۶) (۶۵۷) (۶۵۸) (۶۵۹) (۶۶۰) (۶۶۱) (۶۶۲) (۶۶۳) (۶۶۴) (۶۶۵) (۶۶۶) (۶۶۷) (۶۶۸) (۶۶۹) (۶۷۰) (۶۷۱) (۶۷۲) (۶۷۳) (۶۷۴) (۶۷۵) (۶۷۶) (۶۷۷) (۶۷۸) (۶۷۹) (۶۸۰) (۶۸۱) (۶۸۲) (۶۸۳) (۶۸۴) (۶۸۵) (۶۸۶) (۶۸۷) (۶۸۸) (۶۸۹) (۶۹۰) (۶۹۱) (۶۹۲) (۶۹۳) (۶۹۴) (۶۹۵) (۶۹۶) (۶۹۷) (۶۹۸) (۶۹۹) (۷۰۰) (۷۰۱) (۷۰۲) (۷۰۳) (۷۰۴) (۷۰۵) (۷۰۶) (۷۰۷) (۷۰۸) (۷۰۹) (۷۱۰) (۷۱۱) (۷۱۲) (۷۱۳) (۷۱۴) (۷۱۵) (۷۱۶) (۷۱۷) (۷۱۸) (۷۱۹) (۷۲۰) (۷۲۱) (۷۲۲) (۷۲۳) (۷۲۴) (۷۲۵) (۷۲۶) (۷۲۷) (۷۲۸) (۷۲۹) (۷۳۰) (۷۳۱) (۷۳۲) (۷۳۳) (۷۳۴) (۷۳۵) (۷۳۶) (۷۳۷) (۷۳۸) (۷۳۹) (۷۴۰) (۷۴۱) (۷۴۲) (۷۴۳) (۷۴۴) (۷۴۵) (۷۴۶) (۷۴۷) (۷۴۸) (۷۴۹) (۷۵۰) (۷۵۱) (۷۵۲) (۷۵۳) (۷۵۴) (۷۵۵) (۷۵۶) (۷۵۷) (۷۵۸) (۷۵۹) (۷۶۰) (۷۶۱) (۷۶۲) (۷۶۳) (۷۶۴) (۷۶۵) (۷۶۶) (۷۶۷) (۷۶۸) (۷۶۹) (۷۷۰) (۷۷۱) (۷۷۲) (۷۷۳) (۷۷۴) (۷۷۵) (۷۷۶) (۷۷۷) (۷۷۸) (۷۷۹) (۷۸۰) (۷۸۱) (۷۸۲) (۷۸۳) (۷۸۴) (۷۸۵) (۷۸۶) (۷۸۷) (۷۸۸) (۷۸۹) (۷۹۰) (۷۹۱) (۷۹۲) (۷۹۳) (۷۹۴) (۷۹۵) (۷۹۶) (۷۹۷) (۷۹۸) (۷۹۹) (۸۰۰) (۸۰۱) (۸۰۲) (۸۰۳) (۸۰۴) (۸۰۵) (۸۰۶) (۸۰۷) (۸۰۸) (۸۰۹) (۸۱۰) (۸۱۱) (۸۱۲) (۸۱۳) (۸۱۴) (۸۱۵) (۸۱۶) (۸۱۷) (۸۱۸) (۸۱۹) (۸۲۰) (۸۲۱) (۸۲۲) (۸۲۳) (۸۲۴) (۸۲۵) (۸۲۶) (۸۲۷) (۸۲۸) (۸۲۹) (۸۳۰) (۸۳۱) (۸۳۲) (۸۳۳) (۸۳۴) (۸۳۵) (۸۳۶) (۸۳۷) (۸۳۸) (۸۳۹) (۸۴۰) (۸۴۱) (۸۴۲) (۸۴۳) (۸۴۴) (۸۴۵) (۸۴۶) (۸۴۷) (۸۴۸) (۸۴۹) (۸۵۰) (۸۵۱) (۸۵۲) (۸۵۳) (۸۵۴) (۸۵۵) (۸۵۶) (۸۵۷) (۸۵۸) (۸۵۹) (۸۶۰) (۸۶۱) (۸۶۲) (۸۶۳) (۸۶۴) (۸۶۵) (۸۶۶) (۸۶۷) (۸۶۸) (۸۶۹) (۸۷۰) (۸۷۱) (۸۷۲) (۸۷۳) (۸۷۴) (۸۷۵) (۸۷۶) (۸۷۷) (۸۷۸) (۸۷۹) (۸۸۰) (۸۸۱) (۸۸۲) (۸۸۳) (۸۸۴) (۸۸۵) (۸۸۶) (۸۸۷) (۸۸۸) (۸۸۹) (۸۹۰) (۸۹۱) (۸۹۲) (۸۹۳) (۸۹۴) (۸۹۵) (۸۹۶) (۸۹۷) (۸۹۸) (۸۹۹) (۹۰۰) (۹۰۱) (۹۰۲) (۹۰۳) (۹۰۴) (۹۰۵) (۹۰۶) (۹۰۷) (۹۰۸) (۹۰۹) (۹۱۰) (۹۱۱) (۹۱۲) (۹۱۳) (۹۱۴) (۹۱۵) (۹۱۶) (۹۱۷) (۹۱۸) (۹۱۹) (۹۲۰) (۹۲۱) (۹۲۲) (۹۲۳) (۹۲۴) (۹۲۵) (۹۲۶) (۹۲۷) (۹۲۸) (۹۲۹) (۹۳۰) (۹۳۱) (۹۳۲) (۹۳۳) (۹۳۴) (۹۳۵) (۹۳۶) (۹۳۷) (۹۳۸) (۹۳۹) (۹۴۰) (۹۴۱) (۹۴۲) (۹۴۳) (۹۴۴) (۹۴۵) (۹۴۶) (۹۴۷) (۹۴۸) (۹۴۹) (۹۵۰) (۹۵۱) (۹۵۲) (۹۵۳) (۹۵۴) (۹۵۵) (۹۵۶) (۹۵۷) (۹۵۸) (۹۵۹) (۹۶۰) (۹۶۱) (۹۶۲) (۹۶۳) (۹۶۴) (۹۶۵) (۹۶۶) (۹۶۷) (۹۶۸) (۹۶۹) (۹۷۰) (۹۷۱) (۹۷۲) (۹۷۳) (۹۷۴) (۹۷۵) (۹۷۶) (۹۷۷) (۹۷۸) (۹۷۹) (۹۸۰) (۹۸۱) (۹۸۲) (۹۸۳) (۹۸۴) (۹۸۵) (۹۸۶) (۹۸۷) (۹۸۸) (۹۸۹) (۹۹۰) (۹۹۱) (۹۹۲) (۹۹۳) (۹۹۴) (۹۹۵) (۹۹۶) (۹۹۷) (۹۹۸) (۹۹۹) (۱۰۰۰)

इयं विस्मृतिर्यत आबभूव यदि वा दधे यदि वा न । यो
 अस्याध्यक्षः परमे व्योमन्सो अद्भ वेद यदि वा न वेद ॥ अ-
 वेद - ७ - ९ - १० - ११

इयं विस्मृतिः यतः आबभूव यदि वा दधे यदि
 वा न । यः अस्य अध्यक्षः परमे व्योमन् सः अद्भ
 वेद यदि वा न वेद ॥

نقطی معنی۔ (۱) جس سے (۲) یہ (۳) سریشی (پیدائش) ہوئی ہے (۴) وہ (۵) خواہ
 دھاری کرتا (پیدا کرتا) (۶) یا (۷) نہ کرتا (۸) جو (۹) اسکا (۱۰) انجیکش (انگ) ہے
 (۱۱) وہ (۱۲) اس (۱۳) بڑے (۱۴) اکاش میں (۱۵) اسی انگ (۱۶) تخت جگہ
 (۱۷) تو (۱۸) اسے (۱۹) جانتا ہو (۲۰) خواہ (۲۱) نہ (۲۲) جانتا ہو۔

ناظرین! آپ غور کر سکتے ہیں کہ اس سے وہ بات کہاں نکلتی ہے جو دیانند فلاسفی کا
لب لباب ہے یعنی یہ کہ اس پیدائش عالم سے قبل ہی مادہ اور روح (بوجہ ازلی ہونیکے) موجود
تھے۔ خیر اب سوامی جی کی تفسیر پر توجہ ہو جیے۔ وہ ہوا۔
..... اس وقت سست (پر کرتی) یعنی کائنات کی غیر محسوس علت جس کو سست
کہتے ہیں وہ بھی نہ تھی اور نہ پر مانو تھے۔

ناظرین! غور کریں کہ جب ویدانت میں لفظ سست نہ تھا، موجودی اور سست (ہستی) سے
پر کرتی کا مطلب لے کر خود سوامی جی ہی باوجود لفظوں کا مصیر میر کر نیکیے بھی آخر چارنا چا
مان رہے ہیں کہ اس وقت پر کرتی بھی نہ تھی اور پر مانو یعنی ذرے بھی نہ تھے (یعنی انکی ہستی تھی)
تو سمجھ میں نہیں آتا کہ پھر سوامی دیانند سرسوتی ہمارا ج نے پر کرتی (مادہ) کو ہمیشہ قائم رہنے والی
کس طرح مان لیا یہاں تو وہ صاف مان رہے ہیں کہ اس وقت پر کرتی بھی نہ تھی اور ذرہ بھی
نہ تھا اور اگر سوال کیا جاوے کہ جبکہ ذرہ وغیرہ کچھ تھا ہی نہیں تو یہ سب بعد میں کس سے
پیدا ہوا۔ تو کیا اسکا یہی جواب نہ ہو گا کہ ہستی سے ہستی میں آیا۔

چنانچہ یہ بات اسلامی اصولوں کے موافق ہے پس گویا ویدوں سے اور خاص کر انہیں منتروں
سے جنگو سوامی جی پیدائش عالم کے بیان میں پیش کر رہے ہیں اسلام کی یہ بات ثابت ہو رہی
ہے کہ خدا نے اس تمام خلقت کو اپنی قدرت سے ہی میں ظاہر کیا جن لوگوں کو اردو
ترجمہ پر اعتبار پڑے سوامی جی کی خاص سنسکرت عبارت حسب ذیل ملاحظہ کریں جسے ہم انکی
بھومکا کے صفحہ ۱۱۶ اسطر ۱۶ سے نقل کرتے ہیں

तस्मिन् काले सत्प्रकृत्यात्मकमव्यक्तं सत्संज्ञकं यञ्जगत्कार-
-रां तदपि नो अस्ति न्नावर्तते ॥

ارتھ۔ اس کال میں سست پر کرتی آتمک، ادیکت سست سنگیا والا جو حکمت کا کارن ہے
وہ بھی نہیں موجود تھا۔
یہاں پر بابو نہال سنگھ صاحب مترجم رگ ویدادی بھاشیہ بھومکا کو بھی کھٹکا ہوا

اور انہوں نے ایک نوٹ دیا جو حسب ذیل ہے۔

پڑنے میں جو مادہ کی حالت ہوتی ہے وہ بیان میں نہیں آ سکتی اسلئے کوئی اصلاح بھی قائم نہیں ہو سکتی پر کرتی آکاش شونیہ (خلا) وغیرہ تمام الفاظ موجودہ حالت عالم سے متعلق ہو سکتی ہیں منو مرقی ادھیائے اول شلوک ۵ میں اس حالت کو ناقابل احساس و تمیز بے نام (الکشن) بتایا ہے۔

اس ابتدائی حالت مادہ کو اس منتر میں لفظ سامر تھ (قدرت) سے بیان کیا ہے

یہ لفظ اس حالت کے ناقابل بیان ہونے کی وجہ سے صرف اشارہ کے طور پر ہے۔

ناظرین! اوپر کی لکیر شدہ فقرہ کو غور سے پڑھیں سوامی دیانند سر سوتی مہاراج سے جو کہیں رہ گئی تھی وہ اب انکے پیلے صاحبان پوری کر رہے ہیں جسکے سوامی جی کو یہ ماننا ہی پڑا کہ پر کرتی بھی نہ تھی اور ذرہ بھی نہ تھا اور اب جبکہ سترجم صاحب نے دیکھا کہ اب تو پر کرتی کی قدامت اڑی جاتی ہے تو اوپر کا نوٹ لکھ کر چاہتے ہیں کہ یہ ہوا نہ کہنے پاوے ہم پوچھتے ہیں کہ لفظ سامر تھ (قدرت) سے ابتدائی حالت مادہ کی کیونکر بانی جاسکتی ہے سامر تھ کے معنی ہیں طاقت (یا قدرت) کے اور طاقت ہمیشہ تاقوتور میں رہا کرتی ہے پس پیشور کی طاقت (سامر تھ) ہر حالت میں اس سے علیحدہ بذات خود کوئی شے نہیں ہے چنانچہ اسقدر جہاں فشتی کرنے پر بھی پر کرتی کی قدامت نہ چھو پائی۔

اب جو منتر صاحب نے اپنے نوٹ میں منو مرقی اول دیہار کے پنجم شلوک کا حوالہ دیا ہے وہ منتر مٹی ترجمہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

असिदिहम् तमो भूतम् अप्रज्ञातम् अलक्षणम् ।

अप्रतर्कमविज्ञेयं प्रसुप्तामिव सर्वतः ॥ मनु ०१-५॥

یہ تاریکی سے گھرا ہوا جسکو کوئی جانتا نہ تھا جسکا کوئی نشان نہ تھا جسکی کوئی دلیل نہ تھی جسکو جانا نہیں جاسکتا تھا سب طرف سوتے ہوئے کی مانند تھا۔

اب ناظرین کو معلوم ہو کہ اس منو کے شلوک سے یا اس ہوا دیہار کے شروع سے آخر تک تمام شلوکوں سے بھی جن میں نیدالکشن عالم کا ہی بیان ہے سوامی جی کے رائے کی تائید نہیں ہوتی جی جیو آتما اور پر کرتی کی قدامت کا کہیں نام و نشان بھی نہیں ملتا۔

ہم آریوں کے لئے مبارک سمجھیں گے اگر وہ منو بہاراج کے مضمون پیدائش عالم و کائنات پر مبنی
خواہ پنڈت تلسمی رام صاحب میرٹھ نے جتنے شلوکوں کو جائز مانا ہوا ان پر ہی قائم ہیں تو بھی
سوامی جی کی تمام سن گھڑنت باتیں خاک میں مل جائیں گی (آگے منو کی پیدائش ہم کا مضمون بھی پیش کر دیا
جاوے گا۔)

دوسرا اعتراض اس منتر پر یہ ہے کہ آگے سوامی جی اسی صفحہ ۱۱ کے سطر ۱۲ پر یوں فرماتے ہیں
کہ بلکہ اس وقت صرف پربرہم کی سامرتھ (قدرت) جو نہایت لطیف اور اس تمام کائنات سے
بیزیر پرہم کے علت و کارن ہے موجود تھی۔

ہو یا سکا سنسکرت (یعنی سوامی جی کے الفاظ میں) حسب ذیل ہے۔

... किं तु पर ब्रह्मा सामर्थ्यमतीव सत्सर्व-

ब्रह्म परमेश्वरस्य स ह्यकमेव तदनीं समवर्तते ॥

سوال۔ یہ عبارت کس مشترک لفظ سے نکالی گئی ہے ایسی کسی بات کا وہاں کہیں ذرا بھی پتہ
ملتا اور کیسے تعجب کی بات ہو کہ سوامی دیانند سرسوتی بہاراج جنکو اپنے زمانہ کا بہاری عالم فاضل
بلکہ مہرشی کہا جاتا ہے عوام کو سنسکرت بالکل ناواقف سمجھ کر جو کچھ ان کے جی میں آتا ہے وہ
ویدوں کے سرسره کراہل منہود کا رجحان اپنی طرف پہنچ رہے ہیں کہ موجودہ آریہ سماج
کو آریہ سماج میں داخل ہوتے وقت اگر سوامی جی کی ایسی دھینگا دھینگی کا پتہ لگے جو
اور یہ یونین دلا یا جاوے کہ جو وید وید کی پکار رہو رہی ہے وہ صرف برائے نام ہی بلکہ
سوامی جی کی تخریرات بذات خود ایک علیحدہ وید بن رہے ہیں تو ہمارے خیال میں وہ بگڑ
ہرگز بھی آریہ سماج میں داخل نہ ہوں۔

جس لفظ کے معنی و مطلب ظاہر کرتے ہوئے سوامی جی نے اوپر کی عبارت درج کی ہے۔ وہ
"नो योमा परो मतः" ہے ناظرین اوپر کے لفظی ترجمہ کے نمبر ۱۱-۱۲-۱۳-۱۴-۱۵-۱۶-۱۷-۱۸-۱۹-۲۰-۲۱-۲۲-۲۳-۲۴-۲۵-۲۶-۲۷-۲۸-۲۹-۳۰-۳۱-۳۲-۳۳-۳۴-۳۵-۳۶-۳۷-۳۸-۳۹-۴۰-۴۱-۴۲-۴۳-۴۴-۴۵-۴۶-۴۷-۴۸-۴۹-۵۰-۵۱-۵۲-۵۳-۵۴-۵۵-۵۶-۵۷-۵۸-۵۹-۶۰-۶۱-۶۲-۶۳-۶۴-۶۵-۶۶-۶۷-۶۸-۶۹-۷۰-۷۱-۷۲-۷۳-۷۴-۷۵-۷۶-۷۷-۷۸-۷۹-۸۰-۸۱-۸۲-۸۳-۸۴-۸۵-۸۶-۸۷-۸۸-۸۹-۹۰-۹۱-۹۲-۹۳-۹۴-۹۵-۹۶-۹۷-۹۸-۹۹-۱۰۰-۱۰۱-۱۰۲-۱۰۳-۱۰۴-۱۰۵-۱۰۶-۱۰۷-۱۰۸-۱۰۹-۱۱۰-۱۱۱-۱۱۲-۱۱۳-۱۱۴-۱۱۵-۱۱۶-۱۱۷-۱۱۸-۱۱۹-۱۲۰-۱۲۱-۱۲۲-۱۲۳-۱۲۴-۱۲۵-۱۲۶-۱۲۷-۱۲۸-۱۲۹-۱۳۰-۱۳۱-۱۳۲-۱۳۳-۱۳۴-۱۳۵-۱۳۶-۱۳۷-۱۳۸-۱۳۹-۱۴۰-۱۴۱-۱۴۲-۱۴۳-۱۴۴-۱۴۵-۱۴۶-۱۴۷-۱۴۸-۱۴۹-۱۵۰-۱۵۱-۱۵۲-۱۵۳-۱۵۴-۱۵۵-۱۵۶-۱۵۷-۱۵۸-۱۵۹-۱۶۰-۱۶۱-۱۶۲-۱۶۳-۱۶۴-۱۶۵-۱۶۶-۱۶۷-۱۶۸-۱۶۹-۱۷۰-۱۷۱-۱۷۲-۱۷۳-۱۷۴-۱۷۵-۱۷۶-۱۷۷-۱۷۸-۱۷۹-۱۸۰-۱۸۱-۱۸۲-۱۸۳-۱۸۴-۱۸۵-۱۸۶-۱۸۷-۱۸۸-۱۸۹-۱۹۰-۱۹۱-۱۹۲-۱۹۳-۱۹۴-۱۹۵-۱۹۶-۱۹۷-۱۹۸-۱۹۹-۲۰۰-۲۰۱-۲۰۲-۲۰۳-۲۰۴-۲۰۵-۲۰۶-۲۰۷-۲۰۸-۲۰۹-۲۱۰-۲۱۱-۲۱۲-۲۱۳-۲۱۴-۲۱۵-۲۱۶-۲۱۷-۲۱۸-۲۱۹-۲۲۰-۲۲۱-۲۲۲-۲۲۳-۲۲۴-۲۲۵-۲۲۶-۲۲۷-۲۲۸-۲۲۹-۲۳۰-۲۳۱-۲۳۲-۲۳۳-۲۳۴-۲۳۵-۲۳۶-۲۳۷-۲۳۸-۲۳۹-۲۴۰-۲۴۱-۲۴۲-۲۴۳-۲۴۴-۲۴۵-۲۴۶-۲۴۷-۲۴۸-۲۴۹-۲۵۰-۲۵۱-۲۵۲-۲۵۳-۲۵۴-۲۵۵-۲۵۶-۲۵۷-۲۵۸-۲۵۹-۲۶۰-۲۶۱-۲۶۲-۲۶۳-۲۶۴-۲۶۵-۲۶۶-۲۶۷-۲۶۸-۲۶۹-۲۷۰-۲۷۱-۲۷۲-۲۷۳-۲۷۴-۲۷۵-۲۷۶-۲۷۷-۲۷۸-۲۷۹-۲۸۰-۲۸۱-۲۸۲-۲۸۳-۲۸۴-۲۸۵-۲۸۶-۲۸۷-۲۸۸-۲۸۹-۲۹۰-۲۹۱-۲۹۲-۲۹۳-۲۹۴-۲۹۵-۲۹۶-۲۹۷-۲۹۸-۲۹۹-۳۰۰-۳۰۱-۳۰۲-۳۰۳-۳۰۴-۳۰۵-۳۰۶-۳۰۷-۳۰۸-۳۰۹-۳۱۰-۳۱۱-۳۱۲-۳۱۳-۳۱۴-۳۱۵-۳۱۶-۳۱۷-۳۱۸-۳۱۹-۳۲۰-۳۲۱-۳۲۲-۳۲۳-۳۲۴-۳۲۵-۳۲۶-۳۲۷-۳۲۸-۳۲۹-۳۳۰-۳۳۱-۳۳۲-۳۳۳-۳۳۴-۳۳۵-۳۳۶-۳۳۷-۳۳۸-۳۳۹-۳۴۰-۳۴۱-۳۴۲-۳۴۳-۳۴۴-۳۴۵-۳۴۶-۳۴۷-۳۴۸-۳۴۹-۳۵۰-۳۵۱-۳۵۲-۳۵۳-۳۵۴-۳۵۵-۳۵۶-۳۵۷-۳۵۸-۳۵۹-۳۶۰-۳۶۱-۳۶۲-۳۶۳-۳۶۴-۳۶۵-۳۶۶-۳۶۷-۳۶۸-۳۶۹-۳۷۰-۳۷۱-۳۷۲-۳۷۳-۳۷۴-۳۷۵-۳۷۶-۳۷۷-۳۷۸-۳۷۹-۳۸۰-۳۸۱-۳۸۲-۳۸۳-۳۸۴-۳۸۵-۳۸۶-۳۸۷-۳۸۸-۳۸۹-۳۹۰-۳۹۱-۳۹۲-۳۹۳-۳۹۴-۳۹۵-۳۹۶-۳۹۷-۳۹۸-۳۹۹-۴۰۰-۴۰۱-۴۰۲-۴۰۳-۴۰۴-۴۰۵-۴۰۶-۴۰۷-۴۰۸-۴۰۹-۴۱۰-۴۱۱-۴۱۲-۴۱۳-۴۱۴-۴۱۵-۴۱۶-۴۱۷-۴۱۸-۴۱۹-۴۲۰-۴۲۱-۴۲۲-۴۲۳-۴۲۴-۴۲۵-۴۲۶-۴۲۷-۴۲۸-۴۲۹-۴۳۰-۴۳۱-۴۳۲-۴۳۳-۴۳۴-۴۳۵-۴۳۶-۴۳۷-۴۳۸-۴۳۹-۴۴۰-۴۴۱-۴۴۲-۴۴۳-۴۴۴-۴۴۵-۴۴۶-۴۴۷-۴۴۸-۴۴۹-۴۵۰-۴۵۱-۴۵۲-۴۵۳-۴۵۴-۴۵۵-۴۵۶-۴۵۷-۴۵۸-۴۵۹-۴۶۰-۴۶۱-۴۶۲-۴۶۳-۴۶۴-۴۶۵-۴۶۶-۴۶۷-۴۶۸-۴۶۹-۴۷۰-۴۷۱-۴۷۲-۴۷۳-۴۷۴-۴۷۵-۴۷۶-۴۷۷-۴۷۸-۴۷۹-۴۸۰-۴۸۱-۴۸۲-۴۸۳-۴۸۴-۴۸۵-۴۸۶-۴۸۷-۴۸۸-۴۸۹-۴۹۰-۴۹۱-۴۹۲-۴۹۳-۴۹۴-۴۹۵-۴۹۶-۴۹۷-۴۹۸-۴۹۹-۵۰۰-۵۰۱-۵۰۲-۵۰۳-۵۰۴-۵۰۵-۵۰۶-۵۰۷-۵۰۸-۵۰۹-۵۱۰-۵۱۱-۵۱۲-۵۱۳-۵۱۴-۵۱۵-۵۱۶-۵۱۷-۵۱۸-۵۱۹-۵۲۰-۵۲۱-۵۲۲-۵۲۳-۵۲۴-۵۲۵-۵۲۶-۵۲۷-۵۲۸-۵۲۹-۵۳۰-۵۳۱-۵۳۲-۵۳۳-۵۳۴-۵۳۵-۵۳۶-۵۳۷-۵۳۸-۵۳۹-۵۴۰-۵۴۱-۵۴۲-۵۴۳-۵۴۴-۵۴۵-۵۴۶-۵۴۷-۵۴۸-۵۴۹-۵۵۰-۵۵۱-۵۵۲-۵۵۳-۵۵۴-۵۵۵-۵۵۶-۵۵۷-۵۵۸-۵۵۹-۵۶۰-۵۶۱-۵۶۲-۵۶۳-۵۶۴-۵۶۵-۵۶۶-۵۶۷-۵۶۸-۵۶۹-۵۷۰-۵۷۱-۵۷۲-۵۷۳-۵۷۴-۵۷۵-۵۷۶-۵۷۷-۵۷۸-۵۷۹-۵۸۰-۵۸۱-۵۸۲-۵۸۳-۵۸۴-۵۸۵-۵۸۶-۵۸۷-۵۸۸-۵۸۹-۵۹۰-۵۹۱-۵۹۲-۵۹۳-۵۹۴-۵۹۵-۵۹۶-۵۹۷-۵۹۸-۵۹۹-۶۰۰-۶۰۱-۶۰۲-۶۰۳-۶۰۴-۶۰۵-۶۰۶-۶۰۷-۶۰۸-۶۰۹-۶۱۰-۶۱۱-۶۱۲-۶۱۳-۶۱۴-۶۱۵-۶۱۶-۶۱۷-۶۱۸-۶۱۹-۶۲۰-۶۲۱-۶۲۲-۶۲۳-۶۲۴-۶۲۵-۶۲۶-۶۲۷-۶۲۸-۶۲۹-۶۳۰-۶۳۱-۶۳۲-۶۳۳-۶۳۴-۶۳۵-۶۳۶-۶۳۷-۶۳۸-۶۳۹-۶۴۰-۶۴۱-۶۴۲-۶۴۳-۶۴۴-۶۴۵-۶۴۶-۶۴۷-۶۴۸-۶۴۹-۶۵۰-۶۵۱-۶۵۲-۶۵۳-۶۵۴-۶۵۵-۶۵۶-۶۵۷-۶۵۸-۶۵۹-۶۶۰-۶۶۱-۶۶۲-۶۶۳-۶۶۴-۶۶۵-۶۶۶-۶۶۷-۶۶۸-۶۶۹-۶۷۰-۶۷۱-۶۷۲-۶۷۳-۶۷۴-۶۷۵-۶۷۶-۶۷۷-۶۷۸-۶۷۹-۶۸۰-۶۸۱-۶۸۲-۶۸۳-۶۸۴-۶۸۵-۶۸۶-۶۸۷-۶۸۸-۶۸۹-۶۹۰-۶۹۱-۶۹۲-۶۹۳-۶۹۴-۶۹۵-۶۹۶-۶۹۷-۶۹۸-۶۹۹-۷۰۰-۷۰۱-۷۰۲-۷۰۳-۷۰۴-۷۰۵-۷۰۶-۷۰۷-۷۰۸-۷۰۹-۷۱۰-۷۱۱-۷۱۲-۷۱۳-۷۱۴-۷۱۵-۷۱۶-۷۱۷-۷۱۸-۷۱۹-۷۲۰-۷۲۱-۷۲۲-۷۲۳-۷۲۴-۷۲۵-۷۲۶-۷۲۷-۷۲۸-۷۲۹-۷۳۰-۷۳۱-۷۳۲-۷۳۳-۷۳۴-۷۳۵-۷۳۶-۷۳۷-۷۳۸-۷۳۹-۷۴۰-۷۴۱-۷۴۲-۷۴۳-۷۴۴-۷۴۵-۷۴۶-۷۴۷-۷۴۸-۷۴۹-۷۵۰-۷۵۱-۷۵۲-۷۵۳-۷۵۴-۷۵۵-۷۵۶-۷۵۷-۷۵۸-۷۵۹-۷۶۰-۷۶۱-۷۶۲-۷۶۳-۷۶۴-۷۶۵-۷۶۶-۷۶۷-۷۶۸-۷۶۹-۷۷۰-۷۷۱-۷۷۲-۷۷۳-۷۷۴-۷۷۵-۷۷۶-۷۷۷-۷۷۸-۷۷۹-۷۸۰-۷۸۱-۷۸۲-۷۸۳-۷۸۴-۷۸۵-۷۸۶-۷۸۷-۷۸۸-۷۸۹-۷۹۰-۷۹۱-۷۹۲-۷۹۳-۷۹۴-۷۹۵-۷۹۶-۷۹۷-۷۹۸-۷۹۹-۸۰۰-۸۰۱-۸۰۲-۸۰۳-۸۰۴-۸۰۵-۸۰۶-۸۰۷-۸۰۸-۸۰۹-۸۱۰-۸۱۱-۸۱۲-۸۱۳-۸۱۴-۸۱۵-۸۱۶-۸۱۷-۸۱۸-۸۱۹-۸۲۰-۸۲۱-۸۲۲-۸۲۳-۸۲۴-۸۲۵-۸۲۶-۸۲۷-۸۲۸-۸۲۹-۸۳۰-۸۳۱-۸۳۲-۸۳۳-۸۳۴-۸۳۵-۸۳۶-۸۳۷-۸۳۸-۸۳۹-۸۴۰-۸۴۱-۸۴۲-۸۴۳-۸۴۴-۸۴۵-۸۴۶-۸۴۷-۸۴۸-۸۴۹-۸۵۰-۸۵۱-۸۵۲-۸۵۳-۸۵۴-۸۵۵-۸۵۶-۸۵۷-۸۵۸-۸۵۹-۸۶۰-۸۶۱-۸۶۲-۸۶۳-۸۶۴-۸۶۵-۸۶۶-۸۶۷-۸۶۸-۸۶۹-۸۷۰-۸۷۱-۸۷۲-۸۷۳-۸۷۴-۸۷۵-۸۷۶-۸۷۷-۸۷۸-۸۷۹-۸۸۰-۸۸۱-۸۸۲-۸۸۳-۸۸۴-۸۸۵-۸۸۶-۸۸۷-۸۸۸-۸۸۹-۸۹۰-۸۹۱-۸۹۲-۸۹۳-۸۹۴-۸۹۵-۸۹۶-۸۹۷-۸۹۸-۸۹۹-۹۰۰-۹۰۱-۹۰۲-۹۰۳-۹۰۴-۹۰۵-۹۰۶-۹۰۷-۹۰۸-۹۰۹-۹۱۰-۹۱۱-۹۱۲-۹۱۳-۹۱۴-۹۱۵-۹۱۶-۹۱۷-۹۱۸-۹۱۹-۹۲۰-۹۲۱-۹۲۲-۹۲۳-۹۲۴-۹۲۵-۹۲۶-۹۲۷-۹۲۸-۹۲۹-۹۳۰-۹۳۱-۹۳۲-۹۳۳-۹۳۴-۹۳۵-۹۳۶-۹۳۷-۹۳۸-۹۳۹-۹۴۰-۹۴۱-۹۴۲-۹۴۳-۹۴۴-۹۴۵-۹۴۶-۹۴۷-۹۴۸-۹۴۹-۹۵۰-۹۵۱-۹۵۲-۹۵۳-۹۵۴-۹۵۵-۹۵۶-۹۵۷-۹۵۸-۹۵۹-۹۶۰-۹۶۱-۹۶۲-۹۶۳-۹۶۴-۹۶۵-۹۶۶-۹۶۷-۹۶۸-۹۶۹-۹۷۰-۹۷۱-۹۷۲-۹۷۳-۹۷۴-۹۷۵-۹۷۶-۹۷۷-۹۷۸-۹۷۹-۹۸۰-۹۸۱-۹۸۲-۹۸۳-۹۸۴-۹۸۵-۹۸۶-۹۸۷-۹۸۸-۹۸۹-۹۹۰-۹۹۱-۹۹۲-۹۹۳-۹۹۴-۹۹۵-۹۹۶-۹۹۷-۹۹۸-۹۹۹-۱۰۰۰-۱۰۰۱-۱۰۰۲-۱۰۰۳-۱۰۰۴-۱۰۰۵-۱۰۰۶-۱۰۰۷-۱۰۰۸-۱۰۰۹-۱۰۱۰-۱۰۱۱-۱۰۱۲-۱۰۱۳-۱۰۱۴-۱۰۱۵-۱۰۱۶-۱۰۱۷-۱۰۱۸-۱۰۱۹-۱۰۲۰-۱۰۲۱-۱۰۲۲-۱۰۲۳-۱۰۲۴-۱۰۲۵-۱۰۲۶-۱۰۲۷-۱۰۲۸-۱۰۲۹-۱۰۳۰-۱۰۳۱-۱۰۳۲-۱۰۳۳-۱۰۳۴-۱۰۳۵-۱۰۳۶-۱۰۳۷-۱۰۳۸-۱۰۳۹-۱۰۴۰-۱۰۴۱-۱۰۴۲-۱۰۴۳-۱۰۴۴-۱۰۴۵-۱۰۴۶-۱۰۴۷-۱۰۴۸-۱۰۴۹-۱۰۵۰-۱۰۵۱-۱۰۵۲-۱۰۵۳-۱۰۵۴-۱۰۵۵-۱۰۵۶-۱۰۵۷-۱۰۵۸-۱۰۵۹-۱۰۶۰-۱۰۶۱-۱۰۶۲-۱۰۶۳-۱۰۶۴-۱۰۶۵-۱۰۶۶-۱۰۶۷-۱۰۶۸-۱۰۶۹-۱۰۷۰-۱۰۷۱-۱۰۷۲-۱۰۷۳-۱۰۷۴-۱۰۷۵-۱۰۷۶-۱۰۷۷-۱۰۷۸-۱۰۷۹-۱۰۸۰-۱۰۸۱-۱۰۸۲-۱۰۸۳-۱۰۸۴-۱۰۸۵-۱۰۸۶-۱۰۸۷-۱۰۸۸-۱۰۸۹-۱۰۹۰-۱۰۹۱-۱۰۹۲-۱۰۹۳-۱۰۹۴-۱۰۹۵-۱۰۹۶-۱۰۹۷-۱۰۹۸-۱۰۹۹-۱۱۰۰-۱۱۰۱-۱۱۰۲-۱۱۰۳-۱۱۰۴-۱۱۰۵-۱۱۰۶-۱۱۰۷-۱۱۰۸-۱۱۰۹-۱۱۱۰-۱۱۱۱-۱۱۱۲-۱۱۱۳-۱۱۱۴-۱۱۱۵-۱۱۱۶-۱۱۱۷-۱۱۱۸-۱۱۱۹-۱۱۲۰-۱۱۲۱-۱۱۲۲-۱۱۲۳-۱۱۲۴-۱۱۲۵-۱۱۲۶-۱۱۲۷-۱۱۲۸-۱۱۲۹-۱۱۳۰-۱۱۳۱-۱۱۳۲-۱۱۳۳-۱۱۳۴-۱۱۳۵-۱۱۳۶-۱۱۳۷-۱۱۳۸-۱۱۳۹-۱۱۴۰-۱۱۴۱-۱۱۴۲-۱۱۴۳-۱۱۴۴-۱۱۴۵-۱۱۴۶-۱۱۴۷-۱۱۴۸-۱۱۴۹-۱۱۵۰-۱۱۵۱-۱۱۵۲-۱۱۵۳-۱۱۵۴-۱۱۵۵-۱۱۵۶-۱۱۵۷-۱۱۵۸-۱۱۵۹-۱۱۶۰-۱۱۶۱-۱۱۶۲-۱۱۶۳-۱۱۶۴-۱۱۶۵-۱۱۶۶-۱۱۶۷-۱۱۶۸-۱۱۶۹-۱۱۷۰-۱۱۷۱-۱۱۷۲-۱۱۷۳-۱۱۷۴-۱۱۷۵-۱۱۷۶-۱۱۷۷-۱۱۷۸-۱۱۷۹-۱۱۸۰-۱۱۸۱-۱۱۸۲-۱۱۸۳-۱۱۸۴-۱۱۸۵-۱۱۸۶-۱۱۸۷-۱۱۸۸-۱۱۸۹-۱۱۹۰-۱۱۹۱-۱۱۹۲-۱۱۹۳-۱۱۹۴-۱۱۹۵-۱۱۹۶-۱۱۹۷-۱۱۹۸-۱۱۹۹-۱۲۰۰-۱۲۰۱-۱۲۰۲-۱۲۰۳-۱۲۰۴-۱۲۰۵-۱۲۰۶-۱۲۰۷-۱۲۰۸-۱۲۰۹-۱۲۱۰-۱۲۱۱-۱۲۱۲-۱۲۱۳-۱۲۱۴-۱۲۱۵-۱۲۱۶-۱۲۱۷-۱۲۱۸-۱۲۱۹-۱۲۲۰-۱۲۲۱-۱۲۲۲-۱۲۲۳-۱۲۲۴-۱۲۲۵-۱۲۲۶-۱۲۲۷-۱۲۲۸-۱۲۲۹-۱۲۳۰-۱۲۳۱-۱۲۳۲-۱۲۳۳-۱۲۳۴-۱۲۳۵-۱۲۳۶-۱۲۳۷-۱۲۳۸-۱۲۳۹-۱۲۴۰-۱۲۴۱-۱۲۴۲-۱۲۴۳-۱۲۴۴-۱۲۴۵-۱۲۴۶-۱۲۴۷-۱۲۴۸-۱۲۴۹-۱۲۵۰-۱۲۵۱-۱۲۵۲-۱۲۵۳-۱۲۵۴-۱۲۵۵-۱۲۵۶-۱۲۵۷-۱۲۵۸-۱۲۵۹-۱۲۶۰-۱۲۶۱-۱۲۶۲-۱۲۶۳-۱۲۶۴-۱۲۶۵-۱۲۶۶-۱۲۶۷-۱۲۶۸-۱۲۶۹-۱۲۷۰-۱۲۷۱-۱۲۷۲-۱۲۷۳-۱۲۷۴-۱۲۷۵-۱۲۷۶-۱۲۷۷-۱۲۷۸-۱۲۷۹-۱۲۸۰-۱۲۸۱-۱۲۸۲-۱۲۸۳-۱۲۸۴-۱۲۸۵-۱۲۸۶-۱۲۸۷-۱۲۸۸-۱۲۸۹-۱۲۹۰-۱۲۹۱-۱۲۹۲-۱۲۹۳-۱۲۹۴-۱۲۹۵-۱۲۹۶-۱۲۹۷-۱۲۹۸-۱۲۹۹-۱۳۰۰-۱۳۰۱-۱۳۰۲-۱۳۰۳-۱۳۰۴-۱۳۰۵-۱۳۰۶-۱۳۰۷-۱۳۰۸-۱۳۰۹-۱۳۱۰-۱۳۱۱-۱۳۱۲-۱۳۱۳-۱۳۱۴-۱۳۱۵-۱۳۱۶-۱۳۱۷-۱۳۱۸-۱۳۱۹-۱۳۲۰-۱۳۲۱-۱۳۲۲-۱۳۲۳-۱۳۲۴-۱۳۲۵-۱۳۲۶-۱۳۲۷-۱۳۲۸-۱۳۲۹-۱۳۳۰-۱۳۳۱-۱۳۳۲-۱۳۳۳-۱۳۳۴-۱۳۳۵-۱۳۳۶-۱۳۳۷-۱۳۳۸-۱۳۳۹-۱۳۴۰-۱۳۴۱-۱۳۴۲-۱۳۴۳-۱۳۴۴-۱۳۴۵-۱۳۴۶-۱۳۴۷-۱۳۴۸-۱۳۴۹-۱۳۵۰-۱۳۵۱-۱۳۵۲-۱۳۵۳-۱۳۵۴-۱۳۵۵-۱۳۵۶-۱۳۵۷-۱۳۵۸-۱۳۵۹-۱۳۶۰-۱۳۶۱-۱۳۶۲-۱۳۶۳-۱۳۶۴-۱۳۶۵-۱۳۶۶-۱۳۶۷-۱۳۶۸-۱۳۶۹-۱۳۷۰-۱۳۷۱-۱۳۷۲-۱۳۷۳-۱۳۷۴-۱۳۷۵-۱۳۷۶-۱۳۷۷-۱۳۷۸-۱۳۷۹-۱۳۸۰-۱۳۸۱-۱۳۸۲-۱۳۸۳-۱۳۸۴-۱۳۸۵-۱۳۸۶-۱۳۸۷-۱۳۸۸-۱۳۸۹-۱۳۹۰-۱۳۹۱-۱۳۹۲-۱۳۹۳-۱۳۹۴-۱۳۹۵-۱۳۹۶-۱۳۹۷-۱۳۹۸-۱۳۹۹-۱۴۰۰-۱۴۰۱-۱۴۰۲-۱۴۰۳-۱۴۰۴-۱۴۰۵-۱۴۰۶-۱۴۰۷-۱۴۰۸-۱۴۰۹-۱۴۱۰-۱۴۱۱-۱۴۱۲-۱۴۱۳-۱۴۱۴-۱۴۱۵-۱۴۱۶-۱۴۱۷-۱۴۱۸-۱۴۱۹-۱۴۲۰-۱۴۲۱-۱۴۲۲-۱۴۲۳-۱۴۲۴-۱۴۲۵-۱۴۲۶-۱۴۲۷-۱۴۲۸-۱۴۲۹-۱۴۳۰-۱۴۳۱-۱۴۳۲-۱۴۳۳-۱۴۳۴-۱۴۳۵-۱۴۳۶-۱۴۳۷-۱۴۳۸-۱۴۳۹-۱۴۴۰-۱۴۴۱-۱۴۴۲-۱۴۴۳-۱۴۴۴-۱۴۴۵-۱۴۴۶-۱۴۴۷-۱۴۴۸-۱۴۴۹-۱۴۵۰-۱۴۵۱-۱۴۵۲-۱۴۵۳-۱۴۵۴-۱۴۵۵-۱۴۵۶-۱۴۵۷-۱۴۵۸-۱۴۵۹-۱۴۶۰-۱۴۶۱-۱۴۶۲-۱۴۶۳-۱۴۶۴-۱۴۶۵-۱۴۶۶-۱۴۶۷-۱۴۶۸-۱۴۶۹-۱۴۷۰-۱۴۷۱-۱۴۷۲-۱۴۷۳-۱۴۷۴-۱۴۷۵-۱۴۷۶-۱۴۷۷-۱۴۷۸-۱۴۷۹-۱۴۸۰-۱۴۸۱-۱۴۸۲-۱۴۸۳-۱۴۸۴-۱۴۸۵-۱۴۸۶-۱۴۸۷-۱۴۸۸-۱۴۸۹-۱۴۹۰-۱۴۹۱-۱۴۹۲-۱۴۹۳-۱۴۹۴-۱۴۹۵-۱۴۹۶-۱۴۹۷-۱۴۹۸-۱۴۹۹-۱۵۰۰-۱۵۰۱-۱۵۰۲-۱۵۰۳-۱۵۰۴-۱۵۰۵-۱۵۰۶-۱۵۰۷-۱۵۰۸-۱۵۰۹-۱۵۱۰-۱۵۱۱-۱۵۱۲-۱۵۱۳-۱۵۱۴-۱۵۱۵-۱۵۱۶-۱۵۱۷-۱۵۱۸-۱۵۱۹-۱۵۲۰-۱۵۲۱-۱۵۲۲-۱۵۲

جو کہ سوامی جی کی سنسکرت عبارت میں یوں ہے -

व्योमाकाशमपरं यस्मिन् निराकारये सोऽपि नो अस्ति ॥

پھر اس سے آگے جو ملکہ لکھ کر اپنی شخصی رائے کو اس ساتھ ادا کر رہے ہیں اور ظاہر یہ کر رہے ہیں کہ ویدوں میں ہی ایسا لکھا ہی ہے پس کیا یہ نیک نیتی ہے ؟ لیکن باوجود اس قدر کوشش کے بھی افسوس تو یہ ہے کہ پرکرتی کی قدامت بھر بھی نہیں ثابت ہوتی کیونکہ چاہے جتنے الفاظ پریشور کی صفتوں میں جوڑ دیوں لیکن پرکرتی جسکو اس سے علیحدہ ایک شے مانا گیا ہے اسکی منفرد زمرہ میں آ ہی نہیں سکتی۔

اور کیسی چال ہے کہ بیانہر لفظ سامرتھ پریشور کی صفت میں لاکر یہ فرض کر لیا گیا ہے کہ پریشور کو جو سامرتھ ہے وہ ہی پرکرتی ہے۔

اے آریہ صاحبان ! آپکو یاد رکھنا چاہیے کہ ان باتوں سے آپکا کام نہیں چلے گا۔ سوامی دیانند سرسوتی مہاراج سے جو کچھ ہو سکا وہ اثاثہ سیدھا کر گئے۔ وہ اب موجود نہیں ہیں کہ اپنی تحریرات کے خلاف اعتراضوں کا جواب دیوں یا اپنی رائے کو تبدیل کر دیں کہ ان سے ہر وقت امید کی جاتی تھی کیونکہ پھر بھی وہ کسی کے گم ہونے اور استغیہ کو تیا کر کے ہر کمر باندھے تیار رہا کرتے تھے۔ اب تو آپ لڑیں ان آریہ سماج کا فرض ہے کہ ایک باقاعدہ کمیٹی بنا کر تمام کتابوں کی پڑتال کراڈائیں اور حسب قدر تحریرات ایسی پوچ و گچڑ میں ان سبکو خارج کر دیوں اور بعد کا کمین کہ کون کون سے اصول قائم رہ جاتے ہیں۔ ایسا اگر کیا جائے تو ہمارا عقین ہے کہ جو آتما اور پرکرتی کی قدامت تو ضروری غائب ہو جائیگی اور بھی کئی باتیں رنوجکر ہو جائیں گی جنکا ذکر ہم دوسرے مقامات پر کیا ہے۔

ہمیں تعجب تھا کہ سندوں کے سیکڑوں منہ اور سمپر داسے ہیں لیکن یہ کیا بات ہے کہ کسی نے بھی یہ بات نہ مانی کہ حیوا آتما اور پرکرتی پریشور کے ساتھ ہمیشہ مقابلہ کر نہ کو موجود رہا کرتی ہیں اگر ویدوں کے موافق یہ بات ہوتی تو کیا ممکن نہ تھا کہ کسی نہ کسی کو تو اسکا پتہ لگا ہوتا لیکن یہ خیال کر کے دل کو تسلی دے لیا کرتے تھے کہ شاید یہ وجہ ہوگی کہ سوامی دیانند سرسوتی مہاراج ویدوں کے سب سے بڑے فاضل ہوئے ہیں پس یہ انوکھی تعلیم انکو ہی ویدوں میں

نظر سکی مگر حقیقت حال سے تو میں گزشتہ سال (نومبر ۱۹۷۹ء) واقف ہوئی جبکہ ہم نے سوامی جی کی رنگ ویرادی بھاشہ بھومکا کے امتحان میں شرکت کی تیاری کے لئے اسے بغور پڑھنا شروع کیا اور اب معلوم ہوا کہ دراصل یہ سوامی جی کی من گھڑت ہے یا تو ادبوں نے کسی شائستہ ارتھ میں عقلی دلائل سے دوسروں کو بچا دکھلانے کے لئے ایجاد کیا کہ حیو آتما اور پرکرتی ہمیشہ رہتے ہیں ان کی پیدائش نہیں ہوتی یا شاید ساکھیا درنیا شاستروں کے سوتروں میں ایسے بحث مباحثہ کرتے ہیں ان کو سوامی جی نے دیدوں کا اصول قرار دے دیا حالانکہ خود ستیا رتھ پرکاش میں اس بات کو مان رہے ہیں کہ ان چھ شاستروں میں سے ایک ایک کے پڑھنے والے ایسے مغالطوں میں پڑ جاتے ہیں کہ وہ دوسروں کو غلطی پر سمجھتی ہیں لیکن جو شخص جملہ چھوں کو پڑھ لیتا ہے وہ ان کے سلسلہ کو سمجھ کر یقین کر لیتا ہے کہ ان میں کوئی اختلاف نہیں ہے اور اسکی تائید میں چھ اصولوں کی ایک روایت بھی درج کی ہے (دیکھو اردو ستیا رتھ پرکاش صفحہ ۲۹-۲۹) لیکن پھر بھی اس روایت پر خود عمل نہ کیا یعنی اگرچہ نیا وساکھیا لے حیو آتما اور پرکرتی کو قدیم مان کر اپنی دیگر باتوں کو طو کر سکتے ہیں تو ویدانت نے انکی اور دلائل سے اتفاق رکھتے ہوئے اس غلط فہمی کو رد کر دیا اور کافی دلائل و وجوہات سے یہ ثابت کر دیا ہے کہ سوا ایک پر برہم پر ماتما و چھ لاشریک کے باقی سب لاشیا ر غانی ہیں لیکن اس بات کو بھی سوامی جی نے شکر آچار یہ مہاراج کی لویا دکھ کر تردید کرنی چاہی ہے جو کہ بالکل غیر ممکن ہے۔ اب تیسرا اعتراض سنئے سوامی جی ویدان جی بھاشہ بھومکا صفحہ ۱۱ اسطر ۴ پر یوں فرماتے ہیں:—

प्रलयावसरे सर्वस्य आदि कारो पर ब्रह्म सामर्थ्य प्र-
-लाना च भवति ॥

ترجمہ بکا با بونہال سنگھ صاحب نے:— اردو بھومکا کے صفحہ ۷، سطر ۷ پر حسب ذیل کیا ہے۔
..... اور پڑھنے میں ہی سبب اسباب پر برہم کی قدرت میں سما جاتی ہے،
سوال:— اب سوال یہ ہے کہ پرلے کے وقت اگر سب آدی کارن سبب اسباب
پر برہم کی سادھتہ (قدرت) میں ہی یہ سبب خلقت سما جاتی ہے تو پرکرتی اور حیو آتما کی ہستی
پر ماتما سے علیحدہ کہاں قدیم رہ گئی اگر یہ کہا جاوے کہ سما جاتی ہے اس سے یہ مراد نہیں ہے

کہ وہ غیبت و نابود ہو جاتی ہے بلکہ یہ مطلب ہے کہ جیسے باز گرا اپنی چٹوں پٹوں کو جو کہ تماشہ دیکھنے والوں کے سامنے پھیلانے گئے تھے سمیٹ کر جھولی میں رکھ لیتا ہے پس وہ سب صرف میٹ لئے گئے ہیں واصل انکی غیبتی نہیں ہوئی اس طرح یہ سب پریشور کی جھولی میں سمیٹ لیا جائیگا اسی کو سما جانا کہتے ہیں تو سوال یہ ہے کہ ویدوں میں کہیں ایسا صاف طور پر لکھا ہوا دیکھانا چاہیے کہ پرے کے بعد اور سہ شئی یعنی پیدائش کے قبل یہ سب جو کچھ خلقت اس وقت بازمی کر کے چٹوں پٹوں کی مانند پھیلی ہوئی ہے یہ کسی نہ کسی شکل میں موجود رہتی ہے اس سے پہلے مگر تو اس بات کو بالکل رد کر دیتا ہے جبکہ وہاں صاف لکھا ہوا ہے کہ تب نہ ست تھانہ ست تھا یعنی سنی و نیستی دونوں نہ تھیں اور منو مہاراج اپنی پیدائش عالم کے مضمون میں اسی بات کو صاف اور واضح کر رہے ہیں کہ کچھ نہ تھا سو ایک موسم بوجھنی تو بخود منو مہاراج پریشور کے اسکے علاوہ ہنسکرت نفا سماجینکے لئے یہاں پر آیا ہے یعنی وہ زمین اتر چکا ہو جاتی ہے چنانچہ لین ہو جائیگی مثال ویداتی لوگوں کی یہ ہے کہ گنگا وغیرہ دریاؤں سمندر میں لین ہو جاتی ہیں یعنی جب گنگا وغیرہ سمندر میں مل جاتی ہیں تو وہ پانی جسکو گنگا وغیرہ ناموں سے موسوم کیا جاتا تھا اب سمندر نام سے ہی موسوم ہونے لگتا ہے اور پھر سمندر سے علیحدہ اسکا کوئی نام یا شکل نہیں رہا کرتا اس طرح یہ تمام جو (جیوا تما اور پر کرتی) دریاؤں کے مانند اس وقت اس موجودہ حالت میں ہے پرے کے وقت اٹھی پر ماتا میں جو کہ سمندر کے مانند ہے لین ہو جاتا ہے چنانچہ یہاں بھی پر کرتی بذات خود حسب قول سوامی جی کے پر ماتا سے علیحدہ کوئی شے نہیں ظاہر ہوتی ہاں پر رسم کی سادہ تر (قدرت) ہے ہی پر کرتی کا مطلب سوامی جی یا آریہ صاحبان لینا چاہتے ہیں لیکن یہ بھی سراسر یکیشیات و تعصب ہے۔

منہ

آگے چل کر سوامی جی کے حسب ذیل منہ بھی پیدائش خلقت کے بیان میں پیش کیا ہے :

हिरण्य गर्भः समवर्तताग्रे भूतस्य जातः पतिरेकः प्रसी-
-तः। सं. दाधार पृथिवीं द्याम्भुः माम् कस्मै देनाय हविमा
विधेम ॥ ऋ. मं. ०९. सू. मं. ॥

پہلا منتر (۱) پرش (پیشور) (۲) ہزاروں (۳) سر والا (۴) ہزاروں (۵) آنکھوں والا
 (۶) ہزاروں (۷) پانوں والا (۸) وہ پرش (۹) زمین کو (۱۰) سب طرف (۱۱) چھوکر
 (گھیرے ہوئے) (۱۲) دشن انگلی والے میں (۱۳) ایشیم ہے
 نوٹ - دشن انگلی والے سے سوامی جی نے دس دشائیں یعنی ہم اطراف (پورب، پچیم، مکھن، اوس)
 چار ان کے کوئے (ایشان، الوہ، آگنیہ اور نیرتہ) اور ۲ اور ویچے ان جگہ دشن سے مراد ہی ہے
 یا یہ کہ دشن انگلیوں کی برابر ہر دی (دل) کی جگہ ہے جسکے اندر وہ موجود ہے۔

पुरुष एवेदः सर्वं यद्भूतं यच्च भाव्यं । उतामृतत्वस्ये-
 - शानो यदन्नेनति रोहति ॥ २ ॥
 पुरुषः एव ईदं सर्वं यद्भूतं यच्च भाव्यम् । उत च-
 मृतत्वस्य ईशानः यत् अन्नेन अतिरोहति ॥
 دوسرا منتر - (۱) یہ جو (۲) ہو چکا ہے (۳) جو (۴) ہو نیوالا ہے (۵) اور جو (۶) علم سے
 (۷) پیدا ہوتا ہے کہ یعنی ماضی و مستقبل اور حال (۸) یہ (۹) سب (۱۰) اور (۱۱) جو اُمرت
 (الافانی شے یعنی مکنی یا نجات) کا دہا مالک ہے اس (۱۲) پرش (۱۳) ہی ہے۔

اسی منتر کی تفسیر میں سوامی جی نے بڑی زبردست چال کی ہے۔ اس کے لفظی معنی سے سوامی شکر چاریہ
 مہاراج کا اصول ثابت ہو جاتا ہے کہ ^{۱۳}पुरुषः एव ईदं सर्वं^۹ یعنی یہ سب جو ایسا
 ایسا ہی وہ پرش ہی ہے اور ان لوگوں کا جنکو آریہ صاحبان نویدانتی کہتے ہیں
 یہ قول ہے کہ یہ تمام خلقت جو دکھائی دیتی ہے اور جو نہیں دکھائی دیتی پریشور ہی ہے پس گویا شکر
 فلاسفی کی تائید وید کے اس منتر سے صاف طور پر ہو جاتی ہے
 سوامی جی کی تفسیر میں حسب ذیل الفاظ موجود ہیں:—

(पुरुष एव) एतद्विशेषण पुनः पुरुषः परमेश्वरः (यद्भूतं) य-
 ज्जगदुत्पन्नमभूत् यद्भाव्यं उत्पत्त्यमानं च कारा द्भूतमा-
 नन्त तत् त्रिकालस्य सर्वं विश्वं पुरुष एव कृत-

— वानस्ति नान्यः —

اسکا ترجمہ یوں ہوا۔ (पुरुषः एव) اس صفت سے موصوف پرش پرشور (نے اس تمام خلقت کو پیدا کیا ہے یعنی) (नमो) جو جگت پیدا ہوا جو ہونیوالا ہے اور ह حرف ج سے یہ مراد ہے کہ جو موجود ہے یہ بھی (غرض کہ) اس ہر سہ زمانہ میں قائم رہنے والے سب شیو یعنی خلقت کو پرش ہی نے کیا ہے اور کسی دوسرے نے نہیں۔

لیکسرشم فقرہ قابل غور ہے اور ہم سنسکرت والی صاحبان سے عرض کرتے ہیں کہ وہ ضرور اس پر غور کریں کہ یہی اصل الفاظ منتر کے کس طرح نکل سکتی ہیں پرش ہی نے کیا ہے یہ جو سوامی جی کے پنج الفاظ (कृतवानस्ति) ہیں یہ اس منتر کے کن لفظوں کے مترادف آئے ہیں اور بھی جو عبارت سوامی جی کی اس منتر کے متعلق ہے وہ باوجود اس قدر طول ہونیکے بھی اس سے کوئی تعلق نہیں رکھتی اور خاص کر اس اوپر کے اعتراض کا کوئی جواب نہیں ملتا۔

اس منتر کو اردو دستِ بھر پر کاش کے آٹھویں سہلا میں صفحہ ۳۴، ۳۵ پر بھی سوامی جی نے لکھا ہے اور حسب ذیل معنی درج کئے ہیں۔

..... اے آسمانوں! جو بکے اندر سمایا ہوا محیط کل پریشور ہے اور جو غیر فانی علت مادی اور جو کمالک اور زمین وغیرہ غیر ذی روح اور جو سے بھی جدا ہر ذی محیط کل ایشور گزشتہ آیتہ ہونیوالے اور موجودہ عالم کا مصلح ہے۔

ناظرین! لیکسرشم الفاظ پر غور کیجیے گا سوامی جی علت (پر کرتی) کے ساتھ لفظ غیر فانی ضرور لاؤینگے اور آخری فقرہ یہاں پر پریشور کی صفت میں سوامی جی ظاہر کر رہے ہیں حالانکہ اوپر کے ارتھ میں ہر سہ زمانہ کا لفظ خلقت کے صفت میں کہہ چکے ہیں۔

اب کوئی سوامی جی سے پوچھیے کہ کیا ان کو خود اپنی بات پر بھروسہ نہیں ہے ایک جگہ کہہ اور بیان کرتے ہیں اور دوسری جگہ پتہ در پتہ لکھ رہے ہیں۔

اسکے علاوہ لفظ بنانیوالا یا مصلح منتر کے کسی لفظ سے نہیں نکالا جاسکتا اور اگر سوامی جی کے ایزاد شرح الفاظ نکال ڈالے جاویں تو اذکار اس منتر سے پریشور کا دنیا کو بنانا وغیرہ کچھ بھی نہیں ثابت ہوتا۔ ایک بات اور بھی قابل غور ہے کہ اس منتر کا جو ارتھ درگ ویدادی بھاشہ بھو مکاں

نوٹ شاید اس اوپر کے ترجمہ کو اردو محاورہ کے لحاظ سے بے فہمکنہ سمجھا جاوے اس لئے اسکو
بالمحاورہ یوں سمجھئے۔

(۱) ان سب پیدا ہوئے کا (۲) اونٹلہ سے پیدا ہونے والے کا (۳) اور (۴) زمانہ آئندہ
میں پیدا ہونے والے کا (۵) اور (۶) امر بھار دے (یعنی لافانی) کیوں آتما کا (۷) سوامی۔
پریشور ہی ہے۔

اب اصلی وینتر کی کسی خرابی ہوگی وہ بھی ذرہ دیکھ لیجئے اس بات کو صرف سنسکرت کا
صاحبان سمجھ سکیں گے جنکے توجہ کیلئے حسب ذیل تحریر ہے۔

اصل منتر

پنڈت تلسی رام صاحب کے حسب مرضی دستخط
کے بعد یہ منتر اس شکل میں ہوگا

पुरुष एवेदः सर्वं यद्वृतं यच्च पुरुष एवेदः सर्वस्य यत् न भू-
भाव्यम् उता मृतत्वं स्पेशानो य- तस्य यत् न च भाव्यस्य उता-
-दन्नेनाति रोहति ॥ यजुः मृतत्वं स्पेशानो यदन्नेनाति-
रोहति तस्य

३१-२ ॥

اوپر کی لکیر شرحی چار الفاظ میں علامتیں لگا دی گئی ہیں

ناظرین! آپ نے دیکھ لیا کہ کس طرح مغالطہ دہی سے کام لیا جاتا ہے سوامی دیانند کی بات صحیح
ثابت کرنے کے دھم نے دید منتروں کے الفاظ میں ایرادی کر نیکے لئے مجبور کر دیا۔ اس سے
بھی اور زیادہ کیا تعصب ہوگا۔ ہم دعویٰ سے کہتے ہیں کہ خواہ خود پنڈت تلسی رام صاحب
یا انکے کوئی ساتھی اس [اوسکا] کو اس موقع پر ثابت کر لیں یعنی بھاسکر پرکاش صاحب
۲۷ سطر ۴ پر جو لفظ यत् न भाव्यम् کے معنی جو اوپن ہونے والا ہے ارتھات بھوشیت
کال میں جو اوپن ہوگا [اوسکا] اورچ ہیں اسے یا کم از کم اس [اوسکا] کو اس لفظ
کے لفظی معنی ثابت کر دیں تو ان کو ہم مبلغ دو سو روپیہ انعام دینے کو تیار ہیں (بقیہ
شرائط انعامی دیکھو صفحہ ۳۷) اس سلسلہ میں پنڈت تلسی رام جی اور بھی حسب بل
فرماتے ہیں۔

۱) کیا اس کا یہ مطلب نہیں ہوا کہ جڑ چیتن ذغیر ذی روح و ذی روح کا مالک پریتما ہی ہے
 (۲) کیا ماضی حال اور مستقبل میں پیدا ہونے والے سب اشیاء جزا اور پرکرت (پرکرتی و لے) نہیں ہیں
 اور اس کا کیا امر آتما (لا فانی روح) ذی روح نہیں ہے؟ اگر میں تو کیا تمام پرکرت اور پرکرت
 (پرکرتی والی اور بغیر پرکرتی والی) اشیاء کا ہم پریتما کو تیرا لے سے یہ منتر سوامی جی کے لکھے ہوئے
 مطلب سے خلاف ہے۔ ۹

ادپر کی تحریر میں تین سوالات قائم کر کے جواب اپنے موافق دے دیا گیا ہے۔ جن میں سے
 اول سوال یہ ہے کہ ۱) کیا ذی روح و غیر ذی روح کا مالک پریتما ہی نہیں ہے پس اس کا جواب
 یہ ہے کہ پریشور جڑ چیتن کا مالک ہے اس بات کو تو تمام ہندو اور مسلمان صاحبان مانتے ہیں
 اگر نہیں مانتی تو آریہ سماج یا سوامی دیانند مہاراج لیکن ہر حالت میں اعتراض تو یہ ہے کہ اس منتر
 کے الفاظ سے یہ مطلب کہاں نکلتا ہو کہ جڑ چیتن کا مالک پریشور ہے۔ وہاں تو معاف لکھا ہے
 کہ सर्व ईश्वरः एव इदं सर्वम् ये सत्प्रपश्यन्ति ये सत्प्रपश्यन्ति ये सत्प्रपश्यन्ति
 دوسرا سوال یہ ہے کہ کیا ماضی حال اور مستقبل میں پیدا ہونے والی سب اشیاء جزا اور پرکرت
 نہیں ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس منتر میں نہ تو آپ کا جڑ موجود ہے اور نہ پرکرت موجود ہے
 پھر کیا اصل منتر سے خلاف معنی نکال کر اپنا مطلب ثابت کرنیکی کوشش کرنا نیک نیست اور
 سچائی پسند لوگوں کا شیوہ ہی؟ ہاں منتر میں ماضی حال اور مستقبل میں پیدا ہونے کے بارہ میں البتہ
 यद्वत् यच्च भाव्यं यदनेनाति रोहिता
 افہم کو اس کے ساتھ لکھا ہے کہ جو ہوا جو ہو گا اور جو نکلے سے پیدا ہوتا ہے
 وہ سب پریش ہی ہے اور اس کا تیسرا سوال یہ ہے کہ کیا امر (لا فانی) حیو آتما ذی روح
 نہیں ہے پس عرض یہ ہے کہ اس سوال کا بھی اس منتر سے کوئی تعلق نہیں ہے حیو آتما کو
 ذی روح تو سناتنی بھی مانتے ہیں لیکن ان کو امر (لا فانی) مانتے ہوئے پریشور کا ہمیشہ کا
 سانھی بنا دینا آریہ سماج ہی کا کام تھا لیکن اس منتر میں تو ایسا کوئی ذکر موجود بھی نہیں ہے
 اور جو الفاظ यद्वत् यच्च भाव्यं यदनेनाति रोहिता
 سے آپ نے ”امر بھاؤ والے کپول آتما“ ارتھ نکال لیا ہے پس یہ ارتھ بھی آپ کا بالکل اصلی سے

خلاف اپنا من گھڑت ہے۔ کہ وہاں کہوئے کیلئے ہمیں کہیں دور جو کی ضرورت نہیں ہے بلکہ اس منتر جو سوامی دیانند نے سوئی عبارت کی تفسیر ہے وہ آپنا خوش کر دینے کے لئے پیش کر دینا کافی ہوگا۔ چنانچہ سوئی جی کی تفسیر ان الفاظ پر گت یاد دی جی ہاشیہ ہو مکا میں یوں مندرج ہے۔

स एवेष्टान इष्टा शोक्तः सर्वस्य स्वरोऽष्ट तत्त्वस्य मोक्ष मा-

-वस्य स्वमि दातास्ति ॥

اسکا ترجمہ یوں ہوا اود ہی ایشان ہے یعنی ایشن شیل (ملکیت رکھنے کا عادی) ہے پس وہ سب کا ایشور ~~सर्वस्य स्वमि दातास्ति~~ (جسکے نفی معنی میں لافانی پن کا) ہے سوامی جی معلوم ہو کہ لفظ - ~~सर्वस्य स्वमि दातास्ति~~ (جسکے نفی معنی میں لافانی پن کا) ہے سوامی جی

موکش یعنی نجات کا مطلب ہے (کیونکہ نجات لافانی ہے) اور لفظ इष्टानः (مالک) اسکے ساتھ ملانے سے اگرچہ اسکے یہ معنی ہو جاتے ہیں کہ وہ (پریشور) ملکتی کا مالک ہے لیکن سوامی جی نے اس سے یہ معنی نکالے ہیں کہ سب کا مالک وہ ایشور ملکتی کا دینے والا ہے تاہم بھی لفظ सर्वस्य سے صرف موکش ہوا (ملکتی یا نجات) کا مطلب ہوتا ہے نہ نیکو نہیں لیکن جو کہ آئینے میں غلط سے مراد ہو کر آتا ہے اور تھکا لے ہیں جسکا لفظ معنی کے لحاظ سے غلط ~~सर्वस्य स्वमि दातास्ति~~ لافانی پن کا میں کہیں شان و گمان ہی نہیں ہے اسکے برآئے پاس کیا ہوگا۔ لہذا سند جو ہے نہ ختم ہو بلکہ اپنے سوئی دیانند کا پیار *Deveno* کرتے ہوئے اپنے خلاف ارتھ نکھات۔

ان تینوں سواؤں کے بعد نہت سی رام صاحب فرماتے ہیں۔ "گریہ تو کیا سارے بھارت اور ایراکر تواریخ و ہندی روایتیں مالک برما کا کہتا ہے کہ یہ منتر سوامی جی کے نگھے جو بے غیب کا خلاف ہے۔ - ۹ -

اسکا جو سہیہ ہے کہ سواں دیگر جواب دہیر۔ منتر میں تو یہ سرسپت ریای کہ سوامی دیانند اس منتر کا رتھ ہی غلط کر رہے ہیں۔ آپ جو بڑے تیزی کے ساتھ اوروں کو بے سمجھی سے قلم چلا ہوا لکھتے ہوئے اکثر غلطی معنی پر دعویٰ دلائے چلے تو خود دیدوں میں غلطی نکال کر ایک لفظ اور کس کس کی پوری کرنیکی صلاح دیتے ہوئے اصلی عبارت کے چار

لفظوں میں علامت ایزا ذکر ادا لیکن پھر بھی کوئی مطلب برائی نہ ہو سکی۔

اجی مہاراج اس منتر سے سوامی شکر آچار یہ مہاراج کی فلاسفی ثابت ہو رہی ہے اور جو آتما پر کرتی کی قدامت نانو والوں کو یہ منتر انہی تائید میں پیش کرنا سنہکرت والے عقلمندوں کے روبرو اپنی منشی لڑیکہ سو اور کچھ فائدہ نہیں دے سکتا اب بھی بہتر ہو کہ اسکو مستیار تھہر کاٹش کے آٹھویں سہلاک یعنی پیدائش خلقت کے مضمون سے نکال ڈالا جاوے۔

اب اگر ہم سوامی جی کی تفسیر بھی صحیح مان لیوں تو بھی حریفیل اعتراض خود ان کی تعلیم کے خلاف پڑتا ہے۔ اردو بھومکا صفحہ ۸، سطر ۲ پر لکھا ہے: ”وہ بذاتہ غیر مولود اور سب کو پیدا کرنے والا ہے وہ ہی اس کائنات کو اپنی قدرت سے بناتا ہے۔“

سوال۔ پھر بھلا جب ایسے صاف الفاظ میں اقرار کر رہے ہیں کہ وہ سب کو پیدا کرنے والا ہے تو کیا سب کے اندر جو آتما اور پر کرتی بھی نہیں آگئی وہ کیا سب سے باہر رہ گئی اور حسب میں جو آتما اور پر کرتی بھی شامل ہو گئی تو سوامی جی کا یہ اصول ہی کٹ گیا کہ جیو آتما اور پر کرتی انادی لازمی ہیں بلکہ اسلام کے اصولوں کے مطابق یہاں پر سوامی جی ویدوں سے صاف طور پر ثابت کر رہے ہیں کہ وہ پریشور سب کو پیدا کرنے والا ہے یعنی وہ خالق مطلق ہے سو اسکو اور کوئی نہ تھا (جو آتما پر کرتی بھی نہ تھے) اور اس نے ان سب کو (مخلد و دسروں کے جو آتما اور پر کرتی کو بھی) پیدا کیا ہے۔ کیونکہ حسب قول سوامی جی کے وہ ہی اس کائنات کو اپنی قدرت سے بناتا ہے۔

وہ یہ تو خوب ہو کہ ویدوں سے اور وہ بھی سوامی دیانند مہاراج کی ہی تفسیر سے و خاص اُنکے ہی الفاظ میں اسلام کا اصول ثابت ہو گیا۔ اور کیوں نہ ہو! سچائی سے کسکو انکار ہو سکتا ہے؟

اب نصف مزاج اور عقول پسند آریہ صاحبوں کو لازم ہے کہ وہ سچائی کو قبول کرنے اور غلطیوں کو ترک کرنے کی نیک نصیحت پر مضبوطی سے قائم رہتے ہوئے اس بات کو مان لیوں کہ جو آتما اور پر کرتی ہرگز ہرگز بھی ازلی نہیں ہیں اور نہ یہ سرشت کی ہاں (قادر مطلق) پر ہم پریشور کے ساتھ مقابلہ کر سکتے ہیں بلکہ یہ یقین کر لیوں کہ اُس سرشتی کرتا (خالق مطلق)۔

تے ہے ہم جو آتماؤں کو اور اس پر کرتی (مادہ) کو اپنی قدرت سے بنایا ہے
ایسا مان کر ہم پریشور کے دربار میں گنہگار بننے سے بچ جاویں گے جو کہ سوامی جی کے گمراہ کرنے
سے ہمیں مجبوراً پریشور کے ساتھ شریک کرتے ہوئے پانی بنایا پڑا تھا۔ اب بھی بہتر ہو کہ مقول
پسند آریہ صاحبان نیک نیتی سے اپنے دلوں میں اپنی غلطیوں کا اقرار صدق دلی سے کریں
صبح کا بھورا شام کو ہی راہ پر آجاوے تو غنیمت ہی۔

شاید کوئی صاحب اوپر کے ترجمہ کی نقل پیش کرے یہ کہتے لگیں کہ مترجم نے غلطی کی ہوگی
اسلئے اصلی سنسکرت یعنی خاص سوامی جی کی عبارت ذیل میں نقل کی جاتی ہے۔

सर्वे विश्वं ब्रूष एव कृतवानस्ति नान्यः ॥

ارتھ۔ سب بشو (سنسار) کو پرش ہی نے کیا (بنایا) ہی دوسرے نے نہیں۔

(نوٹ۔ مترجم نے لفظ "विश्व" کے معنی موجودات لیا ہے)۔

तस्मात् स्वयमजः सन् सर्वं जनयति ॥

ارتھ۔ اسلئے وہ خود جن (نہ پیدا ہونے والا) ہوتا ہوا سب کو پیدا کرتا ہے۔

एतावानस्य महिमाते ज्यायाश्च पूरुषः । पादोऽस्य विश्वा भू-
तानि त्रिपादस्यामृतं दिवि ॥ ३ ॥

एतावान् अस्य महिमा अतः ज्यायान् च पूरुषः । पादः
अस्य विश्वा भूतानि त्रिपाद अस्य अमृतं दिवि ॥

تیسرے منتر کا ارتھ۔ (۱) اس (۲) پرش (پریشور) کی (۳) یہ ساری (۴) مہما (۵)
اور اسکے علاوہ اور بھی (۶) بہت زیادہ (۷) اسکی مہما ہی (۸) اسکے (۹) ایک حصہ میں (۱۰)
(یہ) سب (۱۱) خلقتیں (۱۲) ہیں (۱۳) اور (۱۴) اسکا (۱۵) تین حصہ (۱۶) دیو (لوک) میں (۱۷)
امرت (لافانی) (۱۸) ہے۔

त्रिपादूर्ध्व उदैत्पूरुषः पादोऽस्येहाभवत्पुनः । ततो विष्टब्ध
वक्रामत् साशनानशने अग्नि ॥ ४ ॥

विपादः^२ ऊर्ध्वं^३ उदैत्^४ पुरुषः पादः^५ अस्य इह अभवत् पुनः^६
ततः^७ विश्वम् अभिव्यक्तम् सः^८ अशना अनशने^९ ॥

چوتھے منتر کا ارتھ۔ (۱) وہ پرش (۲) اس (۳) تین حصہ (۴) سے اوپر (۵) اٹھا ہوا (۶) اسکا (۷) ایک حصہ (۸) اس (دنیامیں) (۹) پھر (۱۰) ہوا (۱۱) اسکو علاوہ (۱۲) وہ (پرش) (۱۳) کہا نیوالوں (۱۴) اور نہ کہا نیوالوں (۱۵) دونوں قسم یعنی جاندار و بے جان پیدائش والی (۱۶) سبب (۱۷) کو (۱۸) گھیرے ہوئے ہے۔

نوٹ۔ अस्य अभवत् पुनः اس جملہ کی تفسیر سوامی جی کے الفاظ میں ہے کہ: ”اور جو ایک حصہ دنیا اور پرمان کی گئی ہر اس (یعنی اس دنیا) سے بھی وہ ایشورلیک ہے۔“ لیکن اوپر کے نقلی ترجمہ کے نمبر ۵ کی جگہ میں صرف یہ ہی نکلتا ہے کہ اسکا (۶) अस्य ایکس باؤں یا حصہ (۷) چھ یہاں یا اس دنیا میں (۸) پھر (۹) अभवत् ہو یا پیدا ہوا پس سمجھ میں نہیں آتا کہ کس نوعی (ترکیب الفاظی Promises) سے سوامی جی نے ان الفاظ کو اولٹ پیس کیا ہے کہ اس نقلی ترجمہ سے بالکل بے تعلق ارتھ نکل آیا۔ ہم نے سوامی جی کی سنسکرت عبارت کو بھی بغور پڑھا لیکن ہاں سوامی جی نے ہر ایک لفظ کو علحدہ لکھا ہے نہیں پھر بھلا کوئی کیا بتا سکتا ہو کہ کس لفظ سے کیا معنی طلب لے رہے ہیں پس ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ اس جملہ کی تفسیر سوامی جی نے بالکل اصل سے خلاف کی ہے جسکارا از سنسکرت دان اصحاب کو آسانی سے مل سکتا ہے۔

اس منتر کی تفسیر میں آگے چل کر سوامی جی حسب ذیل فرماتے ہیں:-

अथ सर्वः संसारः इह अस्मिन् परमात्मनि एव वर्तते पुनः तत्र समये तत् सामर्थ्यं काशे प्रतिनः च भवति ॥

اس کا اردو ترجمہ بابو نہال سنگھ صاحب یوں کرتے ہیں: ”یہ تمام کائنات اس پرمان کی ذات میں قائم ہے اور پرے (قعات) کے وقت اسکی قدرت میں سما جاتی ہے۔“

ناظرین! یہ سوئی کی اپنی ایزادگی ہے منتر کے الفاظ سے ایسی کوئی بات نہیں ثابت ہوئی

یہاں پر لفظ **ब्रह्म** (بہاں) سے سوئی ہی **अस्मिन् परमात्मनि** اس پرما تہا کی ذات میں مراد دیتے ہیں لیکن اس سے اوپر خود ہی اس لفظ سے دنیا کا مطلب لے چکے ہیں جیسا کہ حسب ذیل فقرہ اس سے ظاہر ہے۔

**एकपादुपलक्षितं यत् पूर्वोक्तं जगदस्ति तस्मादपि
इह अस्मिन् संसारे स पुरुषः पृथगभवत् ॥**

اس میں لکھنوی کا ترجمہ ہوا کہ **इह** (یہاں) یعنی اس سنسار (خلقت) میں جس کا پورا ترجمہ اوپر آچکات ہے جس پر بحث کی گئی ہے۔

ततो विराडजायत विराजो अग्निपुरुषः । स जातो अत्यरि-
-च्यत पञ्चादभिमथो पुरः ॥ ५ ॥

ततः विराट् अजायत विराजः अग्निपुरुषः । सः जा-
-तः अत्यरिच्यत पञ्चात् अभिमथः अर्थः पुरः ॥

پانچویں منتر کا ارتھ۔ (۱) اُس سے (۲) وراث (برہما) یا تمام کرہ جات کا مجموعہ (پیدا ہوا) (۳) وراث (۵) کے اندر سے (۶) پوش (یعنی حیو) آتما کا جسم (پیدا ہوا) (۷) وہ (پیدا ہوا) (۸) وراث (۹) اُس پر مشیور (ت) علیحدہ ہو گیا (۱۰) اُس کے بعد (۱۱) بھومی یعنی زمین (پیدا ہوئی) (۱۲) اور پھر (۱۳) پُری یعنی جسم (اُس حیو) آتما کے لئے (پیدا ہوا)

तस्माद्भूता सर्वे हुतः सम्भृतं पृषदाज्यम् । पशून्तान् च
वायवान् तारणाय ग्राम्याश्च ये ॥ ६ ॥

तस्मात् यज्ञात् सर्वे हुतः सम्भृतं पृषत् आज्यम् पशून्
तान् च वायवान् तारणाय ग्राम्याः च ये ॥

پنجمین منتر کا ارتھ۔ ۱۔ ۲۔ ۳۔ ۴۔ ۵۔ ۶۔ ۷۔ ۸۔ ۹۔ ۱۰۔ ۱۱۔ ۱۲۔ ۱۳۔ ۱۴۔ ۱۵۔ ۱۶۔ ۱۷۔ ۱۸۔ ۱۹۔ ۲۰۔ ۲۱۔ ۲۲۔ ۲۳۔ ۲۴۔ ۲۵۔ ۲۶۔ ۲۷۔ ۲۸۔ ۲۹۔ ۳۰۔ ۳۱۔ ۳۲۔ ۳۳۔ ۳۴۔ ۳۵۔ ۳۶۔ ۳۷۔ ۳۸۔ ۳۹۔ ۴۰۔ ۴۱۔ ۴۲۔ ۴۳۔ ۴۴۔ ۴۵۔ ۴۶۔ ۴۷۔ ۴۸۔ ۴۹۔ ۵۰۔ ۵۱۔ ۵۲۔ ۵۳۔ ۵۴۔ ۵۵۔ ۵۶۔ ۵۷۔ ۵۸۔ ۵۹۔ ۶۰۔ ۶۱۔ ۶۲۔ ۶۳۔ ۶۴۔ ۶۵۔ ۶۶۔ ۶۷۔ ۶۸۔ ۶۹۔ ۷۰۔ ۷۱۔ ۷۲۔ ۷۳۔ ۷۴۔ ۷۵۔ ۷۶۔ ۷۷۔ ۷۸۔ ۷۹۔ ۸۰۔ ۸۱۔ ۸۲۔ ۸۳۔ ۸۴۔ ۸۵۔ ۸۶۔ ۸۷۔ ۸۸۔ ۸۹۔ ۹۰۔ ۹۱۔ ۹۲۔ ۹۳۔ ۹۴۔ ۹۵۔ ۹۶۔ ۹۷۔ ۹۸۔ ۹۹۔ ۱۰۰۔ ۱۰۱۔ ۱۰۲۔ ۱۰۳۔ ۱۰۴۔ ۱۰۵۔ ۱۰۶۔ ۱۰۷۔ ۱۰۸۔ ۱۰۹۔ ۱۱۰۔ ۱۱۱۔ ۱۱۲۔ ۱۱۳۔ ۱۱۴۔ ۱۱۵۔ ۱۱۶۔ ۱۱۷۔ ۱۱۸۔ ۱۱۹۔ ۱۲۰۔ ۱۲۱۔ ۱۲۲۔ ۱۲۳۔ ۱۲۴۔ ۱۲۵۔ ۱۲۶۔ ۱۲۷۔ ۱۲۸۔ ۱۲۹۔ ۱۳۰۔ ۱۳۱۔ ۱۳۲۔ ۱۳۳۔ ۱۳۴۔ ۱۳۵۔ ۱۳۶۔ ۱۳۷۔ ۱۳۸۔ ۱۳۹۔ ۱۴۰۔ ۱۴۱۔ ۱۴۲۔ ۱۴۳۔ ۱۴۴۔ ۱۴۵۔ ۱۴۶۔ ۱۴۷۔ ۱۴۸۔ ۱۴۹۔ ۱۵۰۔ ۱۵۱۔ ۱۵۲۔ ۱۵۳۔ ۱۵۴۔ ۱۵۵۔ ۱۵۶۔ ۱۵۷۔ ۱۵۸۔ ۱۵۹۔ ۱۶۰۔ ۱۶۱۔ ۱۶۲۔ ۱۶۳۔ ۱۶۴۔ ۱۶۵۔ ۱۶۶۔ ۱۶۷۔ ۱۶۸۔ ۱۶۹۔ ۱۷۰۔ ۱۷۱۔ ۱۷۲۔ ۱۷۳۔ ۱۷۴۔ ۱۷۵۔ ۱۷۶۔ ۱۷۷۔ ۱۷۸۔ ۱۷۹۔ ۱۸۰۔ ۱۸۱۔ ۱۸۲۔ ۱۸۳۔ ۱۸۴۔ ۱۸۵۔ ۱۸۶۔ ۱۸۷۔ ۱۸۸۔ ۱۸۹۔ ۱۹۰۔ ۱۹۱۔ ۱۹۲۔ ۱۹۳۔ ۱۹۴۔ ۱۹۵۔ ۱۹۶۔ ۱۹۷۔ ۱۹۸۔ ۱۹۹۔ ۲۰۰۔ ۲۰۱۔ ۲۰۲۔ ۲۰۳۔ ۲۰۴۔ ۲۰۵۔ ۲۰۶۔ ۲۰۷۔ ۲۰۸۔ ۲۰۹۔ ۲۱۰۔ ۲۱۱۔ ۲۱۲۔ ۲۱۳۔ ۲۱۴۔ ۲۱۵۔ ۲۱۶۔ ۲۱۷۔ ۲۱۸۔ ۲۱۹۔ ۲۲۰۔ ۲۲۱۔ ۲۲۲۔ ۲۲۳۔ ۲۲۴۔ ۲۲۵۔ ۲۲۶۔ ۲۲۷۔ ۲۲۸۔ ۲۲۹۔ ۲۳۰۔ ۲۳۱۔ ۲۳۲۔ ۲۳۳۔ ۲۳۴۔ ۲۳۵۔ ۲۳۶۔ ۲۳۷۔ ۲۳۸۔ ۲۳۹۔ ۲۴۰۔ ۲۴۱۔ ۲۴۲۔ ۲۴۳۔ ۲۴۴۔ ۲۴۵۔ ۲۴۶۔ ۲۴۷۔ ۲۴۸۔ ۲۴۹۔ ۲۵۰۔ ۲۵۱۔ ۲۵۲۔ ۲۵۳۔ ۲۵۴۔ ۲۵۵۔ ۲۵۶۔ ۲۵۷۔ ۲۵۸۔ ۲۵۹۔ ۲۶۰۔ ۲۶۱۔ ۲۶۲۔ ۲۶۳۔ ۲۶۴۔ ۲۶۵۔ ۲۶۶۔ ۲۶۷۔ ۲۶۸۔ ۲۶۹۔ ۲۷۰۔ ۲۷۱۔ ۲۷۲۔ ۲۷۳۔ ۲۷۴۔ ۲۷۵۔ ۲۷۶۔ ۲۷۷۔ ۲۷۸۔ ۲۷۹۔ ۲۸۰۔ ۲۸۱۔ ۲۸۲۔ ۲۸۳۔ ۲۸۴۔ ۲۸۵۔ ۲۸۶۔ ۲۸۷۔ ۲۸۸۔ ۲۸۹۔ ۲۹۰۔ ۲۹۱۔ ۲۹۲۔ ۲۹۳۔ ۲۹۴۔ ۲۹۵۔ ۲۹۶۔ ۲۹۷۔ ۲۹۸۔ ۲۹۹۔ ۳۰۰۔ ۳۰۱۔ ۳۰۲۔ ۳۰۳۔ ۳۰۴۔ ۳۰۵۔ ۳۰۶۔ ۳۰۷۔ ۳۰۸۔ ۳۰۹۔ ۳۱۰۔ ۳۱۱۔ ۳۱۲۔ ۳۱۳۔ ۳۱۴۔ ۳۱۵۔ ۳۱۶۔ ۳۱۷۔ ۳۱۸۔ ۳۱۹۔ ۳۲۰۔ ۳۲۱۔ ۳۲۲۔ ۳۲۳۔ ۳۲۴۔ ۳۲۵۔ ۳۲۶۔ ۳۲۷۔ ۳۲۸۔ ۳۲۹۔ ۳۳۰۔ ۳۳۱۔ ۳۳۲۔ ۳۳۳۔ ۳۳۴۔ ۳۳۵۔ ۳۳۶۔ ۳۳۷۔ ۳۳۸۔ ۳۳۹۔ ۳۴۰۔ ۳۴۱۔ ۳۴۲۔ ۳۴۳۔ ۳۴۴۔ ۳۴۵۔ ۳۴۶۔ ۳۴۷۔ ۳۴۸۔ ۳۴۹۔ ۳۵۰۔ ۳۵۱۔ ۳۵۲۔ ۳۵۳۔ ۳۵۴۔ ۳۵۵۔ ۳۵۶۔ ۳۵۷۔ ۳۵۸۔ ۳۵۹۔ ۳۶۰۔ ۳۶۱۔ ۳۶۲۔ ۳۶۳۔ ۳۶۴۔ ۳۶۵۔ ۳۶۶۔ ۳۶۷۔ ۳۶۸۔ ۳۶۹۔ ۳۷۰۔ ۳۷۱۔ ۳۷۲۔ ۳۷۳۔ ۳۷۴۔ ۳۷۵۔ ۳۷۶۔ ۳۷۷۔ ۳۷۸۔ ۳۷۹۔ ۳۸۰۔ ۳۸۱۔ ۳۸۲۔ ۳۸۳۔ ۳۸۴۔ ۳۸۵۔ ۳۸۶۔ ۳۸۷۔ ۳۸۸۔ ۳۸۹۔ ۳۹۰۔ ۳۹۱۔ ۳۹۲۔ ۳۹۳۔ ۳۹۴۔ ۳۹۵۔ ۳۹۶۔ ۳۹۷۔ ۳۹۸۔ ۳۹۹۔ ۴۰۰۔ ۴۰۱۔ ۴۰۲۔ ۴۰۳۔ ۴۰۴۔ ۴۰۵۔ ۴۰۶۔ ۴۰۷۔ ۴۰۸۔ ۴۰۹۔ ۴۱۰۔ ۴۱۱۔ ۴۱۲۔ ۴۱۳۔ ۴۱۴۔ ۴۱۵۔ ۴۱۶۔ ۴۱۷۔ ۴۱۸۔ ۴۱۹۔ ۴۲۰۔ ۴۲۱۔ ۴۲۲۔ ۴۲۳۔ ۴۲۴۔ ۴۲۵۔ ۴۲۶۔ ۴۲۷۔ ۴۲۸۔ ۴۲۹۔ ۴۳۰۔ ۴۳۱۔ ۴۳۲۔ ۴۳۳۔ ۴۳۴۔ ۴۳۵۔ ۴۳۶۔ ۴۳۷۔ ۴۳۸۔ ۴۳۹۔ ۴۴۰۔ ۴۴۱۔ ۴۴۲۔ ۴۴۳۔ ۴۴۴۔ ۴۴۵۔ ۴۴۶۔ ۴۴۷۔ ۴۴۸۔ ۴۴۹۔ ۴۵۰۔ ۴۵۱۔ ۴۵۲۔ ۴۵۳۔ ۴۵۴۔ ۴۵۵۔ ۴۵۶۔ ۴۵۷۔ ۴۵۸۔ ۴۵۹۔ ۴۶۰۔ ۴۶۱۔ ۴۶۲۔ ۴۶۳۔ ۴۶۴۔ ۴۶۵۔ ۴۶۶۔ ۴۶۷۔ ۴۶۸۔ ۴۶۹۔ ۴۷۰۔ ۴۷۱۔ ۴۷۲۔ ۴۷۳۔ ۴۷۴۔ ۴۷۵۔ ۴۷۶۔ ۴۷۷۔ ۴۷۸۔ ۴۷۹۔ ۴۸۰۔ ۴۸۱۔ ۴۸۲۔ ۴۸۳۔ ۴۸۴۔ ۴۸۵۔ ۴۸۶۔ ۴۸۷۔ ۴۸۸۔ ۴۸۹۔ ۴۹۰۔ ۴۹۱۔ ۴۹۲۔ ۴۹۳۔ ۴۹۴۔ ۴۹۵۔ ۴۹۶۔ ۴۹۷۔ ۴۹۸۔ ۴۹۹۔ ۵۰۰۔ ۵۰۱۔ ۵۰۲۔ ۵۰۳۔ ۵۰۴۔ ۵۰۵۔ ۵۰۶۔ ۵۰۷۔ ۵۰۸۔ ۵۰۹۔ ۵۱۰۔ ۵۱۱۔ ۵۱۲۔ ۵۱۳۔ ۵۱۴۔ ۵۱۵۔ ۵۱۶۔ ۵۱۷۔ ۵۱۸۔ ۵۱۹۔ ۵۲۰۔ ۵۲۱۔ ۵۲۲۔ ۵۲۳۔ ۵۲۴۔ ۵۲۵۔ ۵۲۶۔ ۵۲۷۔ ۵۲۸۔ ۵۲۹۔ ۵۳۰۔ ۵۳۱۔ ۵۳۲۔ ۵۳۳۔ ۵۳۴۔ ۵۳۵۔ ۵۳۶۔ ۵۳۷۔ ۵۳۸۔ ۵۳۹۔ ۵۴۰۔ ۵۴۱۔ ۵۴۲۔ ۵۴۳۔ ۵۴۴۔ ۵۴۵۔ ۵۴۶۔ ۵۴۷۔ ۵۴۸۔ ۵۴۹۔ ۵۵۰۔ ۵۵۱۔ ۵۵۲۔ ۵۵۳۔ ۵۵۴۔ ۵۵۵۔ ۵۵۶۔ ۵۵۷۔ ۵۵۸۔ ۵۵۹۔ ۵۶۰۔ ۵۶۱۔ ۵۶۲۔ ۵۶۳۔ ۵۶۴۔ ۵۶۵۔ ۵۶۶۔ ۵۶۷۔ ۵۶۸۔ ۵۶۹۔ ۵۷۰۔ ۵۷۱۔ ۵۷۲۔ ۵۷۳۔ ۵۷۴۔ ۵۷۵۔ ۵۷۶۔ ۵۷۷۔ ۵۷۸۔ ۵۷۹۔ ۵۸۰۔ ۵۸۱۔ ۵۸۲۔ ۵۸۳۔ ۵۸۴۔ ۵۸۵۔ ۵۸۶۔ ۵۸۷۔ ۵۸۸۔ ۵۸۹۔ ۵۹۰۔ ۵۹۱۔ ۵۹۲۔ ۵۹۳۔ ۵۹۴۔ ۵۹۵۔ ۵۹۶۔ ۵۹۷۔ ۵۹۸۔ ۵۹۹۔ ۶۰۰۔ ۶۰۱۔ ۶۰۲۔ ۶۰۳۔ ۶۰۴۔ ۶۰۵۔ ۶۰۶۔ ۶۰۷۔ ۶۰۸۔ ۶۰۹۔ ۶۱۰۔ ۶۱۱۔ ۶۱۲۔ ۶۱۳۔ ۶۱۴۔ ۶۱۵۔ ۶۱۶۔ ۶۱۷۔ ۶۱۸۔ ۶۱۹۔ ۶۲۰۔ ۶۲۱۔ ۶۲۲۔ ۶۲۳۔ ۶۲۴۔ ۶۲۵۔ ۶۲۶۔ ۶۲۷۔ ۶۲۸۔ ۶۲۹۔ ۶۳۰۔ ۶۳۱۔ ۶۳۲۔ ۶۳۳۔ ۶۳۴۔ ۶۳۵۔ ۶۳۶۔ ۶۳۷۔ ۶۳۸۔ ۶۳۹۔ ۶۴۰۔ ۶۴۱۔ ۶۴۲۔ ۶۴۳۔ ۶۴۴۔ ۶۴۵۔ ۶۴۶۔ ۶۴۷۔ ۶۴۸۔ ۶۴۹۔ ۶۵۰۔ ۶۵۱۔ ۶۵۲۔ ۶۵۳۔ ۶۵۴۔ ۶۵۵۔ ۶۵۶۔ ۶۵۷۔ ۶۵۸۔ ۶۵۹۔ ۶۶۰۔ ۶۶۱۔ ۶۶۲۔ ۶۶۳۔ ۶۶۴۔ ۶۶۵۔ ۶۶۶۔ ۶۶۷۔ ۶۶۸۔ ۶۶۹۔ ۶۷۰۔ ۶۷۱۔ ۶۷۲۔ ۶۷۳۔ ۶۷۴۔ ۶۷۵۔ ۶۷۶۔ ۶۷۷۔ ۶۷۸۔ ۶۷۹۔ ۶۸۰۔ ۶۸۱۔ ۶۸۲۔ ۶۸۳۔ ۶۸۴۔ ۶۸۵۔ ۶۸۶۔ ۶۸۷۔ ۶۸۸۔ ۶۸۹۔ ۶۹۰۔ ۶۹۱۔ ۶۹۲۔ ۶۹۳۔ ۶۹۴۔ ۶۹۵۔ ۶۹۶۔ ۶۹۷۔ ۶۹۸۔ ۶۹۹۔ ۷۰۰۔ ۷۰۱۔ ۷۰۲۔ ۷۰۳۔ ۷۰۴۔ ۷۰۵۔ ۷۰۶۔ ۷۰۷۔ ۷۰۸۔ ۷۰۹۔ ۷۱۰۔ ۷۱۱۔ ۷۱۲۔ ۷۱۳۔ ۷۱۴۔ ۷۱۵۔ ۷۱۶۔ ۷۱۷۔ ۷۱۸۔ ۷۱۹۔ ۷۲۰۔ ۷۲۱۔ ۷۲۲۔ ۷۲۳۔ ۷۲۴۔ ۷۲۵۔ ۷۲۶۔ ۷۲۷۔ ۷۲۸۔ ۷۲۹۔ ۷۳۰۔ ۷۳۱۔ ۷۳۲۔ ۷۳۳۔ ۷۳۴۔ ۷۳۵۔ ۷۳۶۔ ۷۳۷۔ ۷۳۸۔ ۷۳۹۔ ۷۴۰۔ ۷۴۱۔ ۷۴۲۔ ۷۴۳۔ ۷۴۴۔ ۷۴۵۔ ۷۴۶۔ ۷۴۷۔ ۷۴۸۔ ۷۴۹۔ ۷۵۰۔ ۷۵۱۔ ۷۵۲۔ ۷۵۳۔ ۷۵۴۔ ۷۵۵۔ ۷۵۶۔ ۷۵۷۔ ۷۵۸۔ ۷۵۹۔ ۷۶۰۔ ۷۶۱۔ ۷۶۲۔ ۷۶۳۔ ۷۶۴۔ ۷۶۵۔ ۷۶۶۔ ۷۶۷۔ ۷۶۸۔ ۷۶۹۔ ۷۷۰۔ ۷۷۱۔ ۷۷۲۔ ۷۷۳۔ ۷۷۴۔ ۷۷۵۔ ۷۷۶۔ ۷۷۷۔ ۷۷۸۔ ۷۷۹۔ ۷۸۰۔ ۷۸۱۔ ۷۸۲۔ ۷۸۳۔ ۷۸۴۔ ۷۸۵۔ ۷۸۶۔ ۷۸۷۔ ۷۸۸۔ ۷۸۹۔ ۷۹۰۔ ۷۹۱۔ ۷۹۲۔ ۷۹۳۔ ۷۹۴۔ ۷۹۵۔ ۷۹۶۔ ۷۹۷۔ ۷۹۸۔ ۷۹۹۔ ۸۰۰۔ ۸۰۱۔ ۸۰۲۔ ۸۰۳۔ ۸۰۴۔ ۸۰۵۔ ۸۰۶۔ ۸۰۷۔ ۸۰۸۔ ۸۰۹۔ ۸۱۰۔ ۸۱۱۔ ۸۱۲۔ ۸۱۳۔ ۸۱۴۔ ۸۱۵۔ ۸۱۶۔ ۸۱۷۔ ۸۱۸۔ ۸۱۹۔ ۸۲۰۔ ۸۲۱۔ ۸۲۲۔ ۸۲۳۔ ۸۲۴۔ ۸۲۵۔ ۸۲۶۔ ۸۲۷۔ ۸۲۸۔ ۸۲۹۔ ۸۳۰۔ ۸۳۱۔ ۸۳۲۔ ۸۳۳۔ ۸۳۴۔ ۸۳۵۔ ۸۳۶۔ ۸۳۷۔ ۸۳۸۔ ۸۳۹۔ ۸۴۰۔ ۸۴۱۔ ۸۴۲۔ ۸۴۳۔ ۸۴۴۔ ۸۴۵۔ ۸۴۶۔ ۸۴۷۔ ۸۴۸۔ ۸۴۹۔ ۸۵۰۔ ۸۵۱۔ ۸۵۲۔ ۸۵۳۔ ۸۵۴۔ ۸۵۵۔ ۸۵۶۔ ۸۵۷۔ ۸۵۸۔ ۸۵۹۔ ۸۶۰۔ ۸۶۱۔ ۸۶۲۔ ۸۶۳۔ ۸۶۴۔ ۸۶۵۔ ۸۶۶۔ ۸۶۷۔ ۸۶۸۔ ۸۶۹۔ ۸۷۰۔ ۸۷۱۔ ۸۷۲۔ ۸۷۳۔ ۸۷۴۔ ۸۷۵۔ ۸۷۶۔ ۸۷۷۔ ۸۷۸۔ ۸۷۹۔ ۸۸۰۔ ۸۸۱۔ ۸۸۲۔ ۸۸۳۔ ۸۸۴۔ ۸۸۵۔ ۸۸۶۔ ۸۸۷۔ ۸۸۸۔ ۸۸۹۔ ۸۹۰۔ ۸۹۱۔ ۸۹۲۔ ۸۹۳۔ ۸۹۴۔ ۸۹۵۔ ۸۹۶۔ ۸۹۷۔ ۸۹۸۔ ۸۹۹۔ ۹۰۰۔ ۹۰۱۔ ۹۰۲۔ ۹۰۳۔ ۹۰۴۔ ۹۰۵۔ ۹۰۶۔ ۹۰۷۔ ۹۰۸۔ ۹۰۹۔ ۹۱۰۔ ۹۱۱۔ ۹۱۲۔ ۹۱۳۔ ۹۱۴۔ ۹۱۵۔ ۹۱۶۔ ۹۱۷۔ ۹۱۸۔ ۹۱۹۔ ۹۲۰۔ ۹۲۱۔ ۹۲۲۔ ۹۲۳۔ ۹۲۴۔ ۹۲۵۔ ۹۲۶۔ ۹۲۷۔ ۹۲۸۔ ۹۲۹۔ ۹۳۰۔ ۹۳۱۔ ۹۳۲۔ ۹۳۳۔ ۹۳۴۔ ۹۳۵۔ ۹۳۶۔ ۹۳۷۔ ۹۳۸۔ ۹۳۹۔ ۹۴۰۔ ۹۴۱۔ ۹۴۲۔ ۹۴۳۔ ۹۴۴۔ ۹۴۵۔ ۹۴۶۔ ۹۴۷۔ ۹۴۸۔ ۹۴۹۔ ۹۵۰۔ ۹۵۱۔ ۹۵۲۔ ۹۵۳۔ ۹۵۴۔ ۹۵۵۔ ۹۵۶۔ ۹۵۷۔ ۹۵۸۔ ۹۵۹۔ ۹۶۰۔ ۹۶۱۔ ۹۶۲۔ ۹۶۳۔ ۹۶۴۔ ۹۶۵۔ ۹۶۶۔ ۹۶۷۔ ۹۶۸۔ ۹۶۹۔ ۹۷۰۔ ۹۷۱۔ ۹۷۲۔ ۹۷۳۔ ۹۷۴۔ ۹۷۵۔ ۹۷۶۔ ۹۷۷۔ ۹۷۸۔ ۹۷۹۔ ۹۸۰۔ ۹۸۱۔ ۹۸۲۔ ۹۸۳۔ ۹۸۴۔ ۹۸۵۔ ۹۸۶۔ ۹۸۷۔ ۹۸۸۔ ۹۸۹۔ ۹۹۰۔ ۹۹۱۔ ۹۹۲۔ ۹۹۳۔ ۹۹۴۔ ۹۹۵۔ ۹۹۶۔ ۹۹۷۔ ۹۹۸۔ ۹۹۹۔ ۱۰۰۰۔ ۱۰۰۱۔ ۱۰۰۲۔ ۱۰۰۳۔ ۱۰۰۴۔ ۱۰۰۵۔ ۱۰۰۶۔ ۱۰۰۷۔ ۱۰۰۸۔ ۱۰۰۹۔ ۱۰۱۰۔ ۱۰۱۱۔ ۱۰۱۲۔ ۱۰۱۳۔ ۱۰۱۴۔ ۱۰۱۵۔ ۱۰۱۶۔ ۱۰۱۷۔ ۱۰۱۸۔ ۱۰۱۹۔ ۱۰۲۰۔ ۱۰۲۱۔ ۱۰۲۲۔ ۱۰۲۳۔ ۱۰۲۴۔ ۱۰۲۵۔ ۱۰۲۶۔ ۱۰۲۷۔ ۱۰۲۸۔ ۱۰۲۹۔ ۱۰۳۰۔ ۱۰۳۱۔ ۱۰۳۲۔ ۱۰۳۳۔ ۱۰۳۴۔ ۱۰۳۵۔ ۱۰۳۶۔ ۱۰۳۷۔ ۱۰۳۸۔ ۱۰۳۹۔ ۱۰۴۰۔ ۱۰۴۱۔ ۱۰۴۲۔ ۱۰۴۳۔ ۱۰۴۴۔ ۱۰۴۵۔ ۱۰۴۶۔ ۱۰۴۷۔ ۱۰۴۸۔ ۱۰۴۹۔ ۱۰۵۰۔ ۱۰۵۱۔ ۱۰۵۲۔ ۱۰۵۳۔ ۱۰۵۴۔ ۱۰۵۵۔ ۱۰۵۶۔ ۱۰۵۷۔ ۱۰۵۸۔ ۱۰۵۹۔ ۱۰۶۰۔ ۱۰۶۱۔ ۱۰۶۲۔ ۱۰۶۳۔ ۱۰۶۴۔ ۱۰۶۵۔ ۱۰۶۶۔ ۱۰۶۷۔ ۱۰۶۸۔ ۱۰۶۹۔ ۱۰۷۰۔ ۱۰۷۱۔ ۱۰۷۲۔ ۱۰۷۳۔ ۱۰۷۴۔ ۱۰۷۵۔ ۱۰۷۶۔ ۱۰۷۷۔ ۱۰۷۸۔ ۱۰۷۹۔ ۱۰۸۰۔ ۱۰۸۱۔ ۱۰۸۲۔ ۱۰۸۳۔ ۱۰۸۴۔ ۱۰۸۵۔ ۱۰۸۶۔ ۱۰۸۷۔ ۱۰۸۸۔ ۱۰۸۹۔ ۱۰۹۰۔ ۱۰۹۱۔ ۱۰۹۲۔ ۱۰۹۳۔ ۱۰۹۴۔ ۱۰۹۵۔ ۱۰۹۶۔ ۱۰۹۷۔ ۱۰۹۸۔ ۱۰۹۹۔ ۱۱۰۰۔ ۱۱۰۱۔ ۱۱۰۲۔ ۱۱۰۳۔ ۱۱۰۴۔ ۱۱۰۵۔ ۱۱۰۶۔ ۱۱۰۷۔ ۱۱۰۸۔ ۱۱۰۹۔ ۱۱۱۰۔ ۱۱۱۱۔ ۱۱۱۲۔ ۱۱۱۳۔ ۱۱۱۴۔ ۱۱۱۵۔ ۱۱۱۶۔ ۱۱۱۷۔ ۱۱۱۸۔ ۱۱۱۹۔ ۱۱۲۰۔ ۱۱۲۱۔ ۱۱۲۲۔ ۱۱۲۳۔ ۱۱۲۴۔ ۱۱۲۵۔ ۱۱۲۶۔ ۱۱۲۷۔ ۱۱۲۸۔ ۱۱۲۹۔ ۱۱۳۰۔ ۱۱۳۱۔ ۱۱۳۲۔ ۱۱۳۳۔ ۱۱۳۴۔ ۱۱۳۵۔ ۱۱۳۶۔ ۱۱۳۷۔ ۱۱۳۸۔ ۱۱۳۹۔ ۱۱۴۰۔ ۱۱۴۱۔ ۱۱۴۲۔ ۱۱۴۳۔ ۱۱۴۴۔ ۱۱۴۵۔ ۱۱۴۶۔ ۱۱۴۷۔ ۱۱۴۸۔ ۱۱۴۹۔ ۱۱۵۰۔ ۱۱۵۱۔ ۱۱۵۲۔ ۱۱۵۳۔ ۱۱۵۴۔ ۱۱۵۵۔ ۱۱۵۶۔ ۱۱۵۷۔ ۱۱۵۸۔ ۱۱۵۹۔ ۱۱۶۰۔ ۱۱۶۱۔ ۱۱۶۲۔ ۱۱۶۳۔ ۱۱۶۴۔ ۱۱۶۵۔ ۱۱۶۶۔ ۱۱۶۷۔ ۱۱۶۸۔ ۱۱۶۹۔ ۱۱۷۰۔ ۱۱۷۱۔ ۱۱۷۲۔ ۱۱۷۳۔ ۱۱۷۴۔ ۱۱۷۵۔ ۱۱۷۶۔ ۱۱۷۷۔ ۱۱۷۸۔ ۱۱۷۹۔ ۱۱۸۰۔ ۱۱۸۱۔ ۱۱۸۲۔ ۱۱۸۳۔ ۱۱۸۴۔ ۱۱۸۵۔ ۱۱۸۶۔ ۱۱۸۷۔ ۱۱۸۸۔ ۱۱۸۹۔ ۱۱۹۰۔ ۱۱۹۱۔ ۱۱۹۲۔ ۱۱۹۳۔ ۱۱۹۴۔ ۱۱۹۵۔ ۱۱۹۶۔ ۱۱۹۷۔ ۱۱۹۸۔ ۱۱۹۹۔ ۱۲۰۰۔ ۱۲۰۱۔ ۱۲۰۲۔ ۱۲۰۳۔ ۱۲۰۴۔ ۱۲۰۵۔ ۱۲۰۶۔ ۱۲۰۷۔ ۱۲۰۸۔ ۱۲۰۹۔ ۱۲۱۰۔ ۱۲۱۱۔ ۱۲۱۲۔ ۱۲۱۳۔ ۱۲۱۴۔ ۱۲۱۵۔ ۱۲۱۶۔ ۱۲۱۷۔ ۱۲۱۸۔ ۱۲۱۹۔ ۱۲۲۰۔ ۱۲۲۱۔ ۱۲۲۲۔ ۱۲۲۳۔ ۱۲۲۴۔ ۱۲۲۵۔ ۱۲۲۶۔ ۱۲۲۷۔ ۱۲۲۸۔ ۱۲۲۹۔ ۱۲۳۰۔ ۱۲۳۱۔ ۱۲۳۲۔ ۱۲۳۳۔ ۱۲۳۴۔ ۱۲۳۵۔ ۱۲۳۶۔ ۱۲۳۷۔ ۱۲۳۸۔ ۱۲۳۹۔ ۱۲۴۰۔ ۱۲۴۱۔ ۱۲۴۲۔ ۱۲۴۳۔ ۱۲۴۴۔ ۱۲۴۵۔ ۱۲۴۶۔ ۱۲۴۷۔ ۱۲۴۸۔ ۱۲۴۹۔ ۱۲۵۰۔ ۱۲۵۱۔ ۱۲۵۲۔ ۱۲۵۳۔ ۱۲۵۴۔ ۱۲۵۵۔ ۱۲۵۶۔ ۱۲۵۷۔ ۱۲۵۸۔ ۱۲۵۹۔ ۱۲۶۰۔ ۱۲۶۱۔ ۱۲۶۲۔ ۱۲۶۳۔ ۱۲۶۴۔ ۱۲۶۵۔ ۱۲۶۶۔ ۱۲۶۷۔ ۱۲۶۸۔ ۱۲۶۹۔ ۱۲۷۰۔ ۱۲۷۱۔ ۱۲۷۲۔ ۱۲۷۳۔ ۱۲۷۴۔ ۱۲۷۵۔ ۱۲۷۶۔ ۱۲۷۷۔ ۱۲۷۸۔ ۱۲۷۹۔ ۱۲۸۰۔ ۱۲۸۱۔ ۱۲۸۲۔ ۱۲۸۳۔ ۱۲۸۴۔ ۱۲۸۵۔ ۱۲۸۶۔ ۱۲۸۷۔ ۱۲۸۸۔ ۱۲۸۹۔ ۱۲۹۰۔ ۱۲۹۱۔ ۱۲۹۲۔ ۱۲۹۳۔ ۱۲۹۴۔ ۱۲۹۵۔ ۱۲۹۶۔ ۱۲۹۷۔ ۱۲۹۸۔ ۱۲۹۹۔ ۱۳۰۰۔ ۱۳۰۱۔ ۱۳۰۲۔ ۱۳۰۳۔ ۱۳۰۴۔ ۱۳۰۵۔ ۱۳۰۶۔ ۱۳۰۷۔ ۱۳۰۸۔ ۱۳۰۹۔ ۱۳۱۰۔ ۱۳۱۱۔ ۱۳۱۲۔ ۱۳۱۳۔ ۱۳۱۴۔ ۱۳۱۵۔ ۱۳۱۶۔ ۱۳۱۷۔ ۱۳۱۸۔ ۱۳۱۹۔ ۱۳۲۰۔ ۱۳۲۱۔ ۱۳۲۲۔ ۱۳۲۳۔ ۱۳۲۴۔ ۱۳۲۵۔ ۱۳۲۶۔ ۱۳۲۷۔ ۱۳۲۸۔ ۱۳۲۹۔ ۱۳۳۰۔ ۱۳۳۱۔ ۱۳۳۲۔ ۱۳۳۳۔ ۱۳۳۴۔ ۱۳۳۵۔ ۱۳۳۶۔ ۱۳۳۷۔ ۱۳۳۸۔ ۱۳۳۹۔ ۱۳۴۰۔ ۱۳۴۱۔ ۱۳۴۲۔ ۱۳۴۳۔ ۱۳۴۴۔ ۱۳۴۵۔ ۱۳۴۶۔ ۱۳۴۷۔ ۱۳۴۸۔ ۱۳۴۹۔ ۱۳۵۰۔ ۱۳۵۱۔ ۱۳۵۲۔ ۱۳۵۳۔ ۱۳۵۴۔ ۱۳۵

ہے (۳۰) نیکی اشیا (۵) اور گہی وغیرہ (۶) پیدا ہوئیں (اور ان (۸) جانوروں کو (۵) جو کہ (۱) ہوا والے (۱۱) جنگل والے (۱۲) شہر والے (۱۳) ان کو (۱۴) اس نے پیدا کیا۔

तस्माद्यज्ञात्सर्वे हुतः ऋचः सामानि जज्ञिरे । ॥
- न्दांशि जज्ञिरे तस्मात् यजुस्तस्मादजायत
तस्मात् यज्ञात् सर्वे हुतः ऋचः सामानि जज्ञि-
रे । ॥ १ ॥ कर्त्यांशि जज्ञिरे तस्मात् यजुः तस्मात् अजायत
ساتویں منتر کا ارتھ (۱-۳-۳) بھوں سے جسکے نے ہوم کیا جاتا ہے اس کی پرش (پیشور)
سے (۴) رچا (یعنی گوید) (۵) سامیں (یعنی سام وید) (۶) پیدا ہوئیں (۷) (اور اسی سے
(۸) پھندیں (عروض) (۹) پیدا ہوئیں (۱۰) اس ہی سے (۱۱) ایجور وید (۱۲) پیدا ہوا۔

نوٹ۔ لفظ منبرہ چندانسی ॥ १ ॥ سے سوامی جی نے چوتھا تھرب وید لیا ہے حالانکہ
اس لفظ کے معنی رگ یا عروض وغیرہ کے ہیں جس سے خود سوامی جی کو بھی اتفاق ہے اگر اس منتر
کی ایسی ہی منشا ہوتی تو کیا اس کا مصنف (پیشور برہما یا واپو شی) چوتھے وید کا نام بھی اس
فہرست میں شامل نہ کر سکتا تھا۔ ناظرین کو معلوم ہو کہ چوتھے تھرب وید کا ہندوؤں کی قدیم کتابوں
میں ذکر نہیں پایا جاتا جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وید دراصل تین ہی میں اسپر کا فی بحث مضمون
ویدکس پر نازل ہوئے ہیں کی گئی ہے۔

तस्मादद्या अजामन्त पे के चोभयादतः गावो ह
जज्ञिरे तस्मात् ^{तस्मा} ज्ञाता अजामन्तः ॥ ॥
तस्मात् अश्वाः अजामन्तः पे के चं उभयादतः
गावः ॥ ॥ १ ॥ जज्ञिरे तस्मात् तस्मात् ज्ञाता अजामन्तः
انہویں منتر کا ارتھ (۱-۳-۳) اس سے (۴) گاوے (۵) پیدا ہوئے (۶) (اور وہ جو کہ (۵) گاوے
طرف دانتوں والے ہیں (۱) اس سے پیدا ہوئے (۲) اس سے (۳) گائیں (۴) یقیناً
(۵) پیدا ہوئیں (۱) اس سے (۲) بکریاں اور بھیڑیاں وغیرہ (۳) پیدا ہوئیں۔

साध्याः ऋषयश्च ये ॥ ८ ॥ तं यज्ञं वहिषि प्रोक्षन् बुरुषं जा-
 -तम् अग्रातः । तेन देवाः अयजन्त साध्याः ऋषयः च ये ॥
 نوٹاں منتر کا ارتھ (۱) جو سب آگے (۲) پیدا ہوا ہے (یعنی جو ہمیشہ سے ہے) (۳) اس (۴) من-
 گیتہ پریش پریشور کو (۵) ایک ہی بدل میں (۶) قائم کر کے (۷) اس کے (حکم) سے (۸) دیوتا (۹) اور
 سادھتہ (۱۰) اور جو یہ (۱۱) رشی لوگ (۱۲) ہیں انہوں نے بھی (۱۳) ایک ہی کیا۔

यत्पुरुषं व्यदधुः कतिधा व्यकल्पयन् । मुरवं किमस्य सि-
 -त् किं बाहू किमूरु पादा उच्येते ॥ ९० ॥

यत् पुरुषं व्यदधुः कतिधा व्यकल्पयन् । मुरवं किं अस्य सि-
 -त् किं बाहू किं ऊरू पादा उच्येते ॥

دستویں منتر کا ارتھ۔ (۱) جس (۲) پریش کی (۳) بہت تعریف کی گئی ہے (یا جس کے جسے کہتے ہیں
 ہیں (۴) وہ) کتنی طرح پر (۵) کلپنا (انداز یا تقسیم) کیا گیا (۶) اس کا (۷) منہ (۸) کیا
 (۹) ہوا (۱۰) بازو (۱۱) کیا ہوئے (۱۲) جا لگیں (۱۳) کیا ہوئیں (۱۴) اور (۱۵) پاؤں
 (کیا) (۱۶) کہلائے۔

ब्राह्मणोऽस्य मुरमासि द्वाहू राजन्यः कृतः । ऊरू तदस्य पद्मे-
 -श्यः पद्मांश्च शूद्रो अजायत ॥ ९१ ॥

ब्राह्मणाः अस्य मुरं असित् बाहू राजन्यः कृतः । ऊरू तदस्य
 -स्य पां वैश्यः पद्मांश्च शूद्रः अजायत ॥

گیڈ ہویں منتر کا ارتھ (۱) اس کا (۲) منہ (۳) براہمن (۴) ہوا (۵) بازو (۶) راجا یعنی
 کشتریہ (۷) کیا گیا (۸) اس کی (۹) جو (۱۰) جا لگے (۱۱) وہ (۱۲) ویشیہ (ہوئی) (۱۳)
 اور (۱۴) پاؤں سے (۱۵) پیدا ہوا۔

نوٹ اس منتر پر آپ لو! دوسنا تمیوں کا بڑا جملہ ہے آریہ صاحبان صفت فعل خاصیت کے
 لحاظ سے براہمن کشتریہ وغیرہ ورن کی فضیلت مانتے ہیں دوسنا تہی صاحبان پیدا رشی فضیلت
 کے قائل ہیں اور دونوں اس منتر کو اپنے رے کی تائید میں پیش کرتے ہیں۔ اس پر مفصل بحث کیو

منہوں پیدائش سے ورن کی فضیلت میں۔

चन्द्रमा मनसो जातश्चक्षोः सूर्यो अजायत । ओत्राद्वायुश्च
प्राणाश्च मुरवाद्ग्निरजायत ॥ ९२ ॥

चन्द्रमा^۱ मनसः^۲ जातः^३ चक्षोः^४ सूर्यः^५ अजायत^६ । ओत्रात्^७ वा-
युः^८ च प्राणाः^९ च मुरवात्^{१०} अग्निः^{११} अजायत^{१२} ॥

بارہویں منتر کا ارتھ۔ (۱) من (۱) سے (۲) چندرمان (۳) پیدا ہوا (۴) آنکھوں سے
(۵) سورج (۶) پیدا ہوا (۷) کانوں سے (۸) ہوا اور (۹) پران یعنی سانس (پیدا ہوا)
(۱۰) آگ (۱۱) آگ (۱۲) پیدا ہوئی۔

نوٹ: شوامی جی نے اپنی تفسیر میں یہ نہ بتلایا کہ چندرمان کا دل سے کیا تعلق ہے جس طرح رشی
کے ہاوت سورج کا آنکھوں سے تعلق ہے اور بھی یہاں پر اس طرح کے تعلقات ٹھیک ظاہر ہو رہے ہیں
اسی طرح چندرمان کا دل سے تعلق ہونے کا سبب موم ہونا چاہئے تھا۔

नाम्ना आसीदन्तरिक्षं शीर्षा यौः समवर्तत । पद्भ्यां भूमिर्दिशः -
ओत्रात्तथा लोकां२ । अकल्पयन् ॥ ९३ ॥

नाम्ना^۱ आसीत्^२ अन्तरिक्षम्^३ शीर्षाः^४ यौः^५ समवर्तत^६ । पद्भ्यां^७
भूमिः^८ दिशः^९ ओत्रात्^{१०} तथा^{११} लोकां२^{१२} अकल्पयन्^{१३} ॥ ९३ ॥

تیسریں منتر کا ارتھ۔ (۱) نامی (۲) نامی (۳) آسمان سے (۴) اتر کریش سورج اور زمین کے درمیان
کا خلا (۵) ہوا (۶) سورج سے اوپر کا خلا (۷) پیدا ہوا (۸)
پانوں سے (۹) ہوی یعنی زمین (۱۰) کان سے (۱۱) دھنیاں (طرف یعنی پورب یکم وغیرہ)
(۱۲) اور (۱۳) لوک (ملک یا کردجات) پیدا کئے گئے۔

यत्पुरुषेण हविषा देवा यज्ञमतन्वत । वसन्तोऽस्यसिदाज्यं
ग्रीष्म इध्मः शरद्विः ॥ ९४ ॥

यत्^۱ पुरुषेण^۲ हविषा^۳ देवाः^४ यज्ञम्^۵ अतन्वत^६ । वसन्तः^۷ अस्मि^۸ असिता^۹
अज्यम्^{۱०} ग्रीष्म^{۱१} इध्मः^{۱२} शरत्^{۱ॳ} हविः^{۱ॴ} ॥

چوڑا ہویں منتر کا ارتھ (۱) دیوتاؤں نے (۲) جس (۳) یگیہ کو (۴) پرش (۵) کے حکم (۶) سے (۷) ہوٹل کے ذریعہ (۸) کیا تھا (۹) اُسکا (۱۰) گئی (۱۱) موسمِ بہار (۱۲) ہوا (۱۳) لکڑی یا ایندھن (۱۴) گرمی کا موسم ہوا (۱۵) ہوئی یعنی ہوم کا سامان (۱۶) موسمِ سرما ہوئی۔

सप्ताक्षरान् परिधयस्त्रि सप्त समिधः कृताः । देवा य-

-व्यक्तं तन्वाना अवध्नन् पुरुषं पशुम् ॥ ९५ ॥

सप्त अक्षरे आसन् परिधयः त्रिसप्त समिधः कृताः । देवा

यत् पशुं तन्वाना अवध्नन् पुरुषं पशुम् ॥

پند ہویں منتر کا ارتھ (۱) دیوتاؤں نے (۲) پرش (۳) کو (۴) پشو یعنی جانور کے مانٹ (۵) باندھ کر (یعنی اپنے دل میں قائم کر کے) (۶) جس (۷) یگیہ کو (۸) پھیلایا (یعنی کیا تھا) (۹) اُسکے (۱۰) سات (۱۱) پر دھیاں (دایرے) (۱۲) ہوئے (۱۳) اور (۱۴) اکیس (۱۵) سمدھان (لکڑیاں) (۱۶) اُسکے لئے مقرر کی گئیں۔

نوٹ - سات پر دھیاں سے سوامی جی سب ذیل مراد لیتے ہیں :-

(۱) اول دائرہ سمندر (۲) دوم ترسرنیو (ڈرتے) سہت ہوا (۳) سیم باد یوں کے دریا کی ہوا (۴) چارم برسات کا پانی (۵) پنجم - اسکے درمیاں کی ہوا (۶) ششم دھبے نامی ہوا (۷) ہفتم سو تران نامی ہوا جو حسبِ گہرہ موجود ہے۔ اکیس اشیا سوامی جی حسبِ بل بتلاتی ہیں :-

دش اندریان پانچ تن ماترا (آوازوں کی صورت ذائقہ ہو) - پانچ عناصر اور اکیسوں حیواتا (جسکے ساتھ پر کرتی - اور آفتہ کرن کو بھی شامل بتلاتے ہیں)۔

यज्ञेन यज्ञमयजन्त देवास्तानि अर्माणि प्रथमान्यासन्
तेह नाकं महिमानः सचन्त यत्र पूर्वे साध्याः सन्ति देवाः ॥ ९६ ॥

यज्ञेन यज्ञम् अयजन्त देवाः तानि अर्माणि प्रथमानि आसन्

ते दे^१ ना^२कं महि^३मानः सच^४न्त य^५त्र पूर्^६वे सा^ॷध्याः सन्ति^८ दे^९वाः ॥

سولویں منتر کا ارتھ (۱) دیوتاؤں نے (۲) یگیہ کو (۳) ذریعہ (۴) اس گہرہ (پرش) کی (۵) پوجا کی (۶) وہ (۷) دھرم (۸) حسبِ بل (۹) ہوا (۱۰) اُن بہادلوں (معزز دیوتاؤں) نے (۱۱) یقیناً (۱۲) سولویں کو (۱۳) حاصل کیا (۱۴) چنانچہ (۱۵) پچھلے (۱۶) اُسکے

لوگ (۱۷) اور دیوتا لوگ (۱۸) موجود ہیں۔

نوٹ۔ اس منتر کی تفسیر میں سوامی جی نے نز وکت کے حوالہ سے بتایا کہ لفظ لگہ سے مراد لگن سے ہے اور لفظ لگنی سے مراد پریشور سے ہے۔

لفظی معنی کو بد نظر رکھ کر ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ جبکہ یہ پیدائش عالم کا ہی بیان ہے اور یہ دیوتا کا پہلا ہی لگہ تھا تو پھر جو لکھا ہے کہ مہادالوں دیوتاؤں نے اس سورگ (بہشت) کو حاصل کیا جہاں پر پہلے سے سادھیہ لوگ و اور بھی دیوتا لوگ موجود تھے۔ تو یہ کیا بات ہے اس سورگ (بہشت) میں پہلے سے دیوتا اور سادھیہ کیوں کر ہو چکے۔ سوامی جی کی تفسیر میں چونکہ لفظی معنی کا ذرا بھی خیال نہیں رکھا جاتا اور اکثر اوقات انکی عبارت بذات خود ایک نئے دید کے مانند ہو جاتی ہے پس ایسے اعتراضوں کا خاک بھی جواب نہیں ملتا۔

अद्भुतः समस्तः पृथिव्यै रसाच्च विश्वकर्मेणः समवर्तताम् ।

तस्य तदा विदधद्रूपमेति तन्मर्त्यस्य देवत्वमाज्ञानमग्रे ।

अद्भुतः समस्तः पृथिव्यै रसाच्च विश्वकर्मेणः समवर्तत

अग्रे तस्य तदा विदधद्रूपमेति तन्मर्त्यस्य देवत्वमाज्ञानम

ستر ہو جس منتر کا ارتھ (۱) شوکرما (خالق مطلق) نے (۲) پانی کے (۳) رس سے (۴-۵) ملا کر

پر تھوی کو (۶) آگے (۷) پیدا کیا (۸) اس کا (۹) بنایا والا (پریشور) (۱۰) بہت طرح کے

(۱۱) روپ یعنی شکلوں کو (۱۲) حاصل کرتا ہے (۱۳) اور مرنیوالے (انسان) کے (۱۴) اس (۱۵)

دیوتا میں کوئی پہلے ہی سے (۱۷) حاصل کے ہوئے ہے۔

نوٹ۔ سوامی جی اس منتر کی تفسیر میں حسب ذیل فرماتے ہیں۔

..... एतत् अग्नि रसेन अग्नेः सकाशाद्वाप उत्पादेताः । अग्ने-

-श्च वामोः सकाशाद्वापुः सकाशाद्वापुः अकाराः प्रकृतेः प्रकृ-

तिः स्वसामर्थ्योच्च ॥

سکا ترجمہ با جو بنال سنگد صاحب نے اور دو جو مکا کے صفحہ ۳۰۰ پر یوں کیا ہے

..... اس طرح لگنی کے رس سے پانی کو پیدا کیا اور اس کو ہوا سے اور ہوا کو کائنات

اور اکاش کو پر کرتی ہے اور پر کرتی کو اپنی قدرت سے پیدا کیا۔

اب سوال یہ ہے کہ یہ عبارت منتر کے کس لفظ سے نکالی گئی۔ واقعی ہاں ایک بھی ایسا لفظ موجود نہیں ہے جس کے سہارہ پر اوپر کا مضمون نکل سکتا۔ نہ تو وہاں اگنی لفظ ہی نہ ہوا ہونہ اکاش ہی نہ پر کرتی نہ قدرت ہی اور نہ ہی کوئی الفاظ ان کے مترادف موجود ہیں اور کے الفاظ منتر سے۔ ۳۔ ۴۔ ۵۔ سے معلوم ہو جائیگا کہ یہاں صرف پانی اور مٹی ان دو چیزوں کے سوا اور کسی کے مترادف الفاظ موجود نہیں ہیں پس اس سے صاف یہ ظاہر ہو رہا ہے کہ یہ تمام عبارت سوامی جی کی شخصی رائے پر دوسرا اعتراض یہ ہے کہ سوامی جی پر کرتی اور جیوا تاکو مانتے تو نادمی (ازلی) ہیں اور انہیں پریشور کا ہمیشہ کے ساتھی بتلاتی ہیں لیکن کیسے تعجب کی بات ہے کہ اوپر کی عبارت میں گہکے طور پر سوامی جی فرما رہے ہیں کہ ”... اور پر کرتی کو اپنی قدرت سے۔ (پریشور) نے پیدا کیا جیسے خود سوامی جی کا اقرار ہے کہ پر کرتی کو پریشور نے اپنے سامنے یعنی قدرت یا (طاقت سے پیدا کیا تو پھر یہ اصول ہی رد ہو جاتا ہے کہ پر کرتی ہمیشہ سے موجود تھیں اور وہ کسی سے پیدا نہیں کی گئی اور جو کہ بابو نہال سنگ صاحب نے لفظ قدرت پر حاشیہ دیا ہے کہ اس اردو بھومکا کے صفحہ ۵ پر اسکی تشریح دیکھو اسکے بارہ میں ہم ناظرین کو اسکے نزدیک یہ طرف متوجہ کرنا چاہتے ہیں کہ منتر ۱۰ ناشر کے بحث میں آچکی ہے۔

वेदाहमेतं पुरुषं मद्रातमादित्य वरीतं तमसः परस्तात् । तमेव
विदित्वा तिमृत्युमेति नान्यः पन्था विद्यते यनाय ॥ १९ ॥
वेदं अहं एतं पुरुषं महान्तं आदित्यं वरीतं तमसः परस्तात् । तमेव
एवं विदित्वा अतिमृत्युं एति न अन्यः पन्था विद्यते अयना-
य ॥

اٹھارویں منتر کا ارتھ۔ (۱) اس (۲) پریش (پریشور کو (۳) جو کہ مہان (سب سے بڑا) ہے (۴) جو اودیتہ ورن والا (سوج کے مانند چکیلا) ہے (۵) جو تاریکی سے (۶) دور ہے (۷) میں (۸) جانتا ہوں۔ (۹) اسکو (۱۰) یقیناً (۱۱) جان کر کے ہر شخص (۱۲) موت سے علیحدگی یعنی نجات کو (۱۳) حاصل کر سکتا ہے (۱۴-۱۵) دوسرا کوئی راستہ (۱۶) نکلتی یعنی نجات حاصل

کرنے کے لئے (۱۷-۱۸) موجود نہیں ہے۔

प्रजापतिश्चरति गर्भे चन्तरजाधमानो बहुधा विजायते ।
तस्य योनिं परिपश्यन्ति धीरास्तर्हि मनो ह तस्मिन् ॥ १९ ॥

ناتنی ویروا ۱۹

۱۹۔ اونیسیوں منتر کا ارتھ۔ (۱) پر جاتی (خلوقات کا ملک، (۲) گرجہ (محل) کے (۳) اندر (۴) داخل ہوتا ہے (۵) وہ نہ پیدا ہوتا والا (۶) بہت طرح سے (۷) پیدا ہوتا ہے (۸) اس کے (۹) یونی یعنی ذریعہ پیدائش کو (۱۰) مستقل مزاج لوگ (۱۱) دیکھتے (یعنی سمجھ سکتے) ہیں (۱۲) اسیں (۱۳) یقیناً (۱۴) ساری (۱۵) خلقیتیں (۱۶) قائم ہیں۔

نوٹ۔ لکیر شدہ مطلب ان لوگوں کو آسانی سے معلوم ہو سکتا ہے جو شکر فدا سنی سے واقف ہیں وہ یہ سو کہ پریشور خود ان تمام مختلف اشکال میں تبدیل ہو گیا ہے اور باوجود اسکے وہ ان سب سے علیحدہ بھی ہے چنانچہ پیدا ہونے والا اور نہ پیدا ہونے والا بھی کہا گیا ہے سوامی دیانند سرسوتی مہاراج کے اصولوں سے یہ بالکل خلاف ہے۔

यो देवेभ्य आतपति यो देवानां पुरोहितः । पूर्वो यो देवेभ्यो
जातो नमो रुचाय ब्राह्मणे ॥ २० ॥

यः देवेभ्यः आतपति यः देवानां पुरोहितः । पूर्वः यः देवेभ्यः
जातः नमः रुचाय ब्राह्मणे ॥

۲۰۔ اونیسیوں منتر کا ارتھ۔ (۱) جو (پریشور) (۲) دیوتاؤں سے (۳) تپسیا (عبادت) کیا جاتا ہے (۴) جو (۵) دیوتاؤں کا (۶) پور و بہت (خیر اندیش) (۷) (۸) دیوتاؤں سے (۹) قبل (۱۰) پیدا ہوا ہے (۱۱) اس پر ہم کی (۱۲) خوشنوی کے لئے (۱۳) نہ (سجدہ) کرتا ہوں۔
نوٹ۔ لفظ دیویا دیوتا سے سوامی جی سب جگہ پر عالم فاضل انسان کا مطلب لیا کرتے ہیں لیکن اس منتر میں تین مرتبہ یہ لفظ آیا ہے اور اگر مصنف بخور دید و الوری یا پریشور کی منشاء سوامی جی کے ہی موافق ہوتی تو اس منتر میں یہ لفظ اس طرح پر سرگز بھی استعمال نہ ہوتا اگر انسانوں میں ہی جو لوگ زیادہ پڑھے لکھے ہیں وہ حسب قول سوامی جی کے دیوتا ہیں تو اس فقرہ کے کیا معنی ہوں گے

کہ جو دیوتاؤں سے پہلے پیدا ہوا ہے۔

اس سے تو یہ پتہ لگتا ہے کہ اس فقرہ کے کہنے والے کے خیال میں یہ بات ہے کہ ہم انسانوں سے بڑھ کر واں سے علیحدہ کوئی مخلوق دیوتا نامی ہیں جنکی پیدائش انسانوں سے قبل ہوئی ہے۔ پرسہ پریشور کی صفیتیں بیان کرتے وقت یہ کہتا ہے کہ ان دیوتاؤں (جو ہم لوگوں سے قبل ہوئے ہیں) سے بھی قبل تو اسے پریشور موجود تھا۔ اور اگر ہم سوامی جی کے قول کے مطابق ہی مان لیں تو کہ یہاں پر بھی لفظ دیوتا سے عالم فاضل لوگوں سے مراد ہے تو ہمیں معلوم ہونا چاہیے کہ اوپر کی فقرہ (جو دیوتاؤں سے بھی پہلے) کا کیا مطلب ہے؟ آیا یہ کہ کیا وہ دیوتا یعنی عالم فاضل لوگ ہم انسانوں (یا ہم نے اس منتر کو جس سے پہلے زبان سے کہا یعنی حسب قول سوامی جی کے والیشی) سے قبل کبھی پیدا ہوئے تھے یا کیا بات تھی اگر دراصل ویدوں کی منشا سوامی جی کے موافق ہوتی تو اس منتر میں اوپر کی عبارت کے بجائے یہ ہونا چاہیے تھا کہ جو پریشور ہم لوگوں یعنی (عالم فاضل خواہ جاہل) انسانوں سے پہلے کا ہے۔ وغیرہ۔

इचं ब्राह्मं जनयन्तो देवा अग्रे तदब्रुवन् । यस्तैव न ब्राह्म-
-णो विद्यात्तस्य देवा अस्तु वशे ॥ २९ ॥

इचं ब्राह्मं जनयन्तः देवाः अग्रे तत् अब्रुवन् । यः
तु एवं ब्राह्मणः विद्यात् तस्य देवाः अस्तु वशे ॥
۲۱
اکیسویں منتر کا ارتھ۔ (۱) دیوتا لوگ (۲) برہمن میں (۳) روحی (نفسی) (۴) پیدا کرائے ہوئے
(۵) اسکے (۶) آگے (۷) یہ ہوئے (۸) کہ جو کوئی (۹) یقیناً اسطور پر (۱۰) برہمن کے متعلق (۱۱)
جانتا ہے (۱۲) تو (۱۳) دیوتا (اندریاں یعنی حواس خمسہ) اسکے (۱۴) قابو میں (۱۵) ہو جاتی ہے
نوٹ۔ اس منتر میں بھی دو مرتبہ لفظ دیوتا آیا ہے اول کے معنی سوامی جی نے عالم فاضل کیا ہے
اور دوسرے دیوتا سے اندریاں (حواس خمسہ) لیا ہے ہاں دیوتا لفظ کے معنوں میں سے
اندریاں بھی آتی ہیں اور یہ ایک غور طلب سوال ہے کہ یہاں پر مصنف وید کی منشا حواس خمسہ
سے ہے یا کہ دیوتاؤں سے اگر اندریوں کے معنی نہ لئے جاویں تو اس منتر کا آخری حصہ یوں
ہوگا کہ جو لوگ برہمن کو جان لیتے ہیں یا علم الہی کو جانتے ہیں تو دیوتا لوگ ان کے قابو میں ہو جائیں گے

میں پس گستاخی پنڈتوں کے قول کے مطابق دیوتاؤں کا وجود ہی تب تو یہی معنی یہاں پر موزوں ہو
 ورنہ اندریوں سے بھی کام چل سکتا ہے لیکن دیدوں و دیگر قدیم سنسکرت کتابوں سے تو یہی معلوم
 ہوتا ہے کہ ان کے مصنفوں کے خیال میں دیوتا کوئی مخلوق نہیں جو انسان سے بدرجہا بڑھ کر ہیں اور
 شاید اہل اسلام کے فرشتوں سے مشابہت رکھتے ہیں اور پس دیوتاؤں کے قابو میں ہو جاتے
 ہیں، اسے یہ مطلب شکل آتا ہے کہ دیوتاؤں سے وہ اپنی ضروریات پوری کر سکتا ہے جیسا کہ منہا
 کے پرانوں میں ایسے قصے پائے جاتے ہیں۔

आम्रते लक्ष्माम्च पत्न्यावहो रात्रे पार्श्वे नक्षत्राणि रूपम् -
 -शिवनौ व्यातम । इषानिषाराममुंम इषाण सर्व लोकं
 म इषाण ॥ २२ ॥ इति यजुः ३१ अध्यायम् ॥

आ च ते लक्ष्माः च पत्न्यौ अहो रात्रे पार्श्वे नक्षत्राणि रू-
 -पम् अश्विनौ व्यातम । इषान् इषाणां अमुं मे इषाणां सर्वे-
 लोकं मे इषाणा ॥

بانیسویں منتر کا ارتھ۔ (۱) شری دشان و شوکت (۲) لکشمی (دھن دولت) (۳) آپکی
 (۴) ددیویوں کے مانند ہیں (۵) دن و رات (۶) بغل کے مانند ہیں (۷) نکر و شتر
 (۸) زمانہ کی گردش و لے سپارہ گان (۹) روپ یعنی نظر کے مانند ہیں (۱۰) دونوں اشنوئی
 (زمین و آسمان) (۱۱) مہندہ کے مانند ہیں۔ (۱۲) اس (دکھتی یعنی نجات) کی (۱۳) خوابش
 کرنا ہوں (۱۴) مجھے (۱۵) وہ دیدیجیے (۱۶) سب لوگوں (کرہ جات) کے آراموں
 کو (۱۷) مجھے (۱۸) دیدیجیے (۱۹) سب کچھ دیدیجیے۔

منبر

سوامی دیانند سرسوتی مہاراج نے پُرش سوکت کو ختم کرنے کے بعد دمنتر اور بھی اس مضمون
 میں لگ دیدی بھاشہ بھومکا کے صفحہ ۱۳۱ پر تحریر فرمایا ہے۔ اسلئے ہم اسکو بھی

معنہ نفلی معنی کے پیش کر دیتے ہیں۔

यत्परममवमं यच्च मध्यमं प्रजापतिः सृष्टजे विश्वरूपम्
। कियता स्कम्भः प्रविवेश तत्र यन्न प्राविशत् कियन्-

-दूभूव ॥ अथर्व का० १० अनु० ४ मं० ८ ॥

यत् परमम् अवमं यच्च मध्यमं प्रजापतिः सृष्टजे विश्व
रूपम् । कियता स्कम्भः प्रविवेश तत्र यत् न प्राविशत् कियत्-

-तत् दूभूव

یہ اتھرب دید کا ندوش انوباک ہم کا اٹھواں منتر ہے۔ اسکا ارتھیوں ہوا
(۱) جن بڑے (۳) چھوٹے (۴) اور جن (۵) درمیانہ درجہ والے (۶) مخلوقات کے اشکال کو
(۷) پر جاپتی (پروردگار) نے (۸) سر جاپی (۹) ان میں سے (۱۰) کتنے میں (۱۱) (دو) پر جاپتی
(۱۲) داخل ہوا (۱۳) اور جس میں (۱۴) نہیں (۱۵) داخل ہوا (۱۶) وہ (۱۷) کتنا (۱۸) ہوا۔
نوٹ۔ اس منتر کے نفلی معنی سے ایک سوال ظاہر ہوتا ہے جسکا جواب اسی جگہ پر آگیا کہ
موجود ہو گا کیونکہ ویدوں میں اکثر ایسے سوال جواب پائے جاتے ہیں لیکن سوامی جی نے اسکا
جواب نہ پیش کر کے اس ڈھنگ پر تفسیر کر دی ہو کہ سوال ہی نہیں قائم رہ جاتا اور اس منتر کی تفسیر
میں سوامی جی حسب ذیل فرماتے ہیں:-

यत् परमं सर्वोत्कृष्टं प्रकृत्यादिकं जगत्.....स्व सामर्थ्य रूप

कारणात् उत्पदितवानस्ति ॥

ترجمہ۔ جو پریم (بڑی) سب سے افضل پر کرتی وغیرہ جگت (خلقت) ہے۔۔۔۔۔ (سہاج اور پخت
سی چیزوں کے نام درج کئے گئے ہیں)۔۔۔۔۔ ان کو اپنے ساعر تھ (طاقت یا قدرت)
روپ کارن (علت مجسم) سے پیدا کیا۔

سوال۔ اب یہ سوال ہوتا ہے کہ جبکہ سوامی جی یہاں پر باوجود منتر میں نہ موجود ہونے کے
جی یہ تسلیم کر رہے ہیں کہ اس پریشور نے پر کرتی وغیرہ۔۔۔۔۔ کو پیدا کیا ہے۔ تو پھر خود ہی پر کرتی
کو قدیم مانتے ہوئے اسے ہمیشہ قائم رہنے والی کیونکر مانتے ہیں۔ اگر دوسرا منتر یہ لکھا ہو
देवाः पितरो मनुष्याः गन्धर्वाः अप्सरासः च ये । उत् शिष्टान् जाज्ञरे सेव दिवि देवाः

یہ اتھرب وید کا نڈا اور ان پر پانچک ۲۴ والی نو باک ۲۷ کا ۲۷ والی منتر ہے اسکا غلطی معنی یوں ہوتا ہے
 (۱) دیوتا (۲) پتر (۳) منوشیہ (السان) ۴ گندھرب (۵) اسپسری (۶) اور بھی جو (۷) سب
 (۸) دیولوک (دہشت یا روشن کرہ) میں رہنے والے (۹) دیوتا لوگ (۱۰) اس (۱۱) بڑی فضل
 (پیشور) سے (۱۲) اسی (۱۳) دیولوک میں (۱۴) پیدا کئے گئے ہیں۔

اس منتر میں جو الفاظ دیوتا (۱۲) پتر (۱۳) منوشیہ (السان) (۱۴) گندھرب اور (۱۵)
 اسپسری آئے ہیں ان سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ گویا پریشور نے ویدوں کے مطابق انسان
 کی مانند دیوتا وغیرہ کی علیحدہ علیحدہ یونی (قسم پیدائش) پیدا کی ہیں چنانچہ ستانی ہندو صاحبان
 ایسا ہی مانتے بھی ہیں لیکن سوامی جی کی منشا یہ ہے کہ ان سب انسان کے درجہ ہی سمجھے جائیں
 یہاں پر لفظ دیوتا کے معنی عالم فاضل بھی بتلایا ہے اور سورج وغیرہ کربات سے بھی مراد لی ہے
 (۱۶) دیوتاؤں کے نام ایک جگہ یہ ہیں آئے ہیں جنکو سوامی جی بھی دیوتا مانتے ہیں جن میں
 سورج وغیرہ ہیں (لفظ پتر) کے معنی اہل ہنود کے محاورہ میں یہ ہیں کہ ہمارے بزرگ مرگے
 بعد ایک خاص مقام پر کچھ عرصہ رہتے ہیں جو کہ پتر لوک ہے اور وہ لوگ پتر نام سے موسوم
 کئے جاتے ہیں لیکن سوامی جی نے اس لفظ سے گمانی یعنی عقلمند معنی نکالا ہے۔ اب غور کرنا چاہئے

کہ منوشیہ (السان) جس کے لفظی معنی سوامی جی منشیل

یعنی غور و خوض کرنا والا کرتے ہیں کیا گمان یعنی عقلمندی سے خارج ہو سکتی ہے کیا سوامی جی کی

یہ منشا ہے کہ ہم سب لوگ باوجود

اسکے کہ غور و خوض کا مادہ رکھتے ہیں لیکن تیسرے بھی عقل سے خارج ہیں اور وہ کوئی دوسرے

لوگ ہیں جو پتر یعنی عقلمند پیدا کئے گئے ہیں۔ اور اگر یہ ہیں کہ ہم لوگوں میں ہی جو شخص عقلمند

ہیں وہ پتر ہیں باقی معمولی لوگ انسان ہیں تو سوال یہ ہے کہ کیا وہ عقلمند لوگ انسان

نہیں کہلاتے اور کیا یہ قوت سے بیوقوف و جاہل سے جاہل لوگوں بلکہ فریقہ کے وحشی

و جنگلی قوموں میں بھی کچھ کچھ عقل نہیں پائی جاتی کیونکہ قبول سوامی جی کے انسان وہ ہے

جس میں غور و خوض کا مادہ موجود ہو اور یہی ٹھیک کیونکہ حیوانوں سے انسان میں یہی

یہ فوقیت ہے کہ ان میں غور و خوض کا مادہ نہیں ہے پس جبکہ ہم دنیا میں دیکھتے ہیں

کہ جن لوگوں میں غور و خوص کا مادہ موجود ہے وہ بے عقل سرگزشتی نہیں کہلائے جاسکتے پس سوامی جی کا منوشیہ اور پتر دونوں ایک ہی کو نہ ماننا ٹھیک نہیں معلوم ہوتا اسی طرح لفظ دیوتا سے بھی سوامی جی عالم فاضل مراد لیتے ہیں لیکن تھوڑی بہت علمیت تو ہر ایک انسان میں رہتی ہے بلکہ پانچ سال کا بچہ بھی اس قدر علمیت رکھتا ہو کہ دودھ کو دودھ کہنا جانتا ہے وغیرہ۔ تو کیا یوں مانا جائیگا کہ جن میں ختنی ہی علمیت کم اور زیادہ ہوگی وہ اتنے ہی چھوٹے بڑے دیوتا سمجھے جائیں گے یا کیا؟ اور اگر دیوتا ہی اسے اکمل ہے وغیرہ کے مانند خاص خاص درجے ہیں تو بھی اس بات کا ثبوت ملنا چاہئے کہ زمانہ سابق میں (جبکہ ان خطایاب کا عام رواج نہ رہا ہو) کیا کیا لیاقت حاصل کر نیوالے کو کیا خطاب دیا جاتا تھا لیکن پھر بھی یہ سوال ہوتا ہو کہ دید میں انسان کے ساتھ ان سب کو کیوں گنا یا گیا ہے کیونکہ تب تو دیدوں میں بجائے اسکے کہ ”منوشیہ کو پیدا کیا۔ دیوتا کو پیدا کیا پتر کو پیدا کیا وغیرہ۔ یوں ہونا چاہئے تھا کہ منوشیہ کو پیدا کیا جن میں سے کچھ دیوتا درجہ والے ہوئے کچھ نے پتر کا خطاب حاصل کیا۔ وغیرہ۔

اگر یہ کہا جاوے کہ منوشیہ (انسان) بھی ایک درجہ ہے جو انکو دیا جاتا ہے جن میں دیوتا وغیرہ کی کوئی صفیتیں موجود نہ ہوں جیسے ہل چلانے والے وغیرہ۔ تو پھر یہ سوال ہوتا ہے کہ جس طرح گائی کی ایک یونی ہے گھوڑے کی ایک یونی ہے شیر کی ایک یونی ہے وغیرہ کیا اسی طرح ہم انسانوں کی بھی ایک یونی نہیں ہے جن میں جاہل و عالم عقلمند دیوتوف وغیرہ سب ہی شامل ہیں :-

کیسے تعجب کی بات ہے کہ جب سناتنی ہندوؤں نے انسان کو ہمیشہ سے براہمن کشتہ یہ شینہ شودرا بن چارو رنوں (ذاتوں) میں تقسیم کیا اور وہ شودر و براہمن میں ایسا فرق سمجھتے ہیں جیسا کہ گدھے اور گلے میں ہے تب تو آریہ صاحبان انکی اس بات کو (جو کہ منو کے عین موافق ہے) خوب پُر زور الفاظ میں رد کرتے ہیں اور انکو سمجھایا کرتے ہیں کہ تمام انسان ایک مانند ہیں جو فرق ہے وہ افعال سے ہو گیا ہے (ایک شودر بھی اگر اچھے کام کرتا ہے تو اسے براہمن سے اچھا ہے جو محض پیدائش کے لحاظ سے براہمن ہو ورنہ شودروں سے بھی بدتر رہتا ہے وغیرہ) لیکن اب سوامی جی کو یا ان کے چیلوں کو کون سمجھا دے کہ سب انسان کو ایک یونی ہی سمجھیں

یہ سوامی جی نے کیا کر دیا۔ سوامی جی تو اس بات کے سخت مخالف ہیں کہ کسی عالم فاضل مرد کو جاہلہ عورت سے یا عالمہ عورت کی جاہل مرد سے شادی کر دی جاوے پھر تمام پتروں کی پھوس دیوتاؤں کی عورتیں اور گندھربوں کی بھی عورتیں ایک ہی درجہ میں یعنی اپسرا ہی کہوں گی تو پھر کیا ان میں دیو اسر سنگرام (جنگ جہل) اس وقت نہ لگا رہا کریگا اور وہ لوگ کب مائیں گے ہمارے خیال میں یہاں پر سوامی جی تنگدستی کر دیا اور ان پھاروں کو ان کے گن گرم سوہناؤ (صفت فعل خاصیت) کے موافق بیویوں سے محروم رکھا۔ اب بھی بہتر ہو کہ اگر یہ صاحبان ہی ان پر جسم کہا دیں اور کم از کم یہ ہی کر دیوں کہ اپسر لفظ کی تشریح کر کے اس قدر اقسام کی اپسرائیں گھڑ دیوں جو اوپر کے مختلف قسم کی صفت فعل خاصیت والوں کے لئے موزوں ہوسکیں۔

نمبہ

ناظرین! اپنے سوامی جی کی رست دربارہ پیدائش عالم از رگ ویدادی بھاشیہ بھومکا دیکھ لیا جس میں انہوں نے وید منتروں کے معنی مطلب اپنے ڈسنگ کا جو کہ لفظی معنی سے بالکل مختلف ہے کر کے یہ ظاہر کرنا چاہا ہے کہ ان کے خیالات ویدوں کے موافق ہیں حالانکہ نہ تو وہ پرکرتی (مادہ) کی قدامت کے ثبوت میں ایک بھی منتر پیش کر سکے اور نہ ہی جو آتما (روح) کے انلی ہونیکا کوئی حوالہ بتلا سکے اور نہ ہی دیگر سن مانی گھرنٹ کو خوشلیم کردہ سند کتابوں کے حوالہ جات کے موافق ثابت کر سکے۔ خیر اب دیکھئے کہ ستیا رتھ پرکاش میں کیا فرماتے ہیں اسکا اٹھواں سٹلاس پیدائش عالم کے ہی مضمون سے بھرا ہوا ہے پس اب ہم اسکو کہہ دیتے ہیں۔ چنانچہ اردو ستیا رتھ پرکاش صفحہ ۳۷، ۳۸ پر حسب ذیل منتر درج ہیں جنکو ہم مع لفظی معنی کے یہاں پر درج کرتے ہیں۔

तम आसितमसा गूढमग्रे प्रकेतं मलितं सवेमा इदम् । तच्चे-
-नाम्बोपिहिता यदासितपसस्तन्महिता जायतेकम् ॥ मृ १०/१२७

तमः अक्षित तमसो गूढम अग्रे आ प्रकेतं सलिलं सर्व इदं । तच्छे-
-न आ-विहिता यत आसित तपसः तत महिना अजायत एकम
ارتھ (۱) پہلے (۲) تاریکی (۳) تھی (۴) یہ (۵) سب (۶) بالکل (۷) رفیق (حالت میں) (۸)
تاریکی سے (۹) گھر ہوا تھا (۱۰) جو (۱۱) اس پر مشورے (۱۲-۱۳) دیا پایا گیا ہوا تھا (یعنی اس سب میں
وہ موجود تھا) (۱۴) وہ (۱۵) ایک (یعنی اکیلا ہونے پر بھی) (۱۶) تپ کے ذریعہ (۱۷) بہت (۱۸)
ہو گیا :-

تاظرین! اس منتر سے یہ پایا جاتا ہے کہ وہ پر مشورے خود بہ خود ایک سے بہت ہو گیا
ہے یعنی یہ سب شکمیں، حقیقتیں اس سے علیحدہ نہیں ہیں اور اس بات کا دعویٰ وہ لوگ کرتے ہیں
جسکو آریہ صاحبان نویں یدانتی نام سے پکارتے ہیں۔ اب سوامی جی کا ارتھ دیکھیے جو کہ یوں ہے
یہ سب عالم پریش سے پیشتر تاریکی میں چھپا ہوا شکل رات ناقابل تمیز اور اکاش کی مثال تھا اور
پچھلے یعنی غیر محسوس و پر مشورے کے مقابلہ میں محدود و اور اس سے محافظ تھا بعد ازاں پر مشورے کو
اپنی قدرت سے حالت علت سے حالت معلول میں لایا۔

تاظرین! لکیر شدہ عبارت قابل غور ہے سوامی جی اگر نفلی معنی ورج کرتے تو معلوم ہوتا
کہ کشف سے کیا معنی لئے گئے ہیں اس منتر سے یہ ظاہر کرنا کہ علت سے معلول میں لایا اصل سے
خلاف ہے کیونکہ وہاں توصاف یہ کہا گیا ہے کہ وہ ایک سے بہت ہو گیا آگے وہ منتر دیکھیے

यतो वा इमानि भूतानि जायन्ते येन जातानि जायन्ति । य-
-त्रयन्त्यामि संविशन्ति तद्विजिज्ञासस्व तत् ब्रह्म ॥
यतः वै इमानि भूतानि जायन्ते येन जातानि जायन्ति । यत
प्रयन्ति अभि संविशन्ति तत् विजिज्ञासस्व तत् ब्रह्म ॥ ९ ॥
तै० ३० ८८ ० ४ ० ९ ॥

نفلی معنی (۱) جس سے (۲) ہی یقیناً (۳) یہ (۴) مخلوقات (۵) پیدا ہوئی ہیں (۶) جس سے (۷)
پیدا ہو کر (۸) زندہ رہتی ہیں۔ (۹) جس میں (۱۰) پہلے (قیامت) کے موقع پر (۱۱)
(یہ سب) سما جاتی ہیں (۱۲) اس کو (۱۳) جانو (۱۴) وہ ہی (۱۵) برہم ہے۔ (۱۶)

اس منتر کا ارٹھ سوامی جی نے ہندی ستیارتھ پرکاش میں لکھ دیا ہے ۔

..... جس پر تھما کی چٹا سے یہ سب پر تھومی آدمی بھوت اوپن ہوتے ہیں جس سے

جیوا جس سے پر لی کو پراپت ہوتے ہیں وہ برہم ہے اسکو جاننے کی اچھا کرو ۔

اس پر مصنف نے کہا کہ یہ اعتراض کیا ہے کہ اوپر کی لکیر شوق الفاظ سے مطلب

بالکل خطا ہو رہا ہے اور کچھ پتہ نہیں لگتا کہ سوامی جی کی کیا غلطی ہے ۔ اس کا جواب دیتے

ہوئے پنڈت تلسی رام صاحب بھاسکر پرکاش کے صفحہ ۱۷۲ پر لکھ فرماتے ہیں ۔ کسی وجہ

سے جیو ۔ **जीव** ان دو حرفوں سے آگے تے **जे** ۔ حرف چوٹ گیا ہے

اس سے آپکی سمجھ میں بھرم (مغالطہ) ہو گیا ہے ۔

اب سوال یہ ہے کہ اگر پنڈت تلسی رام صاحب کی بات صحیح ہے تو ہماری سمجھ میں نہیں آتا

کہ ستیارتھ پرکاش میں غلطی رہنے پر اگر کوئی اعتراض کرتا ہے تو اسے ایسے سخت الفاظ کیوں

کہے جاتے ہیں کہ آپکی سمجھ میں مغالطہ ہو گیا ہو لازم تو یہ تھا کہ مصنف بھاسکر پرکاش صاحب

نے اس غلطی کو معلوم کرنے پر دیک پرس والوں کو جہاں ستیارتھ پرکاش چھپتی ہے اہمیت

کیا ہو تاکہ وہ اب ساتویں نہ سہی تو آٹھویں مرتبہ کے چھاپہ میں ہی اس غلطی کو درست کر دیں

لیکن کیسے افسوس کی بات ہے کہ آریہ صاحبان کی وہی حالت ہے کہ خود رانصیحت دیکر

رانصیحت ۔ کیا یہ تعجب کی بات نہیں ہے کہ ایک حرف **जे** تے کو بھی بڑھاتے ہوئے

ویدک پرس کے کارکنان کو پرس پیش ہو رہا ہے تو پھر مہلا ان بھلے آدمیوں سے یہ

کب امید کی جاسکتی ہے کہ وہ کسی غلطی کو ترک کر کے سچائی کو قبول کریں گے ۔

ناظرین آپکو معلوم ہو کہ ستیارتھ پرکاش کے اردو مستند ترجمہ میں اگر حسب غلطی

درست کر لی گئی ہے لیکن ان مترجموں کی بھی یہ جرات نہ پڑتی کہ ویدک پرس والا

سے اصل کتاب میں حرف تے بڑھا دیتے ۔

آگے پنڈت تلسی رام صاحب لکھتے ہیں : **येन जीवन्ति प्रायान्ति**

کا ترجمہ سوامی جی کا لکھ ٹھیک ہے کہ جس سے جیوتے (زندہ رہتے ہیں)

اور جس میں پر لی کو پراپت ہوتے (فنا کو حاصل کرتے) ہیں ۔ اب بتلائیے

پر کرتی کی استیاد فانی پن کہاں رہی

۔ اچھا اب (پنڈت تسی رام صاحب) ہی بتلاؤ کہ خود سوامی جی کے ارتھ سے (اکیس حرف تے) ملا دینے پر بھی (جو پر کرتی کی پریشو سے علیحدگی یا لافانی پن کہاں رہا)۔
 نہ تو سوامی جی کی عبارت میں ایسی کوئی بات ہو نہ مستند اردو ترجمہ ستیارتھ پرکاش کی تحریر سے یہ مطلب نکلتا ہے جسے ہم اسکے صفحہ ۲۷ سطر ۱۷ سے ذیل میں نقل کئے دیتے ہیں وہی ہے
 ”جس پریشور نے اپنی صنعت کاملہ سے زمین وغیرہ تمام کائنات کو پیدا کیا جو جس سے
 حیوان قائم ہیں جس کے اندر پرلی میں تمام کائنات سما جاتی ہے وہ برہم ہے اسکے جاننے کی خواہش
 کروا اسکے علاوہ ناظرین غور کر دیں کہ اس منتر کے لفظی معنی جو اوپر درج کر دیے گئے ہیں
 اس سے بھی ایسی کوئی بات نہیں ظاہر ہوتی بلکہ اسکے برخلاف وہاں تو ایک وحدہ لا شریک
 پر برہم پریشور کا ہی ذکر ملتا ہے اور سمجھ میں نہیں آتا کہ اصل سے خلاف حیوان پر کرتی (روح و مادہ)
 کو یہاں کیوں دخل در عقولات کیا جاتا ہے۔“

منہ

آگے سوامی دیانند سرسوتی مہاراج اردو مستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۷ سطر ۲۲ پر یوں
 فرماتے ہیں۔ (سوال) کیا پر کرتی کو پریشور نے پیدا نہیں کیا۔ (جواب) نہیں وہ
 ازلی ہے (سوال) ازلی کس کو کہتے ہیں اور کتنی استیاد ازلی ہیں (جواب) ایشور جو
 اوپر کائنات کی علت مادی (پر کرتی) یہ تیس چہرے ازلی ہیں (سوال) اس میں کیا شبہ
 ہے۔ (جواب) یہ۔

द्वा सुपर्णा सयुजा सखाया समानं वृक्षं परिषस्वजाते
 । तपोरन्यः पिप्पलं स्वाद्वत्तनमनन्यो अभिचाकरो-
 -ति ॥ अ० मं० १ सू० १६४ मं० २० ॥

(نوٹ)۔ از مترجم مستند اردو ستیارتھ پرکاش۔ غیر ذہنی روح کائنات کی علت مادی کو پر کرتی
 کہتے ہیں گویا پر کرتی مادہ کی حالت ادین ہے۔)

ناظرین! سوامی جی نے اس منتر کا جو ارتھ لکھا ہے وہ نقل کر نیت قبل ہم آپ کو اس منتر کے لفظی
معنی سنادینا مناسب سمجھتے ہیں۔ وہ ہذا۔

ॐ स्वर्णं सद्यज्ञं सर्वथा समानं वृक्षं परिष्वजते
तयोः अन्यः पिप्लवं स्वादु श्रुति श्रुतमन अन्यः श्रुतिचाक-
शीति ॥

ارتھ:- (۱) دو (۲) پکھیر (۳) آپس میں ملے ہوئے (۴) ایک دوسرے کے دوست (۵)
ایک ہی (۶) درخت پر (۷) بیٹھے ہوئے ہیں (۸) ان میں سے (۹) ایک (۱۰) اس میں کے
درخت کا (۱۱) اولیہ (۱۲) پکھیر ہے (۱۳) دوسرا (۱۴) کچھ نہ کہتا ہوا (۱۵) اس کا (۱۶) ہی
یعنی دیکھ رہا ہے۔

اب ناظرین! سمجھ سکتے ہیں کہ اس اوپر کے لفظی معنی میں نہ تو یوں تھا کہ لفظ ہے۔ نہ پر کرتی اور
پرانا تھا کہ کوئی ذکر وجود ہے اور اگر بالفرض اس درخت کے دو پکھیروں کی روایت کو استعارہ
مان لیا جاوے تو تاہم بھی یہ بات تو سب گز سب گز نہیں ثابت ہوتی کہ وہ درخت اور کہانے والا
پکھیر و جنگو استعارہ میں پر کرتی اور حیوان تھا کہا گیا ہے، ازلی اور لافانی ہیں۔
ناظرین! اب سوامی جی کا ارتھ اس منتر پر دیکھئے جو کہ حسبِ دل ہے:-

»جو پریشیو اور جو دونوں ذی شعور درختیں پرورش کرنا وغیرہ صفات یکساں ہیں اور جن میں باہم محیط
و محاط کا تعلق ہے جو باہم مالوس اور قدیم اور ازلی ہیں ویسے ہی (درخت) درخت مشتمل درخت
بصورت ازلی حالت اور شاخیں بصورت معلول یعنی جو حالت کشیف میں آکر پھیلنے میں درختوں میں
نہ جانا ہی تیسری، زلی تھے ہے ان مینوں کے اوصاف و افعال اور عادات بھی ازلی ہیں۔

یہ اور پریشیورین دونوں میں سے ایک یعنی یہ اس درخت کا ثبات میں پاپ اور پن کے پھل
کو چھی طرح ہو گتا ہے اور دوسرا جینی پرانا تھا مال کے چل کو نہیں ہو گتا اور چاروں طرف یعنی
اندر باہر سب جگہ جو کہ گہری حیوت سے ایستور اور ایستور سے حیوان اور ان دونوں سے پر کر لی پاپی
ہایت سے جدا ہے اور مینوں، زلی ہیں ۛ

ناظرین! اوپر جو سوامی دیانند سرسوتی مہاراج کی تفسیر ہے اس میں لکیر شدہ عبارت

اس مشترک الفاظ کے معنی مطلب زیادہ ہے جس کے نکال ڈالنے پر پھر کیا کچھ باقی رہ جاتا ہے یہ آپ خود سوچ سمجھ سکتے ہیں اگر سوامی جی یہاں پر یہ ظاہر کرنا چاہتے تھے کہ اس مشترک میں درخت اور کھیروں کی روایت میں ایک سنگارہ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ حیو برہم اور پر کرتی ازلی و قدیم ہیں تو انہیں چاہئے تھا کہ مشترک کے معنی کو صاف طور پر ظاہر کر کے اسکے بعد سنگارہ کا اظہار کر دیتے لیکن ناظرین! آپ کو معلوم ہو کہ وہ ایسا کر کے اپنی پول خود آپ کھولنا کیوں مناسب سمجھتے تھے کیا یہ تعبیر کی بات نہیں ہے کہ کھیر و لفظ تک بھی سوامی جی کی ٹوکڑیاں تفسیر میں نہار رہے لیکن پھر بھی ہمارے متعصب آریہ بھائی صاحبان جو سنسکرت سے ناواقف ہیں یہی دھول پیٹتے چلے جاتے ہیں کہ سوامی جی نے جو لکھا ہے وہ بال بال صحیح ہے ناظرین! آپ ان متعصب آریہ صاحبان سے کہئے کہ اگر اس کا یہ خیال ہے کہ سوامی جی نے اس مشترک الفاظ سے صحیح معنی لئے ہیں تو وہ حسبِ میل عبارت کے مترادف الفاظ کا اس مشترک میں ہونا ثابت کریں:۔

(۱) پریشور (۲) حیو دس (۳) اذی شعور (۴) پرورش کرنا (۵) محیط محاط (۶) قدیم (۷) ازلی (۸) ازلی علت (۹) معلول (۱۰) علت کشیف (۱۱) پرلی (۱۲) ذرون میں مل جاتا ہے (۱۳) ان تینوں کے اوصاف افعال اور عادات بھی ازلی ہیں (۱۴) اور چاروں طرف یعنی اندر باہر سب جگہ جلوہ گر ہے (۱۵) یو سے ایشور اور ایشور سے جو اور ان دونوں سے پر کرتی اپنی باہمت سے جدا ہے اور تینوں زلی میں ان ۱۵ الفاظ یا فقرہ جات کے مترادف الفاظ جو صاحب اس کتاب نے مشترک میں دیکھلا سکیں گے انکو ہم اس قدر محنت و مشقت کے معاوضہ میں مبلغ پانچ سو روپیہ انعام دینے کو تیار ہیں (بقیہ شراپا انعامی دیکھو صفحہ ۱۷) اس مشترک کے متعلق سناتی پنڈت جوالا پرشاد صاحب اپنی کتاب تھر بھاسکر میں یہ صحیح فرما رہے ہیں کہ سوامی دیانند اور آریہ صاحبان کے پاس ایک یہی مشترک مادہ اور روح کی قدامت ثابت کرنیکی نہایت زبردست ڈھال ہو لیکن سوامی جی کی تفسیر کو اسکے لفظی ارتھ کے ساتھ مقابلہ کر کے ناظرین سمجھ چکے ہونگے کہ آریہ سماج کی یہ ڈھال کسی کمزور ہے جو کسی قسم کی چوٹ کو برداشت کرنے کے لئے ہرگز بھی تیار نہیں ہے کیونکہ خواہ وہ آجکل کے گریجویٹ صاحبان کو یہ

پٹی پڑھالیا کریں کہ انکایہ (روح اور مادہ کی قدرت کا) مسئلہ سائنس کے موافق ہے وغیرہ
لیکن ایک دنی سے ادنیٰ سنسکرت داں بھی اس بارہ میں آریہ صاحبان کا قافیہ ڈھیل کر نیکنے
لئے بروقت تیار رہیگا کیونکہ ہر حالت میں وہ اس منتر سے یا کسی اور حوالہ جات سے مادہ
اور روح کا قدیم ہونا ثابت نہیں کر سکتے۔

سناتنی پنڈت جوالا پرشاد صاحب اپنی کتاب تم بھاسکر کے صفحہ ۲۵ کے آخر میں یوں
فرما رہے ہیں: "اس منتر کے بارہ میں ادل تو یہ سوال ہے کہ منتر جپتیں (ذی روح)
میں بھید (تفرقہ) ثابت کرتا ہے یا بھوگتا اور بھوگیہ بہ مانند پھیر ڈوں کے بھید کو ثابت کرتا
ہے۔ اگر ذی روح میں بھید ثابت کر نیوالا کہو تو اس منتر میں ایسا کوئی لفظ موجود نہیں ہے
کہ وہ ذی روح میں تفرقہ ثابت کرے اسوجہ سے ذی روح میں تفرقہ نہیں بلکہ دوسو ہیں۔
(اچھے پنکھوں والا یعنی پکھیروں) کا مطلب ہے۔ وہ بھی سو ہیں (सुषुप्ता) دیکھ کے موافق ہوتے
چاہیں" (خواہ کیسے ہی ہوں لیکن گھوم گھام کر آخر پھیر ڈوں ہی سے مراد ہے) سناتنی
پنڈت جوالا پرشاد صاحب اس منتر کا یوں جو کرتے ہیں جو کہ حسبِ میل ہے:-

۱۔ (ॐ सुषुप्ता) دو سو ہیں (اچھے پنکھ والے) ہیں (सुषुप्ता) آپس
میں تعلق رکھنے والے (सुषुप्ता) برابر کی محبت والے یعنی جو ایک جیسے معلوم
ہوتے ہیں وہ دونوں (समान) ایک (एक) درخت (वृक्ष) - परिषद
۲۔ (आने) کا سہارہ رکھتے ہیں (तयो) ان دونوں میں (अस्य) ایک
(पिप्पल) اور سبیل درخت کے (स्वादु अति) پھل کو کہا تاہی اور دوسرا
(अनमन अ) نہ کہا تاہی (अभि चाकशति) روشنی کرتا ہے۔

ناظرین! اس ترجمہ سے بھی آپ یہی پائیں گے کہ گھوم پھر کر اسی نتیجہ پر آنا پڑا کہ منتر میں
(یعنی ذائقہ حاصل کر نیوالا اور ذائقہ بذات خود مثلاً انسان بھوگتاہی اور غذا میں جو وہ کہا تاہی بھوگیہ سہار
میں باجن اشکال کو وہ دیکھتاہی سستاہی سوگتاہی وغیرہ وہ سب اسکی بھوگیہ ہیں۔ جی بھوگتاہی اور چوہا
اور سکا بھوگیہ ہے۔ مرد بھوگتاہی اور عورت اسکی بھوگیہ ہے آفتاب بھوگتاہی اور زمین وغیرہ اسکی
بھوگیہ ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔

دو پکھروں کا ذکر موجود ہے۔ اور الفاظ کے لفظی معنی کو مد نظر رکھ کر اور کوئی بات نہیں برآمد ہوتی۔
آگے پنڈت صاحب نے یہ کہہ کر کہ لفظ سوپرین کے صحیح معنی کا فیصلہ کرنے کے لئے ویدوں
ہی کے حوالہ جات درکار ہیں ایک حسب ذیل وید منتر پیش کیا ہے۔

एकः सुपर्णः स समुद्रमन्विश स इदं विश्वं भुवन्तं वि-
-चष्टे । तं पाकेन मनसाऽपश्यमन्तितस्तं माता रेहि-

स उ रेहि मातरम् ॥ ३२-१०-१४४-४ ॥

اسکا پتہ لگ۔ ۱۔ ۱۴۔ ۶۔ دیا ہے جہاں تلاش کرتے سے یہ منتر ہمیں نہ ملا اور چونکہ پنڈت
تلسی رام صاحب نے اس منتر کا پتہ رگ وید ۱۰۔ ۱۴۔ ۱۴۔ ۴ بتلایا ہے پس ہاں بھی ہم نے تلاش
کیا لیکن افسوس کہ منتر وہاں پر بھی موجود نہیں ہے اور سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ بتلانے
میں دونوں صاحبوں سے کیونکر غلطی ہو گئی البتہ اس (۱۴۔ ۱۰) سوکت کو چوتھے منتر میں
بھی لفظ سوپرین सुपर्ण موجود ہے لیکن جس منتر کی تلاش تھی وہ اس سوکت میں نہیں ہے
اس منتر کا ارتھ تقریباً سکر میں کچھ گول مول معلوم ہوتا ہے اور سچ تو یہ ہے کہ نہ تو آریہ صاحب
اس منتر سے منتر سے دوزی روح اشیا (میرا آتما اور پرما آتما کا وجود ثابت کر سکتے ہیں
جبکی تردید سنائی پنڈت جوالا پرشاد صاحب صاف ان الفاظ میں کر رہے ہیں کہ کیونکہ منتر میں
ایسے کوئی الفاظ موجود نہیں ہیں اور نہ سناتنی صاحبان اپنی بات کو لفظی معنی سے ثابت
کر سکتے ہیں وہ خواہ لفظ سوپرین (پکھیر) کی کتنی ہی تاویل کرتے رہیں لیکن وہ پکھیر کا پکھیر
نہی رہا اور کوئی تبدیلی اس میں واقع نہ ہو سکی۔

اب اس منتر کا لفظی ترجمہ درج کیا جاتا ہے۔

(۱) ایک (۲) پکھیر (۳) وہ (۴) ربی جو کہ (۵) سمندر یا آکاش میں (۶) موجود ہو (۷)
وہ (۸) اس (۹) سب (۱۰) سنسار کو (۱۱) روشن کر رہا ہو (۱۲) پختہ (۱۳) دل سے (۱۴)
میں اپنے اندر (۱۵) اوسکو (۱۶) دیکھتا ہوں (۱۷) اُسکو (۱۸) والدہ یا آکاش۔
(۱۹) ویاپ رہی ہو (۲۰) وروہ (۲۱) بھی (۲۲) ماما یا آکاش کو (۲۳) ویاپ رہا ہے
(یعنی وہ خلا میں ہی اور خلا اُس میں ہے۔ شاید یہ اشارہ آفتاب کی طرف ہے۔)

آگے مصنف نے لفظ سوپرن پر بحث کرتے ہوئے ایک منتر بردار نیک ادیشد کا پیش کیا ہے جو حسب ذیل ہے۔

तद्यथाऽस्मिन्नाकाशे श्येनो वा सुपर्णो वा विपरिपत्य श्रान्त
संहृत्यं पक्षौ सल्लयायैव ध्रियत एवमेवायं पुरुष इतस्मा अन्ताय
धावति यत्र सुप्तो न कञ्चन कामं कामयेते न कञ्चन स्व-
-प्नं पश्यति ॥ २४० अ० ६ वा० ३ क० ९ ८ ॥

तत् यथा अस्मिन् आकाशे श्येनः वा सुपर्णः वा विपरिपत्य
श्रान्तः संहृत्यं पक्षौ सल्लयाय एव ध्रियत एवमेवैनं अयं
पुरुषः इतस्मै अन्ताय धावति यत्र सुप्तः न कञ्चन कामं
कामयेते न कञ्चन स्वप्नं पश्यति

ارتقہ۔ (۱) تو حسب طرح (۲) اس (۳) آکاش میں (۴) شین (بازو) (۵) یا (۶) سوپرن۔
(دوسرا کوئی) پکھیر (۷) تھک کر کے (۸) پٹکھوں کو (۹) سکوتر کر (۱۰) یقیناً (۱۱) آرام کرنے کی جگہ
پر (گھومنے میں) (۱۲) قیام کرنا ہی (۱۳) اسی طرح یقیناً (۱۴) یہ (۱۵) انسان (۱۶) اسی (۱۷)
میں (۱۸) انت (خاتمہ) کے لئے (۱۹) دوڑتا ہے (۲۰) مگر جہاں پر (۲۱) تھک کر سوجاتا ہے
(۲۲) تب نہ تو (۲۳) کچھ (۲۴) خوابشوں کو (۲۵) کرتا ہے (۲۶) اور نہ (۲۷) کچھ (۲۸)
خواب (۲۹) دیکھتا ہے۔ (یعنی تھکاوٹ کی وجہ سے گہری نیند میں غرق ہو جاتا ہے)۔

اس برہمدار نیک ادیشد کے حوالہ کو اس غرض سے لایا گیا تھا کہ لفظ سوپرن پکھیروں
کا ذکر اس میں موجود ہے لیکن اس میں بھی جیسا کہ اوپر کے معنی سے ظاہر ہو رہا ہے لفظ سوپرن سے پکھیر
کا ہی مطلب صاف طور پر نکلتا ہے بلکہ اس منتر سے تو اور بھی صاف طور پر حل ہو گیا کیونکہ اس میں تو پکھیر
کے اوڑھنے اور پروں کے سکوترنے کی مثال دی گئی ہے پس اب لفظ سوپرن کے معنی پکھیر ہونے
میں کوئی شک رہ گیا۔ اب ناظرین سوچیں پکھیر و نکاح منتر میں ذکر ہے اُس سے مادہ
اور روح کی قدامت کیونکر نکالی جاسکتی ہے۔

ناظرین! چونکہ یہ اعتراض ہمارے رسالہ ترک بدیزم میں نمبر اولیٰ تھا اور مراد آباد کے

مہشتر نارین پرشاد صاحب دوسرے دن کے مہاشے دیوان چند جی نے جواب شائع کرایا ہے
اسلئے اب ہم ان جوابات کی پڑتال بھی شروع کرتے ہیں جس سے آپ پر روشن ہو جاوے گا کہ یہ صاحبان
کے پاس مادہ اور روح کی قدامت کو موافقت میں نقلی ثبوت کیسے مکرور اور بے بنیاد ہیں۔
مہشتر نارین پرشاد صاحب کا ترجمہ اس مشترکالیوں پر۔ (الفاظ سنسکرت ہم نو چوڑو)

میں ۔۔۔
”دیکھتی باہم ملے ہوئے دوست سے ہیں اپنے مثل درخت کے سب طرف سے تھے
ہیں۔ ان دونوں میں سے ایک تو پھل کو ذالیقہ دار سمجھ کر کہا تھا ہے دوسرا نہ کہا تھا ہوا سا کشتی
باتر ہے۔“

اب ناظرین غور کر سکتے ہیں کہ اس ترجمہ میں بھی روح اور مادہ کی قدامت کا کوئی ذکر نہیں
پایا جاتا۔ آگے باہونا این پرشاد صاحب یوں فرماتے ہیں :-
”معرض نے سمانم **समानम्** کا ترجمہ ایک ہی کرنے میں لگا دیا ہے۔“ اس کا جواب
یہ ہے کہ ہم اپنے ترجمہ کی تائید میں پٹتہ ہمیں شری صاحب سابق آریہ اوپنٹک مناظر آریہ سماج
(جس پر کسی وقت آریہ سماج کو منحصر تھا۔ اگرچہ وہ آریہ سماج کو بالکل بابو کی طبیعت پر چھوڑ کر علیحدہ ہو گئی
ہیں) کا ارتھ پیش کئے دیتے ہیں۔

(समानम्) एकम्

دو۔ یعنی سمانم کے معنی ایک ہونے ہیں

ناظرین! اب بتلایئے کہ ہم نے غلطی کی ہے یا خود آریہ ویلفنڈ صاحب کی بھول ہے
اب اگر آریہ سماجی صاحبان اس شہادت کو منظور کریں شاید اس وجہ سے کہ پٹتہ ہمیں شری
اب انکے دائرہ سے باہر نکال گئے ہیں (حالانکہ اوپنٹکوں کی تفہیم اور انہوں نے ان دنوں
شائع کی تھی جبکہ وہ آریہ سماج میں تھے اور یہ کام اسی عرض سے کیا گیا تھا کہ سیطرح دیانندی
تعلیم کی موافقت ان قدیم کتب سے ثابت کی جاوے) تو انکی تسلی کے لئے ہم اس لفظ پر شکر شایہ
بھی پیش کئے دیتے ہیں :-

समानम् अविशेषम् उपलब्धि अधिष्ठानतया-

- एकम् ॥

یہ متذکرہ اوپنشد مطبوعہ آنند اشترم پریس پونا (سنسکرت سرگز نمبر ۹) کے صفحہ ۳۴ مطربہ اپر
درج ہے اور اس کا ترجمہ یوں ہوا :-

”سما نتم یعنی جو دشیش (محفوض) نہیں ہے اسکو (یعنی) اوپبیدی (سہارہ) کے جائے قیام
ہونے سے ایک کو.....“

ناظرین! بتلائیے کیا سوامی شکر اچاریہ مہاراج نے بھی جنکا زمانہ آریہ صاحبان کے قول
کے مطابق آج سے بائیس سو سالوں قبل کا کہا جاتا ہے اس لفظ سما نتم کے معنی ایک کو کرنے
میں غلطی کی ہے؟ اچھا اب تمام دنیا کی غلطی پکڑنے والے آریہ صاحبان کے ترجمہ کی غلطیاں
بھی ذرہ ملاحظہ فرمائیے۔

بابونارائیں صاحب کا ترجمہ اس سما نتم لفظ پر اپنے مثل ”ہے۔ اور لفظ برشم (درخت)
کو اسی ساتھ ملانے سے یہ یوں ہو گیا۔

اپنے مثل درخت کے

اب کوئی منصف مزاج صاحب ذرہ غور فرمادیں کہ پکھیر کے مثل درخت کیونکر ہو سکتا ہے
منتر میں ذکر توصاف الفاظ میں یہ ہے کہ دو پکھیر ایک ہی درخت پر بیٹھے ہونے میں گز آریہ
ڈیفنڈر صاحب کا قول ہے کہ وہ پکھیر اپنے مثل درخت پر..... تو اب سوال حل طلب
یہ ہے کہ پکھیروں کی مثال درخت سے کس طرح ہو سکتی ہے۔ ہاں ہم نے مانا کہ اس منتر میں
انکار استعارہ ہے لیکن اسکا یہ مطلب تو نہیں ہے کہ پکھیر کو درخت کے مانند بیان کر دیا
جاوے اور نہ ہی اصل الفاظ میں کوئی ایسی بات آئی ہے۔ واہ! جو دوسروں کی غلطی نکال
رہے ہیں وہ خود غلطیوں سے بچنے کی ذرہ بھی پرواہ نہیں کیا کرتے۔ شاباش۔

سسٹر نارائیں پرشاد صاحب! آپ لفظ سما نتم کے معنی میں لفظ اپنے ”کیونکر درج کیا ہے“ چونکہ
قواعد و لغات کے خلاف ہے پس آپ نے ایسا کرنے میں غلطی کی ہے۔

ناظرین! سٹر موصوف لفظ **वतिपस्वजाते** (مقیم ہیں) کے معنی سب طرف سے
ساتھ میں ”کرتے میں نہ صرف الفاظ سے دور چلے گئے ہیں بلکہ مطلب بھی صاف نہ ادا کر سکے۔

کیونکہ ان کو ذرہ یہ بھی تو بتلانا چاہیے کہ وہ پکھیر و درخت کے سب طرف ساتھ کس طور پر ہونگے پھر
 واہ۔ وہ پکھیر و کیا ہوئے یوں کہ یہ ہو یا ایسی دیگر کسی شے سے مراد ہو۔ جو کہ درخت کے چاروں
 طرف گھومتی رہ سکے۔

ناظرین اوپر کے گول مول ترجمہ نہیں آریہ ماحیونکا کوئی قصہ نہیں ہے وہ بیچارہ کیا کریں
 انکے گرو مہاراج نے انہیں ایسا ہی سبق پر پایا کہ منتروں کے معنی ایسے لفظوں میں پیش کئے
 جاویں کہ کیا مجال کہ کوئی سمجھ تو پاوے۔ واہ لکھیں عیسیٰ ٹریس موسیٰ آگے مسٹر مٹوں نے
 لکھا ہے کہ ویدوں میں ستعارات کی بھرمار ہے پس اس منتر میں وہ پکھیرؤں اور درخت کے
 ستعارہ سے جو بزرگ پر کرتی ظاہر کئے گئے ہیں ورسوامی دیانند ہی نے اس منتر سے یہ معنی
 نہیں لئے بلکہ اتنے ہزار ہا سال قبل شیوتیا شوترا و پنشد کے مصنف نے بھی یہی معنی مطلب لے
 ہیں اور مہاشے دیوانچند شرمہا جی نے اخبار ہیکاری امرتسر میں لکھا ہے کہ سوامی جی کے رائے
 کی موافقت منڈک اوپنشد سے بھی ہوتی ہے۔

پس ہم نے ان کتابوں کو پڑھ کر معلوم کیا کہ اگرچہ وہ پکھیرؤں کی مثال سے دودی
 روح ارجیوا اور برہم مانے گئے ہیں لیکن نہ تو درخت سے پر کرتی کی مراد لی گئی ہو اور نہ اس
 منتر سے یہ مطلب لیا گیا ہے کہ حیوا اور پر کرتی (روح اور مادہ) قدیم ہیں۔

ناظرین افسوتیا شوترا و پنشد تو سوامی دیانند مہاراج کے تسلیم کردہ مستند کتب سے
 باہر ہیں جسے وہ زہر آلودہ عذا کو مانند قابل ترک تحریر فرماتے ہیں (مگر افسوس کہ انکے
 چیلے صحابان اس نیک نصیحت پر ذرہ بھی عامل نہیں ہیں) اسلئے ہم اسے تو ترک کئے دیتے
 ہیں البتہ منڈک اوپنشد سوامی جی کے منظور کردہ دس اوپنشدوں کے اندر ہی اسلئے ہم اب
 یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ اس اوپنشد کے منتروں سے کیونکر دیانندی فلاسفی ثابت ہو جاتی ہو
 جس منتر پر اشارہ ہے وہ ذیل میں مع فظی ترجمہ درج کیا جاتا ہے :- وہو ہدا۔

समाने ब्रह्मे पुरुषो निमग्नो नोशम्य शोचति मुहुः-

-नाः । जुष्टं यदा पश्यत्यन्यमोशमस्य महिमानमिति वात

शोकः ॥ मुराडक उप. खं. ५ मं. २ ॥

समोते वृक्षे वृक्षः निर्माणः अनोशया शोचति मुदमानः
जुहं पक्ष प्रर्योति अन्यम ईशम प्रम्य मोदमान इति शत शोकः
یہ منڈک اونٹنڈ کے پانچویں کھنڈ کا دوسرا منتر ہے اس سے پہلا منتر وہ دو پکھیروں والا آیا
ہے اسکا ترجمہ یوں ہے۔

ارتھ۔ (۱) (اس) ایک ہی (۲) درخت پر (بیٹھا ہوا وہ) (۳) پرش (جیو آتما) (۴) (مہ) (۵) دنیاوی
تعلقات میں (پھنسا ہوا) (۶) مصیبت زدہ (۷) اور (۸) ناطقت ہونے کے باعث سے (۹)
پچھتا تا (۱۰) (انسوس کرتا ہے) (۱۱) (لیکن) جب (۱۲) (دوسرے) (۱۳) قابل عبادت (۱۴) (ایش) پر (۱۵)
کو (۱۶) (اور) (۱۷) اسکی (۱۸) (مہا) (فضیلت) (۱۹) کو (۲۰) (۲۱) دیکھ لیتا ہے (۲۲) (کو) (تب) (۲۳) (۲۴) (۲۵) (۲۶)
شوک یعنی انسوس (۲۷) (۲۸) تمام طرح کی مصیبتوں سے رہا ہو جاتا ہے۔

ناظرین! اگرچہ دو پکھیروں کے استعارہ سے جو برہم ماں لیا گیا لیکن منڈک اونٹنڈ کے
مصنف نے یہ کہاں لکھا کہ وہ کہا نیوالا پکھیر جو حیوی کی مثل کہا گیا ہے، انا دی اونٹنیہ (ازلی
اور لا فانی) ہے اور وہ درخت بھی لا فانی ہے۔

۲۔ یہ مہاشیوا ذرہ آگہیں کہول کر ملاحظہ فرمائیے کہ اس منتر سے آپکے مہرشی کی تعلیم کی تائید
ہرگز ہرگز بھی نہیں ہو رہی ہے مہرشی مصنف منڈک اونٹنڈ تو یہاں پر یہ بیان کر رہے ہیں
کہ انسان (جیو) مکتی حاصل کرنا چاہے تو کیا کرے چنانچہ انکی منشا یہ ہے کہ جس طرح ایک درخت
پر دو پکھیر بیٹھے ہوں ان میں سے ایک پھل کو کھاتا ہو اور دوسرا نہ کھاتا ہو وہی حالت اس
روح کی ہے کہ وہ جسم میں بیٹھا ہو اس کے پھل (آرام تکلیف وغیرہ) کو کھارہا ہو اور دوسرا
نہ کھائیوالا برہم (حاضر و ناظر مونی کے باعث) اس جسم میں موجود ہے پس منڈک اونٹنڈ کا
مصنف اس منتر میں یہ ظاہر کرتا ہے کہ وہ جیو آتما روح جو کہا نیوالا پکھیر کے منہ پر ہے، اگر
دنیاوی چنچٹوں سے گھبرا گیا ہو اور اس سے چھوٹ کر کے راحت حقیقی (مکتی) کو حاصل کرنا
چاہتا ہو تو اسے لازم ہے کہ اس جسم کے اندر موجود (حاضر ناظر) پر برہم پر مہرشی کی عبادت
اپنے دل ہی دل میں کرے (گویا کہ وہ کہا نیوالا پکھیر و اسی درخت پر تعلیم دوسرے نہ کہا نیوالا
پکھیر کی طرف متوجہ ہو جاوے)۔

یہ منڈک اونٹنڈ کے پانچویں کھنڈ کا دوسرا منتر ہے اس سے پہلا منتر وہ دو پکھیروں والا آیا ہے اسکا ترجمہ یوں ہے۔
ارتھ۔ (۱) (اس) ایک ہی (۲) درخت پر (بیٹھا ہوا وہ) (۳) پرش (جیو آتما) (۴) (مہ) (۵) دنیاوی
تعلقات میں (پھنسا ہوا) (۶) مصیبت زدہ (۷) اور (۸) ناطقت ہونے کے باعث سے (۹)
پچھتا تا (۱۰) (انسوس کرتا ہے) (۱۱) (لیکن) جب (۱۲) (دوسرے) (۱۳) قابل عبادت (۱۴) (ایش) پر (۱۵)
کو (۱۶) (اور) (۱۷) اسکی (۱۸) (مہا) (فضیلت) (۱۹) کو (۲۰) (۲۱) دیکھ لیتا ہے (۲۲) (کو) (تب) (۲۳) (۲۴) (۲۵) (۲۶)
شوک یعنی انسوس (۲۷) (۲۸) تمام طرح کی مصیبتوں سے رہا ہو جاتا ہے۔
ناظرین! اگرچہ دو پکھیروں کے استعارہ سے جو برہم ماں لیا گیا لیکن منڈک اونٹنڈ کے
مصنف نے یہ کہاں لکھا کہ وہ کہا نیوالا پکھیر جو حیوی کی مثل کہا گیا ہے، انا دی اونٹنیہ (ازلی
اور لا فانی) ہے اور وہ درخت بھی لا فانی ہے۔
۲۔ یہ مہاشیوا ذرہ آگہیں کہول کر ملاحظہ فرمائیے کہ اس منتر سے آپکے مہرشی کی تعلیم کی تائید
ہرگز ہرگز بھی نہیں ہو رہی ہے مہرشی مصنف منڈک اونٹنڈ تو یہاں پر یہ بیان کر رہے ہیں
کہ انسان (جیو) مکتی حاصل کرنا چاہے تو کیا کرے چنانچہ انکی منشا یہ ہے کہ جس طرح ایک درخت
پر دو پکھیر بیٹھے ہوں ان میں سے ایک پھل کو کھاتا ہو اور دوسرا نہ کھاتا ہو وہی حالت اس
روح کی ہے کہ وہ جسم میں بیٹھا ہو اس کے پھل (آرام تکلیف وغیرہ) کو کھارہا ہو اور دوسرا
نہ کھائیوالا برہم (حاضر و ناظر مونی کے باعث) اس جسم میں موجود ہے پس منڈک اونٹنڈ کا
مصنف اس منتر میں یہ ظاہر کرتا ہے کہ وہ جیو آتما روح جو کہا نیوالا پکھیر کے منہ پر ہے، اگر
دنیاوی چنچٹوں سے گھبرا گیا ہو اور اس سے چھوٹ کر کے راحت حقیقی (مکتی) کو حاصل کرنا
چاہتا ہو تو اسے لازم ہے کہ اس جسم کے اندر موجود (حاضر ناظر) پر برہم پر مہرشی کی عبادت
اپنے دل ہی دل میں کرے (گویا کہ وہ کہا نیوالا پکھیر و اسی درخت پر تعلیم دوسرے نہ کہا نیوالا
پکھیر کی طرف متوجہ ہو جاوے)۔

کئے ناظرین! اس منتر سے مادہ اور روح کی قدامت کیونکر ثابت ہو گئی؟ - اچھا شاید کوئی صاحب کہیں کہ اور آگے کے منتر میں یہ ذکر ہو گا اس لئے ہم اس سے بھی اگلا منتر ذیل میں نقل کئے دیتے ہیں - وہوا ہذا :-

यदा पश्यः पश्यते स्कन् वरुणं कर्तारं शिवां पुरुषं ब्रह्म योनिम् ।
तदा विद्वान् प्राय पापे विद्म्य निरञ्जनः परमं साम्यं मुपैति ॥
यदा पश्यः पश्यते स्कन् वरुणं कर्तारं शिवां पुरुषं ब्रह्म योनिम् ॥
तदा विद्वान् प्राय पापे विद्म्य निरञ्जनः परमं साम्यं
उपैति ॥

ارتقا۔ (۱) جب (۲) دیکھنے والا (وہ حیو آتما) (۳) آتس (روشن دم) خالق مطلق (۵) پرش (سب میں بھرپور) ویدوں کے ذریعہ پیدائش (۷) ایش (برہم) کو (۸) دیکھتا ہے (۹) تب (۱۰) وہ علم الہی کے راز و نکا عالم (۱۱) پنہ اور پاپ کو (۱۲) حیو کر (۱۳) تمام طرح کی جھنجھٹوں سے علیحدہ ہو کر (۱۴) افضل (۱۵) سمتا و برابری یعنی سب میں ایک نظر رکھنے والا ہو جانا کو (۱۶) حاصل کر لیتا ہے۔

ناظرین! ہمیں تو اس منتر میں بھی مادہ اور روح کی قدامت نظر نہیں آتی۔ اگر کسی خاص قسم کی خود بین سے دیکھنے کی ضرورت ہو تو ہم ایسا جاننے پر اسکی کہوج کرنے کو بھی تیار ہیں۔

ناظرین! ہمیں اوپر کے دو منتروں کا مطلب غور کرتے ہوئے یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ یہاں پر مصنف منہ بک و پیشہ کی رائے جہاں دیانندی فلاسفی (مادہ اور روح کی قدامت) سے خلاف ہے وہاں اسلامی اصولوں کے موافق ملتی ہے کیونکہ ہمیں اسلام بھی تو یہی سکھاتا ہے کہ اگر نجات حاصل کرنا چاہتے ہو تو دل کو خدا کی عبادت میں مشغول کرو اور یہی بات ہم اوپر کے منتروں میں پاتے ہیں اب مادہ اور روح کو خدا کے مقابلہ میں لا کھڑا کر نیوالی آریہ صاحبان اور ابتلاویں تو سہی کہ اب انکے مادہ کی قدامت کہاں غائب ہو گئی۔

اب شاید کوئی صاحب ہم سے یہ سوال کریں کہ جبکہ منتر تزارعہ فیہ (۱) (دو پھیروں والا)

میں لفظ سکھا (دوست) آگیا ہے تو اب اس بات کی کیا ضرورت ہے کہ جیو کو قدیم اور لائق ثابت کر نیکی لئے کوئی اور حوالہ پیش کیا جاوے کیونکہ ہم قدیم ہے پس اسکا دوست بھی جو ہم صفات ہونیکے قدیم ثابت ہو گیا۔ اسکا جواب یہ ہے کہ کسی استعارہ کے ان دونوں پکھیروں میں سقدر فرقہ موجود ہے کہ یہ اول پکھیر (جیو) پھل کو کہا تا ہے پس صاف ظاہر ہے کہ کہا نیوالے کو بدھ بھی ہو سکتی ہے اور وہ بیمار بھی ہو سکتا ہے مگر نہ کہا نیوالا ان حرا بیوں سے پاک رہتا ہے پس اس سے یہ ثابت ہوا کہ جیو آتما پیدا ہو کر مر جیوالا ہے یعنی اس خلقت سے پہلے نہ تھا اور بعد میں نہ رہا بلکہ اس پیدا شدن خلقت سے قبل سوا ایک وحدہ لا شریک پر ہم رہا تھا کہ وجود کے اور کچھ نہ تھا اور اسی سے روح اور مادہ وغیرہ سب کچھ پیدا ہوئے ہیں اس بات کی تائید خود اسی منڈک اوپنشد سے ہوئی ہے اور دیگر ایسے حوالہ جات بکثرت اوپنشدوں میں بھرے پڑے ہیں جن میں سے چند اسی مضمون میں آئینگے۔

منہ

آگے سوامی جی نے ستیارتھ پرکاش میں جیو (روح) کی قدامت کی بارہ میں دوسرا حوالہ حسب ذیل دیا ہے۔

शाश्वतो ज्यः समाम्य ॥ यजुः सू. ४०३० ॥

”یعنی ازلی و قدیم جو وں یعنی مخلوقات کے لئے پریشور نے بذریعہ الہام وید تمام علوم کو ظاہر کیا ہے۔“

سوال نمبر ۱۔ یہ جو وید کی چالیسویں ادھیائے کے آٹھویں منتر کے آخری دو الفاظ ہیں۔ اول تو اس منتر کو پورا سوامی جی نے نہیں درج کیا دوسرے ان دو لفظوں سے وہ مطلب نہیں نکلتا جو سوامی جی نے لکھا ہے بلکہ انکار تھیہ ہے کہ
शाश्वतो ज्यः
”پیشہ سے برسوں سے یہ منتر پورا ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔“

स पर्वगाच्छुक्रमकायमब्रह्मसमाधिः १३५५-
- पावनिद्रम । कविर्मनीषो परिभूः स्वयम्भूयो-
- पातप्यतोऽर्थान् व्यदधाच्छाश्वतोभ्यः समाम्भः ॥

॥ पृजु० ४०-८ ॥ सः पार संगत शुक्रम अर्कासम्
अब्रह्म अर्न्तोक्तिम् १३५५ अर्थापविद्रुम् कविः मनीषो
परिभूः स्वयंभूः यथातथ्यः अर्थान् व्यदधात् शाश्व-
-

ترجمہ - (۱) وہ (پیشور) (۲) آکاش کے مانند محیط کل (۳) قادر مطلق (۴) بلا جسم (۵) ٹوٹ
پھوٹ یا چھید وغیرہ سے علیحدہ (۶) انس ناری کی بندش سے علیحدہ (۷) پاک (۸) پاک گنا
سے نہ بندھنے والا (۹) علم کل (۱۰) شاید کل (۱۱) دوسروں کا حاکم (۱۲) خود آپ ہی آپ
رہنے والا (یعنی کسی کا محکوم نہیں) (۱۳) ہے (۱۴) پیشور، ٹھیک ٹھیک طور پر یعنی انصاف
سے (۱۵) انھوں یعنی ضروریات دنیاوی (۱۶) دھن دولت وغیرہ (۱۷) کو (۱۸) ہمیشہ کے
(۱۹) سالوں سے (۲۰) تقسیم کرتا ہے۔

۱۳
पावनिद्रमः अर्कासम् १५-१६-१७-१८-
नक्षत्राणां तन्मन्त्रः समाम्भः व्यदधात् ॥
لوگوں کی قسمت ہمیشہ سے مقرر کر دیا کرتا ہو اور لفظ
کہ وہ بے انصافی نہیں کرتا پس اس منتر سے جو آتما کی قدرت کیونکر ثابت ہو سکتی ہے نہ تو یہ
جو آتما لفظ آیا ہو رتہ اسکا مترادف کوئی لفظ موجود ہے۔ درجہ ہمیشہ سے دھن دولت
وغیرہ تقسیم کرنے سے یہ مراد لی جاتی ہو کہ اگر ہمیشہ سے جو آتما موجود نہ ہوتے تو یہاں یکپو کہتا
جاتا کہ پیشور ہمیشہ سے دنیاوی ضروریات تقسیم کرتا ہو تو اسکا جواب یہ کہ یہ کوئی دلیل نہیں ہے
ہمیشہ لفظ کے استعمال سے صرف یہی مراد لی جاسکتی ہے کہ جب پیدائش کا سلسلہ شروع ہوا
ہے تب سے ہی ایسا ہوتا ہو اور اس طرح بیان کر نیکی ضرورت اس لئے ہے کہ کوئی یہ نہ سمجھ لے
کہ شہید پریشور کسی زمانہ کے لوگوں کے ساتھ کچھ درحایت کرتا رہا ہو وغیرہ۔ ظاہر ہے کہ لفظ
ہمیشہ زمانہ کو ظاہر کرتا ہو اور زمانہ کا آغاز سورج سے ہی ہو سکتا ہے پس یوں سمجھنا چاہیے

کہ سورج کی پیدائش تک اس سے مراد لے سکتے ہیں اور جب سورج و چاند بھی پیدا نہیں ہوئے تھے اس وقت
تو زمانہ کی ہی کوئی تختاخت نہ تھی پھر اس زمانہ کا ذکر ہی کیا ہو جسکے بارہ میں خود سوامی جی کے پیش کردہ
منتروں میں سے ایک میں آچکا ہے کہ تب نہ سمت تھا نہ سمت تھا یعنی جتنی دھرتی و دونوں نہ تھے
نہ پرمانوں یعنی ذرے تھے اور نہ آکاش تھا وغیرہ۔ پھر بھلا جب یہ سب کچھ تھا ہی نہیں تب ہمیشہ کی
بات کہاں رہی اسلئے محض ایک ہمیشہ معنی کا لفظ : शाश्वतम् آجائے سے سوامی جی کا جو
اپنی طرف سے بڑا کریمہ ظاہر کرنا کہ اس منتر میں جو آتما کی قدامت موجود ہے نا واقفوں کی آنکھوں
میں معمول ڈالنے کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے۔

سوال دوسرا۔ سوامی جی نے اس پورے منتر کو حمد و ثنا کے معنوں میں ساتویں سہاس میں
بھی درج کیا ہے پس اردو مستند ترجمہ صفحہ ۲۵۴ سے اسکا ارتھ جو سوامی جی خود پانچ لکھا ہی ذیل میں
نقل کیا جاتا ہے۔

..... وہ پرما تم سب میں محیط ساری العمل طاقت غیر تمنا ہی رنگینہ والا پاک علیم کل سب کے
ہاتھ پر حاوی سب کا حاکم ازلی رہا بت بذاتہ بالا تر دی شست اپنے قدیم علم سے اپنی ازلی رعایا
جیوں کو ٹھیک ٹھیک معافی کی واقفیت بذریعہ ویدوں کے کرتا ہے۔

اس معنی میں سوامی جی نے لفظ : शाश्वतम् : (ہمیشہ کے سنالوں سے) کا ترجمہ
اپنے قدیم علم سے کیا ہے اور اسطور پر یہ دونوں الفاظ پریشور کی صفت میں بتلائے گئے
ہیں پس جو اوپر کی لکیر شش الفاظ ہیں وہ سوامی جی نے اپنی طرف سے ایذا دئے ہیں۔
ہم پوچھتے ہیں کہ منتر میں ایسا کون سا لفظ ہے جس سے اپنی ازلی رعایا جیوں کو بتلائے
ہم سنسکرت داں آریوں کو اسباب متوجہ کرتے ہیں کہ وہ ضرور غور کریں کہ سوامی جی نے
اپنی طرف سے یہ الفاظ بڑا دیئے ہیں یا نہیں اور کیسے تعجب کی بات ہے کہ جو آتما کی قدامت
ثابت کرتے وقت تو سوامی جی لفظ قدیم کو جو آتما کی صفت میں استعمال کرتے ہیں یعنی قدیم جو
لکھتے ہیں مگر اب اوپر کے پورے ترجمہ میں جو قدیم لفظ پریشور کے علم کی صفت بنا دی
گئی (یعنی اپنے قدیم علم سے لکھتے ہیں) پس ناظرین کو یاد رکھنا چاہیے کہ سوامی جی کی ایسی
پالیسی دیکھ رہی چاہوں، کو سمجھنا بھی بڑا مشکل کام ہے اب کوئی سوامی جی سے پوچھے کہ اس

منتر میں لفظ قدیم جس لفظ : शाश्वत (ہمیشہ سے) کا ترجمہ کیا ہے وہ کس کی صفت ہے اور اس کا موصوف کو نسا لفظ وید منتر میں موجود ہے تو انکی تحریر سے دو جواب ملتے ہیں ایک تو یہ کہ اس لفظ کا موصوف پریشور کا علم ہے دوسرے یہ کہ حیو آتما ہے پس دراصل منتر میں پریشور کے علم کے لیے کوئی مترادف لفظ موجود نہیں ہے اور حیو آتما کا تو وہاں کہیں نام و نشان بھی نہیں ہے۔

اب ناظرین غور کر سکتے ہیں کہ حیو آتما اور پرکرتی کو قدیم ثابت کرنے کے لئے سوامی جی کس کس طرح ویدوں کے الفاظ کے کہیں کچھ معنی کرتے ہیں وہیں کچھ لیکن بھیر بھی سنسکرت داں صاحبؔ کو حقیقت حال سے خوب واقفیت ہے کہ سوامی جی اس بارہ میں ویدوں کے سر یہ جو شالزم لگا رہے ہیں کہ وہ شرک کی تعلیم دیتے ہیں۔ ویدوں کی عبارت میں تو زیادہ تر شکر فلاسفی پائی جاتی ہے جو کہ اسلام کی توحید سے کسی قدر موافق ہے اور ہر حالت میں وید میں ایک پریشور واحد لا شریک کا ذکر ملتا ہے یہ منتر بھی پریشور کی صفوں کو بیان کرتا ہوا اسے سب کا مالک سب کو رزق دینے والا اور سب کا حاکم وغیرہ ظاہر کرتا ہے۔

منبر

آگے سوامی جی نے غسوتیا شوتر نامی اوپنشد کے چوتھے ادھیاء کا پانچواں منتر اس بات کی تائید میں پیش کیا ہے کہ پرکرتی اور حیو آتما پریشور کے ہمیشہ کے ساتھی ہیں اس پر صنعت طرحا سکرنے یہ اعتراض کیا کہ سوامی جی صرف دشن اوپنشد دل کو معتبر جانتے ہیں پس انکو چھوڑ کر اس بیابو پرکھ حوالہ کیوں دیتے ہیں ہمارے خیال میں بھگوان عترائن معقول ہی لیکن پندت تلسی رام صاحبؔ اس کا جواب یہ دیا کہ سوامی جی نے دشن اوپنشد دل کو پرچیں، قدیم اور باقیوں کو ہی کہا ہے ایزمان (غیر معتبر) نہیں کہا (دیکھو بہا سک پرکاش نسخہ ۵۷۷ سطر ۹)

اب ہم سوامی جی کی رگویدادی بھاشمہ بھومکا سے اس بات کی پرتال کرتے ہیں کہ پندت تلسی رام صاحب کی یہ بات جسکے ذریعہ وہ معتبرین کو خاموش کرنا چاہتے ہیں کہاں تک صحیح ہے۔

اور دو رنگ دیدادی بہا شیعہ جو مکالمہ ۲۷ اسطر ۲ (مضمون مستند اور غیر مستند کتابوں کا بیان)
پرسوامی جی یون فرماتے ہیں۔

مستند اور پیشد

دست اور پیشد بھی اس اور پانگ میں شامل ہیں انکے نام یہ ہیں۔
(۱) ایش (۲) کیس (۳) کٹھ (۴) پرکشن (۵) منڈک (۶) مانڈک

(۷) تیشریہ (۸) اتیشریہ (۹) چچاندوگہ (۱۰) برہدارنیک اسطرح چار وید معہ شاکیوں اور
تفسیروں (یعنی چاروں برہمنوں) کے اور چار پوید اور چھ ویدانگ جس میں چھ پانگ بھی
شامل ہیں۔ تمام ملکر چودہ وید (علوم) کہلاتے ہیں جنکو حاصل کرنا انسان کا فرض ہے۔ یہ
یقین جانتا چاہیے کہ انکے پڑھنے سے کامل علم ہو جاتا ہے اور تمام باطنی اور خارجی علم اور عمل کا
انکشاف ہو کر انسان مہار دول (عالم فاضل) بن جاتا ہے۔ اوپر ایشور کے کلام یعنی ویدوں
اور اسکے متعلق کتابوں کا بیان ہوا۔

ناظرین! اوپر کی عبارت آپ سمجھ سکتے ہیں کہ پنڈت تلسی رام جی کے قول کے مطابق ان
دست اور پیشدوں کو قدیم نہیں کہا گیا بلکہ لفظ مستند اور پیشد کی پیڈنگ میں دیا گیا ہے اور لکیر شدہ
فقہ جس میں چھ پانگ ہی شامل ہیں قابل غور بھی رکھو نہ اس زمرہ میں ہی ان دست اور پیشدوں کا
شمار ہے اچنانچہ اب سوامی جی کے الفاظ میں یہ ثابت ہو گیا کہ وہ دست اور پیشدوں کو نہ
صرف مستند ہی مانتے ہیں بلکہ آگے چل کر یہ بھی فرماتے ہیں کہ "جنکو حاصل کرنا انسان کا

فرض ہے" اب غیر معتبر کتابوں کا حال سنئے۔ سوامی جی آگے صفحہ ۳۷، اسطر ۲ پر فرماتے ہیں
"انکے علاوہ متعصب کو ماہ عقل کم علم ادبہرم پر چلنے والے
ناراستی شعار لوگوں کی بنائی ہوئی وید کے خلاف اور عقل
ترک کتابیں

دلیل سے خالی کتابیں ہرگز سمجھو نہ ماننی چاہئیں اس قسم کی کتابوں کو بھی یہاں اختصار
کے ساتھ گنا یا جاتا ہے۔

ان سب کو ویدوں کے خلاف ہونے اور عقل و دلیل سے خارج ہونے کی
وجہ سے نیک لوگوں کو نہ ماننا چاہیے۔

ناظرین! کیا اس سے یہ صاف معنی نہیں ہوتے کہ ان کتابوں کو جنکی فہرست کے

آخر میں یہ اوپر کی عبارت درج پر ویدوں کے خلاف سمجھنا چاہیے اور پس پہلے جو مستند کے زمرہ میں گنا چکے ہیں جن میں دشن اور پشند بھی شامل ہیں اور ویدوں کے موافق ہیں پھر پنڈت تلسی رام صاحب کا یہ کہنا کہ دشن اور پشند ویدوں کے سوا باقیوں کو اپرمان (ناجائز) نہیں کہا کہاں تک صحیح ہو سکتا ہے اس کے علاوہ ذرا در آگے دیکھیے سوامی جی صفحہ ۵۷۷ اسطر ۲ پر کیا فرماتے ہیں :-

غیر مستند کتابوں کا جھوٹ سوال - ان میں جہاں بہت

ساجھوٹ ہو وہاں کسی قدر سچ بھی ہو اس کو لینا چاہیے یا نہیں؟ - (جواب) ایسے سچ کی مثال زہریلے کہا نیکی مانند ہی جیسی جس طرح اہل بصارت زہریلے کہا نیکی خواہ وہ امرت (آب حیات) کی برائیکوں نہ ہو امتحان کرنے پر بالکل جھوٹ دیتے ہیں یہی طرح غیر مستند کتابیں بھی قابل ترک ہیں کیونکہ اگر ان کو رواج دیا جائیگا تو ویدوں کے سچے مطالب کی اشاعت نہ ہوگی اور ان کی اشاعت نہ ہونے سے جھوٹی باتیں شہرت پا کر حیات کی تازگی جھٹکا جانے سے علم حقیقی مفقود ہو جائیگا۔

ناظرین! اب ہم پوچھتے ہیں کہ ذرہ پنڈت تلسی رام صاحب اوپر کی عبارت کو پڑھ کر تلبلا دی کہ آج کے پاس یا دیگر آریہ صاحبان کے پاس اس سوال کا کیا جواب ہے کہ سوامی دیانند سرسوتی جہاں راجہ نے اپنی نصیحت پر خود ہی کیوں نہ عمل کیا جبکہ وہ دشن اور پشندوں کے سوا بقیہ تمام اور پشندوں کو زہریلے ہوئے کہا نیکی مانند فرماتے ہوئے آریوں کو یہ حکم دیتے ہیں کہ کسی کتاب میں قابل ترک ہیں اور ان کو رواج دینے سے ویدوں کے سچے مطالب کی اشاعت نہ ہوگی تو پھر بڑے تعجب کی بات کہ خود سوامی جی نے ہی اس بات پر عمل نہ کیا۔ کیا اب بھی کشتیاں کو چوڑ کر پنڈت تلسی رام صاحب اس بات کو منظور نہ کریں گے کہ سوامی جی کو یا تو یہ یاد نہ رہا کہ ہم نے مستند و غیر مستند کتابوں کے بیان میں کیا کچھ لکھ دیا ہے اور اسکے خلاف خود ہمیں گورہی میں یا شاید یہ بات ہو کہ گرو لوگوں کے احکام جیلوں کے سے ہو کر تھے ہیں پھر خود انہیں عمل کرنے کے لئے نہیں ہوتے چنانچہ سناتنی ہندوؤں کا قول ہے کہ گرو مہاراج کے عمل پر دیانند نہ دینا چاہیے بلکہ ان کے اقوال پر چلوں کو کار بند ہونا لازم ہے اور وہ لوگ کہا بھی کرتے ہیں کہ ”گرو جیسا حکم کرے ویسا کرنا گرو دلاچی ہو تو دامن اوتار کے مانند غصے والا ہو تو نور سنگھ اوتار

کے مانند..... خواہ گرو جی کیسا ہی گناہ کریں تو بھی اشرودھا (بے اعتقاد) ہی نہ کرنی (دیکھو)
 ستیا رتھ پر کاش اردو صفحہ ۷۳۴ (پیش لید آریوں نے بھی اس بارہ میں سناتینوں کے نقش قدم پر
 چلنا بہتر سمجھا ہو۔ چنانچہ جہاں سوامی جی نے اپنی ہدایت و نصیحت پر خود عمل نہ کیا وہاں آریہ صاحبان
 بھی زہرے ہوئے غذا کو استعمال کر نیسے گریز نہیں کرتے لیکن وہ جو چاہیں کرتے دہرتے ہیں
 مگر یہ مصنف بھاسکر پر کاش کی کسی زبردست چالاکی ہے کہ مختصر مض کے معقول اعتراض منطوق
 کر کے یہ تو نہیں کہتے کہ ہاں اس بارہ میں سوامی جی نے بھول کی ہے بلکہ ٹھہ دھرمی سے سوامی
 جی کی موافقت میں الٹی سیدھی باتیں بنا کر عوام کی آنکھوں میں دھول ڈال رہے ہیں۔
 ناظرین کو معلوم ہو کہ سوامی جی نے نہ صرف غیر مستند ادنیٰ شدوں کے حوالہ جات پیش
 کئے ہیں بلکہ مہابھارت وغیرہ تک سے بھی فائدہ اٹھانا چاہا ہے اور وید وکی اشاعت کی کمی کی جو
 باعث بنے ہیں کیونکہ اگر واقعی سوامی جی نے شوتیا شوترا و پنشد کا پرمان یہاں پر نہ دیا ہوتا، دراصل
 بجائے کسی دید منتر کو ہی پیش کیا ہوتا تو اس قدر وقت ہم ایسی کتابوں میں نہ صرف گنت بنو۔
 حسب قول سوامی جی کے کوتاہ عقل کم علم ادھرم پر چلنے والے ناراستی شعاز لوگوں کی ہنائی
 ہوتی ہیں اور ہمیں واقعی فسوس ہے کہ سوامی جی کے پیش کئے ہوئے حوالہ کی پڑتال کر نیکے لئے
 ہمیں کئی گھنٹے ایک ایسی کتاب میں سر مارنا پڑا جو حسب قول سوامی جی کوتاہ عقل کم علم ادھرم
 پر چلنے والے ناراستی شعاز مصنف کی تصنیف کردہ ہونیکے علاوہ دید کے خلاف اور عقل و دلیل
 سے خالی ہو۔

ناظرین! آپ سوامی جی کے پیش کردہ دیدوں کے ان منتر وں کی پڑتال کو تو دیکھ ہی چکے
 ہیں جسکے ذریعہ سوامی جی نے پرکرتی اور حیو آتما کو ہمیشہ رہنے والا قدیم ثابت کرنا چاہا، مگر وہاں
 یا تو دو کچھیر وٹے یا قسمت کا ذکر پایا گیا اب اس غیر مستند ادنیٰ شد یعنی شوتیا شوترا کا پرمان ہی
 سینے۔

अजामिकां लोहित शुक्र कृष्णां बद्धिः प्रजाः सृजमा-
 नां सरूपाः । अजो ह्येको जृषमारोगः नृशोते जहात्येतां
 भुक्त भोगामजोऽन्यः ॥ श्वे० ३० अ० ४ मं० ५ ॥

اسکا ارتھ سوامی جی یوں کرتے ہیں:-

دو پر کرتی حیواد پریشو تینوں غیر مولود میں یعنی انکی کہی پیدائش نہیں ہوتی اور نہ کہی پیدہ ہوتے ہیں گویا تینوں میں عالم کو مسبب ہیں انکی کوئی علت نہیں رہی حیواد میں زلی پر کرتی کا حفظ تھا ہوا اس میں پھنستا ہوا پریشو اس میں نہیں پھنستا اور نہ اس کو بھوگتا ہے۔

یہ دنیا مطلب اس منتر کا ہی یا نہیں اس بات کو سمجھنے کے لئے آریہ پنڈت اور سناتنی یا ویدانتیوں (سوامی شنکر آچاریہ کے پیروکاران) کی عالمانہ بحث کو بغور سننے کی ضرورت ہے کیونکہ یہ معاملہ ویدانت کا ہے اور جہاں سوامی شنکر آچاریہ مہاراج کے پیروکاران جن میں بڑے بڑے مالی دماغ اور سنسکرت کے دھرمند (مفسرین) اور مولود ہیں اور پنڈتوں کے تمام حوالہ جات کو ایک حدہ لائبریری پر لٹا میں گھسادیتے ہیں وہاں اس آریہ صاحبان اپنے ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں ایک کو تین ثابت کرینگے لے بھی کچھ ہاتھ پاؤں مارنے لگے ہیں اس میں طویل مسئلہ کو یہاں چھڑنا مناسب نہیں معلوم ہوتا کیونکہ یہ ہمارے مضمون سے باہر ہے مگر ہم اس منتر کا محض لفظی ترجمہ ناظرین کو سنائی دیتے ہیں جو کہ شاید کچھ کم دلچسپی کا باعث ہوگا۔ وہ یوں ہے

अजाम एकाम लोहित शुक्ल कृष्णाम बह्विः प्रजाः ॥

- जमानां सरूपाः । अजः हि एकः शुभमारणः अनुशे-

- ते जहाति एनाम शुक्लमोगाम अजः अन्यः ॥

ارتھ:- (۱) ایک (۲) بکرا (۳) یقیناً (۴) ساتھ لپٹ کر (۵) سونا ہے (۶) دوسرا (۷) بکرا (۸) اس (۹) ایک (۱۰) بکری کو (۱۱) جو کہ بھوگ بھوگی ہوئی ہو (یعنی جو صحبت کر چکی ہو) (۱۲) جولال سفید اور کالی رنگ والی ہے (۱۳) اور جو بہت اولادوں (پر جاؤں) کو اپنے ہم شکل پیدا کر نیوالی ہے (۱۴) ترک کر دیتا، قربان جائے ان دو بکروں اور ایک بکری پر۔ واہ یہ تو خوب عبارت ہے میں خوف ہو کر ایسے مضمون کو شائع کرنے سے کہیں ہم سیدیشن ایکٹ کے اندر نہ پھنس جائیں کیسین حقیقت حال سے عوام کو گاہ کرنا تو ضروری ہی ہے۔

ناظرین اپر کرتی اور حیواد کی قدامت کو اب آپ سمجھ لیں دو کچھیر و ایک درخت پر بیٹھے ہوئے ہیں ان میں سے ایک اس درخت کے پھل کو کھاتا ہے اور دوسرا نہیں کھاتا۔ بس مال بھیکش کی بن آئی ہے اور وہ کہہ دیتے ہیں کہ وہ دیکھو ہمارے مانتین حینیرین انادی (زلی،

ثابت ہوئیں وہ پکھیر جو نہیں کہتا وہ تو پریشور ہے اور جو پکھیر درخت کے پھل کو کھاتا ہے وہ ہی یہ کہتا ہے اور وہ درخت بذات خود پر کرتی ہے یا کہیں ایک لال سفید گالے رنگ کی بکری کو دیکھ لیا جس کے ساتھ بچوں کی بھی کافی تعداد تھی اور کہیں سے دو بکرے اسکے چھ لگ گئے مگر ان میں سے ایک شاید بوجہ اسکے کہ وہ نوجوان بالکرہ نہ تھی اس سے کنارہ کش ہو گیا مگر دوسرا بچہ زیادہ تھو پرست ہو نیلے باعث اسکا عاشق بن گیا۔ کہ بس لال ٹیگڑوں کو چیر موقوف مل گیا اور کہنے لگے کہ وہ دیکھو ہماری تینوں چنیوں ثابت ہو رہی ہیں وہ بکرا جو اس بکری کے عشق میں گرفتار ہو رہا ہے وہ ہی حیو آتما ہے اور دوسرا بکرا پر مانتا ہے اور وہ بکری بذات خود پر کرتی ہے کیوں کیا اس سے بھی بڑھ کر کوئی ثبوت انکی قدامت کا درکار ہے۔ ۹۔

ہیں بڑا تعجب ہے کہ اگر سوامی جی کو چار ویدوں کی تقریباً بیس ہزار منٹروں میں سے ایک بھی ایسا منتر نہ ملا جس میں صاف طور پر یہ درج ہوتا کہ **ॐ नमो भगवते वासुदेवाय** (یعنی حیو پر ہم اور پر کرتی نیتہ (لا فانی) ہیں تو کیا پکھیوں اور بکرہ دیکھ کر دسہ پڑنا بڑا حال پھیلا رہا ہے جسکو کاٹنے کیلئے ویدانتی سناتنی ہندو اور مسلمانوں وغیرہ تمام مذاہب کے علماء کو ناحق پریشان ہونا پڑا اور اب جبکہ یہ پول خوب عمدہ طور پر پھول دی گئی ہے تو انکو لازم ہے کہ اب بھی وہ اپنی ہٹ دھرمی کو ترک کریں اور راستہ کا تیاگ کر کے سنت تیاگ کر رہیں کرلیویں۔ پریشور جو ہمارا جہنم داتا (خالق مطلق) پالن کرتا اور پروردگار (بنیاد) کرنا افنا کر نیوالا ہے اس سے مقابلہ کر سکیو تیار ہونے میں نہ کسی کی کہی بھلائی ہوئی ہو ورنہ کہندہ ہوگی پھر کیوں ایک پالیسی باز سنسیاسی کی بھڑانے سے گمراہ ہو کر اسے رشی مہرشی تصور کرتے ہوئے خدا کے ساتھ شرک مان کرینی حیو آتما اور پر کرتی کو اسکے بالمقابل سمجھ کر گنگا بن رہے ہیں اور اس زندگی کو فضول کہہ رہے ہیں۔ اسے اگر یہ مہاشیوا اب بھی غنیمت ہو کہ مان لیویں سوئی دیانند نے غلطی کی اور اب آپ اندھوں کے مانند ان کے پیچھے نہ چل کر اپنے دماغ سے کام لیویں خود ذرہ آنکھیں کھول کر ایسی بھٹوں کو چڑھیں وہیں اور اگر آپ سنسکرت نہیں جانتے تو تھوڑی بہت سنسکرت بھی پڑھ ڈالیں کیا یہ آپ کے لئے کوئی مشکل بات ہو کہ خود آپ کے مہرشی کی عین ہدایت ہے۔ اور جب آپ تھوڑی سنسکرت جان لیویں گے تو آپ کو خود ہی سب کچھ

پتہ لگ جاوے گا۔ یا کم از کم آپ یہ تو کر سکتے ہیں کہ ایسے سنسکرت دانوں سے ہن تنناز عہد میں
منبتروں کے لفظی معنی کو دریافت کریں جو کسی خاص مت کا تعصب نہ رکھتے ہوں۔

شاید کوئی پتہ دھرمی آریہ سماجی ہمارے اس اوپوگے اچھ پر یہ کہے کہ یہ یا ایسے معنی و مطلب
تو دیدون کے مخالفین ظاہر کر کے عوام میں ویدوں پر مذاق اور ایسا ہی کرتے ہیں یہ کوئی نئی بات
نہیں ہے۔ گھوڑیسی عورت کی صحبت وغیرہ کے معنی بھی تو ویدوں سے نکالی جا رہے ہیں لیکن انہیں
منبتروں سے سوامی دیانند سرسوتی مہاراج نے کیسی اعلیٰ درجہ کی نصیحتیں نکالی ہیں نواب سکا جوا
یہ ہے کہ اگر مہیدھر وغیرہ نے خود زبانی اور شہادت کر کے ویدوں کے گئے ایسے الزام عہدہ دے دیں
ہیں تو سوامی دیانند کا ان کی تردید کر دینا بڑی غنیمت ہے لیکن اگر ویدوں کے الفاظ سے درج
وہ ہی مطلب نکلتے ہوں تو اس حالت میں مہیدھر وغیرہ مفسرین وید کا کیا قصور ہے ہاں
اگر کچھ ان کا قصور ہو تو وہ استفادہ سوامی دیانند کے مانند سنسکرت سے ناواقف ہو گونگو بھرمائیکے
لئے ایسی سنسکرت نہیں بنا دیا۔ لیکن اوپر کے دونوں منبتروں (دو پچھرو والا اور (۲) بکروں والا
کے تہ محض لفظی معنی پیش کیے گئے ہیں۔ لفظ سو پر ن کے معنی پچھرو کے مرتبے بالاتفاق مان لے رہے ہیں
اور لفظ ارج کے معنی سناتنی پنڈت جوالا پرشاد صاحب مصنف تمہا سکر نے
بکرا کیا ہے پس سنسکرت کی تھوڑی سی لیاقت رکھتے والے صاحبان بھی یہ دیکھ سکتے ہیں کہ اوپر
کے ترجمہ میں سو لفظی معنی کے ذرہ بھی کچھ کی زیادتی نہیں کی گئی بلکہ ہر ایک لفظ کو علیحدہ لکھ کر پیش
دے دیے گئے ہیں تاکہ جو صاحب چاہیں اردو معنی کے نمبر سے اصلی الفاظ کو مل کر سمجھنے کی کوشش
کریں مگر کس لفظ کے کیا معنی ہیں۔

ترجما۔ اگرچہ ابھی اس مضمون پر پیش عالم کا بہت بڑا حصہ باقی ہے لیکن چونکہ
حصہ اول کی ضخامت بہت بڑھ گئی ہے اسوجہ سے ناظرین سے درخواست ہے کہ بقیہ
مضمون کے لئے اسوقت تک انتظار ہی کریں جب تک کہ اس کتاب کا دوسرا حصہ نہ
شایع ہو جاوے۔ + + +

آگے فہرست مضامین ملاحظہ ہو

ضروری اطلاع

تحفہ آریہ سماج حصہ دوم میں حسب ذیل مضامین موجود

(۱) پیدائش عالم کا بقیہ حصہ

(منجلد ۲۲ نمبروں کے صرف ۸ نمبروں کی بحث اس حصہ اول میں ختم ہوئی ہے جیسے چاند ویم

اونپشد کے حوالہ جات و دیگر مقولات سے پرزور الفاظ میں مادہ و روح کی قدامت کی تردید کی گئی ہے۔

(۲) ویدکس پر نازل ہوئی

اس مضمون میں خاص کر یہ بات ثابت کی گئی ہے کہ وید ویدراصل چار کے بجائے صرف تین ہی ہیں وید اس مضمون سے ویدوں کی حقیقت معلوم ہوگی

(۳) وید متروپر لال جھکڑی

وید ویدن یو تو پرتی بیڈنگ سے ہی مضمون کا پتہ لگ سکتا ہے۔

(۵) ورن ہو ستھا

اس مضمون میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ آریہ سماج کی یہ بات کہ براہمن کشتریہ وغیرہ ذات کی فصلیت پیدائش سے نہیں بلکہ گن کرم سو بھاو (صفت فعل خاصیت) سے مانی گئی ہے خود ان کی تسلیم کردہ مستند کتب سے خلاف ہے۔

(۶) بیان شادی

اس میں سوامی دیانند بہاراج کی آزادانہ رائے کی پڑتال کی گئی ہے۔

(۷) عقد ثنائی۔ اس مضمون میں بیوہ کی دوسری شادی کے متعلق بحث کی گئی ہے۔

مکملہ بیوک

اس مضمون میں بلا کسی قسم کے تنزیہ مذاق وغیرہ کے نہایت

ثابت الفاظ میں یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ سوامی دیانند مہاراج
کے جو کچھ بجا ہو وہ دراصل خود انکی تسلیم کردہ کتب سے خلاف ہے۔ اس میں شک ہی نہ ہوگا۔

ترجمین گھوٹی ہر یا نہیں

اس میں یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ سوامی دیانند

مہاراج جن حوالہ جات سے سائنس

موافقت ثابت کرتے ہیں ان کے کچھ اور ہی معنی مطلب ہیں۔
اس بارہ میں سوامی دیانند کی تحریرات
کی پڑتال کی گئی ہے۔

نیات نامت میں روح ہے

چونکہ چند سنسکرت سے ناواقف آریہ سماجی
صاحبان ان دونوں یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں

نیات نامت میں روح نہیں ہے پس سوامی جی کی تسلیم کردہ کتب کو حوالہ جات اس بارہ
میں پیش کئے گئے ہیں۔

مقابلہ ستیا رتھ پر کاشل والی دوم

اس میں اول ستیا رتھ پر کاشل
کی عبارت کو بحسنہ نقل کر کے

دکھلایا گیا ہے۔ کہ آریہ سماج کے بانی کی تحریرات کس طرح بالکل آپس میں متضاد ہیں
یہ کہ یہ ڈینگ کہاں تک صحیح ہے کہ محض الفاظ کی غلطی درست کی گئی ہے
جنی معنی مطلب میں فرق نہیں ہوا ہے۔

آریہ سماج کی شاید تنگی

بیدنگ ہی سے ظاہر کر سکیں کیا بیان
کیا جاوے گا۔

ہونٹ غبن و خنجر

نکے علاوہ اور بھی جو مضامین اس اشار میں تیار ہو جائینگے وہ پبلک کے

روپرو پیش کر دیئے جاویں گے اور اگر یہ تمام مضامین حصہ دویم میں نہ آسکیں گے
 اور مناسب معلوم ہوگا تو تیسرا حصہ بھی شائع کر دیا جاوے گا انشاء اللہ تعالیٰ
 پس جو صاحب خریداری کی درخواست بھیجنا چاہیں "جسب ذیل پتہ
 پر روانہ کریں۔

المسافر

العزیز

المعروف جگہ مبارک شاد دور مار معرفت مطبع قاسمی

اسلامی کتب نہایت مفید

- (۱) قرآن مجید ترجمہ گجراتی - نہایت خوشخط و واضح جلی قلم ترجمہ بین السطور - قیمت ۳۰۰
 (۲) حامل شریف معراج نہایت صحیح خوشخط - قیمت ۱۰۰
 (۳) قرآن شریف سترہ سطری نہایت صحیح خوشخط - مجلد ۹
 (۴) قرآن مجید کلام منترجم جلی قلم تقطیع ۱۸x۲۲ دو صفحہ مع تفسیر و تیسرے البیان ہر پارہ علیحدہ
 علیحدہ قیمت فی پارہ ۵۰ ۲۰۰
 (۵) تفسیر البیان - سورہ اقرار ہے والناس تک جو اکثر نماز میں پڑھی جاتی ہیں
 قیمت - ۶۰

- (۶) احسن القصص - یعنی تفسیر سورہ یوسف نظم نشر - اس میں چار کتابوں (زینحاجی ج
 ناظم ہروی فردوسی - ملا آذر) سے انتخاب کیا گیا ہے اور علاوہ اسکے بہت سی تفاسیر معتبر
 کی مدد سے یہ کتاب تیار کی گئی ہے اسکی زبان اور فصاحت بیان قابل دید ہے قیمت ۱۰۰
 (۷) احکام الاضحیہ والعیذین - اس میں مسلمانوں کی دونوں عیدوں اور قربانی مفصل بیان
 ہے - قیمت ۱۰۰

- (۸) نمونہ تفسیر - اس میں روزوں کے فضائل اور احکام کا مفصل بیان ہے قیمت ۱۰۰
 (۹) لیکچر نمبر ۲ و ۳ موسوسہ پند سودمند و پند بخون جو کہ واعظین اسلام کے لئے بہت مفید
 ثابت ہونگی قیمت ۲۰ - ۳۰
 (۱۰) چشمہ رحمت - یہ علم تصوف میں اعلیٰ درجہ کی کتاب ہے قیمت ۸۰
 یہ کتابیں زبان دہلوی میں نہایت فصاحت کے ساتھ لکھی گئی ہیں جن سے اعلیٰ درجہ کی اردو
 زبان بھی آسکتی ہے -

- (۱۱) بیان للناس مولوی احسن صاحب امر دہلوی اور مولوی محمد
 عبد المجید صاحب دہلوی کی خط و کتابت دربارہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی قیمت ۵۰
 یکتا میں جناب مولانا عبد المجید صاحب مالک مطبع انصاری دہلی سے مل سکتی ہیں -

مولوی الہ دین صاحب اعظا الخیر حیات الاسلام لاہور حال اردو دہلی کی مصنف کتب حسنیہ ہیں

(۱) عدم ثبات مذہب پولوی قیمت .. دو پیسے
(۲) مساحتہ درمیان پادری احمد علی صاحب اور مولوی الہ دین صاحب عظم جس میں لغین
اناجیل کی فرضی نبوت کا خاکہ اور کیا ہے قیمت .. ایک آنہ
(۳) بست سوال جس میں عیسائی مذہب کی حقیقت کی قلعی کہو لی گئی ہے ایک آنہ
یہ کتابیں مطبع قاسمی پریس دہلی سے مل سکتی ہیں

تحفۃ الہند انگریزی

مولوی شیخ عبد اللہ صاحب نو مسلم ساکن بٹالہ کی مشہور کتاب تحفۃ الہند (جس میں سرائی
سندوں کے اعتقادات کی چھان بین اور پرتال نہایت معقولیت کے ساتھ کی گئی ہے)
کا انگریزی ترجمہ جناب غلام محمد بن حافظ صادق صاحب سوداگر مقام راندھیر ضلع
سورت (گجرات) نے کر لیا ہے جس کی قیمت بیلغہ دور و پیہ عرصہ ہے یہ انگریزی داں مسلمان صاحبان
کیلئے خاص دلچسپی کا ذریعہ ثابت ہوگی یہ کتاب جناب مستر حسن صاحب دہلی کے
علامہ راقم سے بھی دستیاب ہو سکتی ہے۔

المشا
عبد الغفر من المعروف جگر مبارک شاد و رما
معرفت مطبع قاسمی دہلی